

الحمد لله رب العالمين

آفتابِ هدایت
فضل و پدعت



مع مناظر تراث

مناظر است لام فاتح رافضیہ قاطع و ہابیت شیر پنجاب حضرت علامہ

ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ
(متوفی ۱۹۳۸ء)

مسک دبیر پر مخر فین کجیہات کا ازالہ
از: میثم عباس قادری رضوی

ادارہ تحفظ عقائد اہلسنت پاکستان

مناظر اہل اہل حق و کلمہ حق و شہیدان و شہادت و شہداء

۴۸۹
جامع الحق و ذوق الباطل
روایات و مسائل شیعہ میں جامع لاجواب کتاب

مؤلف
افشاہیات
رض و بدعت

مؤلف
شیر اسلام ابو الفضل ہادی محمد کرم الدین صاحب دیر

تیس بھیس ضلع جلم

طبع و نشر
کرمی سٹیٹ پریس

انتساب

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو خلوص قلب سے حضرت اقدس مولانا حافظ حاجی
 مولوی سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علیپوری مدظلہم العالی کے
 اہم گرمی سے معنون کرتا ہوں۔ انشاء اللہ اس زمانہ قحط الرجال میں آپ ہی وہ بزرگ ہستی
 ہیں جنکو اور ج فضل و کمال کا ذخیرہ تیرا و فلک علم و عرفان کا روشن آفتاب کہنا بجا ہے۔
 مذہب حق السنّت والجماعہ کو آپ کی ذات والا پر فخر و تراز ہے اور اہل باطل آپ کا نام
 نامی شکر جا بجا رزہ ہر اندام ہیں۔ خدا کے فضل سے خلوت میں ہزار ہا نفوس آپ کی توجہ بل
 سے تزکیہ حاصل کر رہے ہیں اور جلوت میں آپ کے وعظ و بیان سے لاکھوں انسانوں کو ہدایت
 ہو رہی ہے۔ آپ ہی وہ مقدس ہستی ہیں جنہوں نے اپنی علو ہمت سے فتنہ ارتداد کے
 پتے ہوئے سیلاب کو روک کر بیدار کنڈری مائل کر دی اور خلق خدا کو ضلالت مرزائیت
 و اہیت نیچریت۔ رفض وغیرہ سے نجات دلائی۔ ہر ایک اسلامی انجمن آپ کے دست
 جو دو سخا کی مرہون اور ہر ایک مبلغ و مفسد اسلام آپ کے لطف و کرم کا ممنون ہے۔ حق
 سبحانہ و تعالیٰ آپ کی سائی جیل میں برکت کرے اور تا ابد آپ کا ظل عاطفت شہین
 کے سروں پر قائم رہے۔ آمین ثم آمین ۴

خاکسار مصنف

فہرست مضامین آفتاب ہدایت روزِ رمضان بدعت

مضمون

صفحہ

مضمون

صفحہ

۱ وجہ تالیف کتاب
شیعہ کیلئے روافض کا لقب عطیہ بارگاہ ایزدی ہے۔
۲ اسلام کی تصویر اہل السنۃ کے نقطہ خیال سے
۳ اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتے ہیں۔
۴ شیعہ قرآن کو نہیں مانتے۔
۵ قول مرزا احمد علی لاہوری کہ یہ قرآن غلط اور تھک
اور ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں۔
۶ قرآن پر مرزا کے اعتراضات کا جواب
۷ شیعہ کے عدم ایمان بالقرآن پر مزید ثبوت
۸ امام مہدیؑ کی آپس کے
۹ شیعہوں پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گیا۔ اس لئے
۱۰ امام مہدیؑ کی آمد ترک گئی۔
۱۱ وجہ عدم ظہور امام مہدیؑ بقول حائری
۱۲ موت امامؑ کے اختیار میں ہے۔
۱۳ شیعہ کے متعدد قرآن (ستر گز کا قرآن)
۱۴ مصحف فاطمہ جو اس قرآن سے سہ چنڈ بڑا ہے۔
۱۵ اور اس قرآن کا اس میں ایک حرف بھی نہیں جعفر
۱۶ جامعہ شیعہ کے بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں۔
۱۷ تحریف آیات قرآن بحوالہ کافی کیفی۔
۱۸ شیعہ کا اس قرآن پر ایمان ہونا ممکن ہی نہیں۔
۱۹ شیعہ کے اسی الزام کا جواب کہ اہل السنۃ اس قرآن کو نہیں
۲۰ شیعہ کا حافظہ قرآن نہ ہوتا۔
۲۱ فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت ۲۸ آیات قرآن کریم سے
۲۲ فضائل اصحاب ثلاثہ پر عقلی دلیل
۲۳ فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت کتب شیعہ سے فضائل
۲۴ ابو بکر صدیقؓ
۲۵ فضائل حضرت عمر فاروقؓ
۲۶ فضائل حضرت عثمانؓ (مکرر درامدی رسول کا شرف)
۲۷ رسول پاکؐ کی چار بیٹیاں ہونیکا ثبوت کتب شیعہ سے
۲۸ اصحاب ثلاثہ کی مشرور کتب اذکرتب شیعہ
۲۹ خلافت و امامت کی بحث تحقیقات و تفصیل
۳۰ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔
۳۱ حضرت علیؑ کے علیہ علیہ تفصیل نہ ہونے پر جاوید
۳۲ ترمذی لایک شیعہ پر خلافت بلا تفصیل جواب امیرؑ
۳۳ حدیث غم غدیر کا جواب

۱ ایک زنا و دیگر کم السنہ سے شیعہ کے مسائل کا جواب
۲ شیعہ کی تیسری دلیل اور اس کا جواب
۳ شیعہ کی چوتھی دلیل اور اس کا جواب
۴ شیعہ کا اہل بیت کی توہین کرنا
۵ سنی میت کے جنازہ پر بدعا
۶ جناب امیر علیہ السلام کی توہین
۷ بروئے فیصلہ جناب امیر علیہ السلام سنی حقیقی اور
۸ رافضی خارجی جنہی ہیں۔
۹ حضرت امام حسنؑ کی توہین
۱۰ قاتلان حضرت علیؑ و امام حسینؑ شیعہ تھے۔
۱۱ امام جعفر صادقؑ کی توہین
۱۲ مسائل شیعہ جو ایہ اہل بیت کی طرف منسوب کیے ہیں
۱۳ پہلا مسئلہ کہ خدا کو بلا ہوتا ہے یعنی معاذ اللہ وہ
۱۴ جائز ہے۔
۱۵ دوسرا مسئلہ فقہاء کے فضائل جو حقہ دین کے تقیہ
۱۶ میں ہیں۔ جو تقیہ نہ کرے وہ بد ایمان ہے۔
۱۷ تیسرا مسئلہ فضائل متقدمین مرد و عورت مثلاً علیؑ
۱۸ ہیں تو ایک ایک قطرے سے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں
۱۹ ایک دفعہ منہ کرنے سے امام حسینؑ کو دسے لاکھ
۲۰ تین سے حضرت علیؑ چار دفعہ منہ کرنے سے سول
۲۱ لاکھ کا اجر ملتا ہے۔
۲۲ منہ کیا چیز ہے؟
۲۳ بے تعداد مرد و عورتوں سے منہ ہو سکتا ہے۔
۲۴ ایک عورت سے بار بار منہ
۲۵ منہ دہرہ
۲۶ ایک بیہودہ حکایت
۲۷ منہ سے ممانعت
۲۸ کچھ نیکو مسائل انبیاء و ائمہ کی فضیلت
۲۹ پانچواں مسئلہ ائمہ خدا کی زبان۔ منہ۔ آنکھ
۳۰ چھٹا مسئلہ حضرت علیؑ رسولؐ کے ہم رتبہ بلکہ
۳۱ ان سے افضل ہیں۔
۳۲ ساتواں مسئلہ۔ ایہ کہ بعض ارجاع کا اختیار
۳۳ انھوں نے مسند موت و حیات ایہ کے اختیار میں
۳۴ تو ان مسئلہ آری کہ کلمہ کان و یا یکن حال ہے
۳۵ دسواں مسئلہ آسمان زمین و ما فیہا جناب یکتا
۳۶ حکم ہیں۔

۱۹۳	۱۸۶	تہذیب و تمدن مسئلہ - سنی ہونے کا جواز اس پر بند - عا کرنا جائز ہے۔
۱۹۴	۱۸۷	تہذیب و تمدن مسئلہ - امام زمان سے پیدا ہوتے ہیں۔
"	"	تہذیب و تمدن مسئلہ - خنزیر کے بال - چمڑہ - پشم و غیرہ پاک ہیں - خنزیر کے بالوں کی رستی سے ڈول یا نہ دھوکر پانی بھگا لکر مینا اور وضو کرنا مضائقہ نہ رہتا۔
۱۹۵	۱۸۸	تہذیب و تمدن مسئلہ - مذی - ودی کے نکلنے سے وضو نہیں ہوتا۔ حالت نماز میں مذی - ودی اگر دھان ملے یا ٹپکے یا گر جائے - تو نماز ٹوٹتی ہے۔ وضو شکست ہوتا ہے۔
"	۱۸۹	تہذیب و تمدن مسئلہ - کنوئیں میں کتا گر جائے - تو پانچ ڈول نکالنے سے کتا الٹا پاک ہو جاتا ہے۔
۱۹۶	۱۹۰	تہذیب و تمدن مسئلہ - کنوئیں میں گاوہ پڑ جائے - تو دس ڈول نکالنا کافی ہیں۔
"	"	تہذیب و تمدن مسئلہ - کنوئیں میں گاوہ سے بھری زنبیل گر پڑے گاوہ کیلا ہو یا خشک پانی بلبلی نہیں ہوتا۔
"	"	تہذیب و تمدن مسئلہ - نمازی کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو اشارہ سے مانگ سکتا ہے۔
"	"	تہذیب و تمدن مسئلہ - گھی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور زندہ نکال لیا جائے - تو وہ گھی وغیرہ نامک نہیں ہوتا۔
۱۹۷	۱۹۱	تہذیب و تمدن مسئلہ - گوشت کی دیک سے چونا نکلے - تو شوربا بھینک دو۔ بڑیاں دھو کر کھاؤ۔
"	"	تہذیب و تمدن مسئلہ - ایک برتن یا پانی کا دوسرا پیشاب کا بہنا ہوا آگ میں مل جائے - تو جس کپڑے یا چیز کو وہ پانی لگے بلبلی نہیں ہوتا۔
"	"	تہذیب و تمدن مسئلہ - شیعوہ مذہب میں خنجر کھلی سکتا ہے۔
"	"	تہذیب و تمدن مسئلہ - شیعوہ مذہب میں نماز جنازہ بے وضو جائز ہے۔
"	"	تہذیب و تمدن مسئلہ - شیعوہ مذہب میں ہر گھر سے اگر کوئی شخص اپنی ماس یا ساق یا جوڑی کی مٹی سے بھٹی کر کے نوعت اور برائی نہیں ہوتی۔
۱۹۸	۱۹۲	تہذیب و تمدن مسئلہ - کوئی شخص اپنے یاں کی عورت یا لڑکی سے بھٹی کرے - تو وہ عورت اس کے یاں پر حرام نہیں ہوتی۔
"	"	تہذیب و تمدن مسئلہ - شیعوہ مذہب میں اپنی عورت کے خواب و صبح فطری حرکت کرنا جائز ہے۔
۱۹۹	۱۹۳	تہذیب و تمدن مسئلہ - عورت کی خمر گاہ کو بڑھایا جائے یا نہ بڑھایا جائے۔

اس کی تردید بھلا خطبات جناب امیر
متفق چارم کیا جناب امیر خطبات غلطی کی حیثیت کی
اور کی توجہ دینی سہا یا بھیر۔

بیعت جناب امیر کا ثبوت بروایات کتب شیعہ
فیصلہ متقوعات -

مطالعہ شیعہ
پہلا طعن حضرت ابوبکرؓ پر نسبت حبش اسلام اور اس کا
مفصل جواب -

دوسرا طعن نسبت تبلیغ سورت برات اور اس کا جواب
تیسرا طعن کہ فیض عین العاص اور اس کے تحت
کئے گئے تھے۔ اس کا جواب -

چوتھا طعن - ان لی شیطاناً ليعترفين، الخ اور
اس کا جواب

پانچواں طعن - کہ خیمین جوازہ رسولؐ میں نہیں لڑا اس کا
مفصل اور دندان شکن جواب

چھٹا طعن - غضب فدرک - اس کے متعلق مکمل اور
محققانہ بحث شیعہ کے اس طعن کی زبردست تردید

ساتواں طعن - است بجناب منکم وعلیٰ فیکم اس طعن کا
جواب -

آٹھواں طعن - کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے نفاق کا انکار
کیا۔ اس کا تحقیقی والزامی مکمل جواب

نواں طعن - حدیث قرطاس - اس پر محققانہ مکمل فیصلہ
بحث اور دندان شکن جواب -

دسواں طعن - کہ حضرت عمرؓ نے جناب سیدہ کی تہین کی
اس کا شافی جواب -

گیارہواں طعن - کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو مس کیا
کا حکم دیا۔ اور جناب امیرؓ نے اس کو مسترد کر دیا۔

اس کا جواب
بارہواں طعن - ایک عورت نے حضرت عمرؓ کو گرائے
مہر کی ممانعت پر ڈکا۔ اس کا جواب

ترہواں طعن - صحیح مسلم کی حدیث خراشہ کی ذبا
شیعہ کا استدلال اور اس کا جواب
چودھواں طعن - اذان من المناہفین - اور اس کا جواب
پندرہواں طعن - شک فی النبوة - اس کا دندان شکن جواب
سولہواں طعن - کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن جلا دیا
سترہواں طعن - کہ حکم بن العاص کو مرید بن حضرت
عثمان نے کیوں بلایا۔ اس کا جواب -

اٹھارہواں طعن - مروان بن الحکم کی ذلت اور اس کا جواب

اس طعن - حضرت عثمان کی نفس میں دن بے گوار
دن بڑی سی۔ اس کا جواب -

ایکھنڈ طعن کے نام پر فرمان عثمان کے نام لکھنے
شیعہ کے چند سوالات
حضرت علیؓ صدیقہ طعن شیعہ کا جواب

حضرت امیرؓ کی نسبت شیعہ کی برائی اور اس کا
جواب -

محمدؐ کے مختلف فرقے
شیعہ کا ادعا سے قدمٹ
نقطہ شیعہ کی مدت قرآن پاک میں

قرآن میں لفظ سنت کی تعریف
اتباع سنت کی تائید بروایات کتب شیعہ
احادیث شیعہ اور راویان حدیث

ایک اہمیت پر جھوٹ کا الزام ایک مسئلہ
کے تین متعارض جواب
اہل سنت سے عداوت

نفرت و رشید خوانی پر دھچک بخت
حضرت رسولؐ دوبارہ ممانعت بزرع و فزع
امام جعفر صادق کا فتویٰ کہہ فانی کے خلاف

امام حسینؓ کی آخری وصیت روپیہ کی ممانعت
قائم حسینؓ شیعہ تھے شیعہ کو دو کی خط و کتابت
ماہم حسینؓ کی ابتدا یزید نے کی۔

حضرت زینبؓ کی بددعا مامیوں کی نسبت
بہلا تاجی یزید ہے -
تائید کے جواز پر قرآنی دلیل

فتیہ کے دلائل جواز مائیم کی تردید
بعض اختلافی مسائل
پہلا مسئلہ نماز دست بستہ اور عقلی و نقاد لائل

شیعہ کے دلائل کے کافی جواب
مسئلہ کیمیات جوازہ - چار کیمیات کے دلائل
سبع الرخل کی بحث - پاؤں دھوئے کے لائل

فی اوصیٰ جنت موحسین دراز فرعون کی گردہ کا علیہ
بھنگ اور شراب کی نسبت و دھچک بخت
ترک صلوة اور اس کا جواب

کیا شیعہ جنتی ہے خواہ بدکار ہو۔
نقد اسلام حسب عقیدہ شیعہ کہ مسلمان مرتد بن
رہ گئے تھے بلکہ صرف ایک

۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

سلمان و مقداد کی ایمانی حالت۔
 شیعہ ایمان علیہ کا حضرت امام حسن سے سلوک
 امام حسینؑ سے شیعہ کا سلوک
 سید کی تعداد حضرت صادقؑ کے وقت
 امام مہدیؑ کے نہ ظاہر ہونے کا باعث
 غائبہ المقصود مصنف مائری سے ایک عجیب حکایت
 فتوے کے بغیر مدافعت از حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ
 فتوے کے بغیر مدافعت از دربار گروہ شریف

۳۴۷
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱

حضرت امام جعفر صادقؑ کا فتوے
 برعینوں اور شیعوں کی نسبت
 قرآن کا معجزہ۔ کوئی شیعہ حافظ
 نہیں ہو سکتا۔
 انعامی شہنشاہ
 تقریظ

۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۸
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۶۹

تقریظ فارسی

از جناب مولوی غلام جیلانی صاحب (برق) مولوی چنانچہ منشی خاں منشی فارسی سنٹائی سکول جکوال

جنش کھک دیر ستطاب
 مثل گل در گشت حسن فرین
 طرز او شیریں مضامینش
 محبت حسن بہار کا یثناست
 ستحہ نادر برائے اہل حق
 طالبان دین را ما احیات
 بندش الفاظ چوں سلک گہر
 حق مصنف را دہد خیر العجز
 جوت و بر مان قوی و معتبر
 داد مولا از تصنیفات خصم
 مذہب سنت بود را و ہدے
 طعنہ بر اصحاب و از دلچ رسول
 گرہ است آنکس کہ از حق میگرفت
 تو چہ دانی قدر اصحاب نبی
 چار دیوار اند باران نبی
 حضرت صدیق اکبرؑ ہم عمر رفیع
 ہر کہ با ایشان کند بغض و عین و
 بہت بہر اہل دین نزلے شرف
 نیست ممنون ہر سیر کھک برق

داد مسلم را کتاب لا جواب
 در عروق دین ما موج شہاب
 وجد انہ سے جو گلیا نگہ رباب
 لے خوشکار گشت ما قرض سحاب
 از بر لے رجم باطل چوں شہاب
 تشنگان رشد را کاس الشراب
 ندرت معنی مثال و در تاب
 کرد بر فات عزا را سید باب
 از حدیث پاک و از ام الکتاب
 ہر سوالے را جواب با صواب
 لے برادر رد اند ہرگز متاب
 الحذر لے شوخ از یوم الحساب
 جائے اد دوزخ بود تبک الماب
 چوں نجوم اند و سیر آفتاب
 خانہ دین را و مثل چار باب
 حضرت عثمانؓ و حمید رفیع تراب
 کے شود از نعمت حق بہرہ یاب
 اس کتاب مستطاب لا جواب
 آفتاب آمد و میل آفتاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَحْمَدُ لِلَّهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ الْمُبِينِ رَبَّنَا وَدَبَّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالصَّلَوةِ وَالسَّلَامِ
عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ
ذَوِي الْمَجْدِ وَالْعِلَادِ وَأَصْحَابِهِ الْفَادِيَيْنِ الْمُتَحِدِينَ نَحْنُومُ الْحَقِّ وَالْأَهْلِيَّةِ
أَمَّا بَعْدُ

پس واضح رائے اولیٰ لابصار ہو کہ ہر فیہ اقتضای وقت یہی ہے کہ اسلام کے تمام
فرتے متحد ہو کر مخالفین اسلام آریہ۔ عیسائی وغیرہ کا مقابلہ کریں۔ جو اس وقت دین حق اسلام پاک
کے شانے کے ور پے ہو کر ہر طرح سے پُر زور حملے کر رہے ہیں۔ کہیں شیعہ کی تحریک کی گویا
گرمی ہے۔ اور کہیں عیسائیت کے مذاہب طائفہ الحیل سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کر رہے
ہیں۔ لیکن قیمتی سے اسلام کے بیرونی دشمنوں کے علاوہ اندرونی دشمن ردافض۔ مرزائی وغیرہ مسلمانوں
کو گمراہ کرنے کیلئے اُن سے بڑھ کر جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور فرقہ حق اہل السنۃ والجماعہ کی خاموشی
سے فائدہ اٹھا کر تحریروں و تقریر کے ذریعہ مرزائیت رفض وغیرہ کی وبا پھیلاتی جا رہی ہے۔ اور ڈر ہے
کہ یہی رفتار رہی۔ تو کسی وقت اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ بالکل مسخ ہو کر رفض و بدعت۔ مرزائیت
نیچریت۔ دہائیت۔ چکڑائیت وغیرہ کی سموس شکل اختیار کر لے گا۔ (خدا ایسا نہ کرے) اس لئے علماء
اہل السنۃ کا اولین فرض یہ ہے کہ ان اندرونی دشمنانِ دین کی شتر کا انکرا کریں۔ جو اسلام کے
دعویٰ مبارک کو مسلمانوں کو جاوہ حق صراطِ مستقیم سے پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔
چونکہ میرے خیال میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ اس وقت رفض کا ہے۔ جو فتنہ ارتداد سے
بھی زیادہ خوفناک ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے انسداد کی طرف پہلے متوجہ ہونا چاہئے۔ بناءً علیہ
خاکسار متوکل علی اللہ اس کام کو شروع کرتا ہے۔ والسعی منی والا تمام من اللہ۔

خاکسار نے پہلے بھی متعدد مختصر مقالے سبارہ میں تصنیف کر کے شائع کئے ہیں۔ اور خدا کے
فضل سے وہ مقبول بھی ہوئے ہیں۔ لیکن بعض خاص جواب کی جن میں سے ایک میرے مکرم دوست
حاجی خواجہ غلام حسین صاحب تہ نگہی ہیں۔ اور دوم بر خورد امولوی محمد فیض الحسن صاحب
(مولوی فاضل) ابن افی المرحوم مولانا مولوی محمد حسن صاحب فیضی ہیں۔ مدت سے یہ فرمائش
تھی کہ ایسی جامع کتاب اس موضوع میں تصنیف کی جائے جس کے ہوتے ہوئے اور دوسری

کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے جو تردید عقائد شیعہ میں تصنیف ہوئی ہیں۔ اور ایسا طریق اختیار کیا جائے۔ کہ قرآن پاک کے استدلال کے علاوہ کتب مستندہ مسلہ خصم کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے مسائل کی توضیح کر دی جائے۔ تاکہ کسی موافق و مخالف کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ سو اسی التزام سے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے۔ میری کوشش یہ ہوگی۔ کہ اپنے مدعا کو نص صریح آیات قرآن سے ثابت کر دوں گا۔ پھر خصم کی معتبر اور مسلمہ کتابوں کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے استدلال کیا جائے گا۔ اور کوئی عبارت جو اصل کتاب سے بچشم خود نہ دیکھ لوں گا درج نہ کی جائیگی۔ اور میری یہ کتاب اہل رفض کے عقائد و مسائل کی تردید کرے گی۔ اور ہر طرح سے تہذیب و منانیت کو ملحوظ رکھا جائیگا۔

رفضی کا لقب

میرے شیوہ بھائی بُرا نہ منائیں۔ اگر ان کو رفضی کے لقب سے خطاب کیا جاوے۔ کیونکہ یہ مبارک لقب ان کو بقول امام جعفر صادقؑ بارگاہِ انبوی سے عطا ہوا ہے۔ جیسا فرسہ کافی جلد ۳ ص ۱۷۱ میں قول امام ہمام درج ہے۔ لَا وَاللّٰهِ مَا هُمْ سَمُوْكُمْ بِلِ اللّٰهِ سَمَاكُمْ (ترجمہ: خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا۔ بلکہ خدا نے تمہارا نام رفضی رکھا ہے) پھر ایسے مبارک لقب پر جو بارگاہِ رب العزت سے عطا ہوا ہے۔ اور حضرت امام والا مقام نے اس کی تصدیق فرمائی ہے ہمارے شیوہ حضرات کو فخر کرنا چاہئے۔ مبارک! مبارک!!

فتنہ رفض

میرا یہ کہنا کہ فتنہ رفض فتنہ ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ سو ظاہر ہے۔ کہ کافر یا مرتد کی صحبت کا اثر ایک مسلمان کے دل پر اس وجہ سے نہیں پڑ سکتا۔ کہ وہ ایک کھلا ہوا دشمن اسلام کا ہے۔ جو کچھ بھی وہ بکتا رہے۔ مسلمان اس کو اس کی عداوت و عناد پر محمول کریگا۔ لیکن خارجی یا رفضی و عوی یا اسلام ہو کر جو بات کہیں گا۔ ایک سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان کا دل اس سے ضرور متاثر ہوگا۔ جو کسی وقت اس کی گمراہی کا باعث ہوگا۔ بلکہ میں تو کہہ دوں گا۔ آریہ عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کو قرآن پاک اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرنا مکمل مصالحت ہی و ارفض کی تصانیف سے ملتا ہے۔ ورنہ آیات قرآن و احادیث رسول (جو عربی ہیں

میں) کے مضامین سے ایک اردو دان ڈریہ یا عیسائی واقف ہی کب ہو سکتا ہے۔ اور علوم عربیہ سے نا بلند محض ہونے کے باعث ان لوگوں کو آیات قرآن یا احادیث رسول پر کلمۂ چینی کرنے کا حوصلہ ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔

اسلام کی تصویر اہل سنت کے نقطہ خیال سے

سچ پوچھیے۔ تو اسلام کی وہ اصلی پاک تصویر جو مذہب اہل السنۃ والجماعہ پیش کرتا ہے۔ کسی دشمن دین کی کیا مجال کہ اس کے خط و خال اور حسن و جمال پر کوئی بدنام و ہتھیہ لگا سکے۔ کیونکہ اہل السنۃ کا مذہب ہے۔ کہ مادیئے اسلام رسول عربی فداہ ابی و اُمّی نے پہلے اپنی واحد طاقت سے حسب فرمان ایزدی دنیا کے بڑے بڑے صاحب جاہ و جلال اور باجبروت امراء و سلاطین کو جہنم و جہنم کی طرف بلایا۔ ان کے خانہ ساز خداؤں۔ ٹھاٹھوں اور بتوں کی اگوٹہ کی دلائل قاہرہ سے تردید و تزلزل کی۔ اور لا الہ الا اللہ کی تیغ عربان ہاتھ میں لیکر ہل من صبا ز کی صدا بلند کی۔ چونکہ خدا کے جبار و قہار آپ کا حامی و مددگار تھا۔ ان بڑے بڑے جابرہ کو آپ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ اور آپ کی وہ جادو بھری آواز (کلمۂ توحید) دن بدن دلوں کو فتح کرتی گئی۔ تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ جیدہ کراچی جیسے مبارک نفوس آپ کے حلقہ گیش ہو گئے۔ اور ان پاک نفوس نے داخل اسلام ہوتے ہی اپنی خدا واد قوت و شجاعت سے۔ جان و مال سے خدمات اسلام میں وہ حصہ لیا۔ کہ تھوڑے زمانہ میں اسلام کو شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک پھیلادیا۔ اور مرتے دم تک اپنے آقا کا ایسا ساتھ نباہا۔ کہ مخالف قومیں رشک کرتی ہیں۔ ان ہی پاک ہستیوں کے طفیل اقطاع الارض عرب و عجم میں اسلام کا نور ضیاء افگن ہوا۔ انہوں نے ہی ایرانیوں کے بتکدے توڑے۔ اور فارس کے آتشکدے سرد کئے۔ انہوں نے ہی تیسرے کسر نے جیسے عظیم شان سلاطین کا قلع و قمع کر کے وہاں اسلام کی سلطنت قائم کی۔ ان ہی کے طفیل ہمارے ہاتھ میں خدا کے رسول کی پاک کتاب (قرآن کریم) جو نبی آخر الزمان پر نازل ہوئی۔ ہم تک بجاات مجموعی پہنچی۔ یہ خدا کے جبری (پیلو ان) اگرچہ حکم ایشدا اء علی الکفار کافرون مخالفین اسلام پر نہایت ہی جبرہ دست تھے۔ مگر وہ حکم دھماکا بیکہ ہم آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان اور باہم خیر و شکر تھے۔ رسول پاک کے زمانہ میں ان پاک ہستیوں نے اعلا کلمۃ الحق میں اپنی جان

و مال سے دریغ نہ کیا۔ کفار مکہ کے ہاتھ سے سخت سے سخت اذیتیں اٹھائیں۔ گھر بار چھوڑے وطن سے بی وطن ہوئے۔ لیکن اپنے پیارے رسولؐ کا واس نہ چھوڑا۔ ہوائے اسلام رسولؐ پاک نے جس وقت دنیا سے رحلت فرمائی۔ خدایاں اسلام کھوکھا کی تعداد سے پیدا ہو چکے تھے۔ جن کے دلوں میں اسلام ایسا راسخ ہو چکا تھا۔ کہ جان جاتی پر ایمان نہ جاتا۔ آپؐ کی وفات کے بعد مجلس شوریٰ نے جس صاحب کو حضور علیہ السلام کی جانشینی (خلافت) کے لئے انتخاب کیا سب نے بلا چون و چرا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے آگے سر جھکایا۔ حتیٰ کہ نوبت بہ نوبت حسب وعدہ الہی ان چاروں بزرگواروں کو خلافت کا حصہ ملا۔ ان کے زمانہ میں اسلام نے وہ ترقی اور عروج حاصل کیا۔ کہ دیگر مذاہب ان کے مقابلہ میں ہیچ ہو گئے۔

اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتا ہے۔

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں۔ جو رافضی پیش کرتے ہیں۔ ان کے مذہب میں ہوائے اسلام رسولؐ عربیؐ نے اپنی عمر بھر کی وعظ و تبلیغ سے سچے مسلمان فاطمہ علیہا السلام اپنے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف چند کس آہود۔ مقداد۔ سلمان پیدا کئے تھے۔ جو آخر تک اسلام پر قائم رہے۔ باقی مسلمان سارے کے سارے برائے نام مسلمان ہو گئے تھے۔ جو رسولؐ کی وفات کے بعد سب کے سب بغیر ان چند کس کے مرتد ہو گئے۔ اور طرفہ یہ کہ رسولؐ کو اپنی زندگی میں یہ خوب معلوم تھا کہ یہ لوگ منافق ہیں۔ اور میری وفات کے بعد علانیہ طور پر میرے بھائی علیؑ اور اولاد کے دشمن بن جائیں گے۔ ان کے حقوق چھین لیں گے۔ اور ان کو سخت تکالیف پہنچاؤں

سہ فرور کا فی جلد ۲ ص ۱۱۱ ہے۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ قِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِلَّا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ وَمَنْ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ الْفُقْدَانِيُّ الْأَسْوَدُ وَكَتُوبُ الْأَنْفَاءِ وَسُلَمَانَ الْفَارِسِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْقَبْرُ كَأَنَّهُمْ قَبْرٌ جَدُّ - امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ کہ نبی علیہ السلام کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے۔ صرف تین حسب ذیل مسلمان رہ گئے۔ مقداد۔ آہود۔ سلمان فارسی۔ سکہ جلا راعیون اردو جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے پس فرمایا یا علیؑ تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں۔ اور تم پر بیعت کریں۔ اور ابو بکرؓ تم کو بیعت کے لئے بلائے۔ اور جب تم انکار کرو۔ تو تمہارا اگر بیان ہوگا نہیں۔ اور اندھناک و دھوم بے یار و دیوار ہوگا۔ ابو بکرؓ کے پاس لے جائیں۔ اور بعد ازاں میری جگہ گوشہ فاطمہؑ کو آکر رہو و بقیہ کریں پس جناب ابی نے فرمایا یا حضرت اگر ایر نہ طے تھے تو میری جگہ لیکن آج بیعت نہ کروں گا۔ مگر جب یا بکرؓ نے ان سے قتال کر دیا۔

ان میں سے صحابہ ثلاثہ کا رسولؐ پر کچھ ایسا رعب پڑ گیا تھا کہ ڈر کے مارے ان کو جرات نہ
 پڑتی تھی۔ کہ ان کو اپنے دربار سے نکال دیں۔ بلکہ بقول روافض خدا نے جبریلؑ کے ذریعہ کئی دفعہ
 پیغام بھیجا۔ کہ علیؑ کی ولایت و خلافت کا اعلان کر دیں۔ مگر رسولؐ کو ایسا کرنے کی جرات نہ ہوتی
 تھی۔ حتیٰ کہ خدا نے وائے بنا کر کہا۔ کہ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَنْ
 يَبْلُغُكَ دَسَّالَتْكَ اِیٰ نَبِیْ ہم نے جو ولایت علیؑ کی نسبت آپ کے پاس وحی بھیجی ہے۔ وہ ظاہر
 کر دیجئے۔ ایسا نہ کیا۔ تو تم نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ اس پر بھی آنحضرتؐ کو علانیہ طور پر ولایت
 علیؑ اور اپنے جہان کی جانشینی کے متعلق صاف اعلان دینے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ کچھ ایسے گول
 مول الفاظ کہے جن سے مدعا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ وہ یہ تھے کُنْتُ مَوْلاَ نَعْلِيْ مَوْلاَ اَللّٰہِ
 اِلٰہِ الْاِنْسَانِ وَالْاَوَّلَادِ مِنْ عَادَہٗ ترجمہ جس کا میں دوست ہوں۔ علیؑ بھی اس کا دوست ہو گا
 اے خدا علیؑ کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن (اس سے تو یہی ظاہر ہوا کہ علیؑ
 سے دوستی رکھنا چاہئے۔ دشمنی نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں ولایت یا خلافت کی طرف تو مطلقا اشارہ
 بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بقول روافض پینت وفات حضور علیہ السلام نے قلم و دوات
 طلب فرمائی۔ تاکہ علیؑ کی خلافت کے متعلق کچھ وصیت کر دیں۔ مگر وہ وقت بھی عمر نے حسنًا
 بِحَبَابِ اللّٰہِ کھٹکڑا لیا یعنی تو دشمن ہی تھے۔ اہل بیت جن میں علیؑ المرتضیٰ بھی تھے۔ یہ حوصلہ نہ کر سکے
 کہ کہیں سے قلم و دوات لا کر اپنے حق میں وصیت لکھوا لیتے۔ اور یوں پیغمبر خداؐ نے آیت بَلِّغْ
 مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے۔ ایک ضروری حکم وصیت خلافت علیؑ عمرؓ کے خوف سے

حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔ پس برادر اے محمدؐ علیؑ را علمی در میان مخلوق دیر گیر بر ایشان
 بیعت را قیامہ گردان و عہد و پیمانے را کہ خیر از ایشان گرفتہ بودم۔ بدستی کہ من ترا بعض سکیم سوئے خود و ترا
 بجا رحمت خود من طلبم پس حضرت رسولؐ امر سید از قوم کہ مبادا اہل شقاق و نفاق پر آئندہ تونہ بجا ہدیت و
 کفر خود برگردانند زیرا کہ حضرت میدانست کہ علوت ایشان با علی بن ابیطالب در چہ مرتبہ است و کیئہ او در سینہ
 ایشان جا کردہ است پس سوال کرد از جبریلؑ کہ از خود را عالمیان سوال نہاید کہ اورا از کید منافقان حفظ کند
 و متقا رہے برد کہ جبریلؑ از جانب خداوند عالمیان خبر محافظت اورا از شر منافقان بیاد و پس تبلیغ رسالت
 را تا خیر نمود۔ تا مسجد حنیف پس رسید مسجد حنیف جبریلؑ بر آنحضرتؐ نازل شد و امر کرد آل حضرتؐ را کہ عہد
 ولایت را با ایشان برساند و اورا قایم مقام خود گرداند و وعدہ محافظت از شر عادی را برائے آنچہ حضرتؐ
 طلب نموده بود و بیاد و پس باز جبریلؑ نازل شد و امر ولایت تا کید نمود و آیت عصمت را بیاد و۔

چھاڑا۔

حضرت علیؑ السلام تو فوت ہو گئے علیؑ کے ساتھ سوائے محدودے چند مقدار ابودر
 سلمان وغیرہ کے کوئی تھا ہی نہیں۔ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر کے ابوبکرؓ کو تخت خلافت
 پر بٹھا ہی دیا علیؑ المرتضیٰ گوشہ نشین ہو کر قرآن جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ خالد بن ولید
 اور عمرؓ نے دروازہ آکھٹکھٹایا۔ خیر خدا خود تو دروازہ تک نہ آئے۔ خاتون جنت کو بھیجا۔
 انہوں نے عمرؓ کو ڈانٹ بتائی۔ کہ میں کیوں چھڑتے ہو۔ عمرؓ نے غضبناک ہو کر ان پر دروازہ
 گرا دیا۔ یا بقول رد انقض (نفوذ بالشر) خاتون جنت کے بطن مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ (محسن
 شہید کر دیا) علیؑ المرتضیٰ پر بے درجہ کے بہادر اور جری تھے۔ آپؑ کی شجاعت کا کیا کہنا۔ ساتوں
 آسمان ایک انگلی پر رکھ کر اٹھالینا ان کی بہادری کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ آپؑ کی ذوالفقار بھی
 غضب ڈھاتی تھی۔ عمرؓ و حرب جیسے کوہ پیکر ہیلوان کا فر کو ایک اشارہ سے دو ٹکڑے کر دو
 خیر خدا نے خیر کا دروازہ ایک ہاتھ سے توڑ کر کہیں کا کہیں پھینک دیا۔ مگر ایں ہمہ اپنی زوجہ
 محترمہ کی یوں بیغری و بیکھرنہ ذوالفقار میان سے نکالی۔ نہ اپنی خدا واد شجاعت کے کچھ جو ہر
 دکھلائے۔ ائمہ عمرؓہ اور قتالہ نے خیر خدا کی گزوں میں (معاذ اللہ) رسی ڈال لی۔ اور گھسیٹتے ہوئے
 ابوبکرؓ کے پاس لیگئے۔ اور بزور بیعت کرائی۔ پھر امام خلافت ابوبکرؓ میں خیر خدا تقیہ سے کام لیتے

بقیہ حاشیہ ص ۱۰ پس حضرت فرمود کہ اے جبریلؑ من از قوم خود سے ترسم کہ مرا تکذیب نمایند و قول را در حق
 علیؑ قبول نکنند پس از انجا بازگرد پس چون بخیر خرم رسید کہ بقدر میل پیش از جمعہ است جبریلؑ سرزد آنحضرت
 آمد۔ درد تشنگی و بیخ ساحت از روز گذشتہ بود تا نہایت زبرد تہدید و مبالغہ بآضا من شدن عصمت از شر
 اعدای پس گفت یا محمدؐ خداوند عزیز جلیل ترا سلام میرساند و میگوید کہ اے پیغمبرؐ بزرگوار تبلیغ کن آنچه
 بسوئے تو فرستادہ شدہ است و دیاب علیؑ و اگر کنی نرسایندہ خواہی بود و پنج یک از رسالات الہی
 و خدا ترا تہدید از شر مردم دادل قافلہ نزدیک جحفہ رسیدہ بود پس جبریلؑ آنحضرتؐ را امر کرد انحضرتؐ
 اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کو علیؑ کی ودایت کے اعلان کرنے کا صریح حکم پہنچا پس آپؐ
 اس کے اخبار کے لئے مارے ڈر کے لیت و حل کرتے رہے۔ اور جبریلؑ کا رسولؐ اور خدا کے درمیان آمد
 رفت کا ایک مدت تک تا تا بندھا رہا۔ حتیٰ کہ بارگاہ الہی سے زبرد تو بیخ ہوئی۔ اور خدا نے فقر و فہمان
 محافظت کا ذریعہ بھی اٹھلایا۔ تب بیکسل تمام خیر خرم میں لوگوں کو جمع کر کے حضرت نے من کنت مولا کا انجہ کے گول
 رسولؐ الفاظ فرمائے۔ ناظرین خود ہی خیال فرمائیں کہ ایسے عقیدہ سے حضرت رسولؐ پاک کی شان تبلیغ فرماتے

کی کس قدر توہین ہوتی ہے (استغفر اللہ)

رہے۔ ان کے پیچھے نسائیں بڑھیں۔ اوپر ایک کام میں ان کے شیر کار بنے رہے۔ ایسا ہی ابام خلافت عمر و عثمان میں اندر سے دشمن لیکن مصلحتاً بظاہر دوست بنے رہے۔ اور اس طرح خلق خدا گمراہ ہوتی رہی۔ آخر شہادت عثمان کے بعد آپ کو منصب خلافت نصیب ہوا لیکن ثلاثہ کا خوف دل پر کچھ ایسا غالب تھا کہ ان کے مرنے کے بعد بھی ان کی مخالفت کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ نہ فدک و ثاؤفا طرہ کو واپس لے سکے۔ نہ متہ جیسے کاروبار کی ترمیم کر سکے۔ نہ بدعت عمر تراویح کو ہی موقوف فرما سکے۔ غرض منحوس تقیہ آپ کے لئے ایسی بلائے بے دریاں تھی جس نے مرتے دم تک پیچھا نہ چھوڑا۔ اور طرہ یہ کہ خدا کی کلام پاک قرآن کریم کو بھی تمکاتہ نے بھگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ سورتوں کی سورتیں اور آیتوں کی آیتیں نکال ڈالیں۔ شرہ ہزار آیتہ کا قرآن جبریل رسول پاک کے پاس لایا تھا۔ ثلاثہ نے صرف ۶۶۶ آیتہ رہنے دیں باقی سب نکال دیں۔ پہلی قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا۔ جو ثلاثہ کے پیش کیا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو قسم اٹھالی کہ اب اس قرآن کو ظہور مہدی علیہ السلام سے پہلے کوئی دیکھ نہ سکیگا۔ (یہ مسئلہ بالتفصیل آگے درج ہوگا)

اب جائے غور ہے۔ کہ وہ اسلام جو اہل السنہ پیش کرتے ہیں اس کے متعلق کسی مخالف کو قسم کا حق کر نیکا کوئی موقع مل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن اسلام کا جو نقشہ روافض کھینچ کر دکھاتے ہیں۔

مشیلہ ۱۵ جلاء العیون جلد ۱ ص ۱۵۲ میں ہے۔ پس وہ اشقیائے امت گلوئے سہارک جناب امیرؓ میں لیسان ڈالکر مسجد میں لے گئے۔ اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہؓ مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہؓ پر مارا کہ بازو جناب سیدہ کا شکستہ ہو گیا۔ اور سوچ گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہؓ نے جناب امیرؓ سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ وہ دامن شکم جناب فاطمہؓ پر گرا دیا۔ اور پسلیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب امیرؓ کے تھا۔ اور حضرت نے اس کا نام محسن رکھا تھا۔ شہید کیا۔ (نور البیان) اصحاب رسولؐ کو بدنام کرنے کے لئے روافض نے بے اصل روایات گھڑ کر اسناد الخالب اور جناب سیدہ کی توسین کا کوئی رقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ یہ عقل دان سکتی ہے۔ کہ جناب سیدہ کی ایسی بے حرمی ہو رہی ہو۔ اور شیر خدا خاموش بیٹھے ہیں۔ پھر آپ کے گلے میں رستی ڈال کر اور گھسیٹ کر مسجد تک لے جائیں۔ اور شیر خدا جنبش نہ کریں۔

اس خیال است و محال است و جنوں

یہ مخالفین کے اعتراضات سے ہرگز بچ نہیں سکتا۔ ہمارا دعوئے ہے کہ ہمارے رسولؐ پاکؐ نبیؐ آخر الزمانؐ نے اپنی پاک تعلیم کے جو شاگرد (اصحاب) پیدا کئے۔ وہ ایسے کامل مثل تھے کہ کسی قسم کی ترغیب و ترہیب ان کے راسخ عقیدہ اسلام سے ان کو متزلزل نہ کر سکتی تھی۔ اپنی جانیں اپنے مال وہ اپنے آقا رسولؐ پاکؐ پر قربان کر چکے تھے۔ ہر مشکل وقت میں اپنے پیارے رسولؐ کا ساتھ دیا۔ وطن مانوں کو فریاد کہا۔ خویش و اقارب کو چھوڑ کر نبی اکرمؐ (فداہ الی وائی) کے ہمراہ ہجرت اختیار کی۔ جان و گھوڑوں کے وقت صدیق اکبرؐ نے خدا کے حبیب حضرت رسولؐ پاکؐ کو کندھے پر اٹھا کر میلوں کا سفر قطع کر کے غار ثور میں پہنچایا۔ اپنی جان معرض خطر میں ڈالی۔ غار کے اندر جا کر پہلے سارے سوراخ بند کئے۔ پھر رسولؐ پاکؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر داخل ہونے دیا۔ تاکہ آپ کے دشمن گزند و مارد سے محفوظ رہیں۔ حضور علیہ السلام کا سراپا اپنی گود میں رکھ کر بھلا دیا۔ اور خود پاسبانی کرتا رہا۔ عاشق نبی (صدیق اکبر) کو جبکہ اس نے ایک سوراخ میں اپنے پاؤں کی ایڑی رکھی ہوئی تھی۔ سانپ نے ڈسا۔ آنکھوں کے شدت درد سے آنسو توڑے۔ لیکن منہ سے فریاد نہ نکلی۔ تاکہ پیارے رسولؐ کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ (یہ واقعات حملہ حیدری وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ میں مذکور ہیں جن کو ہم اپنے کسی موقع پر نقل کریں گے) حضورؐ کی زندگی ہی میں نہیں۔ بلکہ آپ کے یارانِ غارتے بعد وفات رسولؐ بھی خدمت اسلام میں اپنی جانیں وقف کر دیں۔ اور ان ہی کی برکت سے اسلام دنیا میں بھیلایا۔ اور خدا کا پاک صحیفہ (قرآن کریم) جیسا کہ نازل ہوا تھا۔ ان ہی کے طفیل ایک اہم میں موجود و محفوظ ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰؑ کے شاگردوں (حواریوں) کی طرف دیکھا جائے تو پتہ ملتا ہے کہ اس مشکل وقت میں جو یہودیوں کی شرارت سے مسیحؑ کی جان پر آئی تھی۔ کسی شاگرد نے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ یہودیوں نے تیس مذہبیے شویت لیکر ان کو گرفتار کرادیا (ستی باب ۲۶ ص ۵ اشعور پترس نے تین مرتبہ تعلق سے انکار کیا۔ اور قیاس کھائیں۔ اور لعنت بھی بھیجی تھی باب ۲۶ ص ۲۹۵ و ص ۶۹ حایت ۷۴) ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم نے جب ان کو جہاد کے لئے بلا لیا گیا۔ تو صان کہدیا کہ فاذهب انت وکذبک فقالا انا اناھمنا فاخذوا نوناً (یعنی تم اور تمہارا رب مکر و فریب کا مقابلہ کرو۔ ہم تو الگ بیٹھ کر تلاش و کھینچنے)۔ لیکن ردافض کا اسلام وہ ہے کہ جو لوگ ہادیئے اسلام سے غافل و غاص تعلق رکھتے تھے۔ جن کی تعلیم پر آپؐ نے سامانِ زور خرچ کیا۔ ان کو غر بھرا اپنی صحبت سے مستفیض فرمایا۔ اور سفر و حضر میں وہ آپؐ کے

رفیق شام و صبح ہر دم ہے۔ بہتی بیٹیاں ان کو تھلج کر دیں۔ ان کی اپنی روحیت میں لیجیہ انکو اسلام ہی منافقانہ تھا۔ وہ نہ بانی مسلمان تھے۔ اور دل میں رسول اور اس کی اولاد کے دشمن تھے۔ اپنے اسلام کے نصرت ہوئے (فوت ہوئے) کی دیر تھی مگر سارا نقشہ ہی بدل گیا۔ نہ مسلمان ہے نہ مسلمانی۔ صرت تین یا چار اسلام پر ثابت قدم رہے۔ باقی سب سُرزد ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) بتائیے کہ ایک مخالف اسلام کے دل میں اسلام اور دین کو کلام کی کیا وقعت رہ جائیگی۔ اور مسلمان صداقت اسلام کے لئے کونسی دلیل پیش کر سکیگا۔ علاوہ انہیں شیعہ قرآن کے بھی قائل نہیں ہیں۔

شیعہ قرآن کو نہیں مانتے!

اسلام کا مایہ ناز۔ اسلام کا زندہ مجوزہ۔ خدائے پاک کا مقدس صحیفہ قرآن کریم ہے۔ جس کے تعلق غیر اقوام کو بھی اس امر کا قائل ہونا پڑا ہے۔ کہ یہ کمال و مکمل کتاب ہے جس کا ایک کلمہ ایک حرف۔ ایک نقطہ تک بھی تبدیل نہیں ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی مصنف سرولیم میور سابق لکٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ لائف آف محمدؐ میں رقمطراز ہے۔

یہ بالکل صحیح اور کمال قرآن ہے۔ اس میں ایک حرف بھی تغریف نہیں ہوا۔ ہم ایک بڑی مضبوط بنا پر دعویٰ کر سکتے ہیں۔ کہ قرآن کی ہر آیت خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے۔ اور ہر کلمہ ہم اپنی بحث کو وہ ہم صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے۔ ہم کمال طور پر اس میں ہر لفظ محمدؐ وسلم کا سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ شیعہ باوجود دعویٰ ہوئے اسلام کے صرف اس خیال سے کہ قرآن پاک کی حدیث و تریب خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ نے کی ہے۔ اس کو قرآن نہیں مانتے۔ بلکہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا۔ اور اصحاب ثلاثہ کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ تو حضرت علیؓ نے اس کو ایسا قایم کیا۔ کہ قیامت سے پہلے اس کا ٹکنا حال ہے۔ چنانچہ شیعہ کی جی استند کتاب مہول کافی مطبوعہ نوکلشورستان ص ۱۱۱ میں یوں لکھا ہے۔

مَنْ جَاوَزَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يَقُولُ مَا أَدْعِي أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَنَّهُ جَمَعَ الْقُرْآنَ

كَلَّمَ كَمَا أُنْزِلَ إِلَّا كَذَّابٌ وَمَا جَمَعَهُ وَمَا حَفِظَهُ كَمَا نَزَّلَهُ اللَّهُ إِلَّا عَلَىٰ بَنِي إِدْرِيسَ طَالِبٍ وَالْأَيْمَةُ مِنْ بَعْدِهِ۔

(ترجمہ: جابر کہتا ہے۔ میں نے امام محمد باقر سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے۔ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کو جیسا کہ خدا نے نازل کیا۔ بغیر علیؑ اور ائمہ باعد کے کسی نے جمع نہیں کیا ہے۔

نتیجہ صاف ہے۔ کہ چونکہ قرآن موجودہ باتفاق فریقین جمع کردہ علیؑ نہیں ہے بلکہ جمع کردہ عثمانؓ ہے۔ اس لئے اس کو مکمل قرآن کہنے والے جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اور سنی شیخ کی دوسری مستند کتاب جلاء العیون اردو مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ کے صفحہ ۱۷۱ پر درج ہے کہ ابو بکرؓ نے جناب امیرؓ کو اپنی بیعت کے لئے بلایا۔ جناب امیرؓ نے فرمایا کہ میں نے تم کو مکمل قرآن جمع نہ کر لوں۔ گھر سے باہر نہ آؤں۔ اور چار دوش پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیرؓ نے قرآن کو جمع فرمایا۔ اور خود ان میں رکھ کر سر پر کر دیا۔ اور سجد میں تشریف لاکر جمع مہاجرین انصار میں ندا فرمائی۔ کہ اے گروہ مردان جب میں دفن پیغمبرؐ آخر الزماں سے فارغ ہوا نیلگوں آن حضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمع آیات و سورہ ہائے قرآنی کو میں نے جمع کیا ہے۔ اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو۔ اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقان قوم و نقص خلافت جناب امیرؓ پر صریح تھے۔ اس وجہ سے عمرؓ نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ پس جناب امیرؓ خشتناک اپنے جھوٹا پرہ کی جانب تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمدؐ (امام مہدیؑ) نہ دیکھو گے۔

اس عبارت سے بوضاحت ثابت ہو گیا۔ کہ حسب اعتقاد شیعہ صلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؑ نے جمع کر کے صحاب کے پیش کیا۔ انہوں نے منظور نہ کیا۔ تو آپؑ تھا ہو کہ ایسے حجرہ میں چلے گئے۔ اور کہا کہ اب اس قرآن کو تم لوگ امام مہدیؑ کے ظہور سے پہلے مگر نہ دیکھو گے۔ اسی طرح اصول کافی ص ۱۷۱ میں حدیث بروایت امام صادقؑ اسی مضمون کی درج ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هَذَا أَبَدًا۔ (حضرت علیؑ نے کہا۔ خدا کی قسم اس قرآن کو آج سے بعد تم کبھی بھی نہ دیکھو گے)

اور صحیح۔ اصول کافی ص ۱۷۱ میں ہے۔

”عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي جَاءَ بِهِ جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ سَبْعَةَ عَشَرَ آيَةً -

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جو قرآن جبریل
رسول پاک کے پاس لیکر آئے۔ وہ ۷۰ ہزار آیت کا ہے۔

اس حدیث نے توشیح کے مروجہ قرآن کی آیتیں بھی مل گئیں۔ اور صاف بتا دیا۔ کہ جو
اصلی قرآن جبریل نے نبی کریم کو پہنچایا تھا۔ وہ ۷۰ ہزار آیت کا قرآن ہے۔ چونکہ موجودہ قرآن
۷۰ ہزار آیت کا نہیں۔ بلکہ ۶۶۶۶ آیت کا ہے۔ اس لئے یہ مکمل قرآن نہیں ہو سکتا۔ اب کہا
جائے گا کہ یہ اعتقاد متقدمین شیعوں کا ہو گا۔ مگر جمل کے شیعہ اسی قرآن کو مکمل اور صحیح سمجھتے ہیں۔ سو یہ
خیال گمراہت نہیں ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص فقیہ ہو کر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی حدیث کو
جھٹلا سکے نیز قول امیر علیہ السلام مندرجہ جلاء العیون کی تکذیب کر سکے۔ اس میں کلام نہیں کہ
مگر جمل کے شیعہ بھی اس قرآن کو صحیح نہیں مانتے۔ اور ان کا اعتقاد بھی اسی فرضی قرآن پر ہے
جو خیال ان کے حضرت علیؑ نے جمع کیا تھا۔ اور اب اس کو امام منتظر مہدی علیہ السلام نقل
میں دے رکھے کہیں غاریں چھپے ہوئے ہیں لیکن اس امر کے ثبوت کے لئے کہ زمانہ حال کے
شیعہ بھی اس قرآن کو نہیں مانتے۔ تحریری ثبوت پیش کیا جاتا ہے تاکہ مخالف کو چون چرا
کی گنجائش باقی نہ رہے۔

نوٹ: ۱۔ جمل کے شیعہ حضرات کے بڑے مجتہد سید مہشوا جناب مولوی سید علی الحارثی لاہوری
میں۔ ان کے فہرستہ طبعہ مرزا احمد علی امرتسری نے ایک رسالہ ”اردو موسومہ“ الانصاف فی
الاستحکام“ تصنیف کر کے شائع کیا ہے۔ جس کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر مولوی حارثی
نے تقریظ لکھی ہے جس میں صنف رسالہ کی تعریف اور رسالہ کی تصدیق و توثیق کر کے آخر میں
اپنی تحفہ بہت کر دی ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ ۱۱ میں مرزا موصوف نے قرآن موجودہ کے متعلق
اپنا عقیدہ صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ قرآن موجودہ غلط اور ناقص غیر صحیح الترتیب ہے
اور کہ اس طرح کا قرآن (معاذ اللہ) مرزا احمد علی بھی بنا سکتا ہے۔ عبارت یوں ہے۔

حضرت عثمانؓ کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلم لیکن یہی ترتیب قرآن اعلیٰ عظمت
از اسلام کو طشت از بام کرتی ہے۔ اگر وہ حضرت علیؑ کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے

اور دیکھئے پارہ ۴ سورہ نسا میں ہے۔ **وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي النِّسَاءِ**
فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّنِّي وَذَلِكُمْ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا
فَوَاحِدَةٌ ذَاكَ الْحَرَمُ بِطَرَفِ ذِي النِّسَاءِ میں انصاف نہ کرو گے۔ تو بجا کر دو جو پاک
 تمہارے لئے عورتوں سے دو۔ تین اور چار پس اگر ڈرو کہ عدل نہ کرو گے۔ تو
 ایک ہی۔

فرمائیے کہ خوف عدم انصاف یتامی کو تعدد ازود اج سے کیا تعلق اگر قسط
 یتامی تین چار عورات کو نکاح میں لانے سے ہی قائم ہوتا ہے۔ تو لا توجلوا
 فواحدہ کی قید بھانڈہ۔ یہ تو مشتے فونہ ازخوار ترتیب کی فروگزاشتیں ہیں۔ اب
 اعراب کی سن لیجئے۔ **إِنَّ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ** یعنی یہ تحقیق یہ راستہ ہی
 اوپر میرے سیدنا۔ مہربانی کر کے اس علی کو ذرا سمجھا دیجئے خدا کے اوپر کوئی
 راہ سیدھی ہے۔ یہ علی یا فوق کے معنی رکھتا ہے۔ لیکن خدا سے کوئی فائق نہیں
 ہے۔ اور یا نقصان کے معنی جیسے علیکم ماحملتم لیکن خدا کے لئے کوئی نقصان
 نہیں۔ پھر یہ علی ہے کیا چیز۔ اور لیجئے۔ **إِنَّ هَذَا كَسَاءُ جِرَانٍ** موجودہ صرف
 سخو کے لحاظ سے غلط ہے۔ آپ کے مسجح نے حقیقۃ الوحی صحت میں لکھا
 ہے۔ کہ خدا کسی محاورہ کا پابند نہیں۔ یہ پرانہ متروک محاورہ ہے لیکن اس پر یہ
 سوال ہے۔ کہ قرآن میں حیث فصاحت مجزہ ہے۔ اگر متروک محاوروں کو ہی مجزہ
 کہا جائے۔ تو بس خیر۔ پھر تو میں بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں۔ جو پرانے
 محاورات پر شامل ہو۔ اور وہ مجزہ ہوگا۔ پس حضور بھی آپ کے حضرت
 عثمان کی کارروائی ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر میں ذکر نزل اللہ مرد میں
 دیکھو صحت تفسیر نور الدین صاحب (۱)

اس عبارت سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت علی کا جمع کردہ قرآن
 تھا جس کو رائج نہیں کیا گیا۔ اور موجودہ قرآن کی ترتیب مسلمانوں کی ہدایت کا باعث نہیں
 بلکہ اس سے غفلت از اسلام کا راز فاش ہوتا ہے۔ دوم مرزا احمد علی اس قرآن کو سراسر
 غلط سمجھتا ہے چنانچہ تہذیب کے طور پر پہلے اس کی ترتیب کی غلطیاں ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ ایک غلطی
 یہ ہے۔ کہ سورہ اقراء پہلے نازل ہوئی تھی۔ قرآن موجودہ میں آخری پارہ میں درج ہے۔

دوسری یہ کہ الیوم اکملت (آیت) اخیر میں نازل ہوئی۔ اس کو چھپے پار میں لکھا گیا ہے۔
تیسری آیت وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَا تَقْسِطُوْا فِی الْاِیْمَانِ کیساتھ قَالَتْھُوَ اَمَّا طَابَ لَكُمْ اَلَمْ
بے معنی ہے۔

اس کے بعد مرزا موجودہ قرآن کی صحت و نحو کی غلطیاں بیان کرتا ہے۔ پہلی یہ کہ
آیۃ اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِیْمٍ میں عَلٰی غلط ہے۔ دوسری آیت اِنَّ هٰذَا اَنْ
اَلَسَّ اَحْزَانٍ بھی قاعدہ نحو کے رو سے غلط ہے۔ اِنَّ هٰذَا اِنْ چاہئے تھا۔ سوم یہ قرآن
جس کی نسبت شہرہ ہو ہے۔ کہ من حیث نصاب صحیح ہے۔ یہ درست نہیں ہے بلکہ
اس میں متوک محاورے پائے جاتے ہیں۔ اور اس قسم کا قرآن مرزا احمد علی جیسا
کلمہ بھی بنا سکتا ہے۔ (لاحول ولاقوة الا باللہ) اب اللہ مسلمان غور کریں کہ آج تک
کسی مسلمان نے جرات کی کہ قرآن کو غلط کہے اسیہ ادعا کرے کہ ایسا قرآن وہ بھی
بنا سکتا ہے۔ کاش! اسلامی سلطنت ہوتی تو احمد علی جیسے مسلمان کا دہی حشر ہوتا۔ جو
نعت اللہ کا افحاش تان میں ہوا۔ لیکن یہاں آزادی کا دور ہے۔ جو جی چاہے کہہ لے
کس نئی پرست کہ جیتا کون ہو۔ سیر ہو یا پاؤ ہو یا پون ہو

ہاں! ایک دن مرزا ہوگا پھر معلوم ہو جائیگا۔ کہ تم نے خدا کی پاک کتاب سے کیا سلوک کیا۔
یہ نہ خیال کیا جائے کہ مرزا اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ بلکہ وہ تمام شیعیان
ہند و پنجاب کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے جس کی تصدیق و توثیق شیعوں کے قبل و کعبہ
سرکار راجا کر ہی نے بھی کر دی ہے۔ بلاشبہ شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے نہ ہو سکتا
ہے۔ اگر کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو ماننے میں۔ تو یہ ان کا تقیہ ہے۔ اب ہم احمد علی
کے اعتراضات کا جو اس نے قرآن پر کئے ہیں۔ مختصر جواب تحریر کرتے ہیں۔

اعتراضات مرزا کا جواب

قرآن کریم پر عرض ہونا احمد علی بیچارہ کی کیا بساط ہے۔ قرآن اس وقت نازل ہوا۔
جب عرب میں دریائے فصاحت بہ رہا تھا۔ سیکڑوں فصیح و بلیغ اپنے بے مثل قصائد پر ناز
کر رہے تھے لیکن قرآن کریم کی فصاحت کے سامنے سب نے تسلیم خم کر دیا۔ قرآن نے
قَالَ اِنَّا مَوَدَّةٌ مِنْ مَکَّةَ کا چیلنج دیا کسی کو سویت تو کیا ایک آیت بنانے کی بھی جرات

ہوئی۔ تعجب ہے کہ ایک عجمی جاہل جس کی علمیت و قابلیت کی یہ حالت ہے۔ کہ سب احسن
تکذیبیاں میں بجائے اَلَا تَنْظُرُوْنَ اَلَا تَنْظُرُوْنَ وہ دیکھتا تھا قرآن پر اعتراض کرنے لگے
اور کہتے ہیں کہ ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں۔ سو واضح ہو کہ احمد علی ان اعتراضات
کا خود موجد نہیں ہے۔ بلکہ ایک زمینق کا فضلہ غور ہے جس کا ذکر شیعوں کی مستند کتاب
احتجاج طبری مطبوعہ ایران ص ۱۱۱ لغایت ۱۱۳ میں ہے۔ کہ اس نے یہ اعتراضات حضرت
علیؑ کے سامنے پیش کئے۔ اور آپؑ سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ اور کہہ دیا۔ کہ قرآن میں تحریف
ہو جائیگی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

(۱) یہ اعتراض کہ سورۃ اِقرآن پہلے نازل ہوئی اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَہٗ مِنْ اَلْاَقْرَآنِ میں
اِقرآن کو آخری پارہ اور اَلْیَوْمَ اِنْزَلَ کُوْیْلَہٗ مِنْ سَمٰوٰتِہٖ اَوْ کَشِیْعَہٗ مَغْرَضُہٗ کو
اب تک یہ بھی علم نہیں ہے کہ ترتیب قرآن مطابق تنزیل نہیں ہے۔ بلکہ موافق تلاوت رسول
خدا اور تعلیم جبریل علیہ السلام ہے۔ جیسا کہ آفاق میں ہے۔ علامہ کرمانی برہان میں لکھتے ہیں
تَوٰیۡتِ السُّوْرَہٗ هٰکِذَا اَتٰہُوْا عِنْدَ اللّٰہِ فِی الْوَحْیِ الْمَحْفُوْطِ عَلٰی ہٰذَا التَّرْتِیْبِ وَعَلِیْہِ
یَعْرِضُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَبْرَیْلُ کُلَّ سَکَۃٍ مَا کَانَ یَجْمَعُ عِنْدَہٗ
مِنْہٗ وَ یَعْرِضُ عَلَیْہِ فِی السَّنَۃِ الَّتِیْ تُؤْتٰی فِیْہَا مَرَّتَیْنِ (سورتوں کی ترتیب وہی ہے
جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب
کے ساتھ جبریلؑ کو سنایا کرتے تھے۔ اور جس سال کہ آپؐ کا انتقال ہوا۔ دوبار سنایا)
دوسری جگہ میں لکھا ہے۔ امام ابو بکر بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں۔ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی
اَلْقُرْآنَ اَنْ کُلُّہٗ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا تَقْرَءُ فِیْہِ بِضْعَ عِشْرَیْنِ سَنَۃً وَ کَانَ السُّوْرَہُ
سَنَزَّلُ لِامْرِئٍ یَّحْدِثُ وَاٰیَۃً جَوَابًا لِّلْمُسْتَخْبِرِ وَ یُوْقَفُ جَبْرَیْلُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ عَلٰی مَوْضِعِ الْاٰیَۃِ وَالسُّوْرَۃِ فَاَلْسَانُ السُّوْرَۃَ کَاَلْسَانِ الْاٰیَاتِ وَالْحَرَوِ
کَلَّمَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمِنْ قَدَامٍ سُوْرَۃٌ اَوْ اَحْرَہَا فَقَدْ اَفْسَدَ
فَقَطَعَ الْقُرْآنَ (اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن آسمان و دنیا کی طرف ایک بار نازل کر دیا
تھا۔ پھر اس کو دنیا میں حضرت پریشیں برس میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا۔ جب کوئی بات
پیدا ہوتی تھی۔ اس کے لئے اس میں سے اسی قدر کوئی سورۃ یا آیت نازل ہو جاتی تھی۔
اور جبریلؑ آپؐ کو اس کا موقع بتلادیا کرتے تھے پس سورتوں کا باہمی ایسا ہی اتصال ہو

جیسا کہ آیات و حروف کا۔ اور سب آنحضرت صلی علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پھر جو کوئی کسی سورت کو مقدم یا مؤخر کرتا ہے۔ وہ نظم قرآن میں خلل ڈالتا ہے)

مفسرین کے اس بیان کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ آیت لا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتَتَّبِعَ بِهٖ اِنَّا عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنُہٗ جب جبریلؑ کوئی آیت نازل کرتے تو حضور علیہ السلام اس کو جلدی جلدی پڑھتے۔ تاکہ ٹھیک یاد ہو جائے۔ اور بھول چوک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ جلدی مت کریں۔ قرآن کی جمع و ترتیب ہمارے ذمہ ہے۔ سو جب انزو متعال نے جمع و ترتیب اپنے ذمے لے لی۔ پھر کوئی شخص اس جمع و ترتیب کے خلاف تغیر و تبدل کس طرح کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ تئیس سال متواتر منزل قرآن ہوتی رہی ہو۔ اور آنحضرت صلی علیہ وسلم نے اسی کی جمع و ترتیب کا کوئی اہتمام نہ کیا ہو۔ بیشک مشورہ و آیات قرآن کی ترتیب عہد نبوی میں ہو چکی تھی۔ اور بہت سے لوگوں نے قرآن کو حفظ بھی کر لیا تھا۔ اور اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کی کتابت کر کے قرآن پاک کی اشاعت کر دی پھر احمد علی کا یہ اعتراض اول خدا تعالیٰ پر پھر رسول پاک اور پھر جبریلؑ پر ہے۔ نہ حضرت عثمانؓ پر۔ کاش

گر مسلمانی ہمیں است کہ مرزا دار و نہ چیف کر پس امر و زور و فدائے

دوسرا اعتراض آیت قرآن وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَا تَقْسِطُوْا فِی الْبَیِّنٰتِ فَاِنْ كُنْتُمْ اٰمِنُوْا بِالْمَآ طَابَ لَكُمْ مِّنَ الشَّيْءِ مَنۢتٰی وَ تِلْكَ اَتْ وَ دُبَاعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَا تَقْدِلُوْا اَعۡفَاۤءُ اَحَدًا وَّ د کے متعلق ہے۔ یہ اعتراض بھی مقرض کی بے علمی کی وجہ سے ہے۔ اس کا شان نزول جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ یہاں ہے۔

کہ بعض لوگ چھوٹی رقم لڑکیوں سے جو ان کی ولایت میں ہوتی تھیں۔ ان مال کی لالچ سے نکاح کر لیتے تھے۔ اور چونکہ یہ رقم لڑکی کا اور کوئی پرست نہ ہوتا تھا۔ یہ لوگ بے انصافی سے ان کا ہر کم مقرر کرتے۔ اور ان کے مال کو دبا لیتے۔ اور حسن سلوک نہ کرتے تھے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ یہ ناجی (صغیرہ لڑکیوں) سے منصفانہ برتاؤ نہیں کر سکتے۔ تو ان سے نکاح مت کرو۔ بلکہ ان کے علاوہ دوسری اجنبی عورتوں سے دو یا تین یا چار سے تم نکاح کر سکتے ہو۔ اور ان میں بھی بے انصافی کا ڈھب ہو۔ تو صرف ایک سے نکاح کر لینا کافی ہے۔ بتلائے۔ اب کون سا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔ آیت کا مضمون بالکل صاف ہے

بہت سے سخن شناس نہ دلیہ خطا اینجاست

۱۳) آیۃ اِنَّ هَذَا صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِیْمٍ کے متعلق کہتا ہے۔ کہ علیؑ یا فوق کیلئے
 جاتا ہے۔ یا نقصان کا معنی دیتا ہے۔ یہ دونوں یہاں درست نہیں۔ اس لئے آیۃ میں علیؑ
 صحیح نہیں ہے۔ سو اس سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ بیچارے علوم صرف و نحو سے
 بالکل ہی نااہل ہوتے ہیں۔ ورنہ ایسے اعتراضات نہ کریں۔ جناب من! کتب نحو میں
 مذکور ہے۔ کہ بعض جگہ علیؑ چمکنے والی ہی ہوتا ہے۔ سو اس کا معنی یہ ہے۔ کہ یہ راستہ
 سید ہامیری طرف ہے۔ اس لئے کون سی غلطی ہے؟ یہ علیؑ کی جگہ علیؑ صحیح سمجھ کر اسکو
 جی مولیٰ علیؑ کی فضیلت کا ثبوت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ صراط علیؑ علیؑ کا راستہ قرار
 دینا کمال حماقت ہے قرآن میں صراط کی امثالت یا تو حق تعالیٰ کی طرف ہے۔ جیسا
 اِنَّ هَذَا صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِیْمٍ ہے۔ اور یا عام مقررین حق تعالیٰ کی طرف جیسا صِرَاطُ
 الْمُرْسَلِینَ اَنْتَحَتْ عَلَیْہُمْ سَارِ اِقرآن مطالعہ کرو اس کے خلاف کسی ایک شخص نبیؐ یا ولیؑ
 کی طرف اعتراضات نہیں ہے صراط علیؑ علیؑ کا راستہ کیا مسلمانوں کے راستہ سے الگ
 تھا۔ کہ ان کی طرف خصوصیت سے اضافت کی جاتی۔ سو چو اور غور کرو۔

۱۴) چوتھا اعتراض اِنَّ هَذَا اِنْ لِّسَا حِوَانٍ پر ہے۔ مترض کا اعتراض یہ ہے۔ کہ
 اِن کا اسم منصوب ہوتا ہے۔ اِنَّ هَذٰی اِنْ چاہئے۔ سو اس اعتراض نے تو شیعہ
 حضرات کی علمیت کا سارا پردہ ہی فاش کر دیا ہے بشیعہ اس اعتراض اور ہم جو قسم
 کے دیگر اعتراض کو ایسا لایخل کہتے ہیں۔ کہ اس کا جواب باب العلم حضرت علیؑ سے بھی موانع
 ہیں۔

ہر ایک شخص جس نے نحو کی ادنیٰ کتاب عبد الرسول وغیرہ بھی پڑھی ہو۔ جانتا ہے۔ کہ
 ان مخففہ اکثر اوقات ملغی (بے عمل) ہو جاتا ہے۔ اور صورت میں خبر پر لام آیا کرتا ہے
 جس کی مستند کتاب شرح ما جامی بحث حروف شبہ بالفعل ص ۹۹ میں ہے۔
 وَخَفَّتْ اِنَّ الْمَسْوْرَةَ لِنَقْلِ التَّشْدِیْدِ وَكَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ فَيُلْزَمُهَا بَطْنُ التَّخْفِیْفِ
 لَمْ وَحِیْنِیْنِ یُجُوْرُ نَفَاً هَا اِنَّ الْاَطَالَ عَمَلُهَا وَهِيَ الْغَالِبُ لِفَوَاتِ بَعْضٍ وَجُوْرُ
 سَلْبِ الْمَتَاعِ الْفِعْلِ كَفَتْ الْاُخْرَ وَكُوْنُهَا عَلٰی ثَلَاثَةِ اَحْوَاتٍ (اِنَّ مَسْوْرَةَ خَفَّتْ اِنَّ بھی
 دیکھتا ہے۔ کیونکہ تشدید میں ثقالت ہے۔ اور یہ کثیر الاستعمال ہے۔ اس وقت لام

جس کی وجہ سے کہ شا بہت فعل کی بعض وجہ مثلاً مفتوح الّا فر ہونا اور مین حروف ہونا
معلوم ہو جاتی ہیں)

چونکہ آیت میں ان مخفف ہے۔ اس لئے قاعدہ نحو کے رو سے اس کا ابطال عمل جائز
بلکہ اغلب ہونے کی وجہ سے اسم (ہذا ان) کو اس نے عمل نہیں دیا۔ انوس اس مسئلہ
ایک اور نے طالب علم بھی واقف ہو سکتا ہے۔ لیکن شیعوں کے علاوہ حایری اور ان کے
یہی دعویٰ کہ یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے۔ شرح جامی تو ان کی بلا جلتے مگر یہ مسئلہ تواتر غالب
بعد الرسول میں بھی درج ہے۔ اس علمی بصاحت پر حرات یہ کہ قرآن پاک کتاب اللہ پر
اعتراض کرنے لگے ہیں۔ کبر کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذباً

ایک اور ثبوت

اس امر کا مزید ثبوت کہ شیعوں کے نزدیک اصلی قرآن وہ ہے جو حضرت علیؑ نے
جمع کیا۔ حوالہ کافی مسئلہ میں ہے عَنْ سَالِمِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ عَلَى ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنَا أَسْتَمِعُ حُرُوفًا مِنَ الْقُرْآنِ لَيْسَ عَلَى مِثْقَلِ أَهْلِ النَّاسِ فَقَالَ
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبْتُ عَنْ هَذِهِ الْقُرْآنِ قَرَأْتُ كَمَا يَتْلُو النَّاسُ حَتَّى يَقُومَ
الْقَائِمُ فَإِنَّمَا قَامَ لِقَائِهِمْ قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى حَدِّهِ أَخْرَجَ الْمُصَنِّفُ
الَّذِي كَتَبَهُ عَلَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّاسِ حِينَ فَرَغَ مِنْهُ وَكَتَبَهُ فَقَالَ لَهُمْ قَدْ
كُتِبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ قَدْ جُمِعَتْهُ مِنَ اللُّوْحِينَ
فَقَالُوا هُوَ إِعْنَدَنَا مُصَنَّفٌ جَامِعٌ فِيهِ الْقُرْآنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ فَقَالَ أَمَا
وَاللَّهِ مَا تَرُونَهُ يَنْدُ يَوْمَكُمْ هَذَا أَبَدًا إِنَّمَا كَانَتْ عَلَى أَنْ أُخْبِرَكُمْ
حِينَ جُمِعَتْهُ لِقُرْآنِهِ

اسلم بن سلمہ راوی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ کے پاس قرآن پڑھا۔ اس
قرآن کے ایسے حروف میں نے سنے جو اس قرآن میں نہیں ہیں۔ جو لوگ پڑھا کرتے ہیں۔
امام علیہ السلام نے اسے کہا۔ ابھی اس قرآن کا پڑھنا بند رکھو۔ بلکہ یہی پڑھا کرو۔ جو لوگ
پڑھتے ہیں جب تک امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نہ ہو۔ جب وہ تشریف لائیں گے وہ دوسرا
قرآن پڑھیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو قرآن لکھا تھا وہ لوگوں کے پاس لکھنے سے فارغ ہو کر لے آئے اور کہا یہ ہے وہ قرآن جو خدا نے رسول اللہ پر نازل کیا۔ میں نے اسکو ہر دو لوح سے جمع کر لیا ہے۔ لوگوں نے کہا ہمارے پاس قرآن جامع موجود ہے۔ تمہارے قرآن کی میں ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا تم قرآن کو آج کے بعد کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔ مجھے لازم تھا کہ تمہیں اپنے جمع کردہ قرآن سے آگاہ کر دوں تاکہ تم اسے پڑھو۔ اب اس حدیث سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ شیعوں کا قرآن (جمع کردہ علیؑ) کہیں موجود ہے جو کسی شخص نے امام جعفر صادقؑ کے پاس پڑھ بھی دیا تھا۔ سننے والے نے معلوم کیا کہ اس قرآن کے حروف اس قرآن سے نہیں ملتے۔ پھر امام علیہ السلام نے اسے مصلحتاً روک دیا کہ ابھی اس کو ظاہر نہ کرو۔ یہ حضرت ہمدی علیہ السلام کے ہاں بطور خزانہ مخفیہ رہ گیا جب وہ تشریف لائیں گے ساتھ لائینگے۔ امام جعفر صادقؑ نے یہ بھی فرما دیا کہ حضرت علیؑ نے قرآن جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس کامل و مکمل قرآن موجود ہے۔ ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ بس امیر علیہ السلام اتنی بات سے خفا ہو گئے۔ اور فرماتے گئے۔ آج سے بعد اس قرآن کو تم لوگ کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے

آج کل کے شیعہ مولوی بھی اُس قرآن کے قائل ہیں۔ چنانچہ سالہ عجالہ نافہ علیہ مصنفہ مولوی حسن علی شاہ صاحب سبزواری جس کو جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے شائع کیا۔ اس کے صلا پر لکھا ہے کہ امیر المؤمنین نے جو قرآن جمع کیا تھا۔ وہ اس وقت شیعہ سنی دونوں کے پاس نہیں ہے مگر ہے ضرور کہیں ہو۔ آخر کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے۔

ہم حضرات شیعہ سے پوچھتے ہیں۔ کہ جس قرآن کے آپ لوگ قائل ہیں۔ وہ تو امام غائب کے ساتھ ہی کہیں غائب ہے۔ موجودہ قرآن بقول آپ کے ناقص اور غلط ہے۔ تو فرمائیے۔ آپ کے ہاتھ میں خدا کی کتاب ہدایت کوئی موجود ہے؟ جس کی وجہ سے آپ مومن ہو سکتے ہیں۔ مسنیوں کے ہاتھ میں ایک قرآن موجود تو ہے۔ (مکمل ہی) مگر جب ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ ابھی تک ہم لوگوں نے اپنا مکمل قرآن کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ تو اس قرآن کا وجود و عدم تمہارے لئے تو یکساں ہے۔

ساترہ لاکھ عراق آدرہ شود مارگزیدہ مردہ شود یک امام غایب آئیں۔ اور قرآن لاکر نہیں دکھائیں۔ اس تمام عرصہ میں تو تم گمراہ ہی رہے جو مر گئے۔ ان کے لئے ان کی آمد کا کیا فائدہ اسے

جب چکے تو آئے ہماری مزار پر نہ پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے؟

اس میں شک نہیں کہ ہم لوگ بھی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے منتظر اور ان کی زیارت کے شائق ہیں۔ مگر نہ اس خیال سے کہ وہ ہمیں اصلی قرآن دکھائیں گے قرآن تو ہمارے پاس موجود ہے جس کو پڑھ کر ہم اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ البتہ شیعہ کو آپ کی آمد کی اس بے سخت ضرورت ہے کہ ان کا قرآن انہوں نے چھپا رکھا ہے۔ آئیں تو شیعہ بچا رہے بھی قرآن کی شکل دیکھیں۔ لیکن امام مہدی علیہ السلام بقول شخصہ کچھ ایسے سوئے میں سونہ لے کر جانے کی انتہی میں ہے۔ کہیں ایسے غایب ہوئے ہیں کہ ظاہر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

امام غایب کی آمد کے متعلق شیعہ کے عجیب و غریب خیال ہیں جن کے سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے۔ اصول کافی ص ۳۳۲ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَدْ كَانَ وَقْتُ هَذَا الْاَمْرِ فِي السَّبْعِيْنَ فَلَمَّا اَنَّ قَتْلَ الْحُسَيْنِ صَلَوةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَحْرَقَ اِلٰی اَرْبَعِيْنَ وَمِائَةٍ اَحَدٍ تَنَاسُكًا فَارْعَمُ الْحَدِيثَ فَلَسْتُمْ قَنَاعَ السَّيْرِ وَلَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ وَقْتًا عِنْدَنَا وَكَيْفَ اِنَّ شَاءَ وَبَشِّرْتُ وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ

(خط نے اس کام (ظہور مہدی) کا وقت سترہ سو ہی مقرر کیا تھا۔ مگر جب امام حسینؑ شہید کئے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ اہل زمین پر غضبناک ہو گیا۔ اور اس نے اس کام کو سترہ سو ہی بجھے شہاد دیا۔ ہم نے تم سے بیان کر دیا۔ اور تم نے بات مشہور کر دی۔ اور پر وہ فاش کر دیا۔ خدا نے اس کے بعد اس کا کوئی وقت ہم کو نہیں بتایا۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے یہ حدیث امام جعفر صادقؑ سے بیان کی۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہوا) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قاتل امام حسینؑ علیہ السلام شیعہ تھے تب ہی تو

امام ہدی علیہ السلام کی آمد رک گئی۔ پہلے شیعہ آمد کا وقت مقرر تھا۔ شیعہ کے اس غلام کی شہادت ان کو یہ ملی کہ امام علیہ السلام جن کے پاس شیعہ کا قرآن تھا۔ ایک سو سال تک اور رک گئے۔ پھر کہیں ایہ اہل بیت نے یہ خیر اپنے حاشیہ نشینوں کو بتا دی۔ خدا کا غصہ صبر بھی تیز ہو گیا۔ امام علیہ السلام کی آمد کی میناد ایسی لہی ہو گئی۔ کہ پھر ایہ اہل بیت علیہم السلام کو بھی اس کی اطلاع نہ دی گئی۔

غصہ کا نتیجہ

شیعہ کی شامت سے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کو صرف اس تھوڑی سی بات پر غصہ کیا کہ لوگوں نے کہہ دیا۔ ہمیں آپ کے قرآن کی حاجت نہیں ہے۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ ہمیں اس قرآن کی ایسی اشاعت کی جاتی۔ کہ دوسرے قرآن (سُنیوں کا قرآن) کی حاجت ہی نہ رہتی۔ لیکن غصہ کا نتیجہ الٹا یہ ہوا کہ میگا نے تو یہ گائے اپنے شیعہ کے بھی قرآن چھپا دیا گیا۔ جس کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔ کہ اس کو کہیں غار میں پڑے ہوئے دیکھ نہ کھا گئی ہو؟ پھر خدا کو غصہ آیا۔ تو امام غائب علیہ السلام کے ظہور میں اس قدر توقف ڈال دیا۔ کہ شیعہ اور سنیوں کو کچھ اب ۱۲۴۳ھ ہو گیا ہے۔ ابھی تک امام والا مقام کی آمد کا پتہ تک نہیں ہے۔ امام ۴ تو جیسے رہے۔ کہیں قرآن ہی بھیج دیتے۔ ابھی شیعہ کی سرخروی ہو جاتی۔ مگر ایسا بھی نہ ہوا۔ ابھر حال بقول شخصہ
ہر بلائے کز آسان خیزد بخانه انوری تلاش کند
تک کہ جب کبھی نتیجہ ہوتا ہے۔ شیعہ کے ہی خلاف نکلتا ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ ساری باتیں من گھڑت اور بار لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اگر حضرت علیؑ نے کوئی علیحدہ قرآن جمع کیا ہوتا۔ تو ناممکن تھا۔ کہ اس کو چھپا رکھتے۔ خدا کے بندے ایسے کوہ وقار ہوتے ہیں۔ کہ ان کو کسی ایسی ویسی بات پر غصہ نہیں آجایا کرتا۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ غصہ میں آکر خدا کی کتاب (قرآن) کو جو محض ہدایت خالق کے لئے جو اتنی تکلیف برداشت کر کے کئی روز کا چلہ کاٹ کر تیار کریں۔ اور پھر اس کو کسی ایک شخص کے کہہ دینے سے کہ اس کی ہمیں حاجت نہیں ہے ہمیشہ کے لئے چھپا دیں۔
ابن خیال است و محال است و جنون

خدا کا غصہ

حضرت علیؑ تو آخر شریعتے۔ مان بھی لیا جائے۔ کہ غصہ میں آکر انہوں نے قرآن کو
 کہیں گم کر دیا ہو۔ لیکن یہ کس طرح مانا جاسکتا ہے۔ کہ خدا نے کو غصہ تو قاتلان جیہ
 پر ہوا۔ اور اس کا نزول حضرت امام منتظرؑ پر گرے۔ کہ وہ اس کی سزا میں دلائم الجس کر شیعہ
 جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی قرآن بھی دنیا سے نابود کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ خرافات میں
 جو یار لوگوں نے افتراء کئے ہوئے ہیں۔ قرآن یہی ہے۔ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہی
 قرآن حضرت علیؑ پڑھتے تھے۔ اور یہی قرآن ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے درد زبان تھا
 اور یہی ہمیشہ رہیگا۔ امام مہدی علیہ السلام آئیں گے۔ تو اسی قرآن کی اشاعت فرمائیں گے

حایری کا خیال

یہ تو متقدمین شیعہ کا وقت ظہور امام علیہ السلام کی نسبت خیال ہے۔ حال کے شیعہ کا مقتدر
 پیشوا علامہ حایری کا اس بیان میں خیال نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ غایتہ المقتدر
 حضرت علامہ حایری مطبوعہ اسلامیہ گیس پرنٹنگ لاہور ۱۳۲۱ھ ص ۲۱۲ میں ہے :-

اما وجہ عدم ظہور امام مہدی علیہ السلام در این زمان آنست کہ آنحضرت
 ہم مثل آباء طاہرین علم انساب میداند۔ از ان معلوم است۔ آنحضرت علیہ السلام
 را هنوز لکھ اکفار حقین موجود اند کہ در پشت آئینہ لفظہ ہائے موئین ہمت امانت و
 ودیعت موجود اند اگر ظاہر شدہ اینہا کفار را قتل کنند بلکہ سکوت اختیار نمایند۔ درین
 صورت مخالفت وعدہ مذکورہ خدا ثابت میشود۔ (ترجمہ۔ امام مہدی علیہ السلام کے نہ
 ظاہر ہونے کی اس وقت یہ وجہ ہے۔ کہ آپ اپنے آباء کرام کی طرح علم انساب سے
 واقف ہیں۔ اور ان کو خوب معلوم ہے۔ کہ ابھی لکھ کھا کفار ایسے موجود ہیں۔ جن کی پشت
 میں موئین کے نطفے امانت ہیں۔ اگر ظاہر ہو کر آپ ان کفار کو قتل نہ کریں۔ بلکہ خاموشی
 اختیار کریں۔ تو فدائی وعدہ میں تخلف ہوتا ہے۔)

اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام مہدی علیہ السلام اس وقت تک تشریف نہیں لاسکتے جب
 تک کہ دنیا میں مخلوق خدا باقی ہے۔ کیونکہ مخلوق میں مومن و کافر دونوں موجود رہتے ہیں۔

اور شیعہ کے نزدیک تو عین صریح شیعہ ہیں۔ باقی سنی مسلمان بھی گردن زدنی ہیں۔ اس لئے
امام علیہ السلام کا ظہور ناممکن ہے۔

اس کے آگے پھر علامہ جابری صاحب اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں:-
”دیگر آنکہ سلاطین قہار و جبار کہ ابا، طاہرین دے را از علی م گرفتہ تا امام حسن عسکری
علیہ السلام کے را بنہم رکسے را بہ تیغ کشتند و حال آنکہ امامت آئنا حارج سلطنت
آئنا نبود لیکن ہر گاہ کسی را میکشتند امام و حجت دیگر موجود بود۔ کہ بجائے دے لختیشت
تخلات زمانہ ہدی علیہ السلام از آنجناب کہ بسیاور حذر خواہند بود۔ زیرا کہ ہمہ آئنا ہمارا
یعنی خواہند کہ ذوال سلطنت جمیع سلاطین دنیا از دست دے خواہند شد کہ ممکن بہت کہ در وقت
سلطنت اختیار کردن آنجناب را زندہ بگذارد و لطف آنکہ بعد از آنحضرت امام و حجت دیگر نیست
کہ بجائے دے قرار گیرد و آن مخالف حدیث را بخلو لا مرض من حجة الله اما ظاہر و مکتوف
و خائفت و مستوحش میباشند باین برہان واجب شد کہ آنجناب از انتظار غنی باشند یا وجود
آنحضرت ہر وقت منتظر اینست کہ ظہور فرماید۔“

انتہیہ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ گذشتہ سلاطین نے جو ان کے ابا، اجداد کو حضرت
مصلح سے لیکر امام عسکری تک کسی کو زہر سے اور کسی کو تلوار سے شہید کیا۔ حالانکہ
ان کی امامت ان سلاطین کی حکومت کی مانع نہ تھی۔ لیکن جب ایک کو قتل کرتے
دوسرا امام موجود ہوتا۔ جو اس کا جانشین ہو جاتا۔ برخلاف اس کے امام مہدی
علیہ السلام کا زمانہ زیادہ خطرناک ہو گا۔ کہ دنیا بھر کی حکومتوں کا ان کی آمد سے خاتمہ
ہو جائیگا۔ پھر کیا ممکن ہے کہ امام علیہ السلام کی خاموشی پر ان کو زندہ رہنے دیں۔
لطف یہ کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا امام ایسا نہیں ہے جو ان کی جگہ سنبھالے۔ حالانکہ
برائے حدیث زمین پر ایک امام کو ضرور رہنا چاہئے۔ خواہ وہ ظاہر یا باہر ہو یا چھپا
ہو یا جو۔ اس لئے آنجناب کو نظروں سے غائب ہی رہنا چاہئے۔ گو آپ ہر وقت
اس انتظار میں ہیں کہ ظہور فرمائیں

اس دوسری وجہ نے تو بالکل مطلع صاف کر دیا۔ کہ چونکہ آپ کے بعد کسی امام نے
ہونا نہیں۔ اور آپ کے ظہور سے باقی سلطنتوں کا زوال تصور ہے۔ اس لئے سلاطین
دنیا ان کی جان لینے کے درپے ہو جائینگے۔ اور خاموش رہنے پر ان کو زندہ نہ چھوڑینگے

اس لئے آپ کا نہ ظاہر ہونا اور محبوب رہنا ہی مناسب ہے۔ تاکہ زمین امام سے خالی نہ رہے۔

اہل بصیرت غم نہ کر سکتے ہیں کہ روئے زمین پر اگر امام کا وجود اس لئے ہے کہ عہد ہدایت خلق ہو۔ تو یہ بات تو تب ہی ہو سکتی ہے کہ امام ظاہر ہو کر اشاعت دین کو کرے۔ ایسے چھپے رستم سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ؟ اگر امام علیہ السلام اسی دل و گردن کے انسان ہیں کہ ان کو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں منہ سے نقاب اٹھائیں۔ تو قتل نہ ہو جائیں تو ایسے حضرت دنیا میں ظاہر ہو کر کیا کچھ کر سکیں گے۔ اس سے تو ان کا عدم ظہور ہی اچھا ہے کہ پردہ ڈھکا رہے۔

افسوس! حلیبری صاحب اپنے آپ کو علامہ کہہ کر ایسے بودے خیال ظاہر کرنے لگے ہیں۔ بندہ خدا امام کے ساتھ ایک طاقت ہوتی ہے جو دنیا بھر کی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ اور اس قوت نصرت الہی کے شامل حال ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جب ہادیئے اسلام (فداہ ابی و امی) مبعوث ہوئے۔ ان کے ساتھ کونسی قوت تھی۔ انہوں نے تنہا دنیا کے سامنے کلہ توحید کا اعلان کیا۔ سب لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے اور آپ کی جان کے دشمن تھے۔ لیکن اس خدا نے تقدوس نے آپ کی نصرت کی۔ اور آپ کا بال جینکا نہ ہو سکا۔ بلکہ تمام دشمنان حق نیست و نابود ہو گئے۔

حضرت امام ہندی علیہ السلام جو حضور علیہ السلام کے منظر اتم ہونگے۔ وہی طاقت لیکر دنیا میں ظہور فرمائینگے۔ ان کے نور سے دنیا چمک اٹھیں گی خلق خدا سب کی سب ان کے قدموں پر گر جائیں گی۔ اور اسلام کے حلقہ گوش ہو جائیں گے کیا علم انساب حضرت علی المرتضیٰ کو معلوم نہ تھا کہ جنگ چھڑ دی۔ اور جانبین سے ہزاروں مسلمان گھائل ہو گئے کیا حضرت امام حسین علیہ السلام ہی علم انساب سے نابلد تھے کہ تلواریں اٹھائیں۔ اور طرفین سے سینکڑوں مسلمان بہت کے گھاٹ اتر گئے۔

موت امام کے اختیاریں

یہ بات علامہ حلیبری صاحب کے قلم سے نکلا نہ چاہئے تھی۔ کیونکہ آپ کے عقائد میں تو موت و حیات امام کے اختیاریں ہوتی ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۰۱ پر ایک باب نیز

اس مضمون کا باندھا گیا ہے کہ اِنَّ الْاٰمَنَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُوْنَ مَتٰی يَمُوتُوْنَ وَآَنَتُمْ لَا يَمُوتُوْنَ اِلَّا بِاِخْتِيَارِهِمْ (یعنی اللہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں۔ اور اپنی موت پر ان کو قابو ہوتا ہے۔ چاہے مری یا نہ مری۔ پھر علامہ حلی نے یہ کیوں لکھا ہے۔ کہ وہ اس لئے ظاہر نہیں ہوتے۔ کہ ان کی جان تلف ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ جب مرنا جیسا کسی شخص کے اختیار میں ہو۔ پھر اس کو کسی سے کیا ڈر۔ انوس بشیعہ حضرات ایسی بے ٹھکانا باتیں کہہ کر مفت جگ ہنسائی کرتے ہیں۔

شیعہ کے متفقہ قرآن

شیعہ مصنفین نے یہ دیکھ کر کہ ان کے ہاتھ میں کوئی قرآن نہیں ہے۔ اپنے معتقدین کے دل بہلانے کے لئے ایسی روایات گھڑ دیں۔ کہ ایک نہیں بہت سے بڑے بڑے لمبے چوڑے قرآن شیعہ کے ہیں۔ اگر سنیوں کے پاس ایک چھوٹا سا قرآن ہے۔ تو بات ہی کیا ہے شیعہ کے قرآن کہیں دیکھ پائیں۔ تو ہوش بھول جائیں چنانچہ ایک روایت میں ستر گز لمبا قرآن شیعہ کا ہے۔

ستر گز کا قرآن

اصول کافی ص ۱۳۶ میں ہے۔ قَالَ يَا بَا مُحَمَّدٍ وَاِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَةَ وَمَا يُدْرِيكَ مَا الْجَامِعَةُ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ وَمَا الْجَامِعَةُ قَالَ صَحِيفَةٌ طَوَّلَهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا (امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا۔ اے ابو محمد ہمارے پاس ایک جامعہ ہے۔ تجھے معلوم ہے۔ کہ وہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا۔ میں آپ پر قربان فرمائیں وہ جامعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ایک قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے۔

خوب۔ ستر گز لمبا قرآن۔ وہ کاہیکو بھلا اس نے قرآن کی سطروں کو کوئی پڑھے تو کیونکر ایک سرے سے چل کر دوسرے سرے تک جانے۔ اور پھر دایسے آنے کا تانا بانا دن بھر لگا رہیگا۔ پڑھنے والے کی جان گویا عذاب میں پھنس گئی۔ گھنٹہ بھر کی رفتار میں شکل و سطر میں ختم ہو سکیگی۔ علاوہ ازیں اتنا لمبا قرآن کوئی اٹھائے تو کیونکر اونٹ ہاتھی بھی ستر گز لمبے

اسی طرح معلوم ہو کہ ستر گز لمبا قرآن ضخامت میں بھی کہ نہیں۔ بلکہ اونٹ کے ران کے برابر مڑا بھی ہے جیسا کہ اصول کافی ص ۱۳۸ میں اس کی تشریح کی گئی ہے پھر کوئی انسان دے اتنے لمبے مڑے قرآن کو اٹھائے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔

نہیں ہوتے۔ جو اس قرآن کو اٹھا سکیں۔ پھر یہ قرآن رکھا کہاں جائے۔ اتنا اونچا مکان کہاں سے لائیں؟

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ**۔ خدا دین کے بارے میں تمہیں سہولت دینا چاہتا ہے۔ تکلیف میں تمہیں ڈالنا منظور نہیں ہے۔

مصحف فاطمہ

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ شیعہ کا ایک اور قرآن مصحف فاطمہ بھی ہے جتنا بچہ اصول کافی ص ۱۳ میں ہے۔ **وَإِنَّا عِنْدَنَا لَمُصْحَفٌ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَمَا يُدْرِيهِمْ مَا مُصْحَفٌ فَاطِمَةُ قَالَ مُصْحَفٌ فِيهِ مِثْلُ قُرْآنِكُمْ هَذَا ثَلَاثَ مِثْرَاتٍ وَاللَّهُ مَا فِيهِ مِنْ قُرْآنِكُمْ هَذَا أَحَرُّ وَأَحَدٌ** (ترجمہ)۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے ہاں ایک مصحف فاطمہ بھی ہے اور تم جانتے ہو مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا وہ ایک قرآن ہے جس میں تمہارے قرآن سے سہ گنا زیادتی ہے۔ اور خدا کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔

پھر تعجب ہے کہ اس اتنے بڑے قرآن میں جب ہمارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ تو وہ کس زبان میں ہے۔ عربی۔ فارسی ہو تب تو ہی حروف ابجدی اس میں پائے جائیں۔ جو اس قرآن میں ہیں۔ غالباً وہ شکرت میں ہو یا جٹوں کی زبان میں۔ یا جا پانی انگریزی وغیرہ میں۔ بہر حال یہ ایسی روایات ہیں جن کی سمجھ نہیں آ سکتی۔

جعفر

اسی طرح شیعہ کا ایک اور قرآن جعفر ہے۔ جیسا کہ اصول کافی ص ۱۴ میں ہے **عَلَّاتٌ عِنْدَنَا لِحُجْرٍ وَمَا يُدْرِيهِمْ مَا الْحُجْرُ قَالَ قُلْتُ وَمَا الْحُجْرُ قَالَ وَعَاءٌ مِمَّنْ أَدْرَمَ فِيهِ عَلِيمُ النَّبِيِّينَ وَالْوَصِيِّينَ وَعَلِمُ الْعُلَمَاءِ الَّذِينَ مَضَوْا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ** (ترجمہ)۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمارے پاس جعفر بھی ہے۔ اور تمہیں معلوم ہو کہ وہ جعفر کیا ہے۔ کہادہ ایک چمڑے کا تھیلا ہے جس میں انبیاء و اوصیاء کے علوم بھرے ہیں اور علمائے بنی اسرائیل کے بھی اس میں علوم ہیں۔

بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں

یہ سوال یہ ہے کہ شیعہ کے اتنے بڑے بڑے اور لمبے قرآن ہیں کہاں؟
 شیعہ اس کا جواب دینے سے تباہ میں کیونکہ ان روایات کی وقعت بوستان خیال یا بڑیا
 بڑے کی کہانی سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ ساری باتیں شیعوں کا اعتقاد درست رکھنے کے
 لئے بنائی گئی ہیں مثلاً یہ معلوم کر کے کہ یہ قرآن تو سنوں کا ہے۔ ان کا قرآن زلزلہ
 گھبرانہ جائیں۔ اس لئے یہ روایات وضع کی گئی ہیں۔ کہ سفیر جی میں خوش ہوتے ہیں۔
 کہ سنوں کا ایک مختصر سا قرآن ہے۔ تو کیا ہوا؟ ہمارے اتنے بڑے بڑے لمبے
 قرآن موجود ہیں۔ آخر کہیں ٹھیکے قریب ہے۔ کہ آج کل اس روشنی کے زمانہ میں ان طفل
 تسلیوں سے کس طرح کام نکل سکتا ہے۔ بہتر ہو گا۔ کہ شیعہ حضرات اپنے مولویوں کے
 مطالبہ کریں۔ کہ ہمیں کب تک انتظار میں رکھا جائیگا۔ اگر ستر گز کا نہیں تو بالشت
 بھر کا ہی قرآن ہمیں دکھا دیا جائے۔ تاکہ ہم سنوں کے قرآن کے معارضہ کر سکیں
 لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکیگا۔ شیعہ صاحبان اسی انتظار میں مرجائیں گے۔ اور قرآن کی
 شکل دیکھنا نصیب نہ ہوگی۔

تخلف آیات قرآن

اگرچہ پچھلی روایات سے بوضاحت ثابت ہو گیا ہے کہ روافض کا اس قرآن پر ایمان
 نہیں ہے۔ اور وہ اس کو مخرف سمجھتے ہیں۔ لیکن عوام کی تسلی کے لئے ہم ذیل میں چند
 آیات اصول کافی سے لکھتے ہیں جن میں بتلایا گیا ہے کہ اصل آیت یوں تھی۔ اور قرآن
 میں اس کے خلاف یوں درج ہے۔

۱۱) اصل کافی ص ۱۱۱ ہے۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ
 لَدَيْكَ سَمِعِي أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ اللَّهُ سَمَاكَ وَهَكَذَا أُنْزِلَ فِي كِتَابِهِ وَإِذَا
 أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَسْتَحَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتَ
 بِرَبِّكَمْ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولِي وَأَنَّ عَلِيًّا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 (رجا بر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت علی کو امیر المؤمنین کیوں

کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نام ان کا خدا ہے۔ پھر آپ نے آیت پڑھ دی جس میں **وَ اَنْ مُحَمَّدًا** الخ کا اضافہ کیا گیا۔ اور کہا کہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے (۲) **عَنْ ابْنِ بَصِيرٍ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فِي وَكَايَةِ عَلِيٍّ وَالْأَيْمَةِ مِنْ بَعْدِهِ فَقَدْ قَادَفُونَا عَظِيمًا**۔ لہذا اتزلت (اصول کافی ص ۱۱۱) ابن بصیر امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے ائمتہ سے کہتے ہوئے **طِيعَ اللَّهَ** الخ میں عبارت فی ولایت علی الخ کا اضافہ کر کے کہا کہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔

(۳) **عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَنَانٍ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ وَلَقَدْ عَاهَدْنَا ابْنَ آدَمَ مِنْ قَبْلِ كَلَامَتِي فِي مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَالْعَاطِلَةَ وَالْحُسَيْنِ وَالْأَيْمَةِ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ فَتَنَسَى هَكَذَا** الخ **أَنْزَلْتُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** (اصول کافی ص ۱۱۱) عبد الشہ بن سنان امام جعفر سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے آیت **وَلَقَدْ عَاهَدْنَا** الخ میں فی محمد الخ ایضاً ذکر کر کے کہا کہ بخدا آیت رسول اللہ پر اسی طرح نازل ہوئی۔

(۴) **عَنْ جَابِرٍ عَنْ ابْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ تَزَلَّ جَبْرِئِيلُ هَذَا الْآيَةَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِسْمَا شَرَّ وَبِهِ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يُكْفَرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِي عَلِيٍّ بَعَثْنَا** (اصول کافی ص ۱۱۱) جعفر نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے آیت **بِسْمَا** الخ میں فی علی کی ایضاً ذکر کر کے کہا کہ جبریل علیہ السلام نے اسی طرح رسول اللہ پر نازل کیا۔

(۵) **اصول کافی ص ۱۱۱ میں ہے** **عَنْ جَابِرٍ قَالَ تَزَلَّ جَبْرِئِيلُ هَذَا الْآيَةَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ هَكَذَا** **إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِ نَا فِي عَلِيٍّ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ** جابر روایت ہے کہ آیت **إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ** الخ میں بھی فی علی کی ایضاً ذکر ہے اور جبریل نے اسی طرح رسول پر نازل کی۔

(۶) **عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَزَلَّ جَبْرِئِيلُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ هَذَا الْآيَةَ هَكَذَا** **إِنَّمَا الَّذِينَ أُوْتُوا الْكِتَابَ آمَنُوا بِمَا نَزَّلْنَا فِي حَقِّ قُورْ آمِينًا** (اصول کافی ص ۱۱۱) محمد امام جعفر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آیت **يَا**

بہا نذاریں۔ نہ کہ اب انہیں ہی نور امتینا سے پہلے فی علیٰ ہے۔ اور ایسا ہی جبریل
نے کہہ دیا تھا علیہ السلام پر نازل کی۔

۱۰۰۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ فِي عَلِيٍّ
فَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ رِاصِلٌ كَافِي صُلَّحَ جَابِرٌ کہتا ہے۔ امام محمد باقرؑ نے آیت وَلَوْ أَنَّهُمْ
فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ سے پہلے فی علیٰ ایزاد فرمایا۔

۱۰۱۔ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فَسْتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ
فِي صَلَاتِي مُبِينٌ يَا مُحَسِّنُ الْمَكْدَنِيِّينَ حَيْثُ أَتَيْتُكُمْ مِنْ سَائِلَةٍ سَأَلْتَنِي فِي وَلايَةِ عَلِيٍّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْأَمْرُ مِنْ بَعْدِهِ مَنْ هُوَ فِي صَلَاتِي مُبِينٌ۔ لَكَ انزلت (محل کافیت)
ابو بصیر راوی ہے کہ امام جعفرؑ نے آیت فَسْتَعْلَمُونَ انہیں فی ولاء علیہ السلام کا اضافہ کر کے

کہا کہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے۔

۱۰۲۔ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ
وَاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ فِي وَلايَةِ عَلِيٍّ لَيْسَ لَهُ مِنْ رَافِعٍ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا قَالَ اللَّهُ نَزَلَ بِهَا
جِبْرِيلُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ (محل کافیت) ابو بصیر امام جعفرؑ سے
روایت کرتا ہے کہ آپ نے آیت سَأَلَ سَائِلٌ میں بھی فی ولاء علی کی ریزادی کی
کہا۔ کہ خدا کی قسم جبریل یہ آیت اسی طرح رسولؐ پر لایا ہے۔

۱۰۳۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرِيلُ بِهَذِهِ الْآيَةِ هَكَذَا قَالَ ابْنُ الْأَكْثَرِ
النَّاسِ بِوَلايَةِ عَلِيٍّ اَلَا تُفَوِّهُنَّ (اصول کافیت) امام جعفر علیہ السلام نے کہا۔
آیت فَأَبَى الْكَافِرُ اس کے بعد بولا ولاء علی کا لفظ ہے۔ جیسا کہ جبریل لیکر آیا (محل کافیت)

اگرچہ اب بھی بہت سی آیات اصول کافیت میں لکھی ہیں جن میں تحریف صریح ہے لیکن
میں نے بطور شدت نمونہ خوار و سن آیات پر اکتفا کیا ہے۔ اب ادھر تو ایہ اہل بیت امام محمد
باقرؑ و امام جعفر صادقؑ و حلفا بیان کرتے ہیں کہ جبریل آیت نبی علیہ السلام پر یوں لایا۔
کہ ہر ناظرین قرآن کریم کو کھوکھو دیکھیں کہ الفاظ خط کشیدہ آیت میں پائے جاتے ہیں۔
ایہ یکجا و بندہ ہے۔ جب یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں۔ تو پھر اس میں کیا شبہ باقی رہ جاتا
ہے۔ کہ شبہ صریح تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

جواب شیعہ

ان تمام احادیث و روایات کو سنکر علمائے شیعہ بہت ہوجاتے ہیں۔ اور ان کے کچھ جواب بن نہیں پڑتا۔ کیونکہ روایات مہول کافی جیسی مستند کتاب کی ہیں جو شیعہ کے صحاح اربعہ میں سے بیشکی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ جس کے ٹائٹل پر چوبیس حروف سے لکھا ہوا ہے۔ قَالَ إِمَامُ الْعَصْرِ وَحُجَّةُ اللَّهِ الْمُنْتَظَرُ عَلَيْهِ سَلَامُ اللَّهِ الْمَلَكِ الْكَلْبَرِيِّ فِي حَقِّهِ هَذَا كَأَن لِّشَيْعَتِ (ترجمہ)۔ امام الزمان حجتہ اللہ امام منتظر مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے حق میں فرمایا۔ کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لئے کافی ہے) یہی وجہ ہے۔ کہ اس کا نام بھی کافی پڑ گیا ہے۔ پھر احادیث جو اس کتاب میں ہیں کچھ ایسی ایسی نہیں۔ بلکہ امام محمد باقر یا امام جعفر صادق سے مروی ہیں۔ اس لئے شیعہ کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں ہے۔ لیکن بحث کی خاطر تفتیہ وہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ ہمارا ارادہ اسی قرآن پر ہے۔ ہم اس کو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور کس بات پر حلفیں اٹھاتے پر بھی آمادہ ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں جیسا کہ آگے مفصل ذکر ہوگا۔ تفتیہ کرنا (جھوٹ بولنا) ثواب عظیم ہے۔ چنانچہ استدلال میں وہ شیخ صدیق کی کتاب العقائد پیش کر دیا کرتے ہیں جس میں لکھا ہے کہ ہم اسی قرآن کو مکمل سمجھتے ہیں۔ اس حالت میں ناواقف اہل السنۃ مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس بارہ میں متدین علماء شیعہ کا اختلاف ہے۔ ان کے بڑے ثقہ المذہب حدیث و تفسیر قرآن کے ناقص۔ غلط غیر صحیح الترتیب ہونے کے قائل ہیں جن میں سے ذیل میں چند اکابر علماء شیعہ کے نام لکھے جاتے ہیں۔ (۱) ثقہ الاسلام ابو یعقوب محمد بن اسحاق الطکینی مصنف مہول و فروع کافی (۲) شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی شیخ الطکینی (۳) شیخ احمد بن ابوطالب البطرسی (۴) علامہ ثوری مصنف فضل الخطاب (۵) شیخ مفید (۶) محقق داماد (۷) علامہ مجلسی لیکن بعض اس خیال سے کہ یہ عقیدہ نیکر مسلمانوں کی صف میں شامل ہوتا مشکل ہے۔ تحریف کے منکر ہوئے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کامل اور صحیح ہی ہے۔ جو مین الدفتین موجود ہے۔ ان کے ہمارے حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ صدوق مصنف کتاب العقائد (۲) شریف مرتضیٰ (۳) ابو جعفر طوسی مصنف تہذیب

(۴) شیخ ابو علی الجبزی مختلف تفسیر جمع البیان -

ہمارے معاصر شیعہ پہلے زمرہ سے متعلق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسرے گروہ نے بعض تفسیر ایسا کہایا ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں۔ دل سے وہ بھی تحریف کے قائل ہیں بشیعہ کا یہ قول قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ منکران تحریف میں سے شیخ صدوق کے متعلق علامہ نوری اپنی کتاب فصل الخطاب مطبوعہ طہران ص ۳۱ میں لکھتا ہے۔ **الْمُتَّفِقَاتُ فِي تَحْوِيلِهِ مَقَرَّةً سَلَامَةً** **أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ** **بِشَرَحِ الْقُرْآنِ فَلَمَّا بَلَغَ بِهِ فَقَالَ هَذَا كِتَابٌ رَبِّكُمْ لَمَّا أَنْزَلَ عَلَيْنَا لَمْ يَزِدْ فِيهِ حَرْفٌ وَلَا نَقَصَ مِنْهُ حَرْفٌ فَقَالُوا أَلَا حَاجَةٌ لَنَا فِيهِ عِنْدَنَا مِثْلُ الَّذِي عِنْدَكَ فَانصَرَفَتْ وَهُوَ يَقُولُ فَلَمَّا دُفِعَ وَرَاءَهُ ظَهَرُوا لَهُمْ وَأَشْفَوْا بِهِ ثَمًّا قَلِيلًا فَبَدَأَ مَا يَشَارُونَ (ترجمہ: شیخ صدوق نے اپنی کتاب تنقید میں مسطور ہے)** کی برجناب امیر علیہ السلام قرآن جمع کر کے لکھے۔ اور کہا یہ قرآن ہے جیسا کہ تمہارے ہستی پر نازل ہوا۔ اس سے ایک حرف زیادہ یا ایک حرف کم نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے۔ ایسا ہی قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر جناب امیر واپس چلے گئے۔ یہ پڑھتے ہوئے فہمیدہ واد ظہور ہم الخ توجب شیخ صدوق کو بھی اس کے اتفاق ہے کہ اصلی قرآن تھا جو حضرت علیؑ نے جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ اور انہوں نے نہ مانا تو جناب خفا ہو کر چل دیے۔ تو پھر شیخ صدوق دل سے اس قرآن کو جو حضرت علیؑ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے کس طرح کامل و مکمل مان سکتے ہیں؟ تاہم ظاہر داری کے لحاظ سے جو انہوں نے ایسا لکھ دیا ہے۔ اس کا جواب دیا جانا بھی ضروری ہے۔

سو واضح ہو کہ ان دونوں فریق (قائلین تحریف و منکرین تحریف) سے اس کا قول قابل قبول ہوگا جس کی تائید میں احادیث مرویہ اللہ اہل بیت پائی جائیں۔ سو پہلے فریق قائلان تحریف نے اپنی دلائل میں بہت سی احادیث مرویہ اللہ اہل بیت پیش کی ہیں۔ جیسا کہ اوپر بحث ہو چکی ہے۔ مگر دوسرے فریق کا صرف اپنا ہی قول ہے۔ کوئی حدیث دلیل میں وہ پیش نہیں کرتے پھر ان کا قول بلا دلیل کس طرح مانا جاسکتا ہے۔ البتہ پہلا فریق اپنے دعوے کے متعلق ایک دو نہیں۔ بلکہ بے تعداد احادیث پیش کرنے کا مدعی ہے۔ بلکہ علامہ نوری نے اپنی کتاب فصل الخطاب ص ۳۲ میں یوں لکھا ہے۔ **وَحُجَّتُهُ كَثِيرَةٌ جِدًّا** **حَتَّى قَالَ السَّيِّدُ نَعْمَةُ اللَّهِ أَجْمَعُ أَثَرُهُ فِي بَعْضِ مَوَاقِفِهِ كَمَا حَلَّى عَنْهُ أَنْ لَا تَجَا**

اللہ علیٰ ذلک تزیید علیٰ ألفی حدیث وادعی استقصاۃہا جماعۃ کالمحد
والمحقق الداماد والعلامة الخلیسی وغیرہم بل الشیخ ایضاً صرح فی دستا
بکثرتہا بل ادعی ثواترہا جماعۃ یأتی ذکرہم (توجہ احادیث جو قرآن
موجودہ کو محضت ٹھہراتی ہیں۔ بہت زیادہ ہیں۔ حتیٰ کہ سید نعمۃ اللہ جزایری نے اپنی
بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ کہ ایسی احادیث دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ان
سے مستفیض ہونے کا ایک بڑی جماعت نے دعوے کیا ہے جن میں سے شیخ مفید
اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہیں۔ بلکہ شیخ نے دبستان میں ان کی کثرت کی تصریح کی
ہے۔ بلکہ ایک جماعت نے جن کا ذکر آگے آیا تھا۔ ایسی احادیث کے متواتر ہونے کا بھی
دعوے کیا ہے)

تو اب ایک طرف تو ایک ایسی جماعت ہو جو سبارہ میں دو ہزار سے بھی زیادہ احادیث
پھر متواتر ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ اور دوسری طرف معدودے چند اشخاص ہوں جن
کے دعوے کی تائید میں ایک حدیث بھی نہ ہو۔

ما ظہر فی خیال کر سکتے ہیں۔ کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان ان میں سے کون ہیں؟
والحالہ کہنا ٹریگا۔ کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان پہلی جماعت کے آدمی ہیں۔ اور دوسرے
گروہ کے لوگ صرف تقیہ کی آڑ میں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں پس سنی
مناظر کو چاہئے۔ کہ اگر کوئی شیعہ اصول کافی وغیرہ کتب احادیث کی مستند احادیث جن
سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے (کے مقابلہ میں شیخ صدوق وغیرہ
کی کتاب پیش کرے۔ تو اس کو چیلنج دیا جانا چاہئے۔ کہ اگر یہ احادیث نہیں مانتے تو
اس کے جواب میں اسی پایہ کی احادیث مرویہ ائمہ اہل بیت پیش کرے۔ ورنہ تسلیم کر لو کہ
تمہارا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔

عقلی دلیل

نقلی دلائل شکوہ بالا کے علاوہ عقلی دلیل اس امر کی کہ شیعہ مذہب اور ان کے عقائد
کے روئے اس قرآن پر ان کا ایمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ ہے۔ کہ شیعہ مانتے ہیں۔
کہ یہ قرآن جمع کردہ علیٰ نہیں ہے۔ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یہ قرآن حضرت ابوبکرؓ اور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اہتمام سے جمع اور مرتب ہوا ہے۔ شیعہ ان ہر دو اصحاب کو
 مسلمان نہیں بلکہ (معاذ اللہ) کافر و منافق سمجھتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ
 ایک غیر مسلم شخص کو خدا و رسول پر ایمان نہیں ہے۔ اور بقول شیعہ ان کو رسولؐ سے
 اس قدر دشمنی تھی کہ ان کا جنازہ نہ پڑھا۔ ان کے چچا زاد بھائی۔ داماد اور وصی سے
 خلافت غصب کرنی۔ رسولؐ کی بیٹی خاتونِ جنت کا ورثہ (فدک) دیا گیا۔ ان کی سخت
 بھیڑ مٹی کی گئی۔ بلکہ (معاذ اللہ) ان کے پیڑ پر لات مار کر محل گرا دیا گیا وصی رسولؐ علیؑ
 کے گلے میں ریشمی ڈاکٹر گھسیٹ کر لے گئے۔ اور بیعت ابو بکرؓ پر مجبور کیا۔ یہ سب
 کچھ شیعہ کی دستِ کتب میں درج ہے) پھر یہ لوگ جمع و ترتیب قرآن کے وقت ایسے
 متدین بن جائیں کہ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہ کریں جب ان کو معلوم ہو گیا
 کہ حضرت علیؑ ان کے دباؤ میں ایسے آگئے ہیں کہ ان کی زوجہ محترمہ کی اس قدر بے ادبی
 ہوتی ہے۔ ان کو گھسیٹ کر لیجا یا جاتا ہے۔ مگر مارے خون کے وہ لب کشائی نہیں
 کرتے۔ اور دوسرے لوگ سب ان کے زیر نگین ہو گئے ہیں۔ کوئی ان کے مزاحم
 نہیں ہو سکتا۔ تو وہ قرآن کی آیات حسبِ منشاء خود (جن میں ان کی توصیف اور مخالفت
 کی ہتک ہو) گھر کر داخل کر دیں۔ یا بہت سادہ قرآن کا جو ان کی منشاء کے خلاف
 ہو۔ بیچ میں سے نخل ڈالیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس دستاویز میں ایک لفظ میں بھی
 جھلساڑی کر کے تغیر و تبدل کر دیا جائے۔ وہ دستاویز ساری کی ساری مشکوک اور
 ردی ہو جاتی ہے۔ نیز جس دستاویز کا کاتب ثقہ قابلِ اعتبار نہ ہو۔ وہ یقیناً پایہ اعتبار
 سے گر جاتی ہے پھر جب تک یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ
 اکمل الامان خائف من اللہ اپنے نبیؐ کے سچے عاشق آپ کے اہل بیت کے محب صادق
 اور قرآن پاک پر جان نثار تھے۔ اور ناممکن تھا کہ وہ قرآن پاک میں حرف تو حرف زیرِ قلم
 یا شد و نہ کا بھی تغیر و تبدل ہونے دیں تب تک قرآن کے کامل و مکمل ہونے پر یقین
 نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ شیعہ عدوتِ اصحابِ ثلاثہ میں اس قدر غلو کر گئے ہیں کہ ان کو
 بدنام کرنے کے لئے اسد اللہ الخالب (حضرت علیؑ) اور جگر گوشہ رسولؐ (فاطمہ الزہراء)

۱۔ علامہ حیدری میں ہے۔ ۲۔ بدستِ عمر بن عبدیکر یسماں + دوم در کتبِ خالد پہلوان
 ۳۔ گندم در گردن شیراز + کشیدند اور ابو بکرؓ

رفت آئین نہ شک کرنے کے بھی درج نہیں کرتے۔ اسی عداوت کی وجہ سے وہ قرآن کے بھی شکر ہو کر ستر گز طویل صحیفہ قرآن کے سر جھبڑا۔ مصحف فاطمہؑ اہل بیت کی دور از عقل و قیاس روایات گھر کر سادہ لوح شیعوں کو پہکانے پر مجبور ہو گئے ہیں شیعہ حضرات خود تو قرآن سے شکر ہوئے ہی ہیں۔ جب اس میں بڑا کردہ خرمندہ ہوتے ہیں توحیح سبھی کی راہ اختیار کر کے اٹھے اہل سنت کو الزام دیتے لگ جاتے ہیں۔ کہ سُنی بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

الٹا چور کو توال کو ڈانٹے

یہ عجیب الزام ہے جو شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کمال ڈھٹائی سے کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ تم لوگ بھی تحریف قرآن کے قائل ہو بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ سُنی لوگ جو صدیق و فاروق۔ ذوالنورین کو اپنے پیچھے پیشوا انجم الہستارا مانتے ہیں۔ یہ کہنے کی جرأت کریں کہ انہیں قرآن میں تحریف کر دی ہے۔ کلام خدا شاکی سُنی کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ ہمارا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ ہم کسی دوسرے قرآن کے منتظر ہیں۔ نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ قرآن کو امام ہندی علیہ السلام لیکر غار سرین رائے میں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ عقیدہ شیعہ کو مبارک ہو۔ ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں۔ کہ کوئی سُنی اس بات کا قائل نہیں ہے۔ کہ قرآن موجودہ میں کوئی کسی قسم کی تحریف ہوئی ہے۔

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ درمنثور یا اتقان میں ایسی روایات ہیں۔ کہ فلان سورہ اتنی آیت کی تھی۔ اب اتنی ہے۔ یا فلان آیت یوں تھی۔ اب یوں ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ہمارا ایمان درمنثور یا اتقان پر نہیں ہے۔ نہ ہم امام سیوطی مقلد ہیں۔ محققین نے جیسا کہ مقدمہ تفسیر حقانی میں صحت میں ہے۔ ان تفاسیر کو نویں طبقہ میں شمار کیا ہے جو نویں صدی کے بعد تصنیف ہوئیں۔ ان میں رطب و یابس صحیح و سقیم ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔

علامہ ازین اتقان یا درمنثور میں ہرگز کہیں نہیں لکھا ہوا کہ قرآن میں کوئی تحریف کی گئی ہے۔ بلکہ انہوں نے نسخ کا بیان کرتے ہوئے آیات منسوخہ کے اقسام لکھے ہیں جن میں سے ایک قسم آیات منسوخ التلاوة ہے۔ جو پہلے نازل تھیں۔ لیکن بعد میں منسوخ التلاوة ہو گئیں۔ اور یہ واقعہ عہد نبویؐ کا ہے۔ نہ بعد کا۔ غرض اس مسئلہ کی مفصل بحث ہونا مامور علیہ السلام

صاحب نے اپنے رسالہ انجمن اور مولوی نور بخش صاحب ایم اے توپکی نے تحفہ اشعار میں کوئی ہے۔ اس لئے اس موقع پر ہم اس بحث کو دوبارہ نہیں چھیڑنا چاہتے۔ ہاں شیعہ کو متحدی سے کہتے ہیں کہ آپ یہ ثابت کر دیں کہ کوئی سنی ثقہ عالم محدث یا مفت تحریف قرآن کا قائل ہے۔ تو ہم آپ کو ایک ہزار روپیہ انعام دیے کو تیار ہیں۔ مگر یہ خوب سمجھ رکھیں کہ نسخ اور خیر ہے۔ اور تحریف اور ہے شیعہ اگر اس دعوے میں سچے ہیں۔ تو سامنے آئیں۔ لیکن ہزار روپیہ کی بازی جیتیں ہا تھا تو اٹھا گئے ان کنتم صادقین ۵

جناب من! جلال الدین سیوطی مصنف در مشور و اتقان نے اپنا عقیدہ دوبارہ ترتیب آیات جلالہ ذیل میں جو اتقان میں ہے۔ واضح کر دیا ہے۔ اَلْاَجْمَاعُ وَالنَّصُوصُ لَا تَرَادُفَةُ عَلَى أَنَّ تَرْتِيبَ الْآيَاتِ فِي سُورَتِهَا يَتَوَفَّقُ بِقِيَّةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْرًا مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ فِي هَذَا الْيَكُنْ الْمُسْلِمِينَ (ترجمہ: نصوص متواترہ اور اجماع کے یہ بات ثابت ہے۔ کہ آیات کی ترتیب جو سورتوں میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی ہے۔ اس میں کسی مسلمان کا بھی اختلاف نہیں۔ مصنف اتقان نے اس دعوے کے اثبات میں بخاری مسلم سنن اربعہ کی احادیث صحیحہ نقل کر کے ثابت کیا ہے۔ کہ بلاشبہ ترتیب خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی۔

اسی طرح امام بخاری شرح السنہ میں لکھتے ہیں۔ اَلْقَحَابَةُ أَجْمَعُونَ بَيْنَ الدَّقَّتَيْنِ نَصْرُ أَنْ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ نَادُوا أَوْ نَقْصُوا مِنْهُ شَيْئًا فَكَبَرُوا كَمَا سَمِعُوا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ قَدَّمُوا شَيْئًا أَوْ آخَرُوا وَأَوْ لَمْ يُؤْضِعُوا لَهُ تَنْتِيبًا لَمْ يَأْخُذُوا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنِ صَحَابَةِ نَصْرُ أَنْ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ نَادُوا أَوْ نَقْصُوا مِنْهُ شَيْئًا فَكَبَرُوا كَمَا سَمِعُوا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ قَدَّمُوا شَيْئًا أَوْ آخَرُوا وَأَوْ لَمْ يُؤْضِعُوا لَهُ تَنْتِيبًا لَمْ يَأْخُذُوا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنِ صَحَابَةِ نَصْرُ أَنْ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ نَادُوا أَوْ نَقْصُوا مِنْهُ شَيْئًا فَكَبَرُوا كَمَا سَمِعُوا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ قَدَّمُوا شَيْئًا أَوْ آخَرُوا وَأَوْ لَمْ يُؤْضِعُوا لَهُ تَنْتِيبًا لَمْ يَأْخُذُوا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنِ صَحَابَةِ

اب مولانا جلال الدین سیوطی اور دیگر مفسرین کی ایسی تصریح ہوتے ہوئے جو شخص کہے۔ کہ یہ لوگ تحریف کے قائل تھے۔ سچہ دلائل است و دوز کو کہ کف چرخ دارد کامصداق مبتا ہے ہاں صاحب! تحریف قرآن کے قائل وہ لوگ ہیں۔ جو حسب ذیل عقاید رکھتے ہیں۔ یا انکی

مسند کتابوں میں احادیث مرویہ ایہ اہل بیت اس مضمون کی پائی جاتی ہیں۔

(۱) صلی قرآن جو جبرائیل نے رسول خدا پر نازل کیا۔ ۶۰ ہزار آیات کا تھا۔ (۲) صلی قرآن وہ تھا جو حضرت علی نے جمع کر کے صحابہ کو دکھایا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ (۳) صلی قرآن وہ ہے جس میں آیات اسی طرح درج ہیں۔ جو عشرہ کاملہ میں درج کی گئی ہیں۔ (۴) صلی قرآن حضرت امام ہدی علیہ السلام کے پاس ہے۔ جب آئیگے۔ توشیعہ کو دکھائیگے۔ (۵) شیعہ کا ایک قرآن سترگزلیا ہے۔ (۶) ایک اور قرآن مصحف قاطع اس قرآن سے سہ چند ٹرا ہے اور اس میں اس قرآن کا ایک حرف پایا نہیں جاتا (۷) ایک اور قرآن چمڑے کا بڑا ٹھیلہ ہے جس میں اولین و آخرین کے علوم بھرے ہیں۔ (ان سب کے حوالات پہلے مذکور ہو چکے ہیں اب انصاف تو یہ ہے کہ اسی ترتیب سے ہماری کتب صحیحہ سنہ سے ہمارے اس طرح کے عقائد یا کوئی ایک عقیدہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت کیا جائے۔ اور ایک ہزار انعام لیا جائے کیا کوئی شیعہ ہے۔ جو خم ٹھونک میدان میں نکلے۔ میں تو کہہ چکا۔ کہ نہ توار ان سے اٹھے گی نہ خنجر یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دوسری دلیل شیعہ کا حافظ قرآن نہ ہونا

غلا وہ اذیں عقیدہ کی پڑتال کے لئے ہر شخص کا عمل و فعل دیکھا جاتا ہے۔ اگر عمل قول کے مطابق نہ پایا جائے۔ تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ شخص دل سے اس امر کا معتقد نہیں ہے سو کبارہ میں فریقین کا تعامل دیکھنا چاہئے۔ کہ دونوں میں سے کس فریق کو عملی طریق سے قرآن سے انس و محبت ہے۔ سو ظاہر ہے۔ کہ سنی قرآن کریم کو حرز جان سمجھتے ہیں۔ حفظ قرآن ان کو ورثہ میں ملا ہوا ہے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حفاظ قرآن سنیل میں ملیں گے۔ لیکن بقابلہ اس کے چراغ لیکر ڈھونڈو۔ اور ہند و پنجاب کی خاک چھان مارو تو ایک حافظ بھی شیعہ سے ملنا دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اہل سنت کی طرف سے ہمیشہ افحاشیہ اشتہارات چھپتے رہتے ہیں۔ لیکن شیعہ کوئی ایک حافظ قرآن بھی پیش کرنے سے عاری ہیں۔

ملت سے ہمارے دوست حاجی غلام حسین صاحب تہ لنگی نے ایک افحاشیہ اشتہار شائع کر کے شیعہ ان پنجاب کو چیلنج دے رکھا ہے لیکن اس کا جواب اب تک شیعہ حضرت

کی طرف سے بجز گالی گلوچ کے کچھ نہیں ملا۔ ثبوت کے لئے درج ذیل سیالکوٹ کے پرچے دیکھو۔ کوئی پرچہ ایسا نہیں ملے گا جس میں حاجی موصوف کو مخاطب گالیاں دیکر اپنے عجز کا ثبوت نہ دیا ہو۔ سچ ہے کہ اِذَا لَيْسَ الْاِنْسَانُ حَالَ لِسَانِهِ كَسَيِّئَةٍ مَّغْلُوبٍ لِّغَوْلٍ عَلَى الْكَلْبِ (ترجمہ) جب آدمی مقابلہ سے عاجز آجاتا ہے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ جیسا کہ مغلوب بلی کھسیانی ہو کر کتے کے منہ پر آنے لگ جاتی ہے۔

لطیفہ

تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ حیدرآل میں شیعہ سنی کے باہم مقابلہ جلسے ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں ایک مولوی کفایت حسین پٹا ور سے تشریف لائے تھے۔ جن کے نام کے ساتھ حافظ کی ڈم لگی ہوئی تھی۔ خاکسار نے اپنے وعظ کے دوران میں ہزاروں کے مجمع میں چیلنج دیا کہ اگر مولوی کفایت حسین حافظ قرآن ہے۔ تو کل ہمارے حافظ کے مقابلہ میں سراجاں مجمع عام میں پانچ پارہ قرآن شریف صحت کے ساتھ سنا دے۔ سو روپیہ انعام دیا جاوے گا۔ یہ اعلان سن کر شیعہ مایہ ناز میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ خطہ کتابت ہونے لگی۔ آخر شیعہ نے دو ماہ کی مہلت مانگی۔ ہم نے کہا۔ یہ مہلت بھی منظور ہے۔ لیکن اس صورت میں آپ کو پانچ حافظ پیش کرنے ہوں گے۔ اور ہم ان کے مقابلہ میں پچاس حافظ پیش کریں گے۔ شیعہ جھجکا کر بولے۔ ہم ایک بھی مشکل پیدا کر سکتے ہیں۔ پانچ حافظ کہاں سے لائیں۔ ہم نے کہا۔ کہ آپ سچ بتائی تمہارے ہیں۔ اس لئے پانچ حافظ آپ ضرور پیش کریں۔ یہ سن کر شیعہ ہونے لگے۔ اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ہمارے ایک ہونے شیعہ سید حیدر شاہ صاحب چوہان کہنے لگے۔ نہیں میں موحد ہوں۔ اس لئے ایک ہی حافظ کی شرط رہنی چاہئے۔ آخر ایک کی شرط بھی منظور کی گئی۔ لیکن میعاد گزر گئی۔ نہ کوئی حافظ آیا۔ نہ شیعہ پیارے میدان میں نکلے۔

یہ فیکٹ (امرواقع) ہے۔ کہ شیعہ ہرگز حافظ قرآن ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ جب تک کسی چیز سے محبت نہ ہو۔ وہ دل میں گھیر نہیں کر سکتی۔ چونکہ شیعہ کا قرآن موجودہ پر ایمان نہیں ہے۔ اور وہ اس کے دل سے متنفر ہیں۔ اس لئے ان کا حافظ ہونا محال ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ سے رکھنا بغض صحابہ سے جو کوئی انسان + ہمارا دعوئے ہے ہو گا نہ حافظ قرآن

لاریب حفظ قرآن کی نعمت فرقہ اہل السنۃ و الجماعۃ کو ہی نصیب ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا یَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ اس لیے یا کثرہ عقاید کے مسلمان جو رسول اللہ کے اصحاب و ازواج و اہل بیت سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔ وہی اس پاک کلام الہی کے حافظ ہو سکتے ہیں۔ اور یہی فرقہ شہادت قرآن مومن کامل ہے۔ الَّذِینَ یَتْلُوْنَهُ حَقَّ تِلْوَیْنِهِ اُولَئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہِ وَ مِّنْ کُلِّ لَفْظٍ لِّہُمْ اُخْبِرُوْنِہُ (جو لوگ قرآن کی تلاوت کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ وہی مومن باقرآن میں۔ اور جو لوگ اس سے منکر ہیں۔ وہ غائب و غاسر ہیں۔)

ہر خدشہ شیعہ کو شش بھی کرتے ہیں۔ کہ کوئی حافظ قرآن ہم بھی پیدا کریں۔ لیکن یہ اس سعادت بزرگ بازویت تانہ بخشہ خدا کے بخشہ وہ اس نعمت الہی سے محروم ہیں۔ اور ہیں گے۔

ابا شیعہ کے عدم ایمان بالقرآن کی بحث ختم ہو چکی۔ اور خدا کے فضل سے ہر مین قاہر عقلی و عقلی سے ہم نے اپنے دعوے کو ثابت کر دیا ہے۔ جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب میں ایک محرکہ اگلا را سلسلہ فضائل اصحاب ثلاثہ کو شروع کرتا ہوں۔ پہلے قرآنی اولیائے پیش کی جائیں گی۔ اور من بعد شیعہ کی مستند کتب سے استدلال کیا جائے گا۔

فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت قرآن کریم سے

یہاں تو قرآن کریم اول سے آخر تک فضائل مہاجرین و انصار جن میں سے اصحاب ثلاثہ کا نمبر اول ہے) سے بھرا ہوا ہے۔ اور اصحاب کبار کے فضائل و مناقب کا ایسی صراحت و وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ کسی مخالف و موافق کو انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر ہم اس موقع پر فیدہ ایسی آیات پیش کرینگے جن سے ثلاثہ کی فضائل روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

(۱) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھُمْ جُرُادٌ وَّ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰدُوْا وَنَصَرُوْا اُولَئِکَ ہُمْ مَّطْمُوْنَ حَقًّا اُولَئِکَ لَھُمْ مَّغْضِیْبَةٌ وَّ یَذِقُوْنَ کُرِّۭیْمًا ۝۱۰
سورۃ انفال رکوع ۶ (ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے۔ اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جنگ

کیا۔ اور جنہیں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی۔ اور ان کی مدد کی۔ وہ لوگ بالتحقیق
مومن ہیں۔ ان کے لئے غفران اور اعلیٰ نصیب (بہشت) ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحاب ثلاثہ کے ایمان
حقیقی اور ان کے بخشا جانے اور عینی ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ اصحاب ثلاثہ بیشک
وَالَّذِينَ آمَنُوا الْاٰخِرَ کے پورے طور مصداق ہیں جو آنحضرتؐ کے ساتھ ایمان لائے۔ آپ
کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی۔ کفار سے جہاد کئے۔ پھر اولین مہاجرین ہونے کے باعث
پچھلے مہاجروں کی امداد اور نصرت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف جلیلہ کے باعث ان
کے کمال ایمان مغفرت اور بہشتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ پھر جو شیخہ ان کو معاذ اللہ
سنا فاق و کافر کہتے ہیں۔ وہ قرآن کو جھٹلاتے اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔
آیت میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ کے بعد حق کی تاکید اور اس کے بعد لطم مقفہ و
دلق کو یہ کاجملہ واقعی خلفاء ثلاثہ کے حقیقی کامل و مکمل ایمان کی بڑی زبردست الہی
شہادت ہے۔ اگر کسی بنیصیب کے دل پر ختم اللہ الخ کا قفل نہ لگ گیا ہو۔
تو پھر ایسی زبردست رحمانی شہادت کے بعد ممکن نہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے ایمان اور ان
کے فضائل میں کچھ شک و شبہ کی باقی گنجائش رہ جائے۔

(۴) وَالَّذِينَ هُمْ اٰخِرُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَهُمْ فِي الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَلَا جَزَا لَآخِرَةٍ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ پارہ ۴ سورہ نحل رکوع ۱۲
(ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ ان کے مظلوم ہونے کے بعد ہم
ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے۔ اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے)

باری تعالیٰ نے اس آیت میں اُن مہاجرین کاملین کی شناخت کا جنہوں نے
محض خدا کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی۔ اور اتباع رسولؐ میں اپنا وطن چھوڑا۔ ایک
عمرہ نشان بتلادیا ہے۔ وہ یہ کہ ان کی اس قابل قدر سچی جانفشانی اور مخلصانہ خدمت
کا معادہ ان کو دنیا میں بھی عطا ہوگا۔ لَنُبَوِّئَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (یعنی دنیا میں ان
کو سب طویل اخلافت عطا ہوگی۔ اور قیامت میں تو ان کا رتبہ بہت ہی اعلیٰ ہوگا۔ اب
ہم اس بین نشان سے سچے اور جھوٹے مقبول اور غیر مقبول گروہ کا پورا امتیاز کرتے ہیں
کہ جس گروہ کے حق میں یہ پیشینگوئی (وعدہ الہی) پوری ہوئی۔ وہ خاص مقبول و رگاہ یزدی

ہے۔ اہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں؟ کہ یہ پیشینگاری اصحاب ثلاثہ کے حق میں پوری ہوئی یا نہ؟ مانتا پڑیگا کہ پوری ہوئی۔ اور بڑی صفائی سے اس سے بہتر دنیا میں اچھا ٹھکانہ کیا ہو سکتا ہے؟ کہ اصحاب ثلاثہ آنحضرتؐ کی زندگی میں مقرب خاص اور حضور ہی رہے۔ اور آپ کے ارتحال کے بعد آپ کی مقدس اور مبارک سند پر جاگزین ہوئے۔ خلافت رسولیؐ کی کرسی کا اعزاز نصیب ہوا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی نے ان کو سچا خلیفہ ماکمل اطاعت کی۔ اور بڑی عزت سے خود مختار بادشاہت کرتے رہے۔ تمام اعداء دین و مخالفین اسلام کو نیست و نابود کر کے کافرانہ نام کو اسلام کا حلقہ بگوش بتایا قیصر و سر کے تحت کے مالک ہو گئے۔ اور تمام کبر و زمانہ کی گرویں ان کے سامنے جھک گئیں جس قدر فتوحات ملکی ان کو نصیب ہوئیں۔ ان کی شہادت اب تک تاریخ عالم میں موجود ہے۔

لَقَدْ بَوَّأْنَاهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ كَاوَعَدَهُ اٰلِهٰی ۚ تَوْبَرَا ۚ هُوَ كَلِمَا ۚ اور کلام آخری الکریم کا وعدہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں پورا ہو گا کیونکہ خدا کے پاک اور حتمی وعدوں میں تخلف نہیں ہے یسوعؑ بتلاشیں۔ کہ کیا خدا کے اعزازی وعدے منافقین اور منکسوس ایمان لوگوں کے حق میں پورے ہوا کرتے ہیں؟ یا اُس کے سچے مخلصین عباد صالحین ہی ان سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ انصاف! انصاف!!

(۳) اَلَّذِیْنَ اٰخَرُ جُؤا مِنْ دِیَارِهِمْ لَیَغْرِقَنَّ اِلَآ اَنْ یَّقُولُوْا دُیْنَا اللّٰہُ ۚ پارہ ۱ سورہ حج رکوع ۳ (ترجمہ: جو لوگ اپنی دیار سے نکل دیئے گئے صرف اس بات پر کہ کہتے تھے۔ ہمارا رب ایک خدا ہے) اس آیت میں بھی ان مہاجرین کی شناخت بتلائی گئی ہے کہ ہاجر وافی سبیل اللہ کے مصداق وہی لوگ ہیں جو منہ خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے پر اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے؟ کہ اصحاب ثلاثہ کسی سرقہ یا دیکیتی کے جرم پر اپنے وطن سے نکال دیئے گئے تھے۔ یا کسی اور بات پر اپنی دیار چھوڑ کر بھاگے تھے۔ ہرگز نہیں۔ صرف اسی دعوے مرتبنا اللہ کے برے جو مخالفین اسلام کو ناگوار گذرتا تھا۔ گھروں سے بغیر کسی حق کے نکالے گئے۔ ان لوگوں کے حق میں اس آیت کی ابتدا میں درج ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَفْسِهِمْ لَهٰدٍ ۙ (یعنی خدا کے قیصران کا معاون و مددگار ہے) دیکھو! یہ خدا کا وعدہ کیسا پورا ہوا؟ آخر کار یہی منصوبہ جماعت غالب رہی۔ اس آیت سے آگے انہی لوگوں کا نشان رب العباد ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

الَّذِينَ اِنْ مَلَكَتْهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِ
 الْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (ترجمہ: یہ ایسا مخلص گروہ ہے کہ ان کو زمین پر تمکین
 اور برائی سے منع کرتے ہیں) دیکھو یہ شان ان نفوس مقدسہ میں کیسا چمکتا ہوا دکھائی
 دیتا ہے کہ مَلَكَتْهُمْ فِي الْاَرْضِ کے مصداق ہو کر منصب جلیل (خلافت) پر ممتاز ہو کر
 بھی مقیمین الصلوٰۃ و موثق الزکوٰۃ کے مصداق بنے ہیں۔ اور امر معروف اور نہی
 عن المنکر میں اپنی زندگی بسر کر گئے۔ انہوں نے شیعہ اپنے پاک نفوس کے حق میں برگمانی
 کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کھلے کھلے نشان بتلا کر ان کی فضیلت کا ثبوت
 دے رہا ہے۔

(۴) لَقَدْ فَرَّغْنَا لَكَ فَتْرًا مِّنْ قَبْلِكَ وَمَا نُنَاقِشُ الْعَادَةَ (ترجمہ: ہم نے تجھے
 پہلے ہی بتا دیا کہ کیا خدا کا یہ عطا کردہ مال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صادق و صلیق کا لقب فرماتا ہے
 بتم ہی بتاؤ۔ کہ کیا صادقین کا تم سے منافقتیں کو بھی لکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صادق و صلیق کا لقب فرماتا ہے
 صادق و صلیق کا مبارک لقب زمان و خاص و عام شکر و انقیاد و بیچارے جل جہن
 باتے ہیں۔ اور جلد دل سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ ابو بکرؓ کو صدیق کا لقب کوئی
 اور رسولؐ کی طرف سے تو نہیں ملا۔ بھائیو! ذرا آنکھیں کھولو۔ اور غور کرو۔ اُولَٰئِكَ

(۲۸) سورہ حشر۔ کوع ۴۴

(ترجمہ:۔ واسطے ان مفلس مہاجرین کے جو اپنے دیار و الماک سے نکالے گئے جو اللہ
 کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ کی نصرت کرتے
 ہیں۔ وہی لوگ سچے ہیں) اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے اُن فقراء مہاجرین کو صادق
 و صدوق ٹھہرایا ہے جو اپنے دیار و اموال چھوڑ کر محض خدا کے فضل اور اس کی رضا کی
 طلب میں جلاوطن ہو گئے۔ اُولَٰئِكَ فَرَّغْنَا لَكَ فَتْرًا مِّنْ قَبْلِكَ وَمَا نُنَاقِشُ الْعَادَةَ
 کے مصداق تھے شیعہ بتائیں
 و اصحاب ثلاثہ اس آیت کے مصداق ہیں یا نہیں۔ کیا وہ اپنی بستیاں اور اپنے مال و
 الماک چھوڑ کر تہدیت ہو کر صرف خدا و رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مدینہ
 میں نہیں جا بیٹھے تھے۔ کیا رسولؐ پاک کی نصرت و امداد میں کوئی دقیقہ باقی چھوڑا تھا؟
 اگر حجاب اثبات میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو صادقین کا مبارک لقب عطا فرماتا ہے
 بتم ہی بتاؤ۔ کہ کیا صادقین کا تم سے منافقتیں کو بھی لکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صادق و صلیق کا لقب فرماتا ہے
 صادق و صلیق کا مبارک لقب زمان و خاص و عام شکر و انقیاد و بیچارے جل جہن
 باتے ہیں۔ اور جلد دل سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ ابو بکرؓ کو صدیق کا لقب کوئی
 اور رسولؐ کی طرف سے تو نہیں ملا۔ بھائیو! ذرا آنکھیں کھولو۔ اور غور کرو۔ اُولَٰئِكَ

ہم اللہ صاف حق ہے کہنے والا کون ہے۔ اگر یہ خدا کی کلام ہے۔ تو یقیناً سمجھو کہ اس فقرہ پاک کے اثر سے ابو بکرؓ کی نسبت وصفت صدق میں مبالغہ کا صیغہ (صدیق) مشہرت پذیر ہوا۔ خدا نے اکرم کے عطیہ لقب صادقین کے خطاب مشہرہ کے ہر ایک شخص نے اپنے اپنے نصیب اور تہ کے مطابق حصہ لینا تھا۔ اور جیسا کہ ہجرت کر نیوالوں میں سے ابو بکرؓ رسول پاک کی نصرت میں سب سے اول نمبر رہے۔ آپ کی خدمت اور حفاظت کا حق تھا۔ ثور جیسے ہولناک مکان میں پورے طور پر ادا کیا۔ تین روزانہ اوار و برکات کا جنہوں نے تمام دنیا کو متور و مستغنیف کرنا تھا۔ تنہائی میں فیضان حاصل کیا۔ پھر آپ کے ہر کام میں شہداء و سفر وداشت کر کے پہنچے۔ ویسا ہی یہ لقب بھی جو کہ پیشگاہ حضور رب العالمین سے اس خدمت کے صلہ میں جملہ خدام کو بالعموم عطا ہوا تھا۔ ابو بکرؓ کو ملحوظ ان کی خدمات کے بالخصوص مبالغہ کے صیغہ میں تعریف میں عطا ہونا چاہئے تھا۔ جو ہوا۔ اب لامحالہ یہ صدیقی لقب خلیفہ اول کے لئے عطیہ انبوی ماننا پڑیگا۔

(۵) وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوا أَهْمَ بَا حُسَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضُّوا عَنْهُ وَعَازَلَهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ پارہ ۱۱ رکوع ۲ سورہ توبہ (ترجمہ)۔ اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور انصار لوگ اور جو نیکی میں ان کے تابع ہوئے۔ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے اور خدا نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہوئے ہیں جن کے نیچے نہیں ہوں گی۔ وہ اس میں ہمیشہ عیش کریں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے)

اس آیت میں صحابہ کے مراتب کا بیان ہے۔ خداوند کریم نے سب کا ذکر درجہ وار فرما دیا۔ مدارج میں پہلے مہاجرین پھر انصار بعدہ تابعین ہیں۔ اسی ترتیب سے آیت میں ان کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر سہ گروہ صحابہ کا جنتی ہونا۔ اور ان کو پروانہ خوشنودی بارگاہ انبوی سے عطا ہونا بتا بیان فرما دیا ہے۔ یہ آیت پکار کر کہنتی ہے۔ کہ فضیلت میں مہاجرین دوسرے صحابہ کرام پر نایتی ہیں۔ اور پھر مہاجرین میں سے سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہے جو سب سے سبق فی ہجرت مع الرسول ہے۔ جانتے ہو وہ شخص کون ہے؟ ابو بکر صدیق ہے۔ جو حکم اس آیت کریمہ کے افضل صحابہ ہیں۔ مگر مکرّم سے نکلنے کے

وقت پہلا شخص جو حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا بیشک اس کو سبق فی الہجرۃ مع الرسول
 مقرر حاصل ہے۔ اور یہ سلم الطرفین ہے کہ وہ شخص ابو بکر صدیق ہی تھا جو مکہ سے رسول
 پاک کا پہلا قدم اٹھائے اور مدینہ میں آخری قدم رکھنے تک آپ کے تابع اور ہم قدم رہا۔
 جس نے یہ مبارک اور پسندیدہ خدا سفر (ہجرت) اسی سردار و جہان محبوب عالمیان کے
 ساتھ قدم قدم لگے کیا۔ زے نصیب ابو بکر زے شان ابو بکر جس کو سفر میں ایسا
 خیر رفیق جس کے بقا کے لئے مکان عالم ملکوت بھی ترستے ہیں۔ نصیب ہو۔
 چرخش باشد سفر آدم کہ یارے ہم سفر باشد چنان یارے کہ زیبا طالعش باشد
 سوار ماہ احمد سرور جن و بشر باشد تر عنانش صدف صدیق پیر نامو باشد
 (۱) لَا يَسْتَوِي مَنْ تَلَفَ مِنْ قَبْلِ الْقِتْمِ وَقَاتِلٌ أَوْ كَلِمَاتٌ أَعْظَمُ دَرَجَةً
 مِنَ الَّذِينَ أَلْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا أَوْ كَلَامًا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنِي پاره ۲ سؤ
 حدید رکوع ۱۷ (ان اشخاص کی برابری کوئی نہیں کر سکتا۔ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے
 اپنا مال خرچ کیا۔ اور کفار سے لڑے۔ یہ لوگ بہت اعلیٰ درجہ والے ہیں، ان لوگوں
 نے جنہوں نے فتح مکہ سے بعد مال خرچ کئے۔ اور دشمن سے لڑے۔ اور سب کے لئے
 وعدہ بہشت خدا نے دیدیا ہے۔ اس آیت میں ایزد و تعالیٰ نے اس بات کا فیصلہ فرما
 دیا ہے۔ کہ فتح مکہ سے پہلے کے یاران رسول جنہوں نے جانی و مالی خدمات کیں بہت
 بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اب کوئی شخص انکار کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام پہلے گروہ میں داخل
 ہیں۔ جو فتح مکہ سے پہلے اپنی مال و جان کو آقائے نادر (رسول پاک) پر نثار
 کئے ہوئے تھے۔ اور کفار و انکار سے جہاد و قتال کرتے رہے۔ اس آیت کے رد
 سے بھی ابو بکر صدیق کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہیں
 انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنا سارا مال جو گھر میں رکھتے تھے۔ لاکر
 پیش کر دیا۔ اور خود ایک کبیل اور ٹھہرایا۔ پھر ابو بکر صدیق بھی وہ شخص ہیں جن کے گھر
 سے غار ثور میں سیدائش و جان (ضادہ ابی داحی) کا نان نفقہ اختیار کیا۔ کوئی نہیں
 جو اس بار غار کی مہم کا دعوے کر سکے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیه من يشاء
 (۲) هُوَ الَّذِي آتَاكَ بُصْرًا وَبِالْوُحْيِ مَنِينٌ وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ
 مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ إِنَّهُ خَيْرٌ مِنْ حَكِيمٍ دِيَا أَيْهَا النَّبِيُّ

حَسْبُكَ اللَّهُ وَأَمَّا اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ پارہ ۱۰ سورۃ انفال رکوع ۴
(توجہ اس خدائے اے رسول تجھے خاص نصرت سے تائید دی۔ اور مومنوں کی جہات سے اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر تو ساری زمین کی دولت خرچ کر دیتا۔ ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا تھا۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے نبی تجھے کافی ہے اللہ اور تیرے پیروکار مومن۔)

اس جگہ خداوند کریم رسول پاکؐ اطمینان بخش الفاظ میں فرماتا ہے۔ کہ ہر چند کفار تجھ سے ٹکر لڑائیں۔ یقیناً بال بینکا نہیں کر سکتے۔ دشمن کے مقابلہ میں آپ بالکل مطمئن رہیں۔ آخر میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ دشمن تیرے مقابلہ کی کیا تاب رکھ سکتا ہے۔ جبکہ آپ کی حامی اور موید ایک تو ہماری خاص نصرت ہے۔ دوسرا آپ کے تحت وہ الہی پلیٹن ہے۔ جس کا معائنہ ڈاکٹری نسبت امراض قلبی (رسادت و جسن) وغیرہ سرنیوٹے ہم خود ہیں۔ ہم نے پہلے ہی منتخب کر کے آپ کی فوج میں وہ نمک حلال سپاہی بھرتی کئے ہیں جن کے دل جملہ امراض سے پاک و صاف ہیں۔ ان کو ہمارے حضورؐ سے ایمان (اخلاص و اطاعت فرمان) کا تہہ مبارک خطاب ہو رہا ہے۔

دوم اس بیڑہ کے جملہ جنگی ملازمین کے لئے دل باہم ایسے جوڑ دیئے ہیں۔ کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان میں کبھی پھوٹ ڈال سکے۔ اور یہ تالیف قلوب کسی انسانی حکمت کا کام نہیں تھا۔ اگر دنیا کے سارے خزانے بھی اس کام پر خرچ کر دیئے جاتے۔ تو ایسا ہونا ناممکن نہ تھا۔ یہ صرف ہماری زبردست حکمت کا کام تھا۔ شیعہ صاحبان اس آیت پاک کے مضمون پر غور کریں۔ رب العباد نے کھلے الفاظ میں فرمایا ہے کہ جماعت رسولی میں تو ایک مخلص مخلص پاک دل گروہ ہمارے خاص حکم سے داخل کیا گیا ہے جن کی صفائی پر کسی انسانی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس خالص مخلص جماعت کو بارگاہ الہی سے مومن کا لقب مل چکا ہے۔ پھر شیعہ باوجود الہی شہادت کے ان کی بابت کیسے شبہا کر سکتے اور اس لقب خداوار (مؤمنین) کا تہہ ان سے چھین سکتے ہیں۔ دیکھو! جس فوج کے ہر ایک اوتے ملازم تک اس الہی تہہ (ایمان) سے لیس ہو چکے ہیں۔ اس کے اعلیٰ انصران کا جو رتبہ حضور الہی میں ہو سکتا ہے۔ تم خود ہی قیاس کر سکتے ہو۔ اس جماعت میں تو جماعت

سولی حرب السراہی فوج کے ہر ایک ملازم کی صفائی کی شہادت دی گئی ہے۔ اب اس اگلی آیت میں خاص اس فوج کے اعلیٰ افسران (سرواران) کے حالات حق تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

(۸) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ سَوَاحِدٌ أَوْ أُخْتَارٌ مِّنْ آلِ بَنِي إِسْرَءِيلَ يَرْحَمُونَهُمْ وَاللَّهُ يَرْحَمُهُمْ إِنَّهُ خَدَاةٌ عَلِيمٌ (ترجمہ: محمدؐ خاص خدا کا رسول ہے۔ اور جو لوگ اس کے ساتھ (اس کے خواص) ہیں۔ وہ کافروں پر سخت زور آور ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دیکھنا ہے رکوع سجدہ کرنے والے خدا کا فضل و رضا چاہتے ہیں۔ ان کے بہروں میں سجدہ کے نشان موجود ہیں) اس آیت میں حق سبحانہ و تعالیٰ ان خواصانِ یارگاہ احمدی کے اوصاف جلیلہ کا بیان فرماتا اور ان کی اعلیٰ اہمیت اور جو انفرادی اور باہمی اتفاق اور ان کے کیر کڑ (دیکھ چلن) اطاعت امر الہی کی تعریف کرتا ہے یعنی سرے اس اسلامی شہنشاہ کی فوج کی کمانڈر ان بہادروں کے ہاتھ میں ہے۔ جو دل سے اس شہنشاہ کا ہر وقت ساتھ دینے والے قَائِدِ مَعَهُ کے مضمون اور محبت کے معنی پر خوب غور فرمائیے۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ دشمن کی فوج غریض و غضب سے ٹوٹ پڑنے والے۔ دشمن پر ان کی شدت و قہر و صولت کا ایسا اثر پڑتا ہے کہ دیکھتے ہی ان کے چھلکے چھوٹ جاتے ہیں۔ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ آپس میں ایک دوسرے پر جان دیے والے۔ صحابہ کرام کے باہمی اتفاق ظاہر کرنے کے لئے رَحَمَاءُ کا لفظ عجیب موزوں ہے۔ وصف رحیمیت ہزار اتفاق کو اپنے اندر لپیٹے ہوئے ہے۔ اور واقعی اسلامی پیشواؤں کا اتفاق کوئی معمولی اتفاق نہ تھا۔ بلکہ وہ سچے رَحَمَاءُ تھے۔ اسی پاک وصف نے دشمن کے ہر ایک مقابلہ میں ان کو غالب اور فتیاب کر دیا۔ بھلا معمولی اتفاق بھی مقابلہ دشمن کے لئے کامیابی کا باعث ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اتفاق رحیمیت کی حد تک پہنچا ہوا ہو۔ جس پر ہزار اتفاق قربان ہے۔ انہوں اس رَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی مسلمہ وصف صحابہ کرام میں بھی شبیہ صاحبان دست اندازی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تَرَاهُمْ سَرَّحًا سَجْدًا یعنی باوجود اس اقتدار عظیم کے جو ان اسلامی سرداروں کو حاصل ہے۔ پھر بھی سَرَّحًا الہی و ربّار میں سر نیاز خم کئے ہوئے سَجْدًا بلکہ سر غر زمین پر رکھے ہوئے دیکھ لو۔ يَتَّبِعُونَ

فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَسِرَاصًا يَهُدِيهِ خَدَايَ طَيْسٍ كَيْفَ افسر کسی دنیوی اغراز کے طالب مال و دولت کے خواہاں نہیں ہیں۔ اور اپنی ان سچی خدات کا کوئی صلہ نہیں چاہتے۔ ہاں صرف اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی کا شرفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سِرَاصًا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ان سرداروں کی شناخت کے لئے دردی کے ساتھ بلے لٹکائے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ان کی شناخت کے لئے ان کے ماتھوں میں امتیازی خدائی نشان کثرت سجود کے باعث نمایاں و درخشاں ہیں۔ جو قیامت تک قائم رہیں گے اب شیعہ صاحبان خود ہی انصاف کریں۔ کہ اس تعریف الہی کے مصداق اسلامی پیشواؤں کی نسبت کیسے وہی تباہی خیالات کئے جاتے ہیں۔ کہ یہ لوگ شکوک الا یمان تھے۔ ننوذ بانسہ من ہندہ الخرافات۔

انتباہ

دوئوں آیات متذکرہ بالا اس امر کی شاہد عدل ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں صحابہ کرام میں ایسی سچی محبت و الفت اور ایک دوسرے سے پیار تھا۔ جو کبھی نزاع ہوئے تو لڑائی نہ تھی۔ ان کی محبت دنیا داروں کی ظاہری محبت نہ تھی۔ بلکہ خدا کی عطا شدہ صادق قلبی موت تھی جس کا نقش لوح دل سے مستطیل شکل تھا۔ اس الفت و محبت کو اگر کوئی قیمتا خرید کرتا۔ تو زمین و آسمان کے خفی خزانے بھی اس کے سامنے میج تھے۔ یہ تو الہی شہادت ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان اس کے خلاف یہ کہتے ہیں۔ کہ اور تو اور حضور علیہ السلام کے خاص لخاص اصحاب و احباب کے دل بھی صاف و شفاف نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کینہ و حسد دل میں رکھتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اصحاب ثلاثہ کو حضرت علیؑ سے بیر تھا۔ اور علیؑ مر قننی کو ان سے خصومت۔ پھر قارئین کرام خود ہی انصاف کریں۔ کہ شیعہ کو سچا مانیں یا قول خدا پر ایمان لائیں۔ بہر حال قول خدا سچا ہو گا۔ اور شیعہ جو اس کے خلاف بہتان بانڈھتے ہیں۔

بشہادت قرآن غلط اور جھوٹ ہے۔ جماعہ وایا اولی الاصرار

(۹) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ

کے بارہ میں ان حضرات کے دلوں پر قربت اور رشتہ داری کا لحاظ کبھی غور نہیں کیا۔
 بھی مستولی ہوا تھا۔ ایک ہی دشمن خدا و رسول کے ساتھ انہوں نے یار رائے کا ٹھکانہ بنے ہوئے
 تھے۔ کبھی نہیں پیش کر سکیں گے۔ پھر اس آیت میں اس امتحان کے پاس شدگان کی
 نسبت الہی شہادت دیکھو۔ کہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ نے ایمان کو نقش کر دیا
 ہے جو کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ روح النیب کے ان کو مدد ملی۔ اور قیامت میں بہشت کی
 نعمت جلیلہ حاصل کرینگے۔ ان کو خوشنودی کے سرٹیفکیٹ عطا ہو چکے۔ پھر ان کے ایمان
 اور فضیلت میں شک کرنے والے صاف تکذیب قرآن کرتے ہیں۔

شیعہ غور کریں

آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول علیہ السلام کے صحابہ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اسلام
 کے معاملہ میں کسی اپنے بیگانہ کا لحاظ نہ رکھتے تھے۔ دشمن خدا و رسول سے علانیہ دشمنی
 کرتے۔ خواہ باپ بیٹا۔ بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن شیعہ اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے
 ہیں۔ کہ اصحاب ثلاثہ (معاذ اللہ) کا فرو ستاف تھے۔ لیکن جناب امیر علیہ السلام ان کے
 یار نہ گانتھے رہے۔ ہر معاملہ میں ان کے مشیر کار رہے۔ سال غنائم میں حصہ دار بنے
 رہے۔ حتیٰ کہ اپنے تخت جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شادی خانہ آبلوی کے متعلق بھی
 حضرت عمر فاروق کے بہن بنت ہوئے۔ چنانچہ آنجناب نے یزید و در شاہ ایران کی دختر
 شہزادہ زینب جو غنیمت میں آئی تھی۔ ان کو بیاہ دی۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہاں تک تصریح
 ہے کہ تزدج فاطمہ کی سلسلہ جنابی بھی پہلے صدیق و فاروق نے ہی کی تھی (جلال العیون
 اردو ص) حضرت علی ان منافقین کے بچے نازیں بھی پڑھتے رہے۔ ہر بات
 میں ان سے ہال میں ہال لاتے رہے۔ کبھی ان سے قتال و جدال نہیں کی۔ خلاصہ رسول
 کی طرح ہر ایک مرحلہ میں ان سے متحد و متفق رہے۔ پھر شیعہ بتلا میں کہ امیر علیہ السلام
 آیت لَا تَجِدُ قَوْمًا إِذَا ضَلُّواْ فَهُمْ لَا مُصَدِّقَ لِّهُمْ کَیْفَ یُفْهِمُ رَحْمَةُ مِّنْهُ وَ
 دے سکتا ہے؟

(۱) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَابَتْ وُجُوهُهُمُ لِلَّهِ إِذْ يَدْعُوهُمْ بَآلِهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَغْلَقُوا
 دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُفْهِمُهُمْ رَحْمَةُ مِّنْهُ وَ

مِرْضَوَانٍ قَوَّجَتْ لَهْمُ فَوْجِهَا لَغِيْمٌ مُّقِيْمٌ بِأَرَاكۡ ۱۰ سورۃ انفال سورۃ ۶
(ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت اور جہاد کیا۔ اپنی مائی جانی
خدا سے دریغ نہ کیا۔ خدا کے ہاں بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اور وہی لوگ اپنی مرا
کو پہنچنے والے ہیں۔ خدا ان کو اپنی رحمت و خوشنودی کی بشارت دیتا ہے۔ اور بہتوں
کی جن میں اہل عیش حاصل کر گئے۔)

اس آیت کے مصداق مومنین کا اعلیٰ رتبہ ہونا اور ان کا فائز الدارين ہونا ایسا
فرمایا گیا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ اس آیت کے مصداق نہ تھے؟
کونسی وصف اوصاف مذکورہ آیت کریمہ ان کے مسلوب کر سکتے ہو۔ کیا آنحضرت ؐ
کے ساتھ بلا طمع و نبوی کے ایمان نہیں لائے تھے؟ یا آپ کے ساتھ ہجرت کا شرف
حاصل نہ کیا تھا؟ یا جہاد فی سبیل اللہ کے فرض کے تارک تھے؟ اگر ان میں یہ سب اوصاف
تھیں تو خدائے تعالیٰ نے ان کی نسبت شہادت دی ہے۔ کہ انکا درجہ خدا کے
ہاں بہت بلند ہے۔ اور وہ فائز المرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشنودی کا شریک
عطا فرمادیا۔ اور بہشت برین کا وعدہ ان کے لئے ہو چکا ہے۔ پھر جو شخص ان کے شان
والا میں گناہی کرے۔ وہ کب مومن رہ سکتا ہے؟ افسوس! کہ شیعہ حضرات قرآن پاک
میں رسول پاک کے اصحاب باصفا کی ایسی تعریف دیکھ کر بھی پھر کبر اس کرتے ہیں۔

(۱۳) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنْ اٰمُوْٓۤا مُنِيْنٍ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّهُمْ الْجَنَّةُ
يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعَدَا عَلَیْهِ حَقًّا فِی الْمَوَدَّةِ
وَالْاٰخِلِیِّ وَالْاٰخِرِ اَنْ قَدْ اَوْفٰی بَعْدَہٗ فَاَسْلَبْشُرُوْا بِبَیْعِکُمْ الَّذِیْ بَاٰیَعْتُمْ
بِہٖ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ اَلْاٰیٰتُ یُؤْتِی الْعَابِدُوْنَ اَلْمَثٰلُ یُحَوِّنُ
اَلْمَثٰلُ الْکَوْنُ الْاَمْرِ وَاَنْ بِالْمَعْرُوْفِ وَالتَّاهُوْنَ عَنِ الْکُنْکُرِ وَالْحَافِظُوْنَ
لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَیِّنًا مِّنْ مِّنْہٗ ۱۰ سورۃ توبہ سورۃ ۳

(ترجمہ: خدا نے خرید لی ہیں مومنوں کی جانیں اور مال (کہ اس کے راہ میں خرچ
کریں) اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ملیگا۔ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں
(کفار کو) اور مرتے ہیں (کافروں کے ہاتھ سے) اس کے ذمہ وعدہ ہو چکا سچا تو رات
اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ خوشی مناد اے

ایمان والو اس سو دے پر جو تم نے خدا سے کیا (یعنی فانی چیز و کیرا بدی نصیم لے لیا) اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ یہ (مسلمان) ہیں۔ تو بہ کر کے والے (برائیوں سے) بندگی کرنے والے (دل سے) شکر بخالانے والے (نعمت اسلام پر) بے لگاؤ رہنے والے (دنیا کے تعلقات سے) رکوع و سجود کرنے والے بھلائی کا امر کرنے والے برائی سے منع کرنے والے۔ نگاہ رکھنے والے حدود الشکر کو۔ اور ان کو مبارکباد دیکھے اگر ایسے القاب حضور الہی سے ان کو عطا ہوئے)

دیکھو! اس موقع پر حق تعالیٰ اُن پختے مومنوں کو جنہوں نے اس کی راہ میں جانیں اور اموال حاضر کئے۔ نوکد وعدہ بہشت عطا کر نیکار دیدیا اور فرما دیا۔ کہ یہ وعدہ سچے مومنوں کیلئے نہ صرف قرآن میں بلکہ تورات و انجیل میں بھی درج ہو چکا ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا۔ کہ ایفاء وعدہ میں خدا سب سے زیادہ پکا ہے۔ (کیوں نہ ہو وہ کیم ہے اور اگر کبھی وعدہ وفا) اس حتمی وعدہ دینے کے بعد پھر ان مومنین مخلصین کی خداوند عالی نے اوصاف جمیلہ بھی بیان فرمادیں۔ اب شیعہ حضرات سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ خدا سے یہ پورا کر نیوالے اصحاب ثلاثہ نہ تھے؟ انہوں نے اپنی جان و مال تو خدا کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اور اس کے عوض ان سے لئے عطیہ نصیم اخروی کا وعدہ بھی بارگاہ ایزدی سے ہو چکا پھر ان کی شان والا اس شک کرنے کی کچھ گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ کیا انہوں نے زرخش مالی و جانی خدمات) خدا سے واپس لے لی تھی؟ یا خدا نے ان کے ہاتھ سے مال مبیعہ (جنت) واپس لیکر بیع مذکور کا اتمام کر لیا ہے؟ کھلا و حاشا۔ یہ تو کئی معطی ہو چکی جو کبھی فتح ہو نہیں سکتی اور یہ اوصاف جو خدا اور عالم نے اپنی کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں۔ سب سے بڑھ کر انہی حضرات میں پائی جاتی ہیں۔ پس یہ کتنی بے انصافی ہے۔ کہ حق تعالیٰ تو ان کو مبارکبادی کے ساتھ وعدہ بہشت دے۔ اور ان کی تعریف کرے۔ اور نصیم اس کے خلاف کچھ الٹا ہی راگ کا شیں۔

(۱۳) وَجَاهِدْ وَاِنِی سَبَّلَ اللّٰهَ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ اَبِیْهِمْ هُوَ سَمَّا کُمْ مُسْلِمَیْنِ مِنْ قَبْلِ هٰذَا لَیْسَ بِتِلْکَ السَّوْلِ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شَهِیْدًا عَلَی النَّاسِ بِاَدَائِکُمْ سُوْرَةُ حَجِّ دُکُوْعٌ (ترجمہ:- اور خدا کی راہ میں سچا جہاد کرو۔ خدا نے تمہیں پسند

کیا۔ اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان (حکم بردار) پہلے ہی سے رکھا ہوا ہے۔ (یعنی انہی کتابوں میں) تاکہ رسول تمہارا گواہ ہو۔ اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

دیکھو اس آیت میں مومنین مجاہدین اسلام کے اسلام اور ایمان پر کیسی قوی شہادت الہی موجود ہے۔ کہ ان کا نام نہ صرف قرآن میں بلکہ پہلی آسمانی کتابوں میں پہلے ہی سے مسلمان لکھا ہوا ہے کیا خلفاء کرام سے بڑھ کر کوئی شخص وجاہد و فی سبیل اللہ کا حامل ہو سکتا ہے۔ اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ انہوں نے اس حکم پاک کی پوری جانفشانی سے تعمیل کی۔ پھر شیعہ اگر خدا کی جملہ آسمانی کتابوں سے ان کے سچے اسلام کی شہادت مشتاکے ہیں۔ تو ثنائیس بہمان اللہ! جن بزرگان دین کی اوصاف نہ تمام آسمانی نوشتوں میں پہلے ہی سے درج ہو چکی ہوں۔ اگر کوئی حق شناس ان کے خلاف یا وہ کوئی کرے

تو کیا مضائقہ ہے کہ نہ بیند روز شہرہ چشم چشم آفتاب را چہ گناہ
(۱۴) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنبَأَهُمْ فَتَحًا بِرَبِّهِمْ وَمَعَانِمَ
كَثِيرًا يَأْخُذُونَ بِهَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ أَحْكَمُ ۝ ۲۶ سورۃ فتح رکوع ۱۱

(ترجمہ) بالحق رب العالمین ان مومنین سے راضی ہو چکا۔ جبکہ وہ ایک درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے پس خدا نے ان کے دلوں کا حال جان لیا۔ خدا نے ان پر حجت اتاری۔ اور ان کو فتح قریب عطا کی۔ اور بیعت سامال غنیمت انہوں نے حاصل کیا۔ خدا غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت میں خداوند کریم نے بیعت الرضوان کے شاملین کو اپنی رضا کی سند عطا فرمائی۔ اور ان پر حجت کا نازل کرنا اور فتح اور حصول مغنم کی مبارکباد دی ہے۔ شیعہ بتلا میں کیا خوشنودی کا پروانہ منافقین کو بھی ملا کرتا ہے؟ کبھی نہیں۔ جو لوگ اس بیعت میں شامل ہوئے اور اس پر قائم رہے۔ ان کو مستور رضاء الہی عطا ہو چکا۔ اور الہی دربار سے ملا ہوا منشور پھر واپس نہیں لیا جاسکتا۔ یہ بات مسلم الثبوت ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ میں سے شیخین کو اس بیعت میں شریک تھے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعمیل حکم کے لئے مدینہ منورہ میں سفیر ہو کر گئے ہوئے تھے۔ اور وہ گویا اس بیعت میں پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے کیونکہ بیعت

لینے کے مطلب ہی یہ تھا کہ کوئی شخص ایسے مشکل وقت میں بہت ہار کر شکر اسلامیان کا ساتھ نہ چھوڑے۔ وہ تو پہلے ہی سے اس عہد کی وفا کا عمل ثبوت دے چکے تھے کہ عیش کے شہر میں امر رسولی بجا کر چلے گئے تھے۔ دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھی بیعت میں اسی طرح شریک فرمایا کہ خاص اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ بٹایا جس سے بیت عثمانؓ کا ترتیب سے بڑھ گیا۔ کتاب شیعہ میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے چنانچہ فروع کافی (روضہ جلد ۱ ص ۱۱۱) میں ہے:-

فَلَمَّا أَطْلَقَ عُثْمَانُ لَقِيَ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ فَمَّا حَرَّعَ عَنِ السَّيْرِ فَجَلَسَ عُثْمَانُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَدَخَلَ عُثْمَانُ فَأَعْلَمَهُمْ وَكَانَتْ أُمُّنَا وَشَهْدَةُ فَجَلَسَ سَهْلُ بْنُ عُمَرَ وَعِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ عُثْمَانُ فِي عَسْكَرِ الْمُشْرِكِينَ وَبَالَغَ رَسُولُ اللَّهِ الْمُسْلِمِينَ وَفَرَّبَ صَلَاحُ بَاخِدَى يَدَايِهِ عَلَى الْآخَرَى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ طُوبَى لِعُثْمَانَ طَاةً بِأَلَيْتٍ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَخْلَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَا كَانَ كَيْفَعَلٌ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَطُفَتْ بِأَلَيْتٍ فَقَالَ مَا كُنْتُ لَا طُوبَى بِأَلَيْتٍ وَرَسُولُ اللَّهِ لَمْ يُطْفِ بِهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْهَضَّةَ وَمَا كَانَ فِيهَا (ترجمہ:- پس جب چلا عثمانؓ ہوا ابان بن سعید کو پس شیرازین سے پس عثمانؓ اس کے آگے سوار ہوا۔ اور داخل ہوا عثمانؓ اور ان کو علم ہوا پس سہل بن عمرو (غیر مشرکین) رسول اللہ کے پاس بیٹھا۔ اور عثمانؓ نے مشرکین میں رسول اللہ نے مسلمانوں سے بیعت لی۔ اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر عثمانؓ کے لئے مارا مسلمان کہنے لگے۔ خوش حال عثمانؓ کا کہ طواف کعبہ نصیب ہوا۔ اور صفامرہ میں سعی کر چکا حضرت نے فرمایا ممکن نہیں کہ عثمانؓ ہمارے بغیر طواف کرے۔ پس جبوقت عثمانؓ آیا حضرت نے فرمایا کہ تو نے کعبہ کا طواف کیا؟ عرض کی کہ میں بغیر حضور کے کس طرح سے طواف کرتا) یہی مضمون شیعہ کی کتاب حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۱ میں درج ہے۔ اور ایسا ہی حلقہ حیدری میں درج ہے:-

طلب کرو پس شرف انبیاء	ز اصحاب عثمانؓ صاحب حیا
باد ہم ہماں گفت خیر البشر	کہ زان پیشتر گفتہ بد بائسہ
ہو سید عثمانؓ زمین و زمان	ہر مقصد وہاں شد چو تیر از کمان

چراورقت صحاب روزِ وگر
خوشحال عثمان با احترام
رسول خدا چوں شنید این سخن
ز عثمان بغیر نداریم ما این گمان
بگفتند چندیں بہ خیر البشر
کہ شد قیمتش حج بیت الحرام
بپاسخ چنین گفت با انجمن
کہ تنها کند طوف آن آستان

فضیلت عثمان

اس واقعہ سے جس کی شہادت کتب مقبرہ شیعہ کافی کلینی حیات القلوب جلد ۱
میں ملتی ہے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جن سے حضرت عثمان کی فضیلت کا نمایاں
ثبوت ملتا ہے۔

(۱) آنحضرتؐ کا حضرت عثمانؓ کو دیگر اصحاب کبار سے جن میں حضرت علیؓ بھی تھے
میں خاص مہم کے لئے سفارت کے لئے انتخاب کرنا۔

(۲) بیعت الرضوان کے وقت حضور علیہ السلام کا اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ
قرار دیکر بیعت عثمانؓ لینا۔

(۳) جملہ مومنین (اصحاب کرام) کا حضرت عثمانؓ کے اس اعزاز و امتیاز کا رشک کھاتے
ہوئے ان کو مبارکباد کہنا۔

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عثمانؓ کی خالص محبت و عشق رسولیؐ پر ایسا
دوق ہونا کہ فرما دیا (ناممکن ہے کہ اپنے محبوب (آقائے نامدار) کے بغیر وہ عاشق صادق
نہا حج بیت الحرام کر سکے۔

(۵) حضور علیہ السلام کی اس توقع کا آمد عثمانؓ پر صحیح ثابت ہونا۔
پھر تعجب ہے کہ ایسی صریح فضائل کا ثبوت پا کر پھر شیعہ حضرت عثمانؓ کے کمالات
نسبت شک و شبہ کریں۔ سچ ہے۔ الفضل ما شہدات بہ الاعداء۔

ایک اور ثبوت

حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا ایک اور ثبوت کتب شیعہ سے ملتا ہے جو فروع کافی جلد ۳
باب الروضہ ص ۴۹ میں درج ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَلْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ

عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ اخْتَلَفَ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمُخْتَوِّمِ وَالْبِدَاةِ مِنَ الْمُخْتَوِّمِ
وَحَرَّوْجُ الْقَائِمِ مِنَ الْمُخْتَوِّمِ قُلْتُ وَكَيْفَ الْبِدَاةُ قَالَ بَيْنَا دُيْنَا وَمِنَ السَّكْرِ
أَوَّلُ النَّهَارِ لَا إِنْ عَلَيْنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَشَيْعَتُهُ هُمُ الْقَائِمُونَ وَبَيْنَا دُيْنَا
آخِرُ النَّهَارِ لَا إِنْ عَثَمَانُ وَشَيْعَتُهُ هُمُ الْقَائِمُونَ (ترجمہ :- امام جعفر صادق
نے فرمایا۔ اختلاف بنی عباس کا امر یقینی ہے۔ اور بدلا بھی یقینی ہے۔ اور امام جعفر
علیہ السلام کا خروج بھی یقینی امر ہو گا۔ رادوی نے پوچھا۔ کہ نہ کیونکر ہوتا ہے۔ امام سے
کہا۔ کہ ابتداء صبح ایک سناوی آسمان سے نڈا کرتا ہے۔ کہ حضرت علیؑ اور ان کے پیرو فائز
(کامیاب) ہیں۔ اور آخر دن نڈا ہوتی ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے پیرو فائز (کامیاب)
ہیں۔

امام صادق علیہ السلام کی ایسی کھلی زبردست شہادت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرت عثمانؓ
کی فضیلت کے قائل نہ ہوں۔ تو پھر ان سے خدا کی قسم

آن را کہ بقرآن و خبر و نہی آست جوابے کہ جو ابش نہی
سوال شیعہ بیعت الرضوان کے شاملین میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے بیعت کو توڑ
دیا۔ اور ان کا خاتمہ بخیر نہ ہوا جیسا کہ اجدین قیس وغیرہ۔

جواب۔ ایسا شاید نادر وجود (اجدین قیس وغیرہ) اگر بیعت کو توڑ کر کفار میں مل جا۔
تو کیا مضائقہ۔ یہ شخص پہلے ہی سے ضعیف الایمان منافق تھا۔ پھر اس نے بیعت توڑ کر
اپنا نام اس انحصارِ خواص فریق کی فہرست سے خارج کر لیا جس کی عام تشہیر ہو گئی۔ اور
کتب فریقین میں اس کا ذکر ہے۔ لیکن اصحاب ثلاثہ کو ایسے مردود پر قیاس کرنا پرے پرے
کی حماقت ہے۔ جو کہ وہ ہم تک اس عہد پر قائم رکھنا فائز المرام ہوئے۔ اگر یہ لوگ
بھی بیعت شکن ہوئے تو سب بد خلافت نہوی پران کو مٹھینا کس طرح نصیب ہوتا۔ اور
حضرت علیؑ کے شیعہ خدا ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرتے۔ پھر حضرت عثمانؓ جن کو
خاندان رسالت میں دو دفعہ دلاوی کا فخر حاصل ہوا۔ اور جو عشق و محبت رسولؐ کے متجان
میں (جیسا کہ مذکور ہوا) پائیں ہو چکے۔ اور جن کے فائز المرام ہونے کی نسبت بشہادت صادق
علیہ السلام روزِ اہل آسمانی نڈا فضل علی المرتضیٰؑ ہوتی ہے۔ ایسے ویسے کس طرح قیاس ہو سکتے
ہیں؟ شیعو! ہوش کرو۔ انصاف انصاف !

(۱۵) لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ يَارَاحُ السُّورَةُ قُوبَةُ سَاكُوعِ ۱۲

(ترجمہ: خدائے رحیم نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر رحمت کی توجہ فرمائی۔ جو تنگی کے وقت آپ کے مانج ہوئے۔ بعد اس کے کہ پھر جانے لگے تھے ان میں سے بعض کے دل پھر ان پر رجوع رحمت فرمایا۔ خدا ان پر توفیق اور بڑا مہربان ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان مہاجرین و انصار کی تعریف فرماتا ہے۔ جنہوں نے ساعۃ العسرة (جنگ تبوک) میں شریک ہو کر آنحضرت کے اتباع کی۔ کیا اس جنگ میں صحابہ نشانہ شریک نہ تھے؟ بلکہ جناب امیر عثمانؓ نے تو اس ہمہ میں ایک قابل قدر نمایاں مالی خدمت پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور ایک ہزار اشرفی طلائی کی امداد دی تھی۔ اور یہ بات آپ کے کارناموں میں اب تک مشہور عام ہے۔

(۱۶) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِدُرَيْدٍ اذْ لَّهُمْ اَذَلَّةٌ فَأَنقَا اللَّهُ لَكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ اِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ اَنْ يَمِيْنًا كَمَا دَخَلَكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُتَرَكِّبِينَ ۝ يَارَاحُ ۴ سُوْرَةُ اَلْاَعْمَانِ دَكُوعِ ۱۳

(ترجمہ: اور بیشک خدا نے تمہیں بدر کی ہمہ میں نصرت دی تھی۔ جب تم کمزور ہو گئے تھے۔ سو تم اللہ سے ڈرو۔ تاکہ شکر یہ ادا کرو جبکہ تو کہتا تھا مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے؟ کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتہ اتار کر تمہاری امداد کرے۔ اس آیت میں شرکاء جنگ بدر کو مومنین کا لقب درگاہ رب العزت سے عطا ہو چکا ہے اور خلفاء ثلاثہ معرکہ بدر میں ضرور شامل تھے۔ شرکاء جنگ بدر وہ مقبولان بارگاہ ایزدی تھے جن کی تائید و نصرت کے لئے الہ العالمین نے تین ہزار فرشتے بھیجے۔ اور یہ لوگ آخر کار امداد الہی مظفر و منصور ہوئے۔

(۱۷) وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ بِبَنِي الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَارَاحُ ۴ سُوْرَةُ اَلْاَعْمَانِ دَكُوعِ ۱۳

(ترجمہ: جب تو صبح کو اپنے گھر سے جا کر مومنوں کو لڑائی کی جگہوں میں بٹھاتا تھا۔ خدا سنے والا اور جاننے والا ہے)

یہ آیت جنگ احد کا واقعہ بیان کرتی ہے۔ اس میں شاملین جنگ مذکور کئے گئے ہیں۔ اس پر تنقیص ہے۔ اس جنگ میں خلفاء ثلاثہ شامل تھے۔

طعن ششم

شیوہ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ جنگ احد میں رسول کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور جو شخص جنگ سے بھاگ جائے۔ وہ مؤمن نہیں ہو سکتا۔

جواب

اصحاب ثلاثہ کی نسبت یہ الزام کردہ معرکہ احد میں رسول پاک کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ ایک ایسا بیہودہ بہتان اُفتر ہے جس کا وہ کوئی ثبوت ہماری کتب معتبرہ سے نہیں دے سکتے۔ اور یہ امر کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے پیٹھ پھر جانے کا ذکر لکھا ہے۔ جیسا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پارہ ۳ سورہ آل عمران دکوچ ۷ (ترجمہ) تحقیق وہ لوگ جو دو لشکروں کے ملنے کے دن پیٹھ دے گئے تھے۔ ان کو شیطان نے اپنے بعض کسب (لایچ) کے باعث لغزش دی۔ اور بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ بیشک خدا بخشنے والا اور حلیم ہے)

سو اس آیت یا دیگر ایسی آیات میں کہیں تصریح نہیں ہے کہ یہ کون ازواج تھے؟ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے پیرو تھے۔ یا ثلاثہ اور ان کے اتباع فریقین اس آیت میں جس شخص خاص یا خاص جماعت کے ذمے یہ الزام عائد کریں۔ یہ ان کی ضد اور فاش غلطی ہے۔ پھر جب ان اشخاص کا یہ قصور معاف کر دیا گیا۔ تو پھر اس کے معافی کے بعد بڑا ظالم ہے وہ شخص جو ان کو مجرم سمجھے۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کو پڑھے اور غور کیجئے۔

خیال ششم

شیعہ کا اس بارہ میں عقیدہ یہ ہے کہ جنگ احد کے محرکین سارے کا سارا لشکر بھاگ گیا تھا۔ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابو دجانہ انصاری باقی رہ گئے تھے جیسا کہ فروع کافی جلد ۲ کتاب التہذیب

۳۳ میں درج ہے۔ اِنْهَزَمَ النَّاسُ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَاعِلٰی وَاَبُو دُجَانَةَ الْاَضْرَاجِ
(امد کے دن غیر علی اور ابو دجانہ انصاری کے سب لوگ بھاگ گئے)

سو اگر شیعہ کا یہ قول مان لیا جائے۔ اور یہ الزام ناقابل عفو ورم ٹھیرا جائے۔ تو علی کے علاوہ
صرف ابو دجانہ سلمان رہ جاتا ہے۔ اور شیعہ کے مسلمہ خاص مومنین مقداد۔ ابوذر سلمان عمار
غیرہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وفات رسول کے بعد قبول شیعہ صرف
بسی محدود ہے چند اشخاص رہ گئے تھے۔ باقی سب مرتد ہو گئے تھے۔ اور اس سے ابو دجانہ
انصاری بھی مستثنیٰ نہیں رکھا گیا۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فسانے یار لوگوں کے گھڑے ہوئے اور بالکل خرافات میں
من کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جنگ احد میں صحاب ثلاثہ حضرت علیؑ کی
طرح ثابت قدم رہے تھے۔ البتہ جن لوگوں کے پاؤں بوجہ ان کی غلطی کے نخرش کھا گئے
تھے۔ اور بیٹائے ہو گئے تھے سوہ بھی دوبارہ اکرم گئے۔ اور دشمن سے سینہ سپر ہو کر لڑے
اور اس وجہ سے ان کی وہ غلطی معاف ہو گئی۔ اور وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوْا غٰلِیًّٔا
(۱۸) وَقَدْ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْمُرْتَابُ یَحْزَنُوْنَ بَیْتُوْهُمْ بِاَیْدِیْہُمْ وَاَیْدِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ
پارہ ۲۸ سورۃ حشر سورۃ ۴ (ترجمہ۔ خدا نے ان کے دیہود کے) دلوں میں غم
الایا۔ اجاڑنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے)

اس آیت میں جن مسلمانوں نے رسول پاک کے حکم سے یہود کے گھروں کو لوٹا تھا۔ خدا
ان کے ایمان کی گواہی دیتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ صحاب ثلاثہ ان مومنوں کے سرگروہ
اور قافلہ سالار تھے۔ اور انہی کی تنزیلیت اور تدبیر سے یہود کے گھر تباہ کئے گئے تھے۔ افسوس کہ
قرآن جا بجا ان پاک نفوس کے فضائل بیان کرتا ہے۔ مگر شیعہ کے دلوں میں ایسی ہر لگ گئی
کہ سمجھنے سے رہے۔

(۱۹) وَلَئِنْ سَأَلْتُمْ عَنِ امْتِنَانِہُمْ عَلٰی الْاُخْرِیْرِ وَاٰمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ
عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ہُمْ الْمَفْلَحُوْنَ پارہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۲۔
(ترجمہ۔ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہوتی چاہئے جو داعی الی الخیر امر بالمعروف اور
ناہی عن المنکر ہو یہ لوگ نجات پانے والے ہیں)

اب بتاؤ کہ صحاب ثلاثہ میں یہ اوصاف نہ تھیں۔ جبکہ انہوں نے اپنی زندگی ہی اس کام میں

توقف کر دی۔ اور ملک کے ملک فتح کر کے ان میں توحید کی روح پھونک دی تھی۔ تو وہ بنیوں
اس آیت کے مفہوم ماننے پڑ گئے۔

(۲۰) فَسَوِّغْ يٰٓاَيُّهَا اللّٰهُ بِقَوْلِهِمْ وَبِحَبْوَتِهِ اِذْلَاجًا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْرَاجًا
عَلَى الْكَافِرِيْنَ يٰٓاَيُّهَا هُدًى فِى الْاَلَمِّ وَلَا يَخَافُوْنَ كَوْمَةً لَا تَكْمُلُ اِلَّا فِى رُءُوسِ
اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ پارہ ۶ سورۃ مائدہ رکوع ۱۲

(ترجمہ :- خدا ایسی قوم لایگا جن کو رسول دوست رکھیکا۔ اور وہ اس کو دوست
رکھیں گے۔ یہ قوم مسلمانوں پر ہر بان کفار پر سخت گیر کر نیوالی ہے۔ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں
اور کسی طاقت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ خدا کی عنایت ہے۔ جسے چاہے بخشے۔ خدا وسیع
علم والا ہے)

بتاؤ! یہ قوم کون تھی؟ جو نبی کریم کے سچے دل سے محب اور نبی کریم ان سے محبت کھتے
تھے۔ کیا ثلاثہ اس کے مصداق نہیں؟ کیا اصحاب رسول اور یاران غار ان کا نام دنیا میں
یہ نبی مشہور ہو گیا۔ سوچو اور سمجھو سوچو۔

(۲۱) وَمَا لَهُمْ اَلَّا يَخْلَعُوْهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا
كَافُوْا اَوْلِيَآءَهُ اِنْ اَوْلِيَآءَهُ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ پارہ ۹
سورۃ انفال رکوع ۴ (ترجمہ :- اللہ ان کو کیوں نہ عذاب کرے۔ حالانکہ وہ پیغمبر
کو مسجد الحرام سے بند کرتے ہیں۔ اور وہ کافر مسجد کے متولی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو سقی
لوگ ہیں۔ لیکن کافر جانتے نہیں)

بتائیے! مسجد الحرام کے متولی کون لوگ تھے؟ جن کے سقی ہونے کی شہادت ابھی
مل ہی ہے۔ مسجد الحرام کے متولی بعد وفات نبوی وہی آپ کے خلفاء راشدین تھے جنکو
شیعہ نافہمی سے منافقوں کا خطاب دیتے ہیں۔ حالانکہ رب العزۃ ان کو متقون کا لقب
عطا فرما چکا ہے۔ یہی لوگ مسجد موصوف کے متولی رہے۔ اور خدا کے گھر کعبہ شریف کی
کنبیاں بھی انہی کے ہاتھ میں۔ اور شہادت الہی مسجد الحرام اور کعبہ اللہ کے متولی متقین
ہی ہو سکتے ہیں۔ وَلٰكِنْ الشَّيْطٰنُ لَا يَعْلَمُوْنَ

(۲۲) وَمِنْهُمْ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُولُوْنَ هُوَ اَذُنٌ مِّمَّنْ اٰوَىٰ خَيْبَةَ لِّمَنْ
يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيَوْمِنَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ اٰمَنُوْا پارہ ۱۰ سورۃ توبہ رکوع ۱

(ترجمہ: منافقین سے بعض ایسے لوگ ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک کان ہے۔) یعنی ہر ایک کی بات سنتا ہے (کہہ دے۔ کہ کان سننے والا تمہارے لئے بہتر ہے جو خدا کی کلام کی تصدیق کرتا ہے۔ اور سچے مومنین کی بات مانتا ہے۔ اور تم میں سے ان لوگوں کے لئے حجت ہے۔ جو سچے مومن ہیں)

اس آیت میں حق تعالیٰ نے صاف بتا دیا ہے۔ کہ رسول خدا مخلص مومنین کی باتیں سنتے اور ان کی تصدیق فرماتے تھے۔ اور آپ کی نظر حجت بھی مخلص مومنین ہی پر ہوتی تھی اور یہ سلسلہ بات ہے۔ کہ اصحابِ ثلاثہ آنحضرتؐ کی مجلس شری کے اعلیٰ مبران تھے۔ آپ جملہ امور میں بحکم و شاورہ فی الامر جملہ امور میں ان سے مشورہ لیتے۔ اور بہت باتوں میں انہی کی صلاح و مشورہ پر کام کرتے تھے۔ اور خدا نے کریم فرماتا ہے۔ کہ نبی کریمؐ کو اجازت ہی نہیں ہے۔ کہ غیر مومنین لوگوں کی باتیں سنکر ان کی تصدیق کریں۔ چہ جائیکہ ان کو اپنا مشیر یا صاحب گردائیں۔ اور نیز جس قدر آپ کی نظر عاطفت ثلاثہ پر تھی۔ اس سے انکار ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ آپ نے ان کے گھر سے نلے اور اپنے گھر سے دیئے۔ اور آیت سے ثابت ہے۔ کہ آپ کی نگاہ عاطفت مومنوں پر ہی ہوا کرتی تھی۔ پھر شیعہ صاحبان کا آپ کے مصاحبوں آپ کے مخلص دوستوں آپ کے قریبداروں کے ایمان میں شک کرنا سخت نا انصافی اور صریح جے ایمانی ہے۔

(۲۳) وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِرَحْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرٍ مِّنَ النَّارِ فَنَقَاكُمْ مِنْهَا پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۲ (ترجمہ: اللہ کا احسان کرو جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اور اس کی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ (دونخ) کے گڑھے کے کنارہ پر تھے۔ پھر خدا نے تمہیں اس سے نجات دے دی)

اس آیت میں حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اسلام سے پہلے صحابہ کرام کی باہم دشمنی عداوتیں جلی آتی تھیں۔ جنکو اسلام کی روشنی نے بالکل مٹا دیا۔ اور آپس میں ایسی اخوت قائم کر دی۔ کہ اس بھائی بندی کا رشتہ قیامت تک قائم رہے والا تھا۔

آیت اس امر کی گواہ ہے کہ صحابہ کرام میں اسلام لانے کے بعد ایسی دوستی و اخوت پیدا ہو گئی تھی۔ کہ عداوت کا احتمال ہی جاتا رہا۔ لیکن شیعہ برخلاف اس کے یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام لاکر بھی ان میں عداوت بدستور رہی۔ اور وہ ایک دوسرے کے دشمن بنے رہے۔

خدا کو سچا مانیں یا شیعہ کے مروجہات فاسدہ کو صاحبان اگر قرآن سچا ہے۔ اور کوئی مسلمان قرآن کی تکذیب نہیں کر سکتا تو ماننا بڑھ گیا کہ اصحاب ثلاثہ اور علی المرتضیٰ باہم بھائی بھائی اور شیوخ شکر تھے۔ ایک دوسرے کے منہ پر جان قربان کرتے۔ اور باہم مل کر اسلام کی خدمات بجالاتے۔ اور کفار سے جدال و قتال کرتے تھے۔ نیز آیت سے ثابت ہو چکا ہے کہ اسلام لانے سے پیشتر یہ لوگ دوزخ کے کنارہ پر تھے۔ لیکن اسلام کی نعمت حاصل ہونے کے بعد آتش دوزخ ان پر حرام ہو گئی۔ اور یہ بالکل نجات یافتہ ہو گئے۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے۔ تو وفات نبویؐ کے بعد سوائے معدودے چند اشخاص (تین جاہل کے سب کے سب مسلمان مرد و کافر ہو گئے۔ اور جہنم کے گڑھے میں گر گئے۔ پھر تو فنا نقد کھر منہا کا مضمون غلط ہو گیا۔ اور مخبر صادق کی شہادت جھوٹی ہو گئی (استغفر اللہ) (۲۴) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۷) (ترجمہ: خدا نے مسلمانوں پر رحمت کیا کہ ان میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کیا جو ان کو ہماری آیتیں سناتا اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ پہلے صریح گمراہی میں تھے) یہ آیت اور اس مضمون کی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم کی تعلیم پاک کا اثر یہ تھا کہ آپ کے شاگردان رشید سب کے سب حملہ امراض ظاہری و باطنی سے بالکل پاک و صاف ہو گئے تھے۔ اور نور اسلام کی چمک کے بعد ناممکن تھا۔ کہ پھر ظلمت کھراں قلوب پاک میں عود کرتی۔ اور واقعی نبیؐ آخر الزماں کی قوت تاثیر ایک حجرہ تھی جس پر غیر اقوام کو آج تک رشک ہے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک کسی نبیؐ کی تعلیم میں یہ اثر نہیں پایا گیا۔ کہ ایک تھوڑی سی مدت میں شرق سے غرب تک نور اسلام پھیل گیا۔ اور ایسے کامل و مکمل مسلمان پیدا ہو گئے جنہوں نے دنیا سے بٹ پستی کا نام و نشان مٹا دیا۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ بقول شیعہ بہت بڑے مسلمان اصحاب اربعہ جو آپ کی کونسل کے اعلیٰ ممبران آپ کے صبح و شام کے مشیر یا تدبیر تھے۔ ان کا ترکیہ بھی آپ سے نہ ہو سکا۔ بلکہ ان کے دل باہمی عداوت و کینہ سے نبی علیہ السلام کی زندگی میں بھی مکدر رہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد تو سب کے سب مسلمان سوائے تین چار اشخاص کے دین سے پھر گئے۔ اور کفر و فتنان اختیار کیا

کر لیا۔ تو پھر وہ تزکیہ کہاں گیا۔ اور وہ تعلیم کتاب و حکمت کیا ہوئی؟ کیا لشت نبی علیہ السلام سے غرض صرف دو تین اشخاص کی صلاح تھی؟ اور یہی نبی آخر الزمان کی قوت اعجاز کا کرشمہ تھا۔ کہ آپ کی آنکھ بند کرنے کی دیر تھی۔ کہ تمام نقشہ ہی بدل گیا۔

بھائیو! غور کرو کس قدر اسلام اور ہادیئے اسلام پر دھبہ آتا۔ اور مخالفین اسلام کو طعن کا موقع ملتا ہے۔ اگر شیعہ کا اعتقاد درست مانا جائے۔ لیکن یہ سب کچھ یہودیہ گوئی اور لغویت ہیں۔ جو کسی یہودی کے بہکانے پر ردِ افض کے دلوں میں یہ شیطانی وساوس پیدا ہو گئے ہیں۔ الحق ہادیئے اسلام کی تعلیم پاک میں یہ قوت اعجاز تھا۔ کہ آپ کی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ایسے فاضل پیدا ہوئے۔ جنہوں نے دنیا کو سبقِ توحید سکھا کر ہمیشہ کے لئے ادھام پرستی سے نجات دلا دی۔ اقطاع الارض میں نور اسلام کی کرنیں پہنچ کر باعثِ رفعِ ظلماتِ کفر و شرک ہو گئیں۔ رضی اللہ عنہم در ضواعتہ۔

(۲۳) وَاعْلَمُوا أَنَّمَا اللَّهُ لَكُمْ رَسُولٌ لِّمَنْ يُظِيعَكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنَ اللَّهُ الْغَافِلِينَ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرْتَبَنَ فِي قُلُوبِهِمْ وَكَرَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالْقُسُوفِ
وَالْعُصْيَانِ هَ أُولَئِكَ هُمُ السَّامِئُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ
پارا ۲۶ سورۃ حجرات رکوع ۱۳ (ترجمہ:-) مسلمانو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول
ہے۔ اگر وہ اکثر باتوں میں تمہارا کہنا مان لے۔ تو تمہیں تکلیف ہو لیکن اللہ نے ایمان کو
تمہارا محبوب بنا دیا ہے۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا ہے۔ اور کفر و فسق و نافرمانی
سے تمہیں متنفر بنا دیا ہے یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ اور ان پر اللہ کا فضل و
احسان ہے۔ خدا دانا و حکیم ہے)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کے دلوں میں خدائے ایمان راسخ اور مضبوط
کر دیا ہے۔ اور ایمان کے ساتھ ان کو محبتِ طبعی ہو گئی ہے۔ اور کفر و فسق سے ان کو ہمیشہ
کے لئے نفرت ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ایمان کے خلاف کوئی بات ان سے سرزد ہونا
محال تھی۔ پھر ان پاک نفوس پر یہ الزام کہ ان کی ایمانی حالت ایسی متزلزل تھی۔ کہ نبی کریم
کی زندگی میں بھی ان کا ایمان صرف رسمی اور ظاہری تھا۔ ظاہر میں نبی کریم کے دوست اور اندر
سے دشمن بنے رہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد خاندانِ رسالت پر علانیہ ظلم کرنے شروع کر دیے
کیا یہ آیت کریمہ مذکورہ کی صریح تکذیب نہیں ہے؟ جبرتِ عبرت جبرت!

(۲۵) فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَاللَّسَّامُ كَذِبَ النَّفْسِ
وَكَاثُرًا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ پارہ ۲۸ سورۃ فتح رکوع
(ترجمہ: پھر خدا نے سکینہ (رحمت) اپنے رسولؐ اور ایمان والوں پر نازل کی۔ اور صفت
تقویٰ ان کے لئے لازم کر دی۔ اور وہ اس انعام کے مستحق تھے۔ اور خدا ہر شے کا علیم
ہے۔)

یہ سورۃ فتح کی آیت ہے جس میں مجاہدین حدیبیہ کے فضائل و مناقب کا بیان ہے۔ انکو
سکین اور تسلی دی گئی ہے۔ اور آئندہ فتوحات و غنائم کی بشارت سنائی گئی ہے۔ اور
اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ صاحب کی طرف سے صحاب
حدیبیہ پر سکینہ نازل ہوا۔ اور صفت تقویٰ ان کے لئے ایسی وصف لازم ہو گئی۔ جو کبھی
منفک نہیں سکتی۔ اور یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ سچے جان نثاران رسولؐ فی الواقعہ اس انعام عظیم
کے سب سے زیادہ مستحق اور سزاوار تھے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جن لوگوں کے لئے وصف تقویٰ
لازم کر دی گئی ہو کیا وہ منافق ہو سکتے ہیں؟ یا پھر ان کے ارتداد کا احتمال ہو سکتا ہے؟
(۲۶) اَلَا تَتَذَكَّرُ ۚ اِنَّكَ نَصْرَكَ اللَّهُ اِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ
هُمُ فِي الْغَارِ اِذْ قَالُوا لَصَاحِبِهِمْ لَا تَجْعَلْ لَنَا دَلِيلًا ۚ اِنَّكَ سَكِينَتَكَ عَلَيْهِ
پارہ ۱۰ سورۃ توبہ رکوع ۱۲ (ترجمہ: اگر تم اس کی مدد نہ کرو۔ (تو کیا مضائقہ) نہ
اس کا ناصر ہے) جس نے اس وقت اس کو نصرت دی جب کہ کفار نے اس کو مدد سے
نکلالیا۔ وہ دوسرا تھا دو میں سے جبکہ وہ دونوں دوست غار میں تھے۔ اور جبکہ اپنے
رفیق کو کہہ رہا تھا کہ غم نہ کیجئے یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے۔)

فضائل صدیقی پر روشن دلائل

اس آیت پر نظر انصاف کرنے سے فضائل صدیقیؓ تاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے
ہیں۔

(۱) ایسے ہولناک وقت میں بامر الہی ابو بکر صدیقؓ کا انتخاب ہونا اور صدیق اکبرؓ کا ایسے خطرناک
موقعہ پر اپنے اخلاص و عقیدت میں کچا نکلنا۔ بڑی بہادری سے اس پر خطر خدمت کا بصدر
دل منظور کرنا اور دشمن کی تلواروں کے سایہ کے تلے سے اپنے پیارے آقا

کو بچا کر اپنے کندھے پر سوار کر کے فاروق میں لیجا نا صدیق اکبر کے فضل عظیم پر روشن دلیل ہے
(۲) خدا کے حضور سے ثانی امتین اور لصاحبہ ثانی رسول اور صاحب نبی (دو عظیم
الشان خطابوں کا عطا ہونا رسول خدا کا لا تَحْزَنُ ایک تسلی بخش اور تسکین دہ فقرہ
بھی اس عاشق صادق کے لئے کچھ کم فخر نہیں ہے۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ عاشقان
ذات احمدی اگر اعلیٰ دو جہان کے منہ سے کوئی معمولی اور اتفاقی فقرہ یا کلمہ بھی سُن لیا کرتے
تو مدت العمر اس کا لازمی ورد رکھتے۔ اور اس کو طرہ امتیاز سمجھ کر اپنے ہم نشینوں میں
اس پر اظہار فخر و مباحات کیا کرتے تھے۔ اگرچہ بظاہر وہ فقرہ زبرد تو بیج کی غرض
سے ہی اس پاک منہ سے نکل جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ علی المرتضیٰ جبکہ گھر سے کچھ منعقد
ہو کر مسجد میں جا کر زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور رسول اکرم ان کو ڈھونڈتے ہوئے سر پر
چا کھڑے ہوئے۔ ان کا چہرہ خاک آلود دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ تَجَّأَ يَا أَبَا تُرَّابٍ وہ فقرہ
ابو تراب جناب علی المرتضیٰ کو ایسا پیارا معلوم ہوا کہ اپنی کنیت ہی اس کو بنا لیا۔ اب تک
آپ کی یہ کنیت زبانزد عوام ہے۔ ایسا ہی ایک صحابی شوبلیوں سے پیار کرتا ہوا دیکھ کر
ابو ہریرہ کا کہہ دیا تھا۔ اس نے فخر کے ساتھ یہی کنیت اختیار کر لی۔ ایک دفعہ ابو ذر غفاری
نے بار بار اعادہ سوال کیا۔ آپ نے تیسری دفعہ کے جواب میں فقرہ عَلٰی مَا نَحْمُ الْفَ اِنِّیْ ذَرَّ
خُطْبٰی سے فرمادیا۔ وہ عاشق ذات رسالت مآب اس حدیث کو ہر مجلس میں ذکر کرتا۔ اور وہ
فقرہ عَلٰی مَا نَحْمُ الْفَ اِنِّیْ ذَرَّ پھر فخر سے دہرایا کرتا تھا۔ اب خیال فرمائیے۔ کہ اس جناب کا اس
خلوت کی مجلس میں ابو بکر صدیق جیسے عاشق صادق جان نثار کو لا تَحْزَنُ کا دلا سے دینا
اور پھر پیار سے راحت بخش فقرہ کرب العزت کے حضور میں منظوری کا خرف حاصل کر کے
کلام الہی میں درج ہو جانا۔ یہ فخر صدیق اکبر ہی کے حصّے میں تھا۔ کون ہے جو صدیق
رتبہ کی ہمسری کا دم بھر سکتا ہے۔ اور کون مردود ازلی ہے جو صدیق نقی فضائل سے انکار
کر سکتا ہے؟

(۳) پھر دوسرا پاک فقرہ جَوَلَا تَحْزَنُ کے بعد صدیق اکبر نے اس زبان فیض تر جان سے
سنا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کا عظیم فقرہ ہے۔ جو صدیق اکبر کی عظمت پر روشن دلیل ہے
جانتے ہو معیت ایزدی کیا معنی رکھتی ہے؟ خدا کن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ
مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ خدا کی معیت متقین اور مہتمن کو ہی نصیب

ہوتی ہے۔ پھر جب محبتِ انہوی ایت مذکورہ کے رو سے صدیق اکبر کے لئے منصوص ہوگئی۔ تو پھر ان کا شقی اور حسن ہونا کسی مزید دلیل کا محتاج نہ رہا۔ اللہ اکبر محبتِ انہوی اور کون سی محبت وہی جو رسول پاکؐ سے محبتِ انہوی تھی۔ صدیق اکبر کے نصیب ہوئی۔ مَعْنَا کی ضمیر جمع پر غور کرو۔ مَعْنٰی یا مَعْنٰی نہیں فرمایا۔ بلکہ مَعْنَا فرمایا یعنی خدا میرے اور تیرے دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر صدیق اکبر ایسے بایل وقت میں حبیبِ کبریائی رسولِ الہی کی سچی محبت اختیار نہ کرتا۔ تو کیونکر اس قدر اکرام و اجلال درگاہِ رحمانی سے میسر ہو سکتا اسی سچی خدمتگداری کا صلہ ہے۔ جو کہ رسول اکرمؐ سے اس خاص تعلق حضورِ کبریائیؐ سے الہی سے حصہ لیا۔ سچ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضْلِعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(۴) پھر قول الہی فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتًا عَلَیْكَ يٰرَسُولُؐ پر غور فرمائیے۔ یعنی خداوندِ کریم نے سکینۃ (رحمت) اس پر نازل فرمائی۔ کیا رحمت الہی کا حاصل کرنا کوئی معمولی بات ہے؟ بڑا مبارک ہے وہ شخص جس پر رب العالمین رحمت بھیجنے کی خبر کتابِ کریمہ دیکھا ہے (۵) قولِ باری تعالیٰ اِذَا خَرَجَۃُ الْمُنٰیۡنِ كَفَرُوْۤا بِآیِّ اٰثٰنٰیۡنِ (کافروں نے رسولؐ کو اس حالت میں گھر سے نکالا۔ کہ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا۔ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ کفار کو جس قدر عداوت رسولؐ سے تھی۔ اسی قدر ابو بکر صدیقؓ سے بھی تھی۔ وہ ہر دو نیکو یکساں اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اور دونوں کے ساتھ ایک برتاؤ کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ رسولؐ کے مصیبت میں شریک کامل تھے۔ بجائے غور ہے کہ قرآن پاک میں جس خصوصیت اور تشخیصِ تعین کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ کا صاحبِ رسولؐ ثانیِ انبیین اور دیگر فضلِ کمالِ طرحت سے بیان کیا گیا ہے جس سے موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور کسی دوسرے صحابی کا ذکر بالقرآن اس طرح قرآن شریف میں پایا نہیں جاتا۔

واقعہ غار کی تصدیق کتبِ شیعہ سے

واقعہ غار کی تصدیق مصاحبتِ صدیق اکبرؓ رسولؐ کے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے شیعہ مصنفین اس واقعہ کی تصدیق پر مجبور ہوئے ہیں۔ گو تاویلاتِ رسمیہ سے دریغ نہیں کی۔ مگر اصل واقعہ کو چھپانا مشکل تھا۔ تلفِ حسنِ عسکری ص ۲۳ میں ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلَیْہِ یَا مُحَمَّدٌ اِنَّ اَۤلَیَّ اَۤلِیِّیْ عَلٰی یَقْرَۃً عَلَیْکَ السَّلَامُ وِیَقُوْلُ

لَكَ يَا أَبَا جَهْلٍ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ قُرَيْشٍ وَلَوْ دَبَّرُوا وَيْمُودُونَ قَتْلَكَ إِلَى أَنْ تَقَالَ
وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّكَ أَنْتَ وَسَاعِدُكَ وَوَأَمْرُكَ وَتَقْبَلُ عَلَى
تَعَاهِدِكَ وَلَعَا قِدَاكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رَفَقَائِكَ وَفِي عُرْشَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ
إِلَى أَنْ يَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَأَبِي بَكْرٍ أَضَيْتَ أَنْ تَكُونَ مَعِي
يَا أَبَا بَكْرٍ تَطْلُبُ كَمَا أَلْتَبُ وَتَعْرِفُ يَأْنَكَ أَقْتُ الَّذِي يُوَلِّي عَلَى مَا أَدَّ عَلَيْهِ
تَقَعَّلُ عَنْهُ أَنْوَاعُ الْعَذَابِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا أَنَا لَوْ عَشْتُ
عَمَّ الدُّنْيَا أَعَذَّبَكَ فِي جَمِيعِهَا أَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَى مَوْتٍ مُرِيحٍ وَ
لَا فَرَحٍ مُبِيحٍ وَكَانَ ذَلِكَ فِي مُحَبَّتِكَ نَكَانَ ذَلِكَ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ اتَّعَمَّ فِيهَا
وَأَنَا مَا يَكُ لِحُجِّجٍ مَمْلُوكٍ لَهَا فِي مُحَاذَاتِكَ مَا أَهْلِي وَدَكْدِي إِلَّا فِدَاكَ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا جَزَاءَ أَنْ أَمْلَحَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِكَ وَوَجِدَ مَا فِيهِ مُوَاقِفًا
إِلَّا جَزَايَ عَلَى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّي مِمَّنْزِلَةَ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالْمَاءِ مِنَ الْجَسَدِ
وَمِمَّنْزِلَةَ الرُّوحِ مِنَ الْبَدَنِ كَعَلِيٍّ وَالَّذِي يَهْوُكَ (انتهی مخلصاً)

(مفسر جامع خلاصہ کلام امام علیہ السلام کا یہ ہے جبریل علیہ السلام رسول پر وحی لایے۔
اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ابو جہل اور جماعت قریش
نے تیرے قتل کرنے کی تدبیر کی ہے۔ اس کے چکر فرمایا۔ اور عدائے تجھے حکم دیا ہے کہ ابو بکر
کو اپنا رفیق سفر بناؤ۔ اگر وہ موافقت و موافقت کرے۔ اور اپنے عہد پر قائم رہے۔
تو جنت میں بھی تیرے ساتھ ہوگا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے
اور کہا کہ اے ابو بکر تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو۔ اور کفار قریش جس طرح
میرے قتل کے لئے مجھے تلاش کریں۔ ویسا ہی تیرے قتل کے بھی ورپے ہوں۔ اور اس بات
کی تائید ہو۔ کہ تو نے ہی مجھے اس بات پر آمادہ کیا۔ اور میری رفاقت کے سبب سے تجھے
جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں۔ کہ اگر آپ کی
محبت میں عمر بھر مجھے عذاب اور تکالیف پہنچتی ہیں۔ (نہ مومن اور نہ کفر میں) تو میرے
نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی شہنشاہی قبول کروں۔ میری جان مال
اور اہل و عیال سب کے سب آپ پر قربان میں۔ (آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں) یہ سنکر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا۔ اور تیرے دل کو تیری

کے مطابق پایا یا یقین خدا نے تجھے نازل میرے سمع و بصر کے گردانا۔ اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے)

شیعوں کے دلوں میں اگر کچھ بھی عزت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی ہے تو وہ امام والا مقام کی یہ روایت پڑھ کر غور کریں۔ کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی کس قدر تعریف ہوتی ہے۔ اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہیں۔

(۱) ابوبکر صدیق کی رفاقت رسولؐ سفر ہجرت میں اللہ تعالیٰ کے خاص حکم سے عمل میں آئی تھی جس سے معلوم ہوا کہ علم الہی میں اس خدمت کے قابل ابوبکر صدیق ہی سے بڑھ کر کوئی صحابی نہ تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو ابوبکر صدیق کچھ اس خدمت کے لئے خاص طور پر منتخب فرمانا دنیا کے اسلام میں ابوبکر صدیق کی فضیلت آشکارا کرنا منظور تھا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے رسولؐ پاک کو اطلاع دیدی کہ اگر صدیق اکبر نے اس خدمت کو صدق دل سے انجام دیا۔ تو جنت میں بھی رفاقت رسولؐ نصیب ہوگی چونکہ یار غار نے اس خدمت کو با حسن وجہ انجام دیا۔ اس لئے حسب وعدہ الہی جنت الفردوس میں بھی رفاقت رسولؐ کے وہ سختی قرار پائے

(۴) رسولؐ پاک کا یہ فرمانا کہ ابوبکرؓ تجھے پسند ہے کہ کفار میرے اور تیرے درپے آزار یکساں ہوں؟ کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہ سفر ہجرت تیرے ہی صلاح و مشورہ سے اختیار کیا گیا ہے۔ ابوبکرؓ کی عظمت نشان کی دلیل ہے کہ ابوبکرؓ بھی تبلیغ اسلام اور استیصال کفر کرنے میں کفار کے نزدیک رسولؐ پاک کے راست باز رہتے۔ اور ان کو صدیق سے وہی عداوت تھی۔ جو رسولؐ پاک سے تھی۔

(۵) باوجودیکہ شہداء و تکالیف سفر سے حضور علیہ السلام نے اپنے جانا باز عاشق کو آگاہ کر کے یقین دلادیا تھا کہ اس سفر میں سخت ترین مصائب کا سامنا ہے۔ پھر عاشق صادق کا اس کو قبول کر کے کہنا کہ مجھے اپنے آقائے نامدار کا ساتھ چھوڑنا ہرگز منظور نہیں ہے۔ اگرچہ قیامت تک میری جان عذاب میں چھنی رہے۔ اور کہ یہ تکالیف حضورؐ کی رفاقت میں جان نثار عاشق کو روئے زمین کی سلطنت ملنے سے بھی ہزار درجہ راحت بخش اور آرام دہ ہے۔ بقول شخصے

یک جان چہ تاجیست کہ سایہم فدایت۔ آما چہ توان کرد کہ موجود میں است

صیقلی اکبر کے جذبات محبت اور عشق رسولی کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

(۶) پھر حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ابو بکرؓ! اللہ علیم و خیر کو تیرے اخلاص و عقیدت کا علم تھا۔ اسی لئے تیرا میرا یہ جوڑ بنایا۔ کہ تو میرے صبح و بصر کی بجا ہے۔ اور کہ میری اور تیری نسبت روح و بدن کی نسبت ہے۔

سبحان اللہ اس سے بڑھ کر فضائل صدیقیؓ کا ثبوت جو شیخ کی معتبر کتاب جو کہ ان کے برگزیدہ امام کی تصنیف ہے ملتا ہے۔ اور کیا چاہئے۔ لیکن انھوں نے ضد بڑی بلا ہے شیعہ البیاض اور روشن روایات کو بھی تقیہ پر چھل کر دینگے۔ اللہ کے تقیہ۔ تو شیعہ کے ہاتھ میں کیسی سپر ہے۔ کہ کیسی ہی رد و ثبوتی نظر آئے۔ تیرے حص حصین میں آکر جان بچا لیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! ائمہ اہل بیت پر یہ ایک یہودہ بہتان ہے۔ کہ وہ تقیہ کی غرض سے کوئی خلاف واقعہ بات کہیں۔ جو لعنتیوں کا فعل ہوا کرتا ہے۔

دوسری شہادت

واقعہ عر کی تصدیق میں دوسرا استشہاد شیعہ کی ایک بڑی مستند کتاب حلیہ جدیدی سے پیش کیا جاتا ہے۔

نظم فارسی

راوی روایت کی ہو کہ حبیب حضرت صحیح و معتبر
اس کا قوم کے ہاتھوں کے ظلم اور بکری کے گھر پر
تو ہم کو لئے وہ تیار کھڑے تھے کہ لا کھڑے ہوئے خبر کے
ہی ملا صاحب اس گھر پر آئے اور فرمایا کہ اے ابو بکرؓ
ابو بکر واقع حال ہو کہ حضور علیہ السلام ہمراہ ہو گئے۔
جب حضور اس سفر صراطے کیا حضور کے قدم مبارک بھی ہو
تیار ہوئے کہ نہ ہو پر پائے اور یہ واقعہ عر
کہ اس جان نثار کو کسی وقت حال ہوئی کہ بار خیر کا عمل
الحاصل چلے گئے تاکہ وقت سحر ہو گیا۔
ایک فاضل نے جسے عرب فارسی کے تھے۔

چند گفت راوی کہ سالار دین و چو سالم بحفظ جہاں آفرین
نزدیک گاہ قوم پر گرفت و بسوئے سرگاہ بکفر رفت
بے سحر و ادب و استادہ بود و کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی مرہر خانہ اش چل کر سید و بگوشش نہ اسفرد و رسید
چو ابو بکر فرزان حال آگاہ شد و ز خانہ بیرون رفت و ہمراہ شد
چو رفتند چندیں بر امان و شت و قوم ظلمت سا بحر و گشت
ابو بکر آگاہ و بگوشش گرفت و دے زین حریف است جا گفت
کہ کس چنان قوت آمد پدید و کہ بار نبوت تو اندک شید
بقتل القصد چندے و گر و چو گردید پیدائش ان سحر
میداد فاس و راں تیرہ شب و کہ خانہ عرب فارسی کے تھے

گرفتند و چون آن غار جلے : و پس ابو بکر بنہا و پایے
 بہر جا کہ سوراخ یا رخہ دید : و در ثقبار آمدند آن رخہ چید
 بدینگونه تا شد تمام آن قبا : یکے رخہ مگر فتنہ ماند از قضا
 بر آن رخہ ماندہ آن یار غار : و کف پایے خود را نمود ستوار
 نیا در جزا و این تنگن از کسے : کہ دور از خرومی نماید کسے
 نیا چنین کاسے از خیر او : و بدینسان چو پخت از وقت و
 در آمد رسول خدا ہم بنار : و نشستند کجا بہم ہر دو یار
 چو شد کار پر و اختہ آن جہاں : و رسیدند کا فر پایے براں
 و زاندم کف پایے آن یار غار : و کہ بر ردے سوراخ بود ستوار
 رسیدن و زمان مارے گزند : و ذراں در و انان او شد بلند
 بنشیند باو گفت آہستہ باش : و رسیدند اعدا کن راز فاش
 مکن غم گدواں صدار بلند : کہ از زخم افعی نیایی گزند
 بخارند و ن تاسہ در دوشب : و بسر برد آن شاہ فرمان بر
 شدے پور بو بکر ہنگام شام : و بر بردے و اس غار آب کھام
 نمود بہم از حال صحابہ شمر : حبیب خداے جہاں را خبر
 بنی گفت پس پور بو بکر را : و کہ اے پور پراہل صدق و صفاء
 دو جہانہ باید کنوں را ہوار : و کہ مارا ساندہ شیرب و یار
 ہم از اہل ویں بدیکہ جملہ دار : و برد کرد رازی بی آشکار
 از لوجہ دارا پس سخن چو شد : و دجہارہ در دم ہیا نمود
 تہیشت از آل قوم اس کہ شست : و رسول خدا عارم راہ گشت
 بصریح چارم بر آمد ز غار : و دجہازہ آوہ بد جملہ دار
 نشست از بریکہ ختر شاہ دیں : و ابو بکر را کرد با خود قرین
 بر آمد بر آن دیکہ جملہ دار : و بہر او او گشت عامر سوار
 اس نظم میں شیعی مصنف نے اگرچہ شریعت و عہد میں اپنے تعصب کی کسی قدر جھلک کھائی
 ہے۔ تاہم بیان واقعہ حرف بحرف کر کے داد انصاف دیا ہے۔ اس قصہ کے جو شیعی قائل مصنف

اس غار میں جاگزین ہو جس میں پہلا قدم ابو بکر نے
 جہاں کہیں سوراخ پایا کرد پھاؤ کر سوراخ بند
 حتیٰ کہ گزرتے کے چھوٹے ختم ہو اور ایک سوراخ بچ گیا
 اس باقی ماندہ سوراخ پر اس غار پر اپنا پاؤں کھیا
 یہ عجیب فیصلہ نہیں ہے بلکہ ستار کے شکل اور قضا حال

رسول خدا عارم داخل ہوا وہ دو دوست کجا بیٹھے
 جب یہاں تک نوبت پہنچی کہ تحت کا فر آگے
 اس وقت اس پاؤں کو جو سوراخ میں کھایا تھا
 سائب نے دھسا اور مارے کے درجہ تک کھینچا
 یہ خبر ملے کہا خاموش ہو راز فاش نہ ہو جلے
 غم نہ کرو اور آواز نہ نکالو گرنہ کچھ تکلیف دیکھا
 تین دن بات تک حضور نے امر الہی اس غارت
 کو بکھڑکا و زرنہ شام کو وقت غائب کھانا پہنچا تھا
 اور کفار کے حاکم اسے نبی علیہ السلام کو مطلع کرنا تھا
 نبی علیہ السلام پورا بو بکر کو کہا کہ اسے شخص جو اپنے
 باپ کی طرح صاحب صدق و صفاء ہے
 ہمیں دو شیر غار اوٹ چاہیں جو زینت
 وہاں ایک دیندار چاہا البتہ پورا بکر کا ہجر تھا
 چر دہا نے خبر نہ کر دو اوٹ مہیا کر دیے
 کفار سے وہ جگہ خالی ہوئی تو حضور علیہ السلام
 عازم سفر ہوئے
 جو بخیر و کمال فار سے نکلے اور اوٹ حاکم کو
 ایک بہشتیہ شاہ دو جہاں سوار ہوا اور اپنے پیچھے
 اپنے عزیزاں تہریر سوار لے لیا
 اور دوسرے اوٹ پر چر دہا عامر سوار ہو گیا۔

حاجہ حیدری نے بیان کیا ہے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو صدیق اکبر کے عشق رسولی کا ثبوت دیتے ہیں۔

(۱) سفر ہجرت کا راز حضور علیہ السلام نے پہلے اپنے محرم راز صدیق اکبر کو بتا دیا ہوا تھا اور کفار کی آنکھوں میں خاک ڈال کر حضور سیدھے اپنے صادق الوداد دوست ابو بکر صدیقؓ کے گھر مدتی افروز ہوئے۔

(۲) صدیق حضورؐ کا جان نثار عاشق رات بھر گھڑیاں گنی گنی کر اس وقت کا منتظر ہو رہا تھا کہ کس وقت سرور دو جہان اپنے جان باز عاشق کی جھوٹیڑی کے اپنے قدم ہیئت لزوم سے شرف فرماتے ہیں۔ جو نبی آہٹ سنی خور اقداموس ہو گیا۔

(۳) ابو بکرؓ نے اپنے مشفق محبوب دو جہان کی پیادہ مدی کی تکلیف کو عسوس کر کے باجوڑ پیرانہ سالی حضور والا کو اپنے کندھے پر سوار کر لیا۔ اور اس بات کو غنیمت تصور کیا۔ کہ شاہ دیہا کے قدموں کی خاک بنے۔

(۴) عاشق صادق کو خدا نے فوق العادہ قدرت بخشی۔ کہ وہ گراں باریتوت کا تحمل ہو گیا۔ جس کا تحمل ہونا انسانی طاقت سے بالاتر تھا۔

(۵) جب تیرہ غار میں داخلہ کا وقت ہوا تو حضور علیہ السلام کو نہ دخل ہونے دیا۔ جب تک کہ بارہ دور موزیات کے تمام سوراخ بند نہ کر لے۔ اپنا گرتہ چاک کر کے جملہ سوراخ بند کئے جب کوئی حقیقت باقی نہ رہا۔ تو باقی ماندہ ایک سوراخ اپنی ایڑی سے بند کر لیا۔ کہ کوئی موزی کاٹے تو عاشق کو۔ اور محبوب دو جہان کو گزند نہ پہنچے۔

(۶) آخر کلاؤ گزند افعی کی تکلیف برداشت کی۔ اور اس امر کو عین راحت سمجھا۔

(۷) تین دن رات اس آفتاب عالم تاب کے افوار تابان تہا حاصل کئے۔ جنہوں نے دو جہان کو روشن کرنا تھا۔ اس دوران میں کیا کچھ سراقت قدرت اس خوش نصیب مرید نے سنا کئے ہوئے جو اپنے مرید ما دیئے دو جہان سے خلوت گزین ہو رہا تھا۔ نہ ہے نصیب ابو بکرؓ خوش طالع ابو بکرؓ۔

(۸) حضور سرور کائنات اپنے مخلص دوست ابو بکرؓ کے متواتر تین دن رات جہان رہے چنانچہ ہر روز کھانا ابو بکرؓ کے گھر سے جاتا تھا۔ جس کو حضور تناول فرماتے تھے۔ کیا رسول کا فرد منافق کے گھر کا کھانا کبھی منظور کر سکتا ہے)

(۸) سواری کا بندوبست بھی پیر ابو بکرؓ نے کیا۔ اور حضور علیہ السلام نے ایک ہل و دو پہر اپنے یار غار کو اپنے ساتھ سوار کیا۔ اور مبارک سفر ہجرت اس کی عملی میں طے فرمایا۔ بحسب تعجب ہے۔ کہ اس قدر فضائل صدیقؓ اپنی کتابوں میں پڑھ کر بھی شیعہ صدیقؓ کو برا بھلا کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

تیسری شہادت

واقف مار کے مطلق تیسری شہادت شیعہ کی مستند کتاب تفسیر قمی ص ۱۷۷ سے یوں پائی جاتی ہے
قَوْلُهُ اَلَا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذَا اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِي اَتَيْنُوْا اِذَا هُمْ فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ فَانَّهُ حَدَّثَنَا نَبِيٌّ اِنِّيْ عَنْ بَعْضِ رِجَالِهِ سَمِعْتُهُ اِنِّيْ اُنْبِئُكَ اللّٰهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا كَانَتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فِي الْغَارِ قَالَ لَا بَيْتَ بَكْرٍ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى سَفِيْنَةٍ جَعَصُورٍ اَصْحَابِهِ يَقُوْمُوْنَ فِي الْبَحْرِ وَاَنْظُرُ اِلَى اَكْثَرِ اصْحَابِ رَحْمَتَيْنِ فِيْ اَقْيَمَتِهِمْ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ تَرَى اَهُمْ يَأْتِيْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ كَلَمْ قَالَ فَاَيُنَبِّئُهُمْ فَسَمِعَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَنْتَ الصَّدِّيقُ۔

(ترجمہ)۔ قولہ اَلَا تَنْصُرُوْهُ الخ راوی کہتا ہے مجھ سے میرے باپ نے حدیث کی اس نے بعض رجال سے جنہوں نے امام صادقؑ تک روایت پہنچائی۔ امامؑ نے فرمایا جبکہ تھے رسولؐ پاک غار میں ابو بکرؓ کو فرمایا۔ گویا میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں جو دریا میں کھڑی ہے۔ اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! ابو بکرؓ نے کہا مجھے بھی دکھائیے۔ حضورؐ نے ابو بکرؓ کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو اس کو بھی وہ تماشا نظر آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو صدیقؓ ہے)

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غار میں جو اسرار حضورؐ اور شاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کے مشاہدہ میں ابو بکرؓ کو بھی شریک فرمایا۔ اور آنکھوں کو دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو سب کچھ نظر آنے لگا پھر آپؐ نے ابو بکرؓ کو کہا۔ کہ بیشک تو صدیقؓ ہے۔ جب حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے ابو بکرؓ کے چہرہ کو مس فرمایا۔ اور کشف اسرار غیبیہ ہوا۔ تو پھر اس چہرہ کو نار دوزخ سے کیا خطرہ۔

جبکہ ایک روال دست مال جو اس کو عنایت ہوا تھا آگ میں ڈالنے تو پہلے سے زیادہ صاف
 و شفاف نظر آئے لگتا اور آگ اس کو نہ جلا سکتی۔ بلکہ اُدھر جلا بخشتی تھی۔ پھر دست مبارک
 کی برکت سے جو کشف اسرار غیبیہ ابوبکرؓ کو حاصل ہو گیا۔ پھر وہ عطیہ عظمیٰ اس سے کون چھین
 سکتا تھا بیشک صدیق اکبرؓ کو کلید اسرار غیبیہ بہ صلہ رفاقت عارطا ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ حدیث
 اس بات میں نص ہے کہ ابوبکرؓ نے صلہ اخوات سفرِ ہجرت و مصاحبت عارقب صدیقؓ
 بارگاہ رسالتِ آپ سے عطا ہوا تھا جس کی شہادت کتب شیعہ صراحت سے دے
 رہی ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۵

این سعادت بزورِ بازو نیست ۶ تا نہ بخش خدا کے بخشندہ
 اسی مضمون کی حدیث فروع کافی ص ۱۳۳ میں اور حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۴۲ میں درج
 ہے۔ اگرچہ ان میں مضمنین نے حسبِ عادت کسی قدر زینش زنی کی ہے۔ لیکن واقعہ جو
 کا قول نقل کر دیے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اعترافات شیعہ

واقعہ غار کے متعلق اگرچہ نقص صریح مشعر فضائل صدیق اکبرؓ موجود ہے لیکن بقول
 شخص ۷ چشمِ بداندیش کہ برکندہ باد و عیب ناید ہنرش در نظر
 شیعہ حضرات نے یہاں بھی فضولِ اعتراضات کر کے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے
 جن کا وہ فیضِ دردی سمجھ کر اعتراضِ شیعہ پہلے صرح کر کے پھر جواب لکھا جائیگا۔
 اعتراضِ شیعہ۔ آیت میں لصاحب سے ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ
 قرآن میں دو صاحبِ یوسفؑ کا ذکر بھی ہے۔ یا صاحبِ السجّٰن حالانکہ وہ دونوں
 کافر تھے۔

جواب۔ سبحان اللہ شیعہ صاحبان کی قرآن فہمی کا کیا کہنا۔ قرآن میں صاحبِ یوسفؑ
 نہیں۔ بلکہ صاحبِ السجّٰن مذکور ہے۔ وہ ہر دو صاحبِ السجّٰن (جیل کے رہنے والے
 قیدی) تھے۔ صاحبِ یوسفؑ اور یحییٰ مضاف الیہ ہے صاحبِ یوسفؑ کی یا ضمیر مکظم
 نہیں ہے۔ بلکہ اصل میں صاحبِ یحییٰ (تثنیہ) تھا۔ (اضافت کے سبب یون سا قحط ہو کر
 صاحبِ یحییٰ السجّٰن کہا گیا۔ سو وہ صاحبِ زندان تھے۔ اور لصاحب میں صاحب کی اضافت

ضمیر کی طرف ہے جو رسول خدا کی طرف راجع ہے۔ غرض صاحب الرسول کہلانا اور چیز ہے۔ اور صاحب السجن اور شے ہے پھر جیل کے رہنے والے صفت کے ساتھی جو غیر کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ اپنے جرم کے باعث اسیر ہوئے تھے۔ اور صاحب دالا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسول پاک کے انتخاب سے رفیق سفر بنایا گیا تھا۔ پھر یہ صاحب غار (حضور اقدس کا یار غار) تھا جو اس وقت تک عاشق صادق کے لئے ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ سے میں تھا وہ راہ از کجاست تا کجا۔

ایسا ہی قال لصاحب وهو لجا ورکہ وغیرہ کو سمجھو عزت صاحب کے لفظ کی فضیلت نہیں ہے بلکہ یہ فضیلت مضاف الیہ (رسول) کی مبارک نسبت سے پیدا ہوئی ہے۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ سچ پوچھو تو شیعہ ایٹری جوئی کا زور یاروں تو اس صراحت و وضاحت سے وہ ولایت علیؑ کو کجا قرآن کے حضرت علی المرتضیٰ کا صاحب الرسول ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ ہا تو اب رہا انکم ان کتم صادقین۔

غور تو کرو۔ اگر اہل العالمین کو ابو بکر صدیق کی فضیلت کا بیان نہ منظر ہوتا۔ تو واقعہ غار میں صرف رسول پاک کا ہی ذکر کافی تھا۔ ابو بکرؓ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر ذکر بھی الفاظ ثانی الثنین اور لصاحب کے ساتھ کرنا بہت ہی لطیف رمز رکھتا ہے۔ اعتراض شیعہ۔ رسولؐ کا ساتھی ہونا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ کیونکہ نوح و لوط علیہم السلام کی عورتیں رسولؐ کے ہم صحبت ہونے کے باوجود کافر تھیں۔

جواب۔ اگر مقرر کو کچھ عقل ہوتی۔ تو ان دو عورتوں پر صدیقؑ کو قیاس نہ کرتا۔ ہرام میں مستثنیات ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ حق تعالیٰ نے اَلْغَنِيَّتِ لِلْغَنِيَّتِ وَالْحَبِيَّتُونَ لِلْحَبِيَّتَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ کا کلیہ بیان فرما کر عام فرمایا ہے کلیہ عورتیں علیہ مردوں کے لئے اور علیہ مرد عورتوں کے لئے ہیں۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں (لیکن دو عورتوں کو اس حکم سے استثناء فرما کر نص قرآن میں ان کو ضرب المثل بنا دیا ہے۔ حَرَّابُ اللَّهِ مَثَلًا اَلَّذِينَ كَفَرُوا وَامْرَاةٌ نُّوحٍ وَامْرَاةٌ لُّوطٍ كَا مَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ صَالِحِينَ فَجَاءَتَا هُمَا قُلُومًا يَغِيْبَانِ عَنْمَا مِنْ اَعْلَى سَّمَاءٍ

لیکن معاذ اللہ خدیجہ الکبریٰؓ اور عائشہؓ صدیقہ کو ان پر قیاس کیا جاسکتا ہے کلام اللہ

اسی طرح صدیق اکبرؓ ایسے جانناز صادق کی صحبت رسولؐ کو امرۃ لوط و نوحؑ بقیاس کر رہے درجہ کی حماقت ہے جب کہ ان کے کفر کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تصریح کر دی ہے۔ اور ادھر ابو بکر صدیقؓ کو مسند خلافت عطا فرما کر ان کی پاکبازی کا ناطق فیصلہ فرمایا ہے۔

اگر ابو بکرؓ معاذ اللہ نوحؑ اور لوطؑ کی عورتوں کی طرح کا فرد منافق ہوتے تو ان کے کفر و نفاق کی قرآن میں تصریح کر دینے سے خدا کو کیا خون تھا۔ غرض آیت کے حملہ الفاظ پر غور کرو پھر دیکھو کہ کس قدر تعریف ابو بکرؓ کی ثابت ہوتی ہے۔

اعترافِ شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ لا تَحْنُنْ کا کلمہ تعریف کا موجب نہیں ہے۔ یہ صیغہ نہی کا ہے۔ اور جس بات سے خدا نے منع کیا ہو وہ داخل محصیت ہے۔ اگر یہ حزن کرنا بنیٰ لہٰذا اس سے منع کیوں کیا جاتا؟ اور صیغہ نہی کیوں مذکور ہوتا؟

جواب شیعہ ایسے اعتراض کرتے وقت اگر قرآن کی باقی آیات پر بھی نظر ڈال لیا کرتے ہوں تو ایسے خرافات لکھنے کی ان کو ضرورت نہ رہے۔ کیا شیعہ معترض کو معلوم نہیں ہے؟ کہ اس قسم کے کلمات قرآن میں پیغمبروں کی نسبت بھی مذکور ہیں۔

(۱) جب حضرت موسیٰؑ کا عصا اُتر دیا۔ تو آپؑ بقیقنا بے بشریت ڈر کر بھاگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَحْفَرِیْ وَلَا تَخَفْ لَکَ الْحِیْ اَلْمَؤْمِنُوْنَ پاره ۱۹ رکوع ۱۶ (ترجمہ:- اے موسیٰؑ مت ڈر میرے حضور میں پیغمبروں کو ڈر نہیں ہے۔

(۲) جب ساحروں نے اپنی رسیاں جادو سے سانپ بنا کر دوڑائیں۔ اس وقت بھی موسیٰؑ خائف ہو گئے۔ اللہ ابعالمین نے فرمایا۔ لَا تَحْفَرِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی پاره ۱۶ رکوع ۱۶ (ترجمہ:- ڈر نہیں۔ تو ہی غالب ہو گا)

(۳) جب حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں کو انسان کی شکل میں دیکھا۔ ڈرے اور گھبرا کر گھر میں گھس گئے پھر جب بھونا ہوا گوشت ان کے رو بہ در رکھا۔ اور فرشتوں نے نہ کھایا۔ از پس خائف ہوئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قَالُوا اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکَ قَوْمًا لُّوْط۔ فرشتوں نے کہا۔ ڈر مت ہم تو قوم لوط کو خطاب دینے آئے ہیں)

(۴) لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے آئے۔ وہ ڈر گئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قَالُوا لَا تَحْفَرِیْ وَلَا تَحْنُنْ اِنَّا مُنْجُوْکَ وَاَهْلَکَ اِلَّا اَمْرًا لَّکَ کَانَ مِنَ الْغَیْبِ نَبْءٌ

پارا ۲۰ رکوع ۱۶ (ترجمہ: فرشتوں نے کہا۔ خوف اور غم مت کیجئے یہم تجھے اور تیرے
خیال کو بچائینگے۔ سوائے تیری عورت کے جو قوم کفار میں شامل ہے)۔

(۵) رسول پاک کو خطاب کر کے حق قائم کرنے فرمایا لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُفُّ
فِي صَبِيحٍ قَالًا يَمْكُرُونَ۔ پارہ ۲۰ ساکوع ۱۲ (ترجمہ: آپ کچھ غم نہ کیجئے۔ اور کفار کے
مکر کی پرواہ نہ کریں)۔

(۶) یونین کے خطاب ہے۔ لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي
كُنْتُمْ تُوعَدُونَ۔ پارہ ۲۲ رکوع ۱۸ (ترجمہ: خوف اور غم مت کرو۔ اور بہشت موعودہ
کی بشارت لو)۔

ابشیر بتلائیں۔ یہ سب نبی کے صیغے ہیں۔ جو اولی الغم ہر سلین کے خطاب میں ہیں۔ ہمارے
بالخصوص ہمارے رسول اکرم اور یونین کے خطاب میں وہی کلمہ لَا تَحْزَنُ استعمال ہوا
ہے۔ کیا پیغمبروں کے اس خوف و حزن کو جو بقضائے بشریت ان پر طاری ہوا داخل مصیبت
سمجھو گے۔ اور لا تَحْزَنُ وَلَا تَحْزَنُ کے خطاب کو ان کی غلط شان اور شفقت الہی پر محمول کر دے گے
یا اُن کی قومین و ہتک قرار دے گے؟ پھر اسی کلمہ لَا تَحْزَنُ کا استعمال جب ابوبکر صدیق
کی تسکین خاطر کے لئے استعمال ہوا اس کے متعلق شدید کا اعتراض کہا تاکہ بچا ہو
کتا ہے؟

اعتراض شدید کہتے ہیں۔ جب کفار آئے۔ ابوبکر صدیق نے لگے۔ تاکہ ان کو اطلاع
ہو جائے۔ کہ پیغمبر علیہ السلام غار میں چھپے ہوئے ہیں حقیقت میں ابوبکر کفار سے ملے
ہوئے تھے۔

جواب۔ اس سے بڑھ کر ہیودہ اعتراض کیا ہو سکتا ہے۔ کیا خدائے علیم و خیر کو بھی خبر
نہ تھی؟ کہ رسول علیہ السلام کو مشورہ مصاحبت ابوبکر دیا گیا۔ اور رسول علیہ السلام بھی
اس بات سے نا آشنا تھے۔ کہ ابوبکر اندر سے اُن سے دشمنی رکھتا ہے۔ پھر جب رسول
علیہ السلام نے اس کو پہلے سے سفر ہجرت کی اطلاع دیدی ہوئی تھی۔ اور وہ رات بھر
منتظر بیٹھا رہا۔ اس وقت کفار کو کیوں نہ بتا دیا۔ کہ تم لوگ گھات لگا کر رہتے ہیں
بیٹھو۔ میں ابھی تمہارے دشمن کو تمہارے پاس لے آتا ہوں۔ اور پھر جس وقت حضور
علیہ السلام کو اپنے شانہ پر اٹھایا تھا تو بجائے اس کے کہ غار ثور کی طرف لے جاتا۔

ابو جہل کے گھر کو سیدھا کیوں نہ چل پڑا۔ اور پھر جب کفار قار پر آ گئے۔ رو کر سنانے کی بجائے ان کو بکار کر کیوں نہ کہہ دیا۔ کہ آؤ یہ تمہارا دشمن بیٹھا ہے۔ جب بزعم شیخہ اپنی جماعت (کفار) کے لوگ پہنچ گئے۔ تو اس کیلئے دشمن (رسول پاک) کا کیا خطرہ تھا؟ اور یہ گھج ہے۔ کہ اس وقت ابو بکرؓ نے رونامیلا نا شروع کر دیا تھا۔ تو کافر آواز سن کر غار کے اندر کیوں نہ داخل ہو گئے؟ شیخو! کچھ غور کرو۔ پہلی باتیں کیوں کرتے ہو؟ ساری دنیا اندھی نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ابو بکرؓ نہ روئے نہ چلائے۔ البتہ گھبراہٹ اس لئے پیدا ہو گئی۔ کہ محبوب دو جہان خدا کے پیارے رسولؐ کو کافر تکلیف نہ پہنچائیں عزت اپنے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی دوسری چیز یا شخص کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیر یوسف علیہ السلام کا غم تھا۔ جس کی خبر قرآن میں یوں دی گئی ہے۔
 وَابْيَضَّتْ عَيْنَاكَ مِنَ الْحُزْنِ (یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں غم بھیر یوسفؑ سے سفید ہو گئیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنے تخت جگر ابراہیمؑ کی وفات پر فرمایا تھا۔ اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَنَحْزَنُوْنَ) (ہم اے ابراہیمؑ تیرے فراق سے غمناک ہیں) غرض جو اپنی ذات کے لئے گھبراہٹ ہو۔ اس کو خوف سے قہر کیا جاتا ہے۔ اور جو دوسرے کے لئے ہو۔ اس کو حزن کہتے ہیں۔ بلاشبہ اس پر وہ شمع محمدیؐ کو اپنی جان کی فداء پر واہ نہ تھی۔ بلکہ وہ لغد جان محبوب دو جہان پر متار کر چکا تھا۔ اور کہہ دیا تھا۔ کہ آپ کی محبت میں جس قدر تکالیف دیکھوں۔ میرے لئے عین راحت ہے۔
 ایک جان چہ بتا عیست کہ سایم فدایت؟ انا چہ توان کرد کہ موجہ بین است
 بلکہ اس عاشق صادق کو غم تھا۔ تو فقط اس بات کا کہ کفار نابکار کے ہاتھ سے سردار دو جہان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

اعتراف: اِنَّنَا لِلّٰهِ سٰكِنَتٌ عَلَیْہِ میں علیہ کی ضمیر رسولؐ کی طرف راجع ہوتی ہے۔ نہ ابو بکرؓ کی طرف۔ جیسا کہ آیت اَلَا تَنْصُرُوْنَکُمْ اِنْ مِّنْ بَاقِیِّ ضَالٍّ مِّنْکُمْ بھی رسولؐ اکرمؐ میں۔ پھر اس کے لغت الہی کا مورد ابو بکرؓ کو سمجھنا درست نہیں ہے۔
 جواب: جب شیخہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ گھبراہٹ رسولؐ پاک کو نہیں۔ بلکہ ابو بکرؓ صدیق کو تھی۔ اور اسی لئے لا تَحْزَنُ اَنْفُسُکُمْ ان کی تسکین خاطر کے لئے فرمایا گیا۔ تو پھر سیکھنا چکا

معنی ہی تشکین ہے) رسولؐ پر اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب آپ پہلے ہی سے مطمئن بیٹھے ہوئے تھے۔ بہر حال تشکین اتارنے کی ضرورت بھی اسی شخص پر تھی جس کا دل بے چین ہو رہا تھا۔ اور یہ بات کہ دیگر ضامیر کا مرجع رسولؐ ہیں۔ اس لئے علیہ کا رجوع بھی اُدھر ہی چلیے۔ سو ایسی نظائر آیات میں بکثرت ملتی ہیں۔ جیسا کہ تحریر مرقومہ و تفسیر سورۃ بکسرۃ وَاَصْلٰہ میں پہلی دو ضمیریں رسول علیہ السلام کی طرف راجع ہوتی ہیں اور آخری کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسری مثال وَاَخَذْنَا اُسْ اَخِيْہٖ بِجُرْءٍ اِلَيْہِ یہاں پہلی اور آخری ضمیر کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لیکن درمیانی جُرحہ کی ضمیر حضرت ہارون کی طرف راجع ہوتی ہے۔

اعتراف۔ بروجر کا آنحضرتؐ کو اپنے کندھے پر اٹھانے کا قصہ غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ بیت الاحرام کے توڑنے کے وقت جب اسد اللہ الغالب (علیؑ) نے درخواست کی تھی۔ کہ حضور میرے کندھے پر سوار ہوں۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم گراں بار نبوت کو کیسے برداشت کر سکتے ہو؟ پھر بروجر کو اتنی طاقت کہاں سے آگئی کہ اس گراں بار کو اٹھا لیا۔

جواب۔ یثیتِ ایندو ہے کہ ایک وقت ایک بڑے توانا شخص سے ایک کام نہ ہو سکے تو دوسرے وقت وہی کام ایک ضعیف اور نحیف آدمی سے لے سکے۔ جیسا کہ آیت اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَآلِیْنِ اِنْ یَّحْمِلُہَا وَحْمَلُہَا الْاِنْسَانُ میں حق تعالیٰ خبر دیتا ہے۔ کہ گراں بار امانت کی برداشت کرنے کی طاقت آسمان و زمین کو باوجود اس غلط حساست کے نہ ہو سکی۔ لیکن اس کو ایک ضعیف مخلوق انسان نے برداشت کر لیا۔ پھر وہی خدا اگر وہ کام جو اسد اللہ نہ کر سکے صدیق اکبر کو اس کے کرنے کی توفیق بخش دے۔ تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ وہ وہی خدا ہے جس نے ایک زمانہ میں ابابیل جیسے حقیر زندہ کو بے حساب فیل کے مقابلہ کی قدرت بخشی۔ اور ان کی چوخی میں سے گرے ہوئے سنگریزہ کو گولہ بارود کی سی خاصیت عطا فرمادی تھی۔ **سہ** امر اور ایضاً اللہ مَا یَشَاءُ۔

پھر یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ حضور علیہ السلام اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ تک جا پہنچے۔ اور اونٹ گراں بار نبوت کا قحط ہو گیا۔ لیکن خیر خدا جس میں سینکڑوں شیراز کی طاقت تسلیم کی جاتی ہے۔ اس کے برداشت کی قوت نہ رکھ سکے۔

آخر اخص۔ اندھیری رات اور تاریک غار میں ابو بکرؓ کو سوراخ کس طرح نظر آئے۔
جن کو وہ بند کرتا پھر۔ یہ قصہ بھی غلط ہے۔

جواب۔ یہ ضرور نہیں کہ جنید میل کی مسانت کے بعد غار تو تک پہنچنے کے وقت بھی تاریک
شب موجود تھی۔ بلکہ وہاں پہنچنے تک صبح کی روشنی کا وقت ضرور ہو گیا ہوگا جیسے صاحب
حملہ حیدری بھی نشان سحر کی نموداری کا قائل ہے۔ پھر روشنی صبح میں سوراخ کا نظر آ جانا
محال نہیں ہے۔ نیز اگر شیعہ حترض کو اس بات پر بھی اعتقاد ہو۔ کہ چہرہ النور رسول اقدس
وہ سراج منیر تھا۔ کہ اس کے نورانی شعاعوں کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی ایسج تھی۔
جیسا انس خادم رسول کی روایت ہے۔ کہ ایک دن چودھویں چاند کی رات میں حضور انور
بیٹھے ہوئے تھے میں چاند کی طرف بھی نظر دوڑاتا۔ اور پھر چہرہ پر نور حضور کو دیکھتا۔ تو مجھے
حضور کے طلعت زریا کے سامنے چودھویں رات کا چاند مدہم معلوم ہوتا۔ یہ بھی آپ کو معلوم
ہوگا۔ کہ حسن یوسف میں یہ کمال تھا۔ کہ اندھیری رات میں مصر کی گلیوں میں پھرتے۔ تو شمع کی
ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ چہرہ تابان کی روشنی کافی ہوتی۔ پھر اس ماہ مدنی کئی کئی چہرہ تاباں
کے انوار سے کیوں انکار ہے؟ کہ اس شمع انور کی موجودگی میں بھی ابو بکرؓ کو سوراخ نظر
نہ آتے ہوں۔ پھر یہ بھی آپ کی کتابوں میں (جیسا کہ لکھا جا چکا ہے) درج ہے۔ کہ اس صبح
نور (ذات احمدی) کا یہ اثر تھا۔ کہ غار میں بیٹھے ہوئے دونوں دوست مدینہ میں بیٹھے ہوئے
انصار کو گھروں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور جعفر کی کشتی سمندر میں چکر کھاتی نظر
آ رہی تھی پھر انکو س ہے۔ کہ شیعہ کو باطن کو اس بات پر تعجب ہے۔ کہ اندھیری رات میں
ابو بکرؓ کو غار کے سوراخ کس طرح نظر آ گئے۔ اچھا یہ سب باتیں نہ سہی۔ آخر اندھا بھی تو
ٹوہ کر معلوم کر لیتا ہے۔ کیا ہاتھ سے ٹوہ کر بھی سوراخ غار معلوم نہ ہو سکتے تھے؟ امید ہے
کہ اب مقرر کی تسلی ہو گئی ہوگی۔ اس لئے ہم اسی قدر راکتقا کرتے ہیں۔

آیت الا تنصرونہ الخ کے متعلق اعتراضات شیعہ کا قلع و قمع ہو چکا۔ اب ہم آیت
استخلاف کی بحث شروع کرتے ہیں۔

(۲۷) وَخَلَعَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لِيَسْتَخْلَفُوهُمْ كَمَا
اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَ
لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي وَلَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَيْسَ لَهُمْ الْفَاسِقُونَ ۝ ۱۸ سورۃ نور رکوع
(ترجمہ: خدا تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔ اور نیک اعمال کے
وعدہ کر لیا ہے۔ کہ بالضرور ان کو زمین میں جانشین اور خلیفہ بنائیگا جیسا کہ ان لوگوں
کو خلیفہ بنایا۔ جو تم سے پہلے تھے۔ اور ان کے اس دین کو جس کو ان کے لئے پسند کر چکا
ہے یقیناً مضبوط کر دیگا۔ اور خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔
وہ میری پرستش کرینگے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائینگے۔ جس نے اس کے بعد
کفران کیا۔ وہ لوگ فاسق ہیں)

اس آیت میں احکم الحاکمین نے ایک بڑے موکر کے مسئلہ خلافت کا بھی فیصلہ فرمایا
ہے۔ اگر کوئی دل نور ہدایت سے منحرف ہو۔ تو اس کو مسئلہ مہودہ کی نسبت اس فیصلہ
رحمانی کے مان لینے میں تاثر نہ ہوگا۔ دیکھو رب العباد نے فرمایا ہے۔ کہ ہم نے اس شخص
الخواص جماعت مؤمنین کو حتیٰ وعدہ دیدیا ہے۔ کہ ان کو خلافت کی مسئلہ ضرور عطا
کی جائیگی۔ جیسا کہ اس سے پہلے مومنوں کے پچھلے پیروؤں کو ہم نے خلافت عطا فرمائی تھی
اور اس وقت دین مرضیہ کی خوب استقامت ہوگی۔ اور خوف کا زمانہ امن سے بدل جائیگا
یہ جماعت ایسی مختص عباد صالحین کی ہوگی۔ کہ باوجود اس اقتدار عظیم (عہدہ خلافت) کے
حاصل کرنے کے پھر بھی میری توحید پر قائل رہیں گے۔ اب ہم شیعوں صاحبان سے دریافت
کرتے ہیں۔ کہ یہ وعدہ الہی صاحب ثمرہ کے حق میں پورا ہوا یا نہیں۔ اگر ہوا تو کیا وہ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے مصداق تھے یا نہ۔ اگر نہیں تھے۔ تو کیوں اس
انعام الہی (عہدہ خلافت مہودہ) سے مشرف ہو گئے؟ اس کے متقی تو وہی لوگ تھے
جو آمنوا الخ کے مصداق تھے۔ کیا غیر مستحق لوگ بھی انعام پا جایا کرتے ہیں۔ خصوصاً جب
انعام بخشنے والا ظالم الضیوب اور عظیم بذات الصدور ہو کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک انعام
کا اطلاق عام ہو تو دوسرے لوگوں کے نام جاری ہو چکا ہے۔ اور تقسیم انعام کے وقت وہ
لوگ نہ دیکھتے دجائیں۔ اور ایک دوسری جماعت جو بالکل غیر مستحق تھی۔ انعام پا گئی۔
ایسا کیوں ہوا۔ کیا بوقت تقسیم انعام۔ انعام بخشنے والے کو مستحقین اور غیر مستحقین کے ہتھیار
میں دھوکہ ہوا۔ یا انعام دینے والے نے اپنا پہلا حکم منسوخ کر کے دوسروں کو انعام
دیدیا۔ اور پہلوں سے وعدہ خلافی کر ڈیٹھا۔ یا جماعت غیر مستحقین نے بدست تھی۔ اول نے

دوسری سے زبردستی چھین کر وہ انعام ٹوٹا لیا۔ یہ سب باتیں کفر ہیں۔ نہ تو اس ذاتِ علیم وخبیر کے آگے اعزاز کے مستحقین اور غیر مستحقین یعنی وہ سب میں۔ اور نہ وہ اپنے احکام نافذہ کو بلا وجہ توڑ کر تغیر و تبدل کرتا ہے۔ اور نہ اس کے حتمی وعدوں میں تخلف ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی طاقت اس سے زبردست ہو سکتی ہے جو اس کے ارادہ پاک کی ممانعت کر سکے۔ اور اس کی دی ہوئی نعمت اس کی مقبول جماعت کے ہاتھوں سے چھین سکے۔ **وَهُوَ فَاعِلٌ لِّمَا يُرِيدُ** اور **يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ** کی وصف سے مرصوف ہے۔ وہ اپنے ارادوں کو پورا کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اس کی صفت **لَا يَخْصِفُ اَلْغَيْبَاتِ** ہے۔ اس کے وعدوں میں تخلف کا خیال کرنا کفر ہے۔ اس کے ارادہ اور مشیت میں جی بھی تھا۔ کہ بعد وفات سرور کائنات آپ کی خلدات کا اعزاز ان کے چار برگزیدہ اصحاب کو عطا فرمایا جائے۔ یہ اعزاز چونکہ ان کی پاک خدات کے صلہ میں تھا۔ اس لئے اس کے عطا ہونے پر ان کی خدات کا بھی پورا لحاظ ہو۔ جس کی خدات اسلام میں سب سے زیادہ ہیں۔ جس نے خدا کی راہ میں بہت زیادہ دکھ اٹھائے ہیں۔ جس نے ہادیئے اسلام کی دعوت سب سے پہلے بلا کسی امتحان لینے کے قبول کی۔ اور اس سچے ہادی کی تائید میں سب سے پہلے اعداء دین سے مقابلہ کیا۔ جس نے اپنی ساری وجاہت اور قیمتی اقتدار نظر انداز کر کے دین رسول کی سچی تابعداری سب سے اول اختیار کی ہے جس نے عمر بھر میں اس اپنے پیارے آقا کا ساتھ پورا نبایا ہے جو اس کا نہایت ہولناک اور مضر خطرہ میں بہم اور یار غار رہا ہے جس پر اس پاک رسول کی نظر شفقت بلحاظ اس کے کہ

قدیمان خود را بیفرا ر قدر

سب سے زیادہ تھی جس کو اس پاک رسول نے اپنی زندگی کے آخر وقت میں اپنے صلے پر کھڑا کرنے اور امامت پر مامور کرنے کا امتیاز بخشا ہے۔ اس کو سب سے پہلے اس اعزاز سے حصہ ملے۔ ثم فثم۔ منطبق آیت صاف بیکار رہا ہے۔ کہ خلفاء اربعہ نے اپنے اختیار اور کوشش سے نہ کیسی منصوبہ سے خلافت کی تحصیل کی۔ بلکہ محض خدا پاک کے ارادہ سے اس کے حتمی وعدہ کے بموجب ان کو یہ اعزاز ملے۔ اور اسی ترتیب سے ملے جیسا کہ خداوند کریم کی مرضی تھی۔ اور نہ کس کی طاقت تھی کہ ارادہ ایندنی غالب آسکتا۔ اس کے موعود اعزاز کو بلا استحقاق حاصل کر سکتا۔ یا وقت سے پہلے اس اعزاز سے حصہ لے سکتا۔ تقدیر اور مشیت ایندنی پر کوئی انسانی تدبیر غالب نہیں آسکتی۔ اور نہ ارادہ انہی کا مقابلہ انسانی منصوبہ سے

ہو سکتا ہے پھر یہ کہنا سخت ہے ایمانی ہے کہ وعدہ الہی تو علی المرتضیٰ کے لئے تھا۔ اور وہی
 سب سے پہلے مستحق تھے۔ لیکن ثلثہ نے زبردستی سے اُن کا حق چھین کر خود خلافت پہلے
 لے لی بھلا کچھ تو عقل کیجئے۔ یہ تو مان بھی لیں کہ اسد اللہ الغالب پر ثلثہ کی قوت غالب
 ہو جائے۔ اور ان کے مقابلہ میں شیر خدا خیر شکن بے بس ہو کر دم بخود رہ جائے۔ لیکن یہ
 کب ہو سکتا ہے کہ ثلثہ نہ خدا کے قدیر کی زبردست طاقت کا مقابلہ کر کے اس کی موعودہ
 اور دی ہوئی نعمت شیر خدا سے چھین لیں۔ خود باللہ من ہذہ النخیالات۔ نیز آیت سے ظاہر
 ہے کہ وعدہ خلافت ایک سے زیادہ اشخاص کے لئے تھا۔ نہ فرد واحد کے لئے۔ کیونکہ
 آیت میں موعود ہم جماعت مومنین ہے۔ نہ ایک شخص الذین امنوا و عملوا الصیغہ لئے
 جمع پر غور کرو۔ اور جو نشان ان موعود ہم کا خدا کے کریم نے بیان فرمایا ہے یعنی امنوا
 و عملوا الصالحات جو لوگ ان اوصاف میں جملہ صحابہ سے فائز تھے۔ وہی مستحق ہو سکتے
 ہیں اور یہ امر مسلم ہے کہ خلفاء اور دیگر صحابہ کرام سے ان اوصاف میں فاضل تھے۔
 اور یہی اس منصب جلیل کے مستحق تھے۔ اور ان چاروں کو اس منصب کا اعزاز ملنا مقدر
 تھا۔ اور ہر زمانہ خلافت بھی محدود کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ رسول برحق نے الخلفاء بعدی
 ثلثون فرما کر اس کی میعاد تیس سال بیان فرمادی تھی۔ تو پھر فرمائیے کہ سوائے اُن
 جو سلسلہ خلافت میں وقوع میں آئی۔ اور صورت ہی کون سی تھی؟ کہ یہ چاروں زبردگار
 اس عطیہ الہی سے اسی میعاد کے اندر بہرہ ور ہو سکتے۔ اگر مولانا علی المرتضیٰ کو سب سے
 پہلے خلافت ملتی۔ تو باقی ہر سہ اصحاب اس نعمت موعودہ سے محروم رہ جاتے۔ کیونکہ انکا
 زمانہ زندگی پہلے ہی ختم ہو جاتا تھا۔ ایسا ہی اس ترتیب میں اگر کچھ بھی تغیر ہوتا۔ تو کوئی
 نہ کوئی صاحب ضرور اس عطیہ سے محروم رہ جاتا۔ سبحان اللہ فعل الحکم لا یخلو عن الحکمتہ۔
 اس آیت کریمہ نے سلسلہ ایمان صحابہ کے ساتھ مسئلہ خلافت کا بھی قطعی فیصلہ
 فرمادیا۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ یہ خلفاء جیسے کہ پہلے امنوا و عملوا الصالحات کے مصداق
 تھے خلافت ملنے کے بعد بھی یَجِدُوا فِیْ ذٰلِکَ دِیْنًا کَوْنٌ فِیْ شَیْءٍ کہ پورے مصداق
 رہینگے۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس قدر اقتدار عظیم ملنے پر بھی ان کی حالت میں ذرہ سا تغیر
 پیدا ہو جائے۔ بلکہ جیسے کہ پہلے سکنت اور فقر کی حالت میں میرے سچے مومن نیک اعمال تھے
 اس اقتدار میں بھی میری عبادت میں مست میری توحید میں مشغول رہیں گے۔

لے حلاء الامن میں بھی میعاد خلافت تیس سال لکھ دیا گیا ہے۔

صاحبانِ انور کبھی یہ آیت خلفاء ثلاثہ کے ابدی ایمان پر شاہدِ عدل ہے۔ نیز خداوندِ کریم نے ان کے ایمانِ ابدی کی شہادت دیکر پھر یہ بھی فرما دیا۔ کہ اس میری شہادت کے بعد بھی اگر میرے ان پاک بندوں کے ایمان میں کوئی شخص کلام کرے گا۔ اور ان کے احسانِ عام کا کفران کرے گا تو مجھ کو کہ وہ گمراہ۔ بربخت قاتل ہے۔ معنی آیت **فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ** مفسرین نے یہ کیا ہے۔ **مَنْ اَتَمَّ عَنْ اِحْسَانِهِمْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ** شیعہ صاحبانِ اذکار انصاف کی عینک لگا کر آیت کو پڑھیں۔ بتائیں تو یہی وکیبت لکھتے ہیں **مَنْ بَعْدَ خَوْفِهِمْ اَمْنًا** کا مصداق کون زمانہ ہے۔ کیا وہ زمانہ جو عہدِ خلافتِ جنابِ امیر علیہ السلام کا تھا۔ شیعہ صاحبان تو مانتے ہیں۔ کہ وہ زمانہ تو سخت پُر آشوب تھا۔ ہمارا ایک ہمعصر شیعہ اپنے رسالہ سجاد کے صفحہ ۱۷ پر اس زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

حضرت امیر کی خلافت کا زمانہ بے امن و بے امان تھا۔ بی عایشہ صدیقہ وغیرہ غایتِ درجہ پُر آشوب تھا۔ اور عرب میں گویا سڑکوں کا ساحل ہو رہا تھا۔ پھر ایسا پُر آشوب زمانہ تو اس پیشینگوئی و کیبت لکھتے ہیں **اِنَّهُمْ كَانُوا فَاَسِقِينَ** ہو سکتا۔ فی الحقیقت یہ زمانہ خلفاء ثلاثہ کا ہی زمانہ تھا۔ کہ بعد اس خوف کے جو وفاتِ رسولِ مقبول کے بعد ارتداد کا فتنہ عظیم برپا ہو گیا تھا۔ مسلمانوں میں جیسے جھوٹے نبیوں نے اندھیر مچا دیا تھا۔ اور صدیقِ اکبر نے توفیقِ الہی سے ان کذابوں کا خاتمہ کر کے تمام فتنہ فرو کر دیا تھا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے امن قائم ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ ہر سہ خلفاء کے زمانہ میں وہ امن قائم رہا جس کے شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کیا یہ سب الہی وعدہ کہ **اِنَّ مَنَافِقُوں كُفَرُوں** میں پورے ہوئے؟ **نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ اُولٰٓئِكَ** اس مختصص آیتِ اختلاف کے متعلق بحث ہو چکی۔ آئندہ ہم مسئلہ خلافت پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔ جبکہ کتبِ شیعہ سے استدلال کیا جائیگا۔

(۲۸) **وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ اِلٰهَ اَرْضٍ بَرَبُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُونَ** (پاک ۱۷، سورہ زمرہ ۱۲) ہم نے ذکرِ تورات کے علاوہ زبور میں بھی لکھ دیا ہے۔ کہ زمین موعود کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے)

اس آیت میں ایک عظیم الشان پیشینگوئی ہے۔ اب دیکھنا چاہئے۔ کہ یہ پیشینگوئی کس زمانہ میں کس کے حق میں پوری ہوئی؟ خداوندِ علیم و خبیر خبر دیتا ہے۔ کہ توریت اور زبور میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم سے وعدہ کرتا ہے۔ میں تجھ کو ابدی تیرے بھائی کو کھانا کا سارا مالک

میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ اَکَادُصُ اَرْضِ مقدسہ (زمین کنعان) کے وارث میرے
مخلص پاک بندے ہوں گے اب بتائیے کہ یہ زمین کس کے ہاتھ پر فتح ہوئی؟ حضرت
فاروق اعظم کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ اور اس آیت کے رو سے آپ عباد صالحوں میں
ہوئے۔ کیا منافق ہی عباد صالحوں کہلا سکتے ہیں؟ صحیح کہے کہ اس سے زیادہ فخر کیا
ہو سکتا ہے؟ کہ ایک عظیم الشان پیشینگوئی جس کی خبریں آسمانی کتاب میں دیکھی ہیں
وہ پیشینگوئی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ کے سچے خادم فاروق اعظمؓ کے عہد میں پوری
ہوتی ہے۔ اور پھر طرفہ یہ کہ اس سرزمین کے وارث ہمیشہ اہل سنت والجماعت مسلمان
ہی رہے ہیں بشیوعہ پر ہماری حجت ہے۔ کہ خدا کے نزدیک وہ عباد صالحوں میں شمار
نہیں ہیں۔ اگر میں تو کیوں اَرْضِ مقدسہ کی وراثت ان کو نصیب نہیں۔

بعض مفسرین نے اَرْض سے مراد زمین شریفین کی زمین لی ہے۔ بہر حال اَرْض سے
مراد زمین شام و بیت المقدس ہو یا مکہ منظمہ اور مدینہ منورہ کی زمین اس کی وراثت ہمیشہ
سے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اور تاقیامت رہے گی۔ اور یہی مشہور
ابھی عباد صالحوں ہیں۔

سوال۔ اس موقع پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس سرزمین پر ایک دفعہ نیز بھی حکومت
کر چکا ہے۔ اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ کہ وساطت شریف حین نصاریٰ کا بھی عمل و دخل رہا
ہے۔ اور اب اس سرزمین پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے پھر آیت سے صداقت مذہب
حق اہل سنت والجماعت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب۔ یہ اعتراض آیت کے الفاظ پاک پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔
اگر مخالف کو قرآن میں تدبیر کرنا نصیب ہو۔ تو ہرگز ایسے بیہودہ اعتراض کی زد سے جرات
نہ ہو۔ آیت میں میراث کا لفظ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سرزمین پاک پر
وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہو گا۔ اگر کوئی فاسق فاجر یا بد مذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں
کے لئے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے۔ اور کچھ دنوں کے بعد پھر وہاں سے دھڑکا

(بقیہ حاشیہ) جس میں تو پر دہیسی ہے۔ دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو۔ ہدایش باب ۱۵۔ آیت ۱
اور نورس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لیکن وہ جو عظیم زمین کے وارث ہوں گے۔ ۳۷ زبور۔ آیت ۱۱۔
صادق زمین کے وارث ہوں گے۔ ۳۷ زبور۔ آیت ۲۹۔ جن پر اس کی برکت ہے۔ زمین کے وارث ہوں گے
اور بن پرست ہے کٹ جائیں گے۔ زبور ۷۰۔ آیت ۲۳۔

کر نکال دیا جائے تو وہ میراث کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ کہ قبضہ غاصبانہ گنتی کے دن رہا۔ پھر اس کا ایسا استیصال ہوا کہ دنیا میں لعنت کے سوا اس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے اگر نصارے کو قتل رکھا تو اس کا بھی وہی شرم ہوا جو نرید کا ہوا تھا۔ وہ اپنی پہلے بھی کچھ عرصہ وہاں حکومت کر چکے ہیں۔ پھر ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ اب جو انہوں نے وہاں دخل حاصل کیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ یہ بھی چند روزہ بات سے وہاں سے یہ لوگ بھی اسی ولت و خواری سے نکال دیئے جائیں گے۔ وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہل سنت و الجماعہ مقلدین کا رہا ہے اور رہیگا کیونکہ قرآن تجلے۔ اور خدا کے وعدوں میں ہرگز تخلف نہیں ہو سکتا۔ اس پاک زمین پر عرصہ دراز ترکوں کی حکومت رہی جو خالص سنی حنفی تھے۔ انہوں نے ارض پاک کا احترام رکھا۔ اور حرمین شریفین کے خادم رہے۔ خدا نے چاہا۔ تو پھر بھی اس پاک زمین کی خدمت انہی کے سپرد ہوگی۔

عقلی دلیل

اس امر کی عقلی دلیل کہ ارض پاک بیت المقدس۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ میں سوائے مسلمانان اہل سنت و الجماعہ مقلدین ائمہ کرام کے دوسرا کوئی فرقہ حکومت نہیں کر سکتا۔ یہ ہے کہ چونکہ ان مقامات مقدسہ میں بہت سے انبیاء عظام کے مرقد ہیں۔ اور وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں رہنی چاہئے جو تمام انبیاء کی یکساں عزت کرتا ہو۔ سو ایسے لوگ مسلمانان اہل سنت ہی ہیں جو تمام انبیاء سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور سب کا ان کے دلوں میں یکساں احترام ہے۔ برخلاف اس کے یہود کے دلوں میں حضرت عیسیٰ اور محمد عربی کی عزت نہیں ہے۔ نصارے بھی رسول آخر الزمان کے دشمن ہیں۔ اس لئے اراضی مقدسہ میں حکومت کے قابل نہیں ہیں۔ پھر مدینہ منورہ میں حضرت رسول پاک کے مدوڑہ اطہر میں آپ کے دو خادم صدیق و فاروق پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں۔ اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے۔ تو ان دونوں اصحاب کی مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہ اپنی کاویافتہ ہوں۔ تو چونکہ ان کے دلوں میں روضہ نبوی کا بھی احترام نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ایک بزرگ کا قول ہے کہ **هَذَا أَصْنَمُ الْكُفْرِ وَكُلُّ أَقْلٍ وَعِلْمٍ**

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ (یہ بڑا بُنت ہے اگر مجھے قدرت ہو تو اسے گرا دوں) علاوہ انہیں باقی
 مقدس کی بھی ان کے دل میں عزت و حرمت نہیں ہے۔ اور بس چلے تو سب کی بھرتی کر
 سے دریغ نہ کریں۔ اس لئے ان مقدس مقامات کی خدمت و حکومت کے قابل کوئی دوسرے
 قوم کوئی دوسرا فرقہ قدرتاً ہو نہیں سکتا۔ اسی لئے خدا نے علیم و خبیر نے اپنے تمام
 میں جیتی و مردہ لکھ دیا ہے۔ کہ ان اراضی مقدسہ کی حکومت بطور وراثت ہم
 عباد صالحین ہی کے سپرد کرینگے۔ تاکہ مقامات مقدسہ کے احترام میں فرق نہ آ سکے۔
 اللَّهُ عَلَّیْبُ عَلَّیْ اَمْرًا ۝

فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت کتب شیعہ

قرآنی برہین قاطعہ بیان ہو چکے۔ اب ہم اصحاب ثلاثہ کا کامل لایمان ہونا حضرت علی
 المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ائمہ شیعہ و شکر ہونا۔ ایک دوسرے کا خیر خواہ اور شیر کار ہونا۔ نبی علیہ
 السلام کے قرا بتلار اور سچے تابع دار ہونا مقبول بارگاہ الہی ہونا۔ بشاوات ائمہ اہل بیت
 کتب مقبرہ شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہر چند متقدمین شیعہ بھی متاخرین کی طرح اصحاب
 ثلاثہ سے غیظ و غضب اور نفص و عناد رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی واقعات کا چھپانا آسان
 بات نہیں ہے۔ ان صحیح واقعات کا ذکر مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ پہلے
 تو شیعہ اپنی کتابوں کو اہل سنت کو دیکھنے ہی نہ دیتے تھے۔ لیکن اب یس کی برکت سے
 کتابیں مل سکتی ہیں۔ اندیشہ یہی وجہ ہے۔ کہ اب سنی فضلاء شیعہ کی معتبر کتابوں سے انہ
 الزام دے سکتے ہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق واقعہ غار کے متعلق تفسیر سمری۔
 تفسیر قمی اور حمله حیدری کی عبارتیں اوپر لکھی جا چکی ہیں جن سے فضائل صدیق کا نمایاں
 ثبوت ملتا ہے۔ اب دوسری کتب سے روایات لکھی جاتی ہیں۔

اَوَّلُ فَرْعٍ کَافٍ جِلْدٌ صَحیحٌ مِیْنِ اَیْکِ طَوِیْلِ حَدِیْثٍ مَرُوْیَہِ جَنَابِ صَادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ
 درج ہے۔ جس میں صدقہ کے متعلق ذکر ہے۔ کہ کل مال صدقہ نہیں کر دینا چاہئے۔ تاکہ خود ملو

مخبرین جلسے آگے بڑھے۔ ہذا (حادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم) تھا کتاب و کتاب یصدقہ اہلہ من المؤمنین و قال
ابو بکرؓ عند موتہ حیث قیل لہ اوص فقال اوصی بالحق و اوصی بالحق
و قد جعل اللہ لہ الثلث عند موتہ و لو علم ان الثلث خیر لہ اوصی بہ
ثم من علمتم بعدہ فی فضلہ و نہ ہذا سلمان رضی اللہ عنہ و ابو ذرؓ
راحۃ اللہ فاما سلمان فكان اذا احدث اعطاه رفع منہ ثوبہ لیسنتہ
حتى یحضر عطاء کمین قابل فیقول لہ یا ابا عبد اللہ انت فی نہ ہذا کضع
هذا و انت لا قدری لعلک تموت الیوم فكان جوابہ ان قال ما لکم
لا تخرجون لی البقاء کما خفتم علی الفناء اما علمتم یا جملۃ ان النفس
قد تلتث علی صاحبہا اذا لم یکن من العیش ما تفتن علیہ فاذا حی
احترت معیشہا اطاعت و اما ابو ذرؓ رضی اللہ عنہ فكان لہ نولتان
و شویات علیہا و یدبج منہا اذا شکی اہلہ اللحم و نزل بہ ضیف
او امرای یا اہلہ الذین معہ خصاصۃ یجوز لہم الجزو و امرای من الشیاء
علی قدر ما یدہب عنہم بقدر اللحم و یاخذ هو نصیب واحد منہم لا
یفصل علیہم و من امر ہذا من لہو کذا و قد قال فیہم رسول اللہ صلی
اللہ علیہ و آلہ ما قال

(ترجمہ: یہ احادیث رسول پاک میں جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے۔ اور کتاب اللہ کی
تصدیق (اپنے عمل سے) موثبن کرتے ہیں جو کتاب اللہ سمجھنے کے اہل ہوں ابو بکرؓ نے
وقت وفات جب اس کو وصیت کے لئے کہا گیا۔ فرمایا کہ میں پانچویں حصہ (مال) کی وصیت
کرتا ہوں چنانچہ پانچویں حصہ کی وصیت کی۔ حالانکہ خدا نے تیسرے حصہ کی وصیت کی اسے
اجازت دی ہوئی تھی۔ وہ جانتا کہ تیسرے حصہ کی وصیت میں زیادہ ثواب ہے۔ تو
ایسا ہی کرتا۔ پھر ابو بکرؓ سے دوسرے درجہ پر فضل و زہد میں تم سلمانؓ اور ابو ذرؓ کو سمجھتے ہو
پس سلمانؓ کو جب کوئی عطیہ دیتا۔ پورے سال کی خوراک و ذخیرہ کر لیتا۔ حتیٰ کہ سال آئندہ
پھر عطیہ ملے ہو۔ لوگوں نے کہا۔ آپ باز جو ذرا ہر ہونے کے عیساکرتے ہیں۔ آپ کو معلوم
نہیں کہ آج ہی فوت ہو جائیں۔ جواب دیا۔ کیا تمہیں میرے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے؟

جیسا کہ میرے مرجع کے اندیشہ ہے۔ لے جا ہوا، تمہیں معلوم ہو کہ نفس اپنے مرجع پر سرکشی کرتا ہے۔ جب تک کہ اسے اس قدر معیشت نہ مل جائے جس پر اسے بھر ہو۔ اور جب وہ اپنی معیشت فراہم کر لے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور ابو ذرؓ کے پاس اوشٹیاں اور بکریاں ہوتی تھیں جو روزہ دیتی تھیں۔ اور جب ان کے عیال کو گوشت کی حاجت ہوتی تو یا کوئی مہمان آجاتا یا اپنے متعلقین کو بھوکھا دیکھتے۔ ان میں سے ایک یا بکری ذبح کر لیتے۔ اور سب کو تقسیم کر دیتے۔ اور اپنے لئے ایک آدمی کی ذراک رکھ لیتے جو دوسروں سے زیادہ نہ ہو۔ تم جانتے ہو کہ ان تین شخصوں نے روزہ گزاروں سے بڑھ کر زیادہ کون ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ان کے شان میں رسول پاکؐ نے فرمایا جو کچھ کہ فرمایا

اس حدیث سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوئیں:-

(۱) حضرت امام علیہ السلام کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ ان مومنین کا طین میں سے تھے جو کتاب اللہ کی سمجھنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ اور اپنے عمل سے کتاب اللہ کے احکام کی تصدیق کرتے تھے۔

(۲) حضرت سلمانؓ اور حضرت ابو ذرؓ فضل مذہب میں دوسرا درجہ رکھتے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کا زہد و فضل اُن سے اول درجہ (عالی) تھا۔

(۳) حضرت ابو بکرؓ اُن برگزیدہ راہروں سے تھے جن کا ہم پہلے کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔

(۴) حضرت ابو بکرؓ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث بیان کی ہوئی تھیں۔

سوال شیعہ یہ ہے کہ مَنْ أَذْهَدُ مِنْ هَؤُلَاءِ کا اشارہ صرف سلمانؓ اور ابو ذرؓ کی طرف ہو۔ اور ابو بکرؓ ان میں شمار نہ ہوں۔

جواب:- اگر معرض عقل کا اندازہ نہیں ہے۔ تو ابتداء حدیث میں الفاظ الکتاب یَضِدُّہُ اَہْلُہُ مِنَ الْمَوْمِنِ کے بعد پہلے ذکر ابو بکرؓ کا ہونا۔ اور پھر سلمانؓ اور ابو ذرؓ کے متعلق امام علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ ثُمَّ مِنْ عَلَمٍ بَعْدَ مَنْ فَضَّلُوْهُ وَنَزَّهَدَ (جس کا مفہوم صاف یہ ہے کہ ابو بکرؓ کے فضل و زہد کے دوسرے درجہ پر سلمانؓ و ابو ذرؓ ہیں۔

اس کے صدق و صفا قلبی کی وجہ سے عزت و وقار بڑھا ہے)

پہنچدہ شیعہ کی بڑی معتبر کتاب کشف الغم میں یہ روایت درج ہے۔ سئلَ الْإِمَامُ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حِلْيَةِ السَّيْفِ هَلْ يُجَوِّزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلَّى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ سَيْفَهُ فَقَالَ الرَّائِي أَيْ تَقُولُ هَكَذَا أَفَوَسَّابَ الْإِمَامُ عَنْ مَقَامِهِ فَقَالَ لِحُجْرِ الصِّدِّيقِ نَعَمْ الصِّدِّيقُ نَعَمْ الصِّدِّيقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيقُ فَلَا صَدَقَ اللَّهُ قَوْلَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (ترجمہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تلوار کو چاندی سے مرصع کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ جائز ہے۔ کیونکہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار کو مرصع کیا ہے۔ راوی کہنے لگا۔ آپ اس کو صدیقؓ کہتے ہیں۔ امامؑ غضبناک ہو کر اپنے مقام کے اٹھے۔ اور کہنے لگے بہت اچھا صدیقؓ نہ بہت اچھا صدیقؓ بہت اچھا صدیقؓ۔ جو اس کو صدیقؓ نہ کہے۔ خدا اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے)

اب حضرت امام علیہ السلام کی اس تصریح کے بعد کہ واقعی ابوبکر صدیقؓ میں جو ان کی صدیقیت کو نہ ماننے بقول امام ہمام وہ خمس الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہے شیعوہ نہ مانیں تو ان سے بڑھ کر خائب و خاسر کون ہو سکتا ہے؟

ششم۔ کتاب ناسخ التواریخ جو شیعہ کی مستند کتاب ہے۔ اس کے جلد ۲ ص ۵۶۳ میں ہے واز پس اول (یعنی زمین حارثہ) ابوبکر مسلمان شد و اسم او عبد اللہ است و لقب عتیق و کنیت او ابوبکر است و اول پس ابو قحاذ عثمان است و ابو عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ و ابوبکر علم النساب نیک میدانست و نسب او نیز محفوظ بود۔ و بابھنے از قریش الفتنہ کمال داشت۔ و چند تن را پنهانی دعوت باسلام نمود و نزدیک پیغمبر آورد۔ تا اسلام برایشان عرضه داشت۔ نخستین عثمان بن عفان بن ابی العاص ابن ابیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بود۔ دیگر زبیر بن العوام ابن خویلد بن سعد بن عبد العزی بن قصی بود۔ و زبیر زبیر پسر برادر خدیجہ علیہا السلام است و دیگر عبد الرحمن بن عوف ابن جعفر عوف بن عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بود۔ و دیگر سعید بن ابی وقاص و اسم ابی وقاص مالک بود و اول پس ابیہ بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی است۔ و دیگر طلحہ بن عبد اللہ

بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی است۔ و دیگر طلحہ
 بن عبد اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بود۔
 بن حملہ از دوستان ابو بکرؓ بودند بدلات او اسلام یافتند و انیس او ابو عبیدہ
 اسلام آورد و ترجمہ اور زمین حارثہ کے بعد ابو بکرؓ مسلمان ہوئے۔ ان کا نام عبد
 الوہاب بن کعب بن کعب بن لوی ہے۔ اور وہ بیٹے ابو قحافہ کے ہیں جن کا نام عثمان ہے۔ انکا
 نسب یوں ہے عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ ابو بکرؓ علم
 نسب خوب جانتے تھے اور انکا نسب بھی محفوظ تھا۔ اور بعض قریشیوں سے ان کی نہایت
 محبت تھی۔ چند اشخاص کو انہوں نے خفیہ طور پر دعوت اسلام کی اور پیغمبرؐ کے پاس لائے
 آپ نے ان پر سلام پیش کیا۔ پہلے شخص (جو ترغیب ابو بکرؓ سے مسلمان ہوئے) عثمان
 بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن
 مرہ بن کعب بن لوی تھے۔ دوسرے شخص برہہ بن عوام بن خویلد بن عبد شمس بن قصی تھے
 و تیسرے حضرت خدیجہ علیہا السلام کے بیٹے تھے۔ تیسرے شخص عبد الرحمن بن عوف ابن
 عبد عوف بن عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھے۔ اور چوتھے سعد
 بن ابی وقاص تھے۔ ابی وقاص کا نام مالک تھا۔ دو بیٹے امیب بن عبد مناف بن زہرہ بن
 کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں۔ یہ سب لوگ ابو بکرؓ کے دوستوں سے تھے۔ اور انہی
 کی راہنمائی سے یہ سب اسلام لائے۔ اور ابو بکرؓ کے بعد ابو عبیدہ اسلام لائے۔
 اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ بڑے پایہ کے شخص تھے۔ اور برگزیدہ
 خاندان قریش سے تھے۔ پہلے ہی سے ان کے نام (عبد اللہ) میں توحید کی جہلک موجود تھی
 علم الانساب کی خاص مہارت رکھتے تھے۔ اور محفوظ النسب تھے۔ ان کا لقب بھی عتیق (غیب)
 تھا۔ قریش میں بڑے ذی رسوخ تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو خاص مدد
 مل ہوئی چنانچہ ان کے طفیل بڑے بڑے اکابر قوم قریش اسلام میں داخل ہوئے۔
 یا ایسا شخص جو اسلام لاتے ہی اشاعت اسلام میں مصروف ہو گیا۔ اور اپنے اثر خاص
 سے اکابر قوم کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اور اپنی زندگی خدمت اسلام میں بسر کی حضورؐ و
 علم کی تعلیم و تربیت کمال کے بعد پھر منافق ہو سکتا ہے۔ بکثرت کلمہ تہجد من اذہم
 نفتم۔ تفسیر مجمع البیان طبری میں (جو شیعہ کی تفسیر ہے) تفسیر آیت الذی جاء

بِالصِّدْقِ وَصَدَقَ بِهِ فَاَنْتُمْ كَافِرُونَ (ترجمہ: اور جو شخص آیا ساتھ صدق کے ادب میں نے تصدیق کی اس کی وہی لوگ متقون ہیں) کی تفسیر میں لکھا ہے: قَوْلُ الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ رَسُولُ اللَّهِ وَصَدَقَ بِهِ اَبُو بَكْرٍ (ترجمہ: جو شخص آیا ساتھ صدق کے اس کے ساتھ رسول خدا ہیں۔ ادب میں نے تصدیق کی ان کی اس سے مراد ابو بکرؓ ہیں۔

ہشتم: کتاب نہج المقال نصف فضل میں جو بھی اجلہ علماء سے ہے۔ یہ روایت صحیح ہے
قَالَ سَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ يَقُولُ حَدَّثَنِي بَرِّدُ بْنُ اَسْلَمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ اَجْمَعَةَ مَشَيْتَا اِنِي لَكُلِّتُهُمَا اَبُو بَكْرٍ فَقَالَ اَنْتَ الصِّدِّيقُ اَنْتَ تَانِي الثَّانِي اِذَا هُمَا فِي الْغَارِ فَلَوْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ عَنْ هَوْلِ الْمَلَائِكَةِ (ترجمہ: ابو داؤد کہتے ہیں: یہ یہ سلی نے مجھے بتایا کہ میں نے رسول خدا سے سنا۔ فرمایا بہشت میں انھما کا شائق ہے۔ اتنے میں ابو بکرؓ آگئے۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ تو صدیق ہے۔ اور تو دوسرا دوکا ہے۔ جو غار میں تھے۔ راوی کہتا ہے۔ کاش! میں حضورؐ سے پوچھتا کہ دیتیں کون ہیں؟)

نہم: احتجاج طبری میں بروایت امیر المومنین یہ حدیث درج ہے۔ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَبَلٍ حَرَاءٍ اِذْ قَامَ لَكَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَكَ قَرَأَتْ يَا لَيْسَ جِلْدَكَ الْاَنْبِيُّ وَصَدِّيقُ وَشَهِيدُ (ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حراء پر تھے کہ پہاڑ نے جنبش کی تو حضورؐ نے فرمایا اٹھ رہا۔ کیونکہ تجھ پر ایک نبی دوسرا صدیق تیسرا شہید ٹھہرے)

کیا ان دو روایات کو ٹپک کر بھی شیعہ کو حضرت ابو بکرؓ کی صدیقیت میں کچھ شک شبہ باقی رہ گیا لیکن ضد کا کیا علاج!

دھم: نہج البلاغہ میں جو شیعوں کی مستند کتاب ہے جس میں جناب امیر علیہ السلامؑ نے احوال درج ہیں۔ لکھا ہے: لِلَّهِ بِلاَ خُفَايَا فَلَمَّا قَامَ الْاَوْدُ وَكَذَا وَكَذَا الْعَمَلُ وَ اَقَامَ النَّسْتَةَ وَخَلَفَ الْبَيْتَ فَمَضَى النَّوْبَ فَبَلَغَ الْغَيْبَ اَصَابَ خَيْسَرًا هَا وَتَبَقَ لَهَا اَدَى اِلَى اللَّهِ طَاعَةً وَتَقَاهُ بِحَقِّهِ وَرَجُلٌ وَكَمَرُ كَمَرٍ فِي طَرَفِي فَتَسْعَبُ لَا يَهْتَبِي فِيهِ الصَّلَاةُ وَلَا يَسْتَقْبِلُ الْاَمْنُ فِي (ترجمہ: خدا ننان (ابو بکرؓ) پر رحمت کو کہے کچی کو سیرا کیا۔ جاری بہالت کا علاج کر۔ سنت (احوال) کو

قائم کیا۔ بہت کچھ ڈالا (دنیا سے) پاکدامن اور کم غیب ہو کر گزر گیا۔ خوبی کو پالیا۔ اور شرف سے پہلے چلا گیا۔ خدا کی بندگی کا حق ادا کیا۔ اور تقویٰ جیسا کہ چاہے۔ اختیار کیا۔ فوت ہو گیا۔ اور لوگوں کو بیچ وریج راستوں میں چھوڑ گیا۔ کہ گمراہ کو راستہ نہیں ملتا۔ اور راہ پانے والا یقین نہیں کرتا) شاہین بیچ البلاغۃ نے لفظ فلان سے ابو بکرؓ یا عمرؓ مراد رکھی ہے۔
 دیکھو اس خطبہ میں علی المرتضیٰ صدیق اکبرؓ کی کیسی تعریف فرماتے ہیں۔ اور اخیر میں کہتے ہیں کہ ہمارا عہد خلافت ایسا پر شور ہے کہ ہدایت یافتہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔
 یکتا دھند۔ تزدوج فاطمہؓ کی تحریک ابو بکرؓ نے کی۔

جلال الیوم از دو جلد اول ص ۱۱۵ میں درج ہے:-

روایت کی ہے کہ ایک دن ابو بکرؓ و عمرؓ و سعیدؓ بن معاذ مسجد حضرت رسولؐ میں بیٹھے آپس میں مزاحمت جناب فاطمہؓ کا ذکر کر رہے تھے۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ اشرف قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری حضرت سے کی اور حضرت نے ان کو جواب دیا۔ کہ ان کا اختیار پروردگار کو ہے۔ اور حضرت علیؓ بن ابیطالب نے اس بارہ میں حضرت سے کچھ نہیں کہا۔ اور نہ کسی نے ان کی طرف سے کہا۔ اور ہمیں گمان یہی ہے کہ سوائے تنگدستی کے اور کچھ انہیں مانع نہیں۔ اور جو کچھ ہم جانتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ خدا اور رسول خداؐ نے فاطمہؓ کو بیشک علیؓ کے لئے رکھا ہے۔ پس ابو بکرؓ نے عمرؓ اور سعیدؓ بن معاذؓ کو کہا کہ اٹھو علیؓ کے پاس چلیں۔ اور ان سے کہیں کہ فاطمہؓ کی خواستگاری کرو۔ اگر تنگدستی انہیں مانع ہے۔ تو ہم اس بات میں ان کی مدد کیے سفین معاذؓ نے کہا۔ بہت درست ہے۔ یہ کہہ کر اٹھے۔ اور جناب امیرؓ کے گھر گئے۔ جب سب ابیہر کی خدمت میں پہنچے حضرت نے فرمایا کس لئے آئے ہو؟ ابو بکرؓ نے کہا۔ اے ابو الحسن کوئی فضیلت فضیلت ہائے نیک سے نہیں ہے۔ یہ تم اور لوگوں پر اس فضیلت میں سابق ہو تمہارے اور حضرت رسولؐ کے درمیان جو رابطہ بسبب یگانگی و مصاحبت دایمی و نصرت دیاری اور جو روابط معنوی ہیں وہ معلوم ہیں۔ جمیع قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری کی۔ مگر حضرت نے قبول نہ کی۔ اور جواب دیا کہ اس کا اختیار پروردگار کو ہے۔ پس تم کو کیا چیز فاطمہؓ کی خواستگاری سے مانع ہے؟ ہم کو گمان یہ ہے کہ خدا و رسولؐ نے فاطمہؓ کو تمہارے واسطے رکھا ہے۔ باقی اور لوگوں سے منع کیا ہے۔ امیرؓ نے ابو بکرؓ سے یہ سنا آنسو چشمہائے مبارک سے جاری ہوئے۔ اور فرمایا امیرؓ غم اور اندوہ تم نے ناکہ کیا۔ اور جو آرزو

میرے دل میں پہنچا تھا۔ اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہوگا۔ جو فاطمہؑ کی خوشگلی نہ چاہتا ہو؟ لیکن مجھے بسبب تنگدستی اس امر کے اظہار سے شرم آتی ہے پس ان لوگوں نے جس طرح ہوا حضرت کو راضی کیا۔ کہ جناب رسول خداؐ کے پاس جا کر فاطمہؑ کی خوشگلی کریں۔ جناب امیر نے اپنا اونٹ کھولا۔ اور گھر میں لاکر باندا انہ اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو کس قدر خیر خواہی جناب امیر علیہ السلام کی مطلوب تھی۔ کہ اس مبارک رشتہ (تزوج فاطمہؑ) کی تحریک کی اور ہر طرح سے اس معاملہ میں جناب امیر علیہ السلام کی امداد پر آمادگی ظاہر کی۔ پہلے جناب امیر علیہ السلام نے اپنی مجلسی کا غدر پیش کیا۔ مگر ان مردان خدا نے ان کو ڈھارس بندھوائی۔ اور معاملہ انجام بخیر ہوا۔ کیا دشمن بھی کسی کی ایسی خیر خواہی کیا کرتے ہیں؟ اگر شیعہ غور کریں۔ تو اس مبارک رشتہ (تزوج فاطمہؑ) کا سہرا بھی ابوبکرؓ ہی گھس رہا تھا ہے جنہوں نے اس سلسلہ کی تحریک کی۔

دوا شہد ہم۔ جنہ فاطمہؑ ابوبکرؓ نے خرید کیا۔

تزوج فاطمہؑ کی ابتدائی تحریک ہی حضرت ابوبکرؓ نے نہیں کی۔ بلکہ آخری رسوم خرید بھیر وغیرہ بھی ابوبکرؓ ہی کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوئیں۔ چنانچہ جلاء العیون اردو مصطلک پر مذکور ہے۔

جناب امیر نے فرمایا۔ حضرت رسولؐ نے مجھے ارشاد کیا۔ یا علیؑ اٹھو۔ اور اپنی زرہ بچھاؤ۔ پس میں گیا۔ اور زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت حضرت کی خدمت میں لایا۔ اور روپے حضرت کے دامن میں رکھ دیے۔ حضرت نے مجھ سے نہ پوچھا۔ کہ کتنے روپے ہیں؟ اور میں نے بھی کچھ نہ کہا۔ پس اُن میں سے ایک مٹھی روپیہ لیا۔ اور بلالؓ کو بلا کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ فاطمہؑ کے لئے عطر و خوشبو لے۔ پس اُن درہم میں سے دو ٹکٹیاں لیکر ابوبکرؓ کو دیں۔ اور فرمایا باندا میں جا اور کپڑا وغیرہ جو کچھ اثاثہ البیت درکار ہے لے۔ پس عامر بن یاسر اور ایک جماعت صحابہ کو ابوبکرؓ کے پیچھے بھیجا۔ اور سب بازار میں پیچھے۔ پس اُن میں سے ہر ایک شخص جو چیز لیتا تھا۔ ابوبکرؓ کے مشورہ سے خرید کرتا۔ اور دکھالتا تھا۔ پس ایک پرانہ سات درہم کو اور ایک بقیعہ چار درہم کو اور ایک چادر سیاہ خیبری و کمرسی کہ دو نو پاٹ اس کے لیف خرما سے جڑے تھے

اور دو تو شک جا رہے تھے مصری کی کہ ایک کو لیف خرما سے اور دوسری کو چشم گوشت
سے بھرا تھا۔ اور چار تھے پوست طائف کے کہ ان کو گیارہ اذخر سے بھرا تھا۔ اور ایک پردہ
چشم اور بوریا اور جلی اور بادئیہ رستی اور ایک ظرف پوست پانی پینے کا اور کاسہ چوبین
دودھ کے لئے اور ایک مشک پانی کے لئے اور ایک آفتابہ قیر اندود اور ایک سیوی سبز
اور کوزہ ہائے خالین خریدے۔ جب سب اسباب خرید چکے۔ بعض اشیاء ابو بکرؓ
اور سب صحابہؓ نے بھی اسباب مذکورہ اٹھایا۔ اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں لائے حضرت
ہر ایک چیز کو دست مبارک میں اٹھا کر ملاحظہ فرماتے اور کہتے تھے۔ خدا و ما اس کو میرے
اہل بیت پر مبارک کر۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی دوستی کے علاوہ حضرت رسول پاکؐ کو بھی
ابو بکرؓ پر اس قدر بھروسہ و اعتماد تھا۔ کہ چیز فاطمہؑ کی خرید پر بھی وہی مامور ہوئے۔ اور سب
اسباب ان کے ہی مشورہ سے خریدا گیا۔ کیا دشمنوں کو بھی ایسے مبارک اہم کام کے لئے
منتخب کیا جاتا ہے؟

سینہ دہم۔ صیق ابر کی حضورؐ سے آخری باتیں۔

جلال العیون اردو ص ۱۱۱ لکھا ہے۔ تھلبی نے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت مرض حضرت
رسولؐ پر سنگین ہوا۔ اس وقت ابو بکرؓ آئے۔ اور کہایا حضرت آپؐ کس وقت انتقال کریں گے؟
حضرتؐ نے فرمایا میری اہل حاضر ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ آپؐ کی بازگشت کہاں ہے؟ حضرت
نے فرمایا۔ جانب سدرۃ المنتہی و جنت الماویٰ و رفیق اعلیٰ و عیش گوارا و جو جہائے شراب
قرب حق قائم ہے میری بازگشت ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ آپؐ کو غسل کون دے گا؟ حضرت نے
فرمایا جو میرے البیت سے مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابو بکرؓ نے پوچھا۔ کس چیز میں؟ ابو
کعبؓ نے کہا؟ حضرت نے فرمایا انہیں کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں۔ یا جا جہائے یمنی
و مصری میں۔ ابو بکرؓ نے پوچھا کس طرح آپؐ پر ناز پڑھیں؟ اس وقت جوش و خروش
اور غلغلہ آواز مردم بلند ہوا۔ اور در و دیوار کا نچنہ لگے حضرت نے فرمایا۔ صبر کرو۔ خدا
تم لوگوں سے غفور کرے۔ انتہی۔

ابن شیبہؒ سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ ابو بکرؓ معاذ اللہ عجیب منافق تھے۔ کہ آخر وقت میں بھی
حضور علیہ السلام رازگی باتیں اور وصیتیں اُنسی کو سناتے رہے۔ آخری وقت تو انہیں

تمام قوی علایق سے آزاد ہو کر صرف متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت وہی جہلا معلوم ہوتا ہے جو مقرب الی اللہ ہو۔ پاک لوگ آخری دم میں کبھی بھی ناپاک لوگوں کو پاس پھٹکتے نہیں دیتے۔ غرض حضور علیہ السلام کو اپنے محبوب صادق ابو بکر صدیق سے اس وجہ محبت و پیار تھا کہ وقتِ نزع بھی اسی کو ترن ہم کلامی بخشا۔ (خوشحال ابو بکر) چھار دھم شیعہ کی متعدد کتب میں شیخین کی نسبت حضرت امام جعفر علیہ السلام سے مروی یہ حدیث موجود ہے:-

هَذَا إِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِمَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَا نَا عَلَيْهِمَا مَاءُ حَمَلِ اللَّهِ يَقُومُ الْقِيَامَةُ (ترجمہ:- ابو بکر و عمر دونوں امام عادل اور بالانصاف تھے۔ حق پر تھے حق پر ہی فوت ہوئے۔ ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو گی) اب میں یہ چودہ شہادات کتب شیعہ سے لکھ کر حضرات شیعہ کو دوازدہ ایمہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ اس قدر روشن شہادات و بارہ تعریف و اعتراف فضیلت و صدیقیت حضرت ابو بکر و دیکھ کر بھی تم لوگ جلد سے باز نہ آؤ گے۔ ہاں! مگر جن لوگوں کے دلوں پر تفاوت کی مہر ثبت ہو چکی ہے۔ ان کو کون ہدایت کرے۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیمہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۱) حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق مایاقر مجلسی شیعہ نے بحار الانوار جلد ۱۴ کتاب التہام و العالم میں مسعودی عیاشی سے یوں روایت کی ہے:- سَمِعْتُ رَأَى الْعِيَّاشِيَّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ سَمْعَةَ بْنَ مَرْثَدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا أَمَرَ الْأَمْلَاحُ بَعَثَ ابْنَ الْخَطَّابِ أَبِي بَكْرٍ جَمْلُ بْنُ هِشَامٍ۔ (ترجمہ:- مسعودی عیاشی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی۔ اے خدا اسلام کو عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش) سو حضورؐ کی دعا مستجاب ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کی کیفیت صاحب حملہ حیدری یوں لکھتا ہے:-

نظم

چنان دید کہ جوہل ازل سزیش و کیفیت شد عداوت مش
 کہ قتل پیغمبر و اولاد سلال و نبوتش و گمراہی و ضیال
 یکی بود میگفت با اشتیاق کہ اگر کسی گرسہ مصطفیٰ
 بہر دست از خود بخیشم با و تو دو کہ بان سید دیدہ و سرخ مو
 زو بیای مصی بر من و تو دگر سیم پدر کشش حسین
 عمر چو شنیدای سخن گفتش بخیند عرق طبع در تنش
 با و گفت سو گند اگر خوردی و کہ از گفتہ خوشتن نگذری
 من امروز خدمت براتم بجایم بیارم بہ پیش سر مصطفیٰ
 گرفت از ابوہل اول تم و پس شاد تو در رہ کس قدم
 با آن چو رفت بیرون عمر و تو یکی گفت با او نداری خبر
 ہم مشیرہ ات نیز با جفت خویش و گرفت است بن محمد پیش
 برافت ایا غصہ ازین گفتگو و گفتا برزم کنوں خون او
 سوی خلد طعم خویش رفت تو چو آمد بزویک ترمیش رفت
 چو آمد پیش دروایستاد بہ صدای شنید بال گوش داشت
 شنید آنکہ میخواند مرد نکو و کلای کہ شنیدہ بد مثل او
 غمزد و درد خواہش باز کرد و چو آمد در دواں شوم آغاز کرد
 طاعت او با جفت خواہ بہ جنگ و گرفتش ز حلق و پیشہ و تنگ
 گلوش بہ تنگی نشد و آنچنان کہ نزدیک شد تا شود حق جان
 بیار و دواں خواہش فوجہ گر و گفتش چو خواہی زبالے طغر
 اگر تا گردی ز ما در ملول و نزدیک دین محمد قبول
 کنوں گشتی سر برانیم پیش و ولی بزگردیم از دین خویش
 چو شنید زد ایں حکایت عمر و نہ دانست کور برگرد و اگر
 گفتش چو دیدی توار مصطفیٰ و گرفتش بہ پیش جنس قبل
 گفتا کلام خداے جلیل تو کہ آرد با و حضرت جبرئیل
 شنیدیم و گردید بر ایقین و کہ بہت آن کلام جہان میں

ایسا ہوا کہ او پہل حضرت محمد کی تہہ نہ کر سکا چنانکہ
 جبرئیل قتل صورت کے اسے کہے سو چاہا ہی نہ تھا۔
 ایک روز حضرت نے کہو لگا لگا کر کوئی شخص کو کھڑکے
 میں اسکو نہراؤنٹ ایلے انعام دیا تھا جو دروازے کے
 اور سرخ رنگ کے چوٹ
 مہر کی چٹائی اندر کی چادر کے علاوہ بہت سی چٹائی
 غرض جیسا کہ آج سنی اور درویش کی تاریخ سی۔
 وہ وہیں کو کہا کہ اگر تو ہم کھاؤ تو پانی پانی پانی
 میں آج ہی یہ خدمت عجا ئی ہو اور حضرت نے ہمارے
 ابوہل کے ہاتھ میں چربا ت پر آمادہ ہوا۔
 جیسا کہ کام کیلئے روانہ ہوا اس کے ہاتھ کے چمبے میں
 تہہ نہ کر سکا چنانکہ وہ دین محمد میں داخل ہو گیا جو۔
 حضرت نے اس کے ہاتھ میں کھاؤ اور کہا اے اسکو کھل کر
 اپنی شہرہ گھر کو روانہ ہو اور جب گھر کے نزدیک پہنچا
 جب دروازہ پر گھر کے پہنچے تو اوپر دیکھی جیسے
 سنہ کا انچا بہنوں ایک کلام پر صدر ہوتا جسکی شان
 حضرت نے دیکھی تہہ نہ کر سکا چنانکہ وہ دین محمد میں داخل ہو گیا جو۔
 ابوہل بہنوں سے لڑنے لگے اور اسے گتے پکڑ کر
 اس کا گایا کہ اے گھانا کہ جہان نکلے گی
 ہمیشہ و چلائی ہوئی دھڑکائی اور کہا اے عمر ہم کیا
 خواہ تو خوش ہو یا ناراض ہم تو دین محمد کی قبول کر لیا
 اب اگر ہمیں جان مارڈا تو ہم یہ سچا وین نہ چھوڑینگے
 جب حضرت نے ہمیشہ سے تپاسی ہمد کہ کیا ارادہ
 کہا تم نے مجھ سے کیا کہہ دیا کہ مجھ کو دین محمد میں
 ہمیشہ نہ کھاؤ کہ کلام سنی ہو جو حضرت نے
 ہمیشہ یہ کلام پکڑی ہو اور ہمیشہ نہ کھاؤ کہ کلام سنی ہو
 کی کلام ہے

حضرت نے کہا کہ وہ کام غیر نظام اگر چہ بڑے بڑے خواہش آئیے چند خواندہ غیر گوش پوں کرد حیران بماند
وہ ان شنیدل ہی حرم شدہ ڈیوڈ اسلام سرگرم شد
وہ ان پس بگشتند با ہم دال و بنزد رسول خدا کہاں
بدولت سرایے پیغمبر شدند و چو در بستہ بد حلقہ بردارند
یکایک مدوید از پشت در و کہ استادہ یا شیخ بر در غمر
بہ نزد نبی وقت و احوال گفت و بماند از اصحاب اندر گفت
چنین گفت پس عمر خیر البشیر و کہ غم نیست برے کشایند
گمانہ صدق آمدہ حرمیان و گر با خدا را بخاطر و غا
بہ تینی کہ دارد حمائل عمر و نقش اسبک سازم ز سر
چو وہ باز کردند بروئے اد و خدا مد عمر بالیہ عذر گو
عمر نقش بہ پسر و در انبیاء و نشانہش بجا یکہ پوش سوار
بگشتند اصحاب ہم تہنیت و وذل بشیر یافت وین تقویت
پس اصحاب پس را خدا پس دعا و کہ از خدمت سرورہ انبیاء
بوی حرم آشکارا روند و نماز جماعت بجا آورند
یہاں سخن چوں بقریش رسول و زخیر البشیر یافت عز قبول
روایات بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو حضرت عمرؓ کی فضیلت کا نمایان
ثبوت ہیں۔

(۱) آپ کا اسلام لانا حضور سور کائنات کی خاص استجابیت و دعا کا نتیجہ ہے۔ اور نہ انھن
سے جس سینہ میں نور اسلام حبیب کبریا کی خاص توجہ و دعا داخل ہوا ہو۔ پھر اس میں
خلعت کفر و نفاق داخل ہو سکے؟

(۲) اسلام غیر کسی ذنبوی لایح یا طح سے نہیں۔ بلکہ صداقت اسلام دیکھنے اور کام الہی
کے قوت اعجاز کی خاص تاثیر ہونے کے سبب سے ہوا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اتنی
دلت صحبت رسول پاک حاصل کرنے اور تعلیم و تربیت پانے کے بعد پھر تاریکے ضلالت
و کفر خود کر سکے۔

حضرت نے کہا کہ وہ کام غیر نظام اگر چہ بڑے بڑے خواہش آئیے چند خواندہ غیر گوش پوں کرد حیران بماند
وہ ان شنیدل ہی حرم شدہ ڈیوڈ اسلام سرگرم شد
وہ ان پس بگشتند با ہم دال و بنزد رسول خدا کہاں
بدولت سرایے پیغمبر شدند و چو در بستہ بد حلقہ بردارند
یکایک مدوید از پشت در و کہ استادہ یا شیخ بر در غمر
بہ نزد نبی وقت و احوال گفت و بماند از اصحاب اندر گفت
چنین گفت پس عمر خیر البشیر و کہ غم نیست برے کشایند
گمانہ صدق آمدہ حرمیان و گر با خدا را بخاطر و غا
بہ تینی کہ دارد حمائل عمر و نقش اسبک سازم ز سر
چو وہ باز کردند بروئے اد و خدا مد عمر بالیہ عذر گو
عمر نقش بہ پسر و در انبیاء و نشانہش بجا یکہ پوش سوار
بگشتند اصحاب ہم تہنیت و وذل بشیر یافت وین تقویت
پس اصحاب پس را خدا پس دعا و کہ از خدمت سرورہ انبیاء
بوی حرم آشکارا روند و نماز جماعت بجا آورند
یہاں سخن چوں بقریش رسول و زخیر البشیر یافت عز قبول
روایات بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو حضرت عمرؓ کی فضیلت کا نمایان
ثبوت ہیں۔

(۳) حضرت عمرؓ کے اسلام کا غیر مقدم رسول پاک اور اصحاب رسولؓ نے جس طرح چھوٹی سے کیا۔ اور حضور علیہ السلام نے بغیر ہر جو برکت پہنچائیں۔ اور اعزاز بخشا۔ یہ حضرت عمرؓ کا ہی خاص حصہ تھا۔

(۴) یہ حضرت فاروق عظیم کے جلال و جبروت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے اسلام لاتے ہی شوکت اسلام دوبالا ہو گئی۔ اور سچا تحفہ حیات کے خدا کے گھر کعبہ اللہ میں پہنچ کر نماز باجماعت پڑھی گئی۔ اور کفار نامہ خوار کو حضرت عمرؓ کی تیغ آبدار کر سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حسن روز آپ داخل دین حسین ہوئے ز کعبین مع بہر نماز اہل دیں ہوئے
آہستہ سے اذان جو کہی خشکیں ہوئے فرمایا کیا مشرف ہیں ہم نہیں ہوئے

نام خدا و نام نبی نو پکار کر
اب تک کس کا ڈر ہے اذان دو پکار کر

(۵) شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ ناسخ التواریخ ص ۱۱۳ میں اسلام عمرؓ کے متعلق دین لکھا ہے۔ "عمرؓ عرض کر دیا رسول اللہ از بہر آں آردہ ام کہ ہمیش مسلمان کی گھر وہ کلمہ تو حید بر زبان راند۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ از اسلام عمرؓ چناں شاد و شند کہ بیانگ بلند تکبیر گفت و تکبیر آنحضرتؐ را اصحاب شفیقہ نہ وہم بیکبار تکبیر گفتند و باستقبال عمرؓ بیرون آئے و آنگاہ عمرؓ گفت یا رسول اللہ کافران لات و عنے را آشکارا پرستش کنند۔ چرا باید خدا کے را پہنچانی پرستش کر و پس آہنگ کعبہ کردند۔"

(ترجمہ:- عمرؓ نے عرض کی۔ حضور میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ مذہب اسلام قبول کر دوں۔ یہ کہہ کر کلمہ تو حید پڑھا۔ آنحضرتؐ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے۔ کہ بلند آواز سے تکبیر کہی۔ آپ کی تکبیر اصحاب نے سنی۔ اور سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اور حضرت عمرؓ کے استقبال کے لئے باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ حضور! کافرو لات و عنی کی پرستش ظاہر نہ کر کریں ہم خدا کے قدوس کی عبادت کیوں چھپکے کریں۔ پھر انہوں نے کعبہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ نماز پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ تو مصنف کتاب مذکور لکھتا ہے کہ سب لوگ کعبہ اس شان سے چلے کہ

عمر از جانب پیغمبر و ابوبکر از طرف دیگر علی علیہ السلام از پیش روئے اصحاب از
 دنبال روان شدند۔ و عمر با شمشیر خویش از پیش روئے جملہ ہمہ رفت و از اہل سوائے تھا
 قریشیان چنان می پنداشتند کہ عمر رسول خدا را آسبب خواهد رسانید ناگاہ دیدند
 کہ از پیش روئے رسول خدا بے شمشیر حایل گردیدند گفتند ہاں عمر بر چه گوید۔
 گفت یا رسول خدا بے ایمان آوردم و اگر کسی از شما بنا لایقی جنبش کند یا ہمیں
 تیغش سیفر کند و این شعر بگفت۔

الْكَهْلُ وَالشُّبَّانُ وَالْعُلَمَاءُ
 مُحَمَّدٌ أَقْدَمَ شَرِّهِ الْإِسْلَامَا
 نَذَبْتُ عَنْهُ الْحَالَ وَالْأَعْمَامَا

مَا نِي أَرْكَمُ كُلُّكُمْ قِيَامَا
 قَدْ بَعَثَ اللَّهُ كُنَا مَا مَا
 حَقًّا وَقَدْ يَكْسِرُ الْأَصْنَامَا

پس کافران از عمر و دشمنان شدند و آہنگ او کردند و عمر نیز بہ پشتوانی علی علیہ السلام
 با ایشان در آویختہ آن جماعت را از کعبہ بکنار کرد و رسول خدا را در محبت ناز بگذاشت
 و باز خانہ شد۔ و اسلام عمر را نیز بیکر گوشت روایت کرده اند ہمانا ایس قصہ مختار افتاد۔ و
 بالجملہ عمر بعد از اسلام بدرخانہ ابو جہل رفت و در بکوفت و ابو جہل چوں بانگ از ایشان
 بیامد و در بکشد و گفت مرحبا دہلا از ہر چه حاجت مرایا کردی و بدینجا شدی۔ گفت
 آدمم تا ترا آگاہی دهم کہ ایمان بخدا را آوردم۔ ابو جہل در شتم شد و در برت
 دوست و گفت قَتَحْتَ اللَّهَ وَ قَتَحَ مَا جِئْتَ بِهِ۔

(ترجمہ۔ عمر حضرت رسول کے ایک پہلو میں تھے۔ اور ابوبکر دوسرے پہلو میں اور علی
 سامنے اور دیگر اصحاب پیچھے روانہ ہوئے۔ اور حضرت عمر نے اپنی تلوار سے سب سے
 آگے چلے۔ اور کفار قریش منتظر تھے۔ کہ حضرت عمر حضرت حضور علیہ السلام کو اندھا
 دیکھے ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ وہ تو رسول خدا کی اردل میں تلوار حایل کئے ہوئے
 چلے آ رہے ہیں۔ سب نے کہا ہاں عمر تمہاری کیا حالت ہے؟ انہوں نے کہا۔
 میں رسول خدا سے پر ایمان لایا ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی نالایقی سے
 ذرہ بھی کچھ بیجا حرکت نہ کرے گا۔ تو اسی تلوار سے اس کا سر کاٹ کر دوں گا۔ حضرت عمر نے یہ عربی
 شعر پڑھے کیا دجہے کہ میں تم سب کو یہاں کھڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ بلوڑھوں۔
 جو انوں ابو جہل کو بھی۔ بالیقین خدا نے ہمارے لئے ایک امام مبعوث کیا ہے جس کا

اس گرامی محمد ہے جس نے سچا دین اسلام ہمارے لئے جاری کیا ہے۔ وہ بتوں کو توڑ دینگے۔ اور ہم ان سے اپنے ماموں اور چچاؤں کو دور ہٹا دینگے۔ پس کافر غضبناک ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے با مدد علیؓ ان سے مقابلہ کر کے ان کو کعبہ سے دور ہٹا دیا۔ اور رسول خداؐ نے مسلمانوں کے ساتھ کعبہ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ اور پھر گھر واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کو اور لوگوں نے دوسری طرح بھی روایت کیا ہے۔ مگر صحیح یہی روایت ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام لانے کے بعد ابو جہل کے گھر گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابو جہل نے دروازہ کھولا۔ اور آؤ بھگت کر کے کہا کہ آپ نے مجھے کیسے یاد کیا۔ اور کس طرح تشریف لائے؟ آپ نے کہا کہ تجھے بتائے آیا ہوں۔ کہ میں خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا ہوں۔ ابو جہل کو بہت غصہ آیا۔ وہ دروازہ بند کر لیا۔ اور کہنے لگا خدا تمہارا برا کرے۔ اور جو خبر تم لائے ہو اس کو بھی بُرا کرے۔

اب جائے غصہ ہے۔ کہ اسلام لانے ہی حضرت عمرؓ کی سن عقیدت کا یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ دین حق کی پاس میں کفار سے دوہرو ہو گئے۔ اور ان کو لٹکا کر اگر ذرا بھی بول پاک کی شان والا میں بے ادبی سے پیش آو گے۔ تو میری تلوار ہے اور تمہارا سر۔ پھر کس بہادری سے ابو جہل جیسے خطرناک دشمن دین کے گھر تنہا جا کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کیا ایسی جرأت کوئی شخص کر سکتا ہے؟ پھر حضور علیہ السلام جن کو علوم اولین و آخرین سب معلوم تھے۔ اسلام عمرؓ پر اس قدر خوشی کیوں مناتے۔ اگر معلوم تھا۔ کہ بالآخر اس نے اسلام سے پھر جاتا ہے۔ اور میرے اہلبیت کو تکلیف پہنچاتی ہے شیعو! خدا را انصاف کرو۔ الیس منکم بہ رجل رشید۔

(۳) نہج البلاغۃ جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے :-

”وَمِنْ كَلَامٍ لِّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَدَا عُمَرَ فِي الْخُرُوجِ إِلَى عَزِّ وَالْمَوَدِّ بِنَفْسِهِ وَقَدْ تَوَكَّلَ اللَّهُ لَا هَلْ هَذَا الدِّينُ بِإِعْزَازِ الْكُفْرَةِ وَاسْتِزْجَارِ الْعُزْمَةِ وَالَّذِي نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْصُرُونَ وَمَنْعَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَمْنَعُونَ حَتَّى لَا يَمُوتَ - إِنَّكَ مَتَى لَمَرَّ إِلَى هَذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ مَقْتَلُهُمْ فَتَنْكَبُ لَا لَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَافَّةً دُونَ أَنْتَ بِلَا دِهِمْ لَيْسَ لَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ

اَلَيْهِ قَابَعْتُ اَلْيَقْمَ رَجُلًا مَّجْرَبًا وَاَحْفَضُ مَعَهُ اَهْلُ الْبَلَاءِ وَالنَّصِيحَةِ
 قِيَانُ اَكْثَرِ اَللّٰهِ فَاِنَّكَ مَا تَحِبُّ وَاِنَّ لَكُنِ الْاُخْرٰى كُنْتُ صَادًا لِّلنَّاسِ
 وَمَا مَآةً لِّلْمُسْلِمِيْنَ۔ (ترجمہ۔ جب خلیفہ ثانی عمرؓ نے روم پر چڑھائی کی۔ اور حضرت
 علیؓ کے مشورہ لیا۔ تو آپؓ نے فرمایا نواحی اسلام کو غلبہ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں
 کی شرم رکھنے کا اللہ ہی ضامن اور کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اس
 وقت فتح دی ہے جب ان کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ اور کسی طرح فتح نہیں پاسکتے
 تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے۔ جب یہ کسی طرح روکے نہیں
 جاسکتے تھے۔ اور وہ خداوند عالم جی لائیت ہے۔ اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ
 کرے۔ اور تحلیف اٹھائے۔ تو یہ سمجھ لے۔ کہ پھر مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاد تک
 پہنچانہ نیکی۔ اور تیرے بعد کوئی ایسا مرج نہ ہوگا۔ جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہذا تو
 دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج۔ جو کار آزمودہ ہو۔ اور اس کے ماتحت ان لوگوں کو
 روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں۔ اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔
 اب اگر خدا غلبہ نصیب کریگا۔ تب تو یہ وہ چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے۔
 اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا۔ تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو
 موجود ہے) نہر الفصاحۃ ص ۱۹) ہم نے جناب امیر علیہ السلام کے عربی کلام کا ترجمہ
 شیعہ کی کتاب نہر الفصاحۃ سے لیا ہے۔ تاکہ ان کو یہ عذر نہ ہو۔ کہ ترجمہ میں کچھ بہت
 اندازی کی گئی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔
 (۱) حضرت عمرؓ کو حضرت علی المرتضیٰ پر پورا اعتماد و بھروسہ تھا۔ اور باہمی کامل اتحاد تھا۔
 کہ ہر ایک معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ مسلم ہے کہ کوئی شخص اپنے دشمن
 سے ایسے اہم معاملہ میں ہرگز مشورہ نہیں لیا کرتا۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا بلجا و ماویٰ سمجھتے تھے۔ اور ان کو
 کچھ حد میں پہنچا صدہ اسلام تصور فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ
 مشورہ نہ دیا۔ کہ وہ اس مہم میں بذات خود معرکہ کارزار میں جائیں۔ اگر خدا خواستہ یا ہی
 کہ ورت ہوتی۔ اور حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے خیر خواہ نہ ہوتے۔ تو یہ مشورہ کیوں دیتے

کہ آپ خود لڑائی میں نہ جائیں۔ تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ ان کی تویہ خواہش ہوئی جائے تھی کہ یہ خود وہاں جائیں۔ ان کا وہاں کام تمام ہو۔ اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔ عرض جناب امیر علیہ السلام کا یہ شورہ دینا۔ کہ آپ میدان جنگ میں خود نہ جائیں۔ بلکہ اور کسی آزمودہ کار جرنیل کو بھیج دیں۔ اس امر کا بین ثبوت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کے صادق الوداد دوست تھے۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے اس لئے ان کو تسلی دی کہ ایندو متعال تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔ جب مسلمان تھوڑے تھے۔ اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی۔ اور اب تو خدا کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ پھر اس کی تائید و نصرت پر کیوں بھروسہ نہ کیا جائے؟ جناب امیر علیہ السلام سے اس کلام سے یار لوگوں کی اس گھڑی کی بھی تردید ہوتی ہے کہ مسلمان بعد وفات رسولؐ صرف تین چار ہی رہ گئے تھے۔ ایسا ہوتا۔ تو آپؐ فرماتے کہ پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب گنتی کے چنہ آدمی مسلمان رہ گئے ہیں ان کو اس مہم پر بھیجو۔ تو فتح ہوگی۔ ورنہ شکست۔

(۴) الحج البلاءۃ ص ۳۲ میں دوسرا خطبہ جناب امیر علیہ السلام کا یوں درج ہے:-
 "وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ اسْتَأْذَنَهُ فِي غَزْوَةِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهِ إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرًا وَلَا حِنْدًا لَنَا بَلْ كَثْرَةٌ وَلَا قِلَّةٌ وَهُوَ دَيْنُ اللَّهِ الَّذِي أَظْهَرَ وَجْهَهُ الْإِسْلَامَ وَجُنْدُ اللَّهِ الَّذِي أَحَدَهُ وَأَمَدَّهُ حَتَّى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ مَا طَلَعَ وَتَحَنَّنَ عَلَى مَوْعُودٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُجِبُّ وَعْدٍ وَفِي صَرْحِهِ وَمَكَانُ الْقِيَمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْجُنْدِ يَجْمَعُ بَيْنَهُ وَيُضَمُّ فَإِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ وَمَا ذَهَبَ تَمَّ لَمْ يَجْمَعْ بَيْنَهُ أَفِيرَةً أَبَدًا أَوْ الْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالْإِسْلَامِ وَعَزِيمُونَ بِالْاجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرْ الرِّجْحَ بِالْعَرَبِ وَأَصْلَهُمْ دُونَكَ نَأْمَا الْحَرْبُ فَإِنَّكَ أَنْ شَخِصْتَ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ انْقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ مَا نَدَعُ وَمَا نَدَعُكَ مِنَ الْعَرَبِ أَهَمُّ إِلَيْكَ مِمَّا يَبْنِي يَدُوكَ - إِنَّ

اَلَا عَاجِمَانِ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ غَدًا يَقُوْلُوْا هٰذَا اَصْلُ الْعَرَبِ فَاِذَا اَقْطَعْتُمْ
 اَسْرَحْتُمْ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ اَسَدًا لِّكُلِّبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَمَعُهُمْ فَاَتَا
 مَا ذَكَرْتُ مِنْ مَّيْمَرِ الْقَوْمِ اِنِّ قَاتِلِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّ اِلَهَ سُبْحَانَهُ هُوَ اَكْبَرُ
 لِمَسِيْرِهِمْ مِنْكَ وَهُوَ اَقْدَرُ عَلٰى تَحْيِيْرِ مَا تَكْتُمُ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتُ مِنْ عَدُوِّ
 هُمْ فَاِنَّمَا لَمْ يَكُنْ نِقَاتِيْ فَيَمَّا مَضٰى بِالْكَثْرَةِ وَرَأْسًا كُنَّا نَقَاتِلُ بِالْمَضْرُوَّةِ وَ
 الْمَحْشُوَّةِ (ترجمہ) جب حضرت عمرؓ نے غزوہ فارس میں بذات خود جانا چاہا۔ اور
 جناب امیر علیہ السلام سے مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ دین اسلام کا غالب آنا اور
 مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اسلام اس خدا کا
 دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔ اور شکر اسلام اُس
 خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ نصرت و تائید کی۔ اور اسے ایک بلند مرتبہ پر
 پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں سے طلوع ہوا۔ جہاں سے طلوع ہوتا تھا۔ ہم لوگ
 اس وعدہ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ راسخ الھدم ہیں۔ جو اس نے علیہ السلام
 کے بارے میں فرمایا۔ بیشک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا
 مددگار ہے۔ دین اسلام کے پیشوا، مختار کار (خلیفہ) کا مرتبہ رشتہ مرواری کی مثل ہے۔
 جو موتی کے دانوں کو ایک نظام میں منسلک رکھتا ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے
 تو تمام دانے متفرق ہو کر بکھر جاتے ہیں۔ پھر اجتماع کامل مشکل ہے۔ آج کے روز
 اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں۔ لیکن بقوت اسلام انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اتفاق
 و اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہونگے۔ ہم ان کے لئے قطب آسما ہوں۔ اور
 آسمائے جنگ کو گردہ عرب کے ساتھ گردش دو۔ اور اپنے سولے کسی دوسرے
 شخص کے ماتحت بنا کر آتش جنگ کو برا فروختہ کرو۔ کیونکہ اگر تم مدینہ سے باہر چلے گئے۔
 تو عرب کے تمام قبائل اطراف و اکناف سے یک نخت ٹوٹ پڑیں گے۔ اس وقت پیچھے رہنے
 والی استورات کی حفاظت تم پر اس چیز سے زیادہ مقیم ہو جائیگی جو تمہارے سامنے
 (جنگ فارس) موجود ہے۔ دوم یہ کہ جب اہل ایران تجھے دیکھیں گے۔ تو کھینکے بس یہی
 ان عربوں کا سوار ہے۔ اگر اس کا کام تمام کر دو۔ تو پھر تمہیں ہر طرح سے اکرام ہے۔
 بیشک یہ اقوال تمہاری لڑائی پر انہیں حریف کر دینگے۔ اور تمہاری گرفتاری کی از حد طمع

کریٹے۔ اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے۔ سو پروردگار عالم ان کی اس حرکت کو تم سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے۔ اور وہ بیشک جس امر سے کراہت رکھتا ہے۔ اس کی تفسیر پر پورا پورا قادر ہے۔ اور یہ بات کہ حملہ آورد کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ خیال کرو۔ کہ ہم گروہ صحابہ نے عہد پیغمبر علیہ السلام میں کبھی دشمن کے ساتھ کثیر القہر اور لشکر لیکر جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ خداوند عالم کی نصرت و معونت ہمارے شامل حال رہی ہے۔ اور صرف اسی کی نصرت و امداد کے بھروسہ پر کفار سے قتل و قتال کرتے رہے ہیں۔ (نہر الفصاحتہ ص ۲۱)

جناب امیر علیہ السلام کے اس فصیح و بلیغ خطبے (قیمتی مشورہ) سے آفتاب نیروز کی طرح روشن ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ آد خلیفہ دین حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہم شیر و شکر تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر کامل اعتماد و بھروسہ تھا۔ اس میں بھی غزوہ روم کی طرح جب فاروق اعظم نے اسد اللہ غالب سے مشورہ طلب کیا۔ تو آپ نے کمال خیر خواہی سے ان کو یہی مغیرہ دیا۔ کہ آپ بذات خود معرکہ کارزار میں تشریف نہ لے جائیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ایرانی آپ کو لشکر اسلام کا قایم اعظم سمجھ کر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ اور آپ کو فضائل پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدا نخواستہ باہمی دشمنی ہوتی۔ تو حضرت علیؑ کو خوب موقع ہاتھ آگیا تھا۔ یہی صلاح دیتے۔ کہ تم خود لڑائی پر جاؤ۔ تاکہ تم وہاں پر مارے جاؤ۔ اور خلافت کی گدھی ہمارے لئے نکالی ہو۔

(۲) آپ کا یہ فرمانا۔ کہ مَكَانُ الْقِيَمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النَّظَامِ مِنَ الْخِيَارِ الْحَسَنِ (صاحب اختیار خلیفہ کی مثال رشتہ مراد کی سی ہے۔ رشتہ وٹ یا گے تو موتی بھی کہیں کے کہیں کچھ جاتے ہیں) تو اس امر پر ناظر فیصلہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰؑ حضرت عمرؓ کو جائز خلیفہ اسلام سمجھتے تھے۔ ورنہ یہ مثال کیوں دیتے۔ شیعہ کی نگاہ میں فاروق اعظم کی ذات باعث بقا اسلام و اسلامیان تھی۔ اور آپ صدق دل سے آپ کی

لے قلموں جلد ۳ ص ۱۱ میں ہے۔ قِیمُ الْأَمْرِ الْمَصْلَحُ لَهُ وَالْحَقُّ وَالْبَقِیُّ وَالْخَلِیْفَةُ وَقَائِدُ الْجُنُودِ (قیم الامر وہ ہے جو اس امر کا مصلح ہو۔ قرآن۔ نبی اور خلیفہ اور سالار قائد پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔) جناب امیرؓ کا حضرت عمرؓ کو امر (اسلام) کا قیم فرمانا ان کی خلافت کا اعتراف صریح ہے۔

سلامتی جان کے مستحق تھے۔

(۴) آپ نے حضرت عمرؓ کو آسیائے اسلام کا قطب اور محور قرار دیا۔ اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ حضرت عمرؓ کو سچا خلیفہ رسولؐ اور پیغمبرِ اسلام سمجھتے تھے۔ غرض اس خطبہ کا لفظ لفظ فاروقِ اعظم کی تعریف سے بڑے بھر حضرت شیعہ کو شرم کرنا چاہئے۔ کہ جس شخص کی تعریف حضرت علیؓ فرمائیں۔ اس کو تم منافق کہو شرم! شرم! شرم!!!

(۵) اصول کافی ص ۲۹ میں ہے۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قَامَتْ بَيْتُ يَزِيدَ وَجَزْدُ عَلِيٍّ عَمَّا أَشْرَفَتْ لَهَا عِدَّةُ أَسْمَاءِ الْمَدِينَةِ وَأَشْرَفَتْ الْمَسْجِدُ لِيُصَوِّرَهَا لَمَّا دَخَلَتْهُ فَكَلَّمَا نَظَرَ إِلَيْهَا عَمَّا حَطَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَا ذَا هِرْمٍ فَقَالَ عَمَّا أَتَشْتَمِينِي مِنْ هَذِهِ وَهَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ ذَلِكَ لَكَ خَيْرٌ لَهَا مِنْ هَذَا مِنْ الْمُسْلِمِينَ وَأَحَبُّهَا بَعِيَّةٌ خَيْرٌ لَهَا نِيَاءٌ حَتَّى وَضَعَتْ يَدَهَا عَلَى رَأْسِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَا أَسْمَى فَقَالَتْ هَجَانٌ شَاءَ فَقَالَ لَهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بَلْ شَهْرٌ يَا نَوِيَّةُ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ يَا بَا عَبْدَ اللَّهِ لَيْكِلَاتٍ مِنْهَا خَيْرٌ أَهْلُ الْأَرْضِ فَقَالَتْ عَلَى ابْنِ الْحُسَيْنِ (ترجمہ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ جب یزید گردشاہ ایران کی مٹی (مالِ غنیمت میں) حضرت عمرؓ کے پاس آئی۔ تو دینہ کی کنواری لڑکیاں اس کو دیکھنے لگیں اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی۔ تو مسجد اس کی روشنی سے چمکنے لگی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا افسوس! یا ذاکم۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے۔ اور اس کو سزا دیئے کا ارادہ کیا۔ تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا کہ ایسا آپ کو نہ چاہئے۔ آپ اس کو اختیار دیجئے۔ کہ جس مسلمان کو چاہے۔ پسند کرے۔ اور اس کو اس کے حصہ میں سمجھ لیجئے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اختیار دیا اس نے جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المؤمنین نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا جہان شاہ۔ امیر المؤمنین نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو پھر حضرت امام حسینؓ سے فرمایا۔ اے ابو عبد اللہ! اس سے تمہارا ایک فرزند پیدا ہوگا۔

جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہو گا۔ چنانچہ زین العابدین پیدا ہوئے۔
اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

اول حضرت علیؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت عمرؓ کی بارگاہ خلافت میں ہمیشہ باریاب رہتے تھے۔ اور مالِ عنفیت سے جو فتوحات عمرؓ سے حاصل ہوتا تھا بلبر حصہ لیتے تھے۔

(۲) حضرت عمرؓ کو حضرت علیؑ اور آپ کے شہزادہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے اس قدر محبت تھی کہ آپ نے شاہی خاندان کی ایک پری جمال خاتون (شہزادی شہزادہ) حضرت امام حسین علیہ السلام کو بخش دی جو تمام سادات کی جدۂ علیا ہیں۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام حضرت عمرؓ کی خلافت کو جائزہ خلافت اور آپ کو جائزہ خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے یہ عطیہ قبول کیا۔ ورنہ ایک کافر یا منافق کی فتوحات کا مال عنفیت ایک متورع مسلمان کی ذات و اولاد کو لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

سادات پر حضرت عمرؓ کا بھاری احسان

شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں۔ تو حضرت عمرؓ کے بارِ شت سے وہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اگر حضرت عمرؓ کمال ایتار حضرت شہزادہ نو حضرت امام حسینؑ کو نہ بخش دیتے۔ تو نہ امام زین العابدین کا وجود مسعود ظہور پذیر ہوتا۔ نہ ان کی پشت سے سادات ہی پیدا ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ اگر معاذ اللہ حضرت عمرؓ مسلمان نہ تھے۔ تو ان کا بخشا ہوا مالِ عنفیت نہ حضرت علیؑ نہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو نینا حلال ہوتا۔ تو پھر حضرت شہزادہ کا نکاح بھی جائز نکاح نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس امر کے جوابدہ شیعہ سادات ہیں کہ جب معاذ اللہ تزویج ہی صحیح نہیں۔ تو اولاد کیسے رشید ہو سکتی ہے غرض ہمارے شیعہ بھائی سوچیں کہ یہ بُرا عقیدہ حضرت عمرؓ کو کافر و منافق سمجھنا کیا کچھ خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ بھائیو سوچو! اور خوب غور کرو۔

ایک اور بات

پھر قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت شہزادہ نو شاہزادی کی بخشش بجائے خود بھی ایک بڑی

ایشان کی بات تھی۔ کہ اپنی اولاد پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو ترجیح دیکر شہزادی
 ان کو نکاح کر دی گئی۔ سورنہ اگر ان کی دلی مشاعرہ ہوتی۔ تو شہزادی کا حضرت امام
 حسین علیہ السلام کو پسند کرنا یا حضرت امیر علیہ السلام کی سفارش کا کیا اثر ہو سکتا تھا؟
 شیعہ کہتے ہیں۔ کہ شیخین نے باوجود مشکل کشادہ خاتون جنت کی منت و خوشامد کے
 باغ فدک ان کو نہ دیا۔ تو پھر شہر بانو کا گراں قدر عطیہ کیسے مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں
 شہزادی جس وقت مقید ہو کر آئیں۔ تو وہ بیش قیمت خاہانہ پوشاک اور گراں بہا
 زیورات پہنے ہوئی تھیں۔ ان کے زیورات میں اس قدر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔
 جو جن کی قیمت سے فدک جیسے کئی باغ خریدے جاسکتے تھے۔ پھر شہر بانو مع لباس فاخرہ
 زر نگار و زیورات جواہرات حضرت امام حسین علیہ السلام کے حوالہ کر دی گئیں۔ اگر حضرت
 عمر کو برعم شیعہ اہل بیت سے عداوت ہوتی۔ تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ غرض حضرت
 شہر بانو کا عطیہ تمام بیجا مطاعن شیعہ کا ایسا مکمل جواب ہے جس کا کوئی جواب
 البجواب نہیں ہو سکتا۔ یہ سخت احسان فراموش اور ناشکر گزار ہیں۔ کہ باوجود اس
 قدر احسانات کے پھر ان کی شکایت کرتے ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔

(۶) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ میں ہے :-

خاصہ وغیرہ روایت کردہ اندک درجہ گناہوں خاص عام نے روایت کیا ہے کہ جنگ
 آنحضرت کندن خندق را میان صحابہ قسمت اخراج میں حضور علیہ السلام نے خندق کی کھدائی کا
 فرمود کہ ہر حمل ذراع را وہ نفر حفر نمایند۔ کام صحابہ کرام میں اس طرح تقسیم کیا کہ دس دس شخص
 پس حصہ سلمان و حذیفہ زمین بنسبہ چالیس چالیس گز کی کھدائی کریں جو زمین حضرت
 کہ کلنگ دران اثر نیکو۔ چوں سلمان بخندت سلمان اور حذیفہ کے درمیان تقسیم تھی اس میں ایک
 آن حضرت عرض کرد از مسجد اضراب بنیر پتھر آگیا انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض
 آمد و کلنگ را ازیشان گرفت و سہ مرتبہ زد کی تو حضور مسجد اضراب کے آٹرائے اور ان سے
 و ہر مرتبہ تلخے از ان جدا شد و ہر مرتبہ برقی ہتھیار لیکر تین دفعہ پتھر پر سید کیا۔ ہر دفعہ پتھر کا
 سطح می شد کہ جہان روشن می شد و اللہ اکبر تیسرا حصہ آگیا۔ اور ہر دفعہ کی ضرب سے پتھر
 میگفت و صحابہ اللہ اکبر میگفتند پس فرمود سے روشنی نکلی۔ جس کے جہان روشن ہو گیا پتھر
 کہ در برق اول قصر بن را دیدم و خدا آفرنا علیہ السلام نے نفرہ کبیر بلند فرمایا صحابہ نے بھی کبیر

بہن داد و دووم قصر ہائے شام را ویدم و ملک
 بادشاہان بچہ بن داد پس خدا فرمود و لیطہرہ
 علی الدین حکمہ و کوکہ المشرق کون ط
 حضور نے فرمایا کہ پہلی روشنی میں میں نے یمن کے
 محلات دیکھے کہ خدا نے وہ ملک مجھ ویرایا و کس
 میں شام کے محلات نظر آئے۔ وہ ملک بھی خدا نے
 مجھے عطا فرمایا۔ تیسرے میں مدائن کے چوبارے
 دکھائی دیے اور خدا نے بادشاہان عجم کی
 سلطنت مجھے بخش دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا
 اس دین کو غالب کرے گا۔ خواہ کفار برا منائیں۔

یہی واقعہ فروع کافی جلد دوم مسئلہ میں بروایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
 درج ہے اور صاحب حلیہ حیدری نے بھی اس کو نظم میں لکھا ہے :-

نظم فارسی

بلن فاقہ ضعف سالار دین و تہ تیغ از دست انصار دین
 چو برداشت فلا و دار اشکان و در آید ز تہار از آل کوہ قات
 بنام خدا کے جہاں آفرین و تہ تیغ را سید المسلمین
 کہ یک گوشہ سگاہ شہر شکست و در آنوقت مرقی از آل ملک جنت
 کہ روشن شد آن شہر اتمام ذر بار و تکبیر خیر الامام
 بضرب دوم ضلع دیگر شکست و ہاں گوئی مرقی از آل با جنت
 بفرمود تکبیر بار دوم و تہ تیغ پس ہاں ملک ضرب سوم
 دین بار ہم جنت مرقی چہاں تہ تیغ شد یہ تکبیر طیب اللسان
 شد ہاں بار اس ملک زبرد زہر و نہانہ احتیاجش بضر و گر
 و سادہم بدو گفت امان نہیں کہ اے خاک اہت پھر بریں
 چہ بیدارین و باشد چہ تعبیر آں تہ تیغ چوں فرمودی زبان
 پیا سح چند گفت خیر البشر و کہ چوں جنت بر تخت از حجر
 نمود و ایوان کسے کہ بن و دوم قصر دوم و سوم ازین
 سبب را چنین گفت روح الامین و کہ بعد از من اعوان انصار دین
 بریں ملک تھا مسلط مشوند تہ تیغ آں بن ال آن گردند
 باوجود گر سنگی و خافت بر آن حضور علیہ السلام
 جب خدا کا نام لیکر پتھر پر تیشہ کی ضرب داری
 تو پتھر بھی لرز گئے پہلی ضرب کے کچھ حصہ ٹوٹ
 پڑا۔ اور ایسی روشنی نکلی کہ تمام بیابان بقیعہ تو
 ہو گیا تب حضور علیہ السلام نے تکبیر چھی
 دوسری ضرب سے پتھر کا اور ٹکڑا اڑا اور
 ویسے ہی روشنی ہوئی اور پھر تکبیر فرمائی۔
 تیسری دفعہ بھی یہی کیفیت ہوئی۔ تو
 حضرت سلمان نے حضور سے دریافت
 کیا کہ حضور یہ کیا ماجرا تھا۔ اور حضور نے
 کیوں تکبیر فرمائی حضور علیہ السلام نے جواب
 دیا کہ جب پہلی ضرب میں پتھر سے شعلہ نکلے
 تو ایوان کسے نے مجھے دکھائے گئے دوسرے
 ضرب کے محلات دوم تیسرے میں نمودار ہوئے
 اس کا سبب جبرائیل نے یہ بتلایا کہ میرے

میں خردہ شکوہ لطف خدا پر بار تکبیر کروم ادا بعدیکر تاجداران جو اس میں کے جوان
 شنیدند آں خردہ چون مناز کشیدند تکبیر شادی کنال انصار ہونگے ان ممالک کو فتح کرینگے اور
 میری طرح ان میں حکمرانی کرینگے اس بشارت پر
 میں ہر دفعہ شکر تہ سے طور تکبیر کی اس مسلمانوں
 نے جب یہ بشارت سنی سب غلغلہ مچا دیا

پس اب ہم شیعہ حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی پیشینگوئی
 کب کس کے ہمد میں پوری ہوئی۔ یہ بات مسلم ہے کہ روم میں۔ برائیں حضرت عمر کے ہمد میں
 فتح ہوئے۔ قیصر کس نے کے تحت آپ ہی نے اٹل دیئے۔ اور ایوان کس کے میں جہاں
 تحت نوشیروان بچھا تھا۔ مسلمانوں نے اذان و کبیر ناز جمعہ ادا کی۔ پھر اگر معاذ اللہ حسب
 زعم شیعہ حضرت عمرؓ منافق یا کافر تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے ان کے فتوحات کی خوشی
 کیوں کی؟ ان کو دین حق کا اعوان و انصار کیوں فرمایا؟ اور ان کی فتوحات کو اپنی
 طرف منسوب کیوں کیا؟ اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت
 عمرؓ کو جناب رسول پاکؐ اپنا جائز جانشین تصور فرماتے تھے تب ہی تو ان کی فتح کو فتح
 فرمایا۔ اور دین متین کے پتے مدگار و انصار کا لقب عطا فرمایا۔ اور فرمایا کہ س
 میں مملکتہا سلط شو مندر بہ آئین من اہل آن بگردند

یعنی یہ دین حق کے پاس بیان و اعوان میرے جائز جانشین ان ممالک پر سلط ہونگے
 اور میری طرح حکمرانی کرینگے۔ ان کی فتح میری فتح ہوگی۔ اور ان کی حکومت میری حکومت
 ہوگی۔ کیا شیعوہ صاحبان میں کوئی صاحب بصیرت ہے جو اپنی کتابوں کی بین شہادات
 دیکھ کر خیال کرے کہ جن پاک ہستیوں کی تم شکایت کرتے ہو۔ رسول پاکؐ کے دین کی انہوں
 نے تکبیر مدوکی۔ اور کیسے کیسے ذی جبروت سلاطین کو حلقہ بگوش اسلام بنایا۔ اور دنیا
 کی اتنی آبادی میں ظلمت کھر کو مٹا کر انہوں نے نور اسلام بھیلایا۔

مولانا شبلی نے الفاروق حصہ دوم میں یوروپ میں مؤرخین کی رائے کے موافق فتوحات
 فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کی یوں تشریح کی ہے کہ:
 ”حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳ میل مربع یعنی مکہ معظمہ سے
 شمال کی جانب ۱۰۳۶۔ مشرق کی جانب ۱۰۸۷۔ جنوب کی جانب ۸۴۳ میل تھا مغرب

کی جانب چونکہ صرف جدہ تک حد حکومت تھی۔ اس لئے وہ قابل ذکر نہیں۔
 اس میں شام۔ مصر۔ عراق۔ جزیرہ۔ خوزستان۔ عراق۔ عجم۔ آذربائیجان۔ فارس۔ کرمان
 خراسان اور گران جس میں بوجستان کا کچھ حصہ آجاتا ہے شامل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص
 حضرت عمرؓ کی فتوحات ہیں۔ اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے۔
 سچ تو یہ ہے۔ کہ دنیا کے اسلام حضرت عمرؓ کی ذات اقدس پر جس قدر غر کرے بجا
 ہے۔ آپ نے اپنی عہد خلافت میں ایسی ایسی مشکلات کا حل کیا۔ جو انسانی طاقت
 سے بالاتر ہے۔ ایک ہزار چھتیس بلا دوا مصر (بڑے بڑے شہر) جن میں کفار کی حکومت
 اور بتوں کی خلی مانی جاتی تھی۔ فتح کر کے ان کو دارالاسلام بنایا۔ اور باخندکان کو کلمہ توحید
 پڑھایا چار ہزار جامع مسجد تعمیر کیں۔ ہزاروں تبتجائے گرائے۔ اور آتشکدے سوز کئے حتیٰ کہ
 ہے۔ کہ آپ کی کوشش اور علو بہت نے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک
 آفتاب عالمکاب کی طرح نور ایمان بھیلادیا۔ اور سرگردان صحرائے منالیت میں مثل ہدایت
 جلا کرتا رہے کھر و شرک کو مٹادیا۔ آپ کی صولت فاروقی نے کثرت کفر و کسر نے کو ہر میت
 دی۔ اور عجم و عراق سے بی شمار غنیمت حاصل کی کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔
 کی ہے خلافت آپ نے کس عظم سے ز ایران سے خراج لیا اور شام سے
 شوکت بھی خضر کرتی ہے حضرت کا نام سے گزرتا ہو تو بچھو سب خاص عالم سے
 جہان اور عراق میں سکھ بچا دیا۔ گبروں کا نام ملک عجم سے مٹادیا
 (۷) حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۳۷ میں ہے:-

ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کر رہے اندک روز سے ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی کہ ایک راکھ
 حضرت نظر کر دیا سوئے فدا جہائے سراقہ بن ملک نے سراقہ بن ملک کے بازوؤں کو دیکھا جو بہت
 کیا ایک و پیر مرد پس فرمود چکونہ خواہد بود طالپے اور یا لوں سے بھرے ہوئے تھے اور فرمایا
 تو کہ دست ریختاے بادشاہ عجم را درست کن کہ سراقہ تہاری اس روز کیا حالت ہوگی، جب شاہ
 خود کردہ با شنی پس چوں دزدان عمر فتح مدائن عجم کے کنگن تہا ہاتھ میں ہونگے۔ پھر جب حضرت عمرؓ
 کردند عجم اور اطلبید و دست ریختاے بادشاہ کے زمانہ میں مدائن فتح ہوا تو آپ نے سراقہ کو طلب کیا اور
 عجم را درست اذ کرو۔ شاہ عجم کے کنگن اس کے ہاتھ میں پہنا دیئے۔

اس روایت کو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام جن کو قیامت

تک کے واقعات کا علم غیب حق تو لائے بھٹا ہوا تھا۔ آپ نے جلیل القدر صحابی حضرت عمرؓ کی فتوحات کو دیکھ دیکھ کر ایسی خوشی ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو اس کی نئے نئے طریق سے بشارت سن کر حضرت عمرؓ کی جلالت قدر اور عظمت شان پر متنبہ فرماتے تھے۔ بھلا اگر حضرت عمرؓ بقول شیدہ معاذ اللہ حضرت رسول پاکؐ کی نظر میں کافرو منافق ہوتے تو انکا یہاں دنیا جایز ہوتا۔ اور اس جہاد کا مال غنیمت مال منسوب اور حرام ہوتا۔ تو کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو مال حرام (منسوب) کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی۔ اس سے تو پرہیز کرنے کا حکم دیا جانا چاہئے تھا۔ شیوہ غور کرو۔ اور خوب غور کرو۔

(۸) یہ ام سلمہ الطہرین ہے کہ حضرت عمرؓ کی دختر نیک اختر حضرت حفصہ کو حضور علیہ السلام کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور آپ رسول پاکؐ کے خسر تھے۔ تو اگر معاذ اللہ آپ منافق و کافر ہوتے۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے شادی کرنے کے مجاز نہ ہوتے۔ جبکہ آپ کو صریح حکم تھا وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ (مشرک عورتوں کو مت نکاح کرو) لا محالہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت عمرؓ صاحب فضیلت و شرافت تھے۔ تب ہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ رشتہ قرابت اختیار فرمایا۔ بجایو انصاف کرو خیر منزلہ والدہ واجب التعظیم ہوتا ہے۔ پھر جو سچا عارف کو برا کہتے ہیں۔ وہ گو یا رسولؐ کے باپ کو برا کہتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کا قیامت میں کیا حال ہوگا؟ اور رسولؐ سے صحابہؓ آپ کے اعزہ و اقارب کی گستاخی کر کے وہ اپنے آقائے نامدار کو کیا منہ دکھائیں گے

عبرت عبرت عبرت !!!

نظم اردو

<p>کرتے ہیں سب و شتم صحابہ عظام کو ازواج پاک سیدہ بیت الاحرام کو دیتے ہیں دھکے رسول علیہ السلام کو لعنت و طغیان کا ہے بس صبح و شام کو لعنت سے پیارا نت خیر الا نام کو لعنت سے اُنس ہوتا ہے شر الا نام کو پڑھ کر خدا تو دیکھو خدا کے کلام کو</p>	<p>کیا ہو گیا ہے خط یہ شیعہ کرام کو دیتے مغلظات میں مہر پہ بیٹھ کر حضرت کے دو متلازل کو دیکھ کر گالیاں لعنت کا درد کرتے ہیں صلوات کے بجائے حضرت ہمار رحمت عالم میں بالیقین یہ بات بس بعید ہے اے یا عقل سے صحاب کو رسولؐ سے سمجھو نہیں جدا</p>
---	---

ایسی حیات ان کو تھی حاصل رسول سے
 زندہ رہے تو آپ پر ہر دم فدا رہے
 مر کر بھی ساتھ چھوڑا نہ اپنے حبیب کی
 پہلو پہ پہلو سوئے میں حضرت کے دونوں ہاتھ
 عشر میں بھی یہ چھوڑ نیلے ہرگز نبی کا ہتھ
 جلتا ہے گرفت حبس سے جلانے
 آغوش میں نبی کے وہ سوتے میں دست
 جب لایجاؤ مافات حق نے بتا دیا
 کرتے ہو اپنے نامہ اعمال کو سیاہ
 لڑا لگے میں طوق ہے لغت کا تم نے کیا
 مرغوب میری کو ہے وارے کی ایست
 ڈاڑھی ہے پیٹ جناب کی چھیناڑ میں
 کر لیتے سال بھر میں مجلس امام کی
 محفل حسین کی ہے نگہ واہ واہ کیا
 چوہرے سیلی ڈوم بلند میں جھجیاں
 روزہ خانہ لیا علم بھر ہے نام
 ناپاک منہ سے لینگے یہ نام حسین کو
 زندہ شہید ہوتے ہیں قرآن ہے گواہ
 ہے پشنا حرام یہ صاوتی نے کہہ دیا
 قول خدا قول پیغمبر سے بایا
 میں دشمنان دین دشمن ہیں یہ دیکر

جھوٹے نہ ایک تل میں بھی حضرت کے کام کو
 ملحوظ طرح سے رکھا احترام کو
 اتنا سے کیا ملاپ تھا دونوں غلام کو
 اور شرم و گاسا تھا ہی یوم القیام کو
 حتیٰ کہ ملے جائیں گے دارالتلام کو
 بنشایہ قرب حق نے صحابہ کرام کو
 رحمت برس رہی ہے وہاں صبح شام کو
 ملتا نہیں پڑوس یہ ہرگز لٹام کو
 یہ لعن و لعن چھوڑ دو اور اتہام کو
 کرتے ادا نہیں ہو صلوٰۃ و صیام کو
 مسجد نہیں پسند محبت امام کو
 ور کر رکھا وظیفہ ہے بنگ حرام کو
 پس آپ بخشے جائینگے یوم القیام کو
 دیکر مناوی جمع کیا خاص و عام کو
 آئے ہیں ملے بیٹے حضرت امام کو
 استیجا بھی کیا نہیں سال تمام کو
 ہو گی خوشی بہت ہی ایہ عظم کو
 تم بیٹے ہو مردہ سمجھ کر امام کو
 تم بندگی سمجھتے ہو فعل حرام کو
 از خود ہی گھر رکھا ہے خیالات خام کو
 بس رہے ہیں دھوکہ یہ ملک و عام کو

(۹) حیات القلب جلد ۲ ص ۱۹ میں ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ سرگے (شاہ ایران) نے رسول
 کے پاس سنت خاک بھی حضور نے فرمایا کہ عنقریب میری
 امت اسکی زمین کی لاکھوں کی جیسا کہ اس خاک میرے لیے بھی

ویر وایت دیگر مشق خاک کے اڑ برائے
 آنحضرت فرماد حضرت فرمود کہ امت من زود
 مالک زمین او خواہند چنانچہ خاک اڑ برائے فرشتا

اب یہ بات مسلم ہے کہ یہ پیشینگوئی بھی حضرت عمرؓ کے عہد فرخ میں پوری ہوئی۔ چنانچہ ملک ایران کو آپ نے ہی فتح کیا۔ اگر معاذ اللہ حضرت عمرؓ منافق دکا فرماتے تو حضرت کا یہ فرمانا کہ میری امت سرزمین ایران کی مالک ہوگی کیسے درست ہو سکتا۔ کیا امت رسول میں کافر و منافق بھی شمار ہو سکتے ہیں؟ اور نبی علیہ السلام ان کی فتح کو اپنی امت کی فتح قرار دے سکتے ہیں؟

(۱۰) حضرت عمرؓ داماد علیؓ تھے۔

ایک روشن دلیل اس امر کی کہ حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو کمال محبت و مہربان تھا۔ اور ان کے نزدیک اُن کی شہریت و نجابت مسلم تھی۔ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی دختر بلند اختر حضرت ام کلثوم کا رشتہ حضرت عمرؓ کو دیکر نکاح کر دیا۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے سیدہ ام کلثوم کو کیوں ایک کافر و منافق کو نکاح کر دیا؟

شیخ اس امر سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ کہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ حضرت عمرؓ کی تزویج میں آئیں۔ لیکن سبب اس ان کو سخت اضطراب لاحق ہوا۔ اس لئے طح طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لینے لگے۔

ایک روایت یہ وضع کی گئی۔ کہ حضرت ام کلثوم جبراً چھین لی گئیں جیسا کہ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۷۱ باب تزویج ام کلثوم میں ہے۔

عَنْ ثَمَرَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي تَزْوِيجِ أُمِّ كَلثُومٍ فَقَالَ إِنَّ ذَلِكَ أَوَّلُ مَا جُعِلَ غَضَبًا -
نراہ نے روایت کی کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے دوبارہ نکاح ام کلثوم دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم کے چھین لی گئی۔

دوسری روایت اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں دی گئی ہے۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَلَمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا خُطِبَ إِلَيْهِ قَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّهَا صَبِيَّةٌ قَالَ فَلَقِيَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَهُ مَا لِيَ أَبِي بَاءُ مِنْ قَالٍ فَمَا ذَاكَ قَالَ خُطِبْتُ لِي -
ہشام بن سالم نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب امیر سے ام کلثوم کا نا ط طلب کیا گیا تو آپ نے کہا کہ وہ چھوٹی لڑکی ہے۔ فرمایا پھر عمر عباسؓ سے کہے اور کہا کیا مجھ میں کوئی نقص ہے؟ عباسؓ نے کہا کیا بات ہے؟ عمرؓ نے کہا میں نے

ابن آخیت فر د فی امانا واللہ لا
عقودت سہرم ولا ادع لکم مکرمۃ الا
ہک ماہا ولا یمن علیہ شاہدین
بانتہ سہری ولا قطع یمینہ فاقا
العباس فاحبرہ وصالہ ان یجعل
الامر الیہ فجعلہ الیہ۔

ناطہ تہارے بھتیجے (علیؑ) سے مانگا۔ اس نے
انکار کر دیا۔ میں زہرم کو ٹوٹا مانگا۔ اور تہار
جلد اعزازات کو ٹٹا دوٹٹا۔ اور علیؑ پر درد گواہ سہری
کرنیکے گزار کر اس کے ہاتھ کاٹ دیا۔ حضرت عباسؑ
حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا اس ناطہ کا مجھے میل
بنا دو حضرت علیؑ نے انکو اجاز دی (اور نکاح ہو گیا)

ان دو روایات میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت
عمرؓ سے ہوا۔ لیکن پہلی روایت میں نہایت مکروہ لفظ (فرج) استعمال کر کے کہا گیا ہے
کہ ام کلثوم ہم سے جبراً چھین لی گئی تھی۔ دوسری روایت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت
علیؑ نے ناطہ دینے پر اس لئے مجبور ہو گئے۔ کہ ان کو دھکی دی گئی۔ کہ تہارے اعزاز چھین
لئے جائینگے۔ بلکہ نہیں سہری کا اتہام لگا کر قطع ید کی سزا دی جائیگی۔ سوال بصیرت سمجھ
سکتے ہیں۔ کہ یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ شجاعت آب فاحخ خیر حیدر گزارے ان کی
صغیر السن لڑکی جبراً چھین لی جائے۔ یا ان کو ڈرا دھکا کر ناطہ دینے پر مجبور کر لیا جا
ایسا تو کوئی کم حیثیت کمین شخص جو لاہا۔ جنگی بھی نہیں کر گیا۔ کہ جیتے جی ڈکر اپنی کٹمن
لڑکی دوسرے کے حوالہ کر دے۔ یا بخوف سزا بدنی ایک غیر مستحق شخص کو بلا رضامندی
خود لڑکی دیدے۔ ایسے موقعہ پر انسان سزا بدنی تو کیا جان دیدینا گوارا کر لیتا ہے۔
لیکن یہ ذلت کبھی گوارا نہیں کرتا۔ کہ کوئی غیر شخص اس کی دوشیزہ کم سن لڑکی جبراً چھین
ہر ایک دانشمند شخص قیاس کر سکتا ہے۔ کہ کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت
کبھی قبول کر سکتا ہے؟ کلا و حاشا۔ یہ تمام باتیں یار لوگوں کی سن گھڑت ہیں۔ جو اصلیت
کو چھپانے کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ لیکن حق کبھی چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔
اسی باب نزدیک ام کلثوم میں ایک دوسری حدیث درج ہے۔

کتب علی بن اسباط الی ابی جعفر علیہ
السلام فی اہر بنائہ و انتہ لا تجد
احدا امسکۃ فکتب الیہ ابو جعفر علیہ
السلام فہمت ما ذکرمت من امر

علی بن اسباط نے امام محمد باقرؑ کو اپنی بڑی
کے بارہ میں لکھا۔ اور اس کو اپنے جیسا کوئی شخص
نہ مل سکتا تھا۔ اپنے فرمایا میں نے تیرا مطلب سمجھا ہے
کہ تجھے اپنے رتبہ کا دام نہیں مل سکتا۔ مگر تم بہا

کی انتظار کرو۔ رسولؐ نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (ناطہ مانگنے) آجائے جس کے خلاق اور دینداری کا تمہیں اطمینان ہو تو اسے ناطہ دیدو۔ ورنہ زمین میں فتنہ اور بھاری فساد کا اندیشہ ہوگا۔

بِمَا نَفَعْنَاكَ وَلَا آتَاكَ إِلَّا جَدًّا أَحَدًا مِّثْلَكَ فَلَا تَنْظُرَ فِي ذَلِكَ سِرَّاتِكَ اللَّهُ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ جَاءَكُمْ مَنْ تَرَاوَنَ خَلْفَهُ وَدُونَهُ قَرْنٌ وَجُوهٌ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَ فِسَادٌ كَبِيرٌ (فروع کافی جلد ۱ ص ۱۳۱)

اس حدیث کو ترویج ام کلثومؑ میں درج کرنے سے مطلب صاف یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے بھی چونکہ حضرت عمرؓ کے اخلاق و دینداری کو پسند کرتے تھے۔ اور ناطہ کے نہ دینے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اپنی خوشی سے انہوں نے نکل کر دیا۔

شیعہ کی دوسری چال

نکاح ام کلثومؑ کے متعلق جب شیعہ حضرت کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی ہے۔ اور کچھ جواب نہیں بن سکا۔ تو ایک دوسری چال یہ چلے ہیں کہ ام کلثومؑ کا نکاح تو حضرت عمرؓ سے ہوا۔ لیکن وہ ام کلثومؑ حضرت علیؑ کی اپنی بیٹی نہ تھیں۔ بلکہ بنت اسماء بنت عیسٰی اور حضرت علیؑ کی ربیبہ تھیں۔ سو احادیث بالا میں اس امر کی خاص تصریح ہے۔ کہ وہ حضرت علیؑ کی اپنی دختر تھیں۔ اسی لئے اَوَّلُ فَرَسٍ عُصْبَانَا کہا گیا۔ ورنہ اسماءؓ کی لڑکی اگر حمین بنی جانیؓ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کی اہل بیتؑ کو اس کی کیا شکایت تھی؟ اور حضرت عمرؓ کو حضرت علیؑ سے غمناک کاری نکاح اور طرح طرح کی ترغیب و ترہیب کی کیا ضرورت تھی؟ جب لڑکی تابانہ تھی۔ تو لڑکی کے وراثہ کی اجازت سے نکاح ہو سکتا تھا۔ اور اس میں کسی قسم کی کوئی دقت نہ تھی۔

اس میں مطلق شک و شبہ نہیں ہے۔ کہ حضرت ام کلثومؑ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے لطن سے حضرت علیؑ کی دختر تھیں۔ اور نکاح حضرت علیؑ المرتضیٰؑ نے بخوشی خود کر دیا۔ اس کے متعلق ہم شیعہ کی کتاب حدیث تہذیب الاحکام ص ۳۸ سے دوسری حدیث تحریر کرتے ہیں:-

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا تَبْتُ أُمَّ كَلْثُومَ
بَنْتُ عَلِيٍّ وَابْنَهَا رَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ خَطَّابٍ
فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ

جعفر صادقؑ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے
ہیں کہ ام کلثوم بنت علیؑ اور اس کا بیٹا زید بن عمروؑ
خطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے۔

اس حدیث میں صاف بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم جو حضرت عمرؓ کی زوجہ محترمہ تھیں
علی المرتضیٰؑ کی دختر تھیں۔ اور ان کے شکم کے زید بن عمروؑ بن خطاب پیدا ہوا۔ اور ماں
بیٹا دونوں ایک روز ایک ہی وقت فوت ہوئے تھے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ
ام کلثوم کا نکاح عمرؓ بن خطاب سے ہوا تھا۔ وہ حضرت علیؑ کی بیٹی نہ تھیں۔ اس
حدیث سے ان کی تکذیب ہوتی ہے۔

دوسری حدیث۔ اس کی تائید میں ایک دوسری حدیث جو فروع کافی جلد ۲
ص ۱۱۳ میں ہے۔ پیش کی جاتی ہے۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ امِّ رَمَةَ
تَوَفَّيْتُ عَنْهَا نَزْوَجَهَا ابْنَ تَعْتَدٍ فِي بَيْتٍ
نَزْوَجَهَا أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ قَالَ بَلْ حَيْثُ
شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا صَلَوَاتُ اللَّهِ
عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ عَمْرَأَتِي أُمَّ كَلْثُومَ فَأَخَذَ
بِئْسَ مَا قَانِظَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهِ -

سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ میں نے
حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ میں عمرہ
کا خانہ فوت ہو جائے۔ وہ قدرت کہاں گذرے
خانہ کے گھر میں یا جہاں اس کا جی چاہے۔
فرمایا جہاں جی چاہے۔ پھر کہا کہ جب عمرہ
فوت ہو گئے۔ حضرت علیؑ ام کلثوم کے پاس
آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔

اس حدیث سے اس امر کا فیصلہ ہو گیا کہ ام کلثوم زوجہ عمرہ حضرت علیؑ کی بیٹی تھیں
کیونکہ جب حضرت عمرہ فوت ہو گئے۔ آپ جا کر ام کلثوم کو اپنے گھر میں لے آئے۔
اگر ام کلثوم آپ کی بیٹی نہ ہوتیں۔ یا آپ کی رضامندی کے بغیر ان کا نکاح حضرت
عمرہ سے ہوتا۔ تو باہمی تعلقات بالکل منقطع ہو گئے ہوتے۔ پھر ان کو کیا پڑی تھی۔
کہ وفات شوہر پر ان کو اپنے گھر لے آئیں۔

جب تحقیق بالا سے صاف ثابت ہو گیا کہ ام کلثوم بنت علیؑ کا نکاح حضرت عمرہؓ
سے ان کی رضامندی سے ہوا تھا۔ اور بنت علیؑ اپنے شوہر حضرت عمرہؓ کے گھر ان کی
زنمگی بھر آباد رہی تھیں۔ ایک بیٹا زید بھی وہاں پیدا ہوا تھا۔ تو محبان علیؑ اگر واقعی

امیر علیہ السلام کے محب صادق ہیں۔ تو پھر واما علیؑ کو گالیاں دینا ان کو مناسب نہیں
 کیا شیخ سبب پر غور کریں گے دیے تو شیخ صاحبان کہا کرتے ہیں سے
 علیؑ کو میں محمدؐ سے تو بہتر کہہ نہیں سکتا تو مگر اپنے سے بہتر ٹھہرا کر واما کرتے ہیں
 لیکن یہاں اس مقولہ کو بھول کر واما علیؑ کو بجائے بہتر سمجھنے کے بدتر سمجھتے ہیں یا للعجب
 (۱۰) پور دین موزین کی شہادت۔

حضرت عمرؓ کے کمالات کے نہ مسلمان ہی قائل ہیں بلکہ مخالفین اسلام بھی آپ کے
 محاسن کے بیان کرنے پر مجبور ہوئے ہیں سے والفضل ما شهدت به الاعداء
 سر ولیم میور جیسا متعصب عیسائی بھی حضرت عمرؓ کا یوں مداح ہوا ہے۔
 حضرت عمرؓ انتقال کے وقت اتنی بڑی سلطنت کے شاہنشاہ اور خلیفہ تھے جس میں
 شام، مصر اور فارس کے ملک شامل تھے۔ تاہم ایسے عجیب خیر دولت اور اقبال کے زمانہ
 میں ان کی قوت فیصلہ میں ہمیشہ دانائی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے
 گناہ میں معمولی سرداران عرب کے قناعت آئینہ طریقہ سے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ اگر کوئی
 اجنبی دور کے ملک سے آتا۔ تو بڑی مسجد کے صحن کے چاروں طرف دیکھ کر سوال کرتا
 کہ خلیفہ کہاں ہے؟ حالانکہ وہ شاہنشاہ اپنے معمولی لباس میں اس کے سامنے بیٹھا ہوتا تھا
 ساوہ مزاجی اور اداسے فرض ان کے اصول تھے۔ بڑی ذمہ داری کے عہدہ کے
 فرائض ادا کرنے میں بے رعایتی اور پریزگاری مشہور اور ضرب المثل تھی۔ آپ پامور
 خلافت کے انصرام میں ایسے خوف سے کام کرتے کہ اکثر اوقات پکارا اٹھتے کہ کاش
 میری ماں مجھے نہ جلتی۔ یا میں گھاس کا پودا ہوتا۔

جوانی میں آپ اکٹھ اور تند مزاج و صاحب انتقام مشہور تھے۔ اوہمیشہ اپنی
 تلوار کو نیام سے باہر نکالنے کو تیار رہتے۔ بد رکی لڑائی میں آپ ہی نے صلاح دینی
 تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ مگر عمرؓ سیدگی اور تجربہ کاری نے آپ کی نظرت
 کو نرم کر دیا تھا۔ آپ کے عدل اور انصاف کی قوت نہایت مضبوط تھی۔ حکام اور عمال
 کی تقریر میں آپ کا انتخاب طرفداری سے بالکل بری ہوتا تھا۔ ہاتھ میں چابک لیکر آپ
 گلیوں اور کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ تاکہ ملزموں کو موقعہ پر نہرا دیں۔ یہ ایک
 کبات بنگلی تھی۔ کہ عمرؓ کا چابک دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر یہ وجوہ

ان سب باتوں کے آپ کا دل نہایت نرم تھا۔ اور آپ کے رحم کی بیشمار مثالیں بیان کی جاتی ہیں جن میں آپ نے بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری کی (کتاب المسکین آف محمد مولفہ سر ولیم سیر)

ایسا ہی ڈاکٹر مسیولیسیان پیرس کا مشہور فاضل اپنی مشہور اور نامور کتاب سینو پلڈیشن ڈی عربس میں حضرت عمرؓ کے شعلق یوں رقمطراز ہے :-
حضرت عمرؓ بعض اس کے کہ افواج اسلام کی بیش بہا غنیمتوں میں حصہ لیں محض ایک عبا کے مالک تھے جس میں متعدد پیوند تھے۔ اور آپ راتوں مساجد کی ریٹھریوں پر غزا کے ساتھ سو رہا کرتے تھے جس وقت عثمان کا نصرانی بادشاہ جو سلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے آیا۔ تو حسب اتفاق ایک عرب نے نادانستہ اسے دھکا دیا۔ اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اُسے مارا۔ عرب کی نالش پر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بادشاہ کو مارے۔ اس پر بادشاہ نے کہا۔ "اے امیر المومنین یہ بھی ہو سکتا ہے؟ کہ ایک عامی بادشاہ کو ہاتھ لگائے" خلیفہ نے جواب دیا۔ کہ اسلام کا قانون یہی ہے۔ اسلام میں نہ درجہ کی عزت ہے نہ ذات کی۔ ہمارے پیغمبر کی نظروں میں سب مسلمان برابر تھے۔ اور ان کے خلفاء کی نظروں میں بھی یہی سادات قائم رہیں گی۔ حضرت عمرؓ ہی کا زمانہ تھا۔ جس میں اسلام کی بڑی ملک گیر پالی شروع ہوئی۔ آپ جس قدر عمدہ منتظم تھے۔ اسی قدر سہ سالار بھی تھے۔ اور آپ کا انصاف تو ضرب المثل ہے جس وقت آپ خلیفہ ہوئے۔ تو یہ تقریر کی۔

"اے سامعین غور سے سنو۔ میری نظروں میں تم میں سے ضعیف سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے۔ بشرطیکہ وہ حق پر ہو۔ اور تم میں سے قوی سے قوی شخص اضعف الناس ہے بشرطیکہ وہ ناحق پر ہو۔"

فی الحقیقت مسلمانوں کی سلطنت کی ابتداء حضرت عمرؓ سے ہوئی۔ اور جس وقت عربوں کے غلبے سے شاہنشاہ ہرقل شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ جا چھپا۔ تو اس نے معلوم کیا۔ کہ اب حکومت دوسروں کے ہاتھ چلی گئی۔

غیر مسلم مورخین کی ان شہادتوں سے حضرت عمرؓ کے شاہنشاہ اعظم ہو کر زہد و توسع النقا حیثیت الہی۔ انصاف پروردہی۔ حق پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر انہوں نے

کہ شیخہ اعلیٰ اسلام کرتے ہوئے ایسی بابت تازہ ہستی پر زبان طعن و راز کریں بغرض
حضرت عرفہ کے کمالات کا استقصا ہر شکل ہے مصنفین اسلام نے ان کی سوانح
عمری میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ چونکہ ہمارا روئے سخن صرف شیخہ حضرات سے
ہے۔ اس لئے یہاں مختصر نمونہ خود در صرف شیخہ کی مستند اور مسلمہ کتب سے
اوپر کی شہادت لکھی گئی ہیں۔ و تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ خُذْهَا كَرَّةٍ كَيْ بَهَانِي
كِي هَدَايَتِكَ بَاعُثْهُمُ - وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - اب ہم
خليفة سوم کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق حسب ذیل شہادت ہم
شیخہ کی مستند کتب سے درج کرتے ہیں
پہلی شہادت شیخہ کی اصح الکتاب مصدقہ امام غایب علیہ السلام فروع
کافی جلد ۳ کتاب الروضہ میں ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَلَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ أَخْبَرَنِي
بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمُحْتَرَمِينَ وَالْمُتَّقِينَ أَنَّ
مِنْ الْمُحْتَرَمِينَ قُلْتَ كَيْفَ الْمَدَائِدُ قَالَ
يُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَوَّلُ النَّهَارِ
أَكْرَأَنَّ عَلِيًّا وَتَبِعَتَهُ هُمْ الْفَائِرُونَ
قَالَ وَيُنَادِي مُنَادٍ آخِرُ النَّهَارِ أَلَا
إِنَّ عُثْمَانَ وَتَبِعَتَهُ هُمْ الْفَائِرُونَ
د فروع کافی جلد ۳ ص ۹۹

محمد بن علی حلبی روایت کرتا ہے کہ میں نے
امام صادق سے سنا۔ فرماتے تھے بنی عباس
کا عثمان یقینی ہے۔ اور نادر بھی یقینی
ہے۔ میں۔ پہلا نادر کیا ہے۔ فرمایا۔
آسمان سے بکار نیا والا ابتداء روز میں بکار
کرتا ہے کہ علیؑ اور اس کے پیرو کامیاب ہیں
اور پھر دن کے اخیر میں بکار کرنے والا بکار لیتے
خبردار عثمان اور اس کے پیرو کامیاب
ہیں۔

اس حدیث میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے صاف
تصریح ہے کہ ہر روز دن کے اول و آخر ہمیشہ غیب سے آواز آتی ہے پہلے
یہ کہ علیؑ اور ان کے تابعین فائز المرام ہیں۔ پھر اسی طرح دوسری آواز آتی ہے کہ

عثمان اور ان کے متبعین بھی فائز المرام ہیں۔ پھر ایسی تصریح کے بعد اگر شیعہ فضیلت عثمان سے انکار کریں۔ تو امام والا مقام کی تکذیب ہوگی۔

دوسری شہادت۔ ایسا ہی کتاب مذکور کے جلد ۳ صفحہ ۱۵ میں درج ہے

فَجَلَسَ سَهْلُ بْنُ عَمْرٍو وَعِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ عُمَانُ فِي عَسْكَرِ الْمُشْرِكِينَ وَبَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ بِأُحْضِهِ يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى لِعُمَانُ وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ طُوبَى لِعُمَانُ قَدْ طَابَ مَا كُتِبَتْ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَادِ الْمَرْوَةِ وَحَلَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُمَانُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ آكُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لَا طُوفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَطُفْ بِهِ

سہیل بن عمروؓ کے پاس بیٹھا اور حضرت عثمانؓ (سفر رسولؐ) مشرکین کے لشکر میں بیٹھے۔ رسولؐ پاکؐ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا۔ اور عثمانؓ کی (غایبانہ) بیعت کی۔ مسلمان کہنے لگے زہے نصیب عثمانؓ طواف کعبہ کیا اور صفادہ کی سعی نصیب ہوئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا عثمانؓ ایسا نہیں کریں گے۔ پھر جب عثمانؓ آئے۔ تو حضور علیہ السلام نے دریافت کیا۔ عثمانؓ کیا تم نے طواف کعبہ کیا؟ عثمانؓ نے کہا میں طواف کیسے کرتا۔ حالانکہ رسولؐ پاکؐ نے طواف نہیں فرمایا۔

اس روایت سے فضیلت عثمانؓ کا نمایان ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیکر بیعت کی۔ اور اپنا سفر خاص بنا کر مشرکین مکہ میں بھیجا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے عاشق صادق ہونے پر اس قدر اعتماد تھا۔ کہ مسلمانوں نے جب طواف لعمان کہہ کر کہا۔ کہ عثمانؓ نے طواف کعبہ اور سعی صفادہ مروہ حاصل کی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ ایسا کرنے کی عثمانؓ جیسے جان نثار عاشق سے توقع نہیں ہو سکتی کہ ہمارے بغیر اکیلا طواف کرے۔ چنانچہ عثمانؓ کے آنے پر سب بات کی تصدیق ہو گئی۔

مشرکین مکہ نے عثمانؓ کو کہا بھی کہ طواف کرو۔ تمہیں ہم منع نہیں کرتے۔ البتہ تمہارے پیغمبرؐ کو طواف نہیں کرنے دینگے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے اکیلے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔

صاحب حملہ حیدری نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے :-

جو سید عثمان زمین و زمان و بمقصد و اس شدہ جو تیز کمان
جو اورشت صحابہ روبرو کر کے بگفتند جنیدس بہ غیر البشر
خوشحال عثمان یا احترام و کہ شد شمش حج بیت الحرام
رسول خدا چون شنید این سخن و بیاسخ چنین گفت یا انجمن
بعثان ندایم ما این گمان و کہ تنها کند طوفان آستان
کفار و مشرکین کی اجازت طواف

اگر میل واری طواف حرم و بین مافیت کس در چشم
ولیکن محاسن بے گدازان و کہ آمد محمد برے طواف
چون شنید عثمان از وایں سخن و چنین از پاسخ بہ آل ہرمن
کہ طواف حرم بے رسول خدا و نہ باشد کہ بر پیر و انش و دا
اگر شیعہ انصاف سے دیکھیں تو حضرت عثمان کے کمال ایمان و عشق رسول و خلوص
نیت اور رسول علیہ السلام کا ان پر کامل اعتماد و اسکی مزید دلیل کے اس روایت سے ظاہر
و ہویدا ہے۔ اور یہ تو حضرت عثمان کے لئے ایک بڑا بھاری اعزاز ہے کہ حضور علیہ
السلام اپنے دست مبارک کو دست عثمان قرار دیں۔ یہ ایسی خصوصیت اور فضیلت تمیزہ
ہے کہ کسی دوسرے جلیل القدر صحابی کو نصب نہیں ہوئی۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ
من یشاء۔

تیسری شہادت شیعہ کی مستند کتاب ہنج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۳۷
میں ہے :-

ان الناس ورائی و قلب استسفر و فی بینات و بلیہم و و اللہ ما ادری
ما اقول لک ما اعرفت شیئا فجهله و لا اذ لک علی شیء لا تعرفه انک
لتعلم ما نعلم ما سبقناک الی شیء فتجربک عنہ و لا خلونا بشیء فنبالغک
قد رأیت کما رأینا و سمعنا کما سمعنا و صحبت رسول اللہ کما
صحبتنا و ما بین ائی فحافہ و لا عما بین انخطاب اونی بغل الحق
منک و انت اقرب الی رسول اللہ و شیعہ من حرم منہما و قد نلت

مِنْ صَہْرَاءِ مَا لَمْ نُنْكَأْ لَہٗ۔ (تراجمہ: حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ کو جبکہ لوگ آپؐ کو سفارتش کیلئے ان پاس لیگئے فرمایا۔ یہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ جو مجھے تیار رہے اور اپنے مابین سفیر بنا کر لائے ہیں۔ بخدا میں نہیں جانتا کہ آپؐ کو کیا کہوں۔ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا۔ جسے آپؐ نہ جانتے ہوں۔ اور نہ ہی مجھے کوئی ایسی بات بتاتا ہوں۔ جسکو آپؐ نہ پہچانتے ہوں۔ بیشک جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ آپؐ بھی جانتے ہیں۔ جیسا ہم نے دیکھا ہے۔ آپؐ نے بھی دیکھا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے سنا۔ آپؐ نے بھی سنا ہے۔ جیسے ہم نے رسول خداؐ کی مصاحبت حاصل کی ہے۔ آپؐ نے بھی کی ہے۔ سادرا ابو بکرؓ وغیرہ آپؐ سے زیادہ عامل سچی نہ تھے۔ آپؐ قربت کی وجہ سے رسول علیہ السلام سے ان سے زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ اور آپؐ کو داماوی رسول کا وہ مخضر حاصل ہے۔ جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہے۔

اس خطبہ میں حضرت علیؑ نے کمال صراحت و وضاحت سے اوصاف امیر المؤمنین عثمانؓ کا یوں بیان فرماتے ہیں:۔
(۱) علم و معلومات میں ہم اور آپؐ برابر ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ جو ہمیں آپؐ سے زیادہ معلوم ہو۔

(۲) ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جسے ہم جانتے ہوں۔ اور آپؐ کو اس کا علم نہ ہو
(۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر جو کچھ دیکھا سنا۔ اس میں بھی ہمیں اور تمہیں مساوات ہے۔ (ہمیں کسی امر میں تم پر ترجیح نہیں ہے)
(۴) آپؐ کو حضور علیہ السلام سے دوسرے دیاروں پر درود و جہ سے ترجیح ہے۔ ایک قربت کی وجہ سے اور دوم داماوی رسولؐ ہونے کے باعث۔

شیعہ صاحبان میں اگر کچھ بھی انصاف ہو۔ تو ان کی تسلی کے لئے جناب امیر علیہ السلام کا یہ خطبہ دربارہ فضیلت عثمانؓ کافی و دافی ہے جب جناب امیر علیہ السلام حضرت عثمانؓ کو ہر ایک کمال میں علمی ہو یا حبشی شبی اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اور ان کی قربت رسولؐ اور داماوی کا اعتراف کرتے ہیں۔ تو پھر شیعہ ہزار کہو اس کریں۔ شہادت امیر علیہ السلام کی وہ کبھی تردید نہیں کر سکتے۔ یہ ایسی زبردست شہادت ہے

جس کے مقابلہ میں روانہ کی حرافات کی ذرہ بھر وقت نہیں ہو سکتی۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ معاذ اللہ کافر و منافق ہوتے۔ تو حضور علیہ السلام اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کو نکاح نہ کر دیتے۔

چوتھی شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے داماد رسولؐ ہونے کا ثبوت۔

چوتھی شہادت اس بارہ میں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورینؓ کو حضور علیہ السلام کا داماد ہونے کا فخر حاصل ہے شیعہ کی بڑی مستند کتاب حیات القلوب مصنفہ ملا باقر مجلسی جلد دوم صفحہ ۵۹ میں ہے۔

قرب الاسناد بسند تقریر از حضرت صادقؑ	قرب الاسناد میں مقبرہ اسناد کے ساتھ حضرت
روایت کردہ است کہ از برای رسول خدا از	امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ رسول خدا کی اولاد
خدیجہ بنت مولا شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و	جو حضرت خدیجہ کے شکم سے ہوئی۔ طاہر اور قاسم
ام کلثوم و رقیہ و زینب۔ فاطمہ را بحضرت	فاطمہ۔ ام کلثوم۔ رقیہ و زینب بخشیں۔ فاطمہ کا
امیر المومنین تزویج نمود و تزویج کرد با ابوالحسن	نکاح حضرت علیؑ سے کر دیا۔ اور زینب ابوالحسن
بن ربیعہ کہ از بنی امیہ بود زینب را دلبختان	کو نکاح کر دی۔ اور عثمانؓ کے ساتھ ام کلثوم
بن عفان ام کلثوم را دیمش از آنکہ بخاند	کا نکاح ہوا۔ ابھی وہ حضرت عثمانؓ کے گھر تکی تھیں
آں برود بر حمت آئی و صل شد بعد از	کو فوت ہو گئیں۔ پھر حضورؐ نے حضرت رقیہ کا حضرت
رقیہ ما با و تزویج نمود۔	عثمانؓ سے نکاح کر دیا۔

اس روایت سے جو شیعہ کے مفروض الطاعت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔

ثابت ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیوں (ام کلثوم۔ رقیہ) کا نکاح حضرت عثمانؓ سے یکے بعد دیگرے کیا۔ پہلی صاحبزادی ام کلثوم کا آباد ہونے سے پہلے وصال ہو گیا۔ تو پھر دوسری صاحبزادی رقیہ کا ان سے نکاح کر دیا گیا۔ جو عمر بھر ان کے گھر آباد رہیں۔

شیعہ کی بیقراری۔ اس واقعہ سے کہ حضرت عثمانؓ کو حضورؐ کی دامادی کا دوسرا فخر حاصل تھا۔ اور اسی وجہ سے ان کا لقب ذوالنورینؓ شہید ہے شیعہ سخت بیقرار ہوتے ہیں۔ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ کہ اس زبردست الزام کا کہ اگر حضرت عثمانؓ جیسا شیعہ کہتے ہیں۔ معاذ اللہ مسلمان نہ تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے

اپنی صاحبزادیاں ان کو کیوں نکاح کر دیں۔ جب کہ ولا تنکحوا المشرکین (کفار کو اپنی لڑکیاں مت دو) صریح ممانعت ہو چکی تھی۔ کہ کفار سے ملاطفت نہ کی جائے شیعہ کی اس موقع پر پریشانی حال ہو کر عجیب جیلہ سازیاں کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے فاطمہ کے اور کوئی لڑکی حضورؐ کی تھی ہی نہیں۔ اور یہ انکا ایسا دھوکہ ہے جس میں تمام عوام شیعہ کو بھنسا رکھا ہے۔ جب کبھی یہ کہو۔ کہ حضرت عثمانؓ و اما رسولؐ تھے۔ جھٹ کدیتے ہیں کہ اور کونسی بیٹی حضرتؐ کی تھی۔ جس کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ اس لئے میں اس معاملہ کو ذرہ وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ شیعہ کے اس مخالفہ کا قلع و قمع ہو جائے۔

کیا رسولؐ پاک کی فاطمہ کے سوا کوئی بیٹی تھی؟

میں جیلان ہوں کہ جاہل شیعہ تو مغدو میں لیکن کچھ پڑھے شیعہ سببات سے مسطح انکار کر سکتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن سے حضرت فاطمہ کے علاوہ اور تین صاحبزادیاں زینب۔ ام کلثوم اور رقیہ بھی تھیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں ایک تو حیات القلوب کی روایت لکھی جا چکی ہے۔

دوسرا ثبوت۔ اس امر کا کہ حضرت رسولؐ پاک کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ جو سب کی سب ام المومنین خدیجہ کے بطن سے تھیں۔

شیعہ کی مستند کتاب حدیث مصدقہ امام مہدی علیہ السلام رسول کافیؑ میں ہے
 وَ تَرَاجَ حَدِيثُهَا وَ هُوَ أَنَّ بَضْعَ وَ
 عِشْرِينَ سَنَةً قَوْلُكَ لَهَا مِنْهَا قَوْلُ
 مَبْنَعُهُ الْقَاسِمُ وَ رَقِيَّةُ وَ زَيْنَبُ
 وَ أُمُّ كُلْثُومُ وَ ذَلِكَ لَهَا بَعْدَ الْبَعْثِ
 الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا
 السَّلَامُ

اب اس روایت سے صاف مثل روایت حیات القلوب کے ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہ کے علاوہ رقیہ۔ زینب۔ ام کلثوم بھی تھیں۔ جو خدیجہ الکبریٰ کے

کے شکم سے پیدا ہوئی تھیں۔ ایسی ظاہر روایات کے ہوتے ہوئے اگر شیعوہ علوم کو دھوکہ دیں۔ کہ حضرت کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ اس صریح کے مصادیق ہونگے جہلا و بہت ذنیہ کو کف چراغ دارد

تیسرا ثبوت شیعوہ کی مشہور و متداول کتاب جو ہر ایک خاص و عام شیعوہ کے گھر میں بالعموم موجود رہتی ہے۔ اس کے صفحہ اول میں ہر روزہ ادعیہ میں صحت کھا ہوا ہے۔ **بِسْمِ اللّٰهِ صَلَّی عَلٰی سُرَّقِیَۃٍ بِنْتِ نَبِیِّکَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمَّ کُلْتُوْمَ بِنْتِ نَبِیِّکَ** (اے خدا رحمت بھیجو رقیہ دختر رسول پر اے خدا رحمت بھیجو ام کلثوم بنت رسول پر)

اب امید ہے۔ کہ عوام شیعوہ اپنے علماء سے سوال کر سکیں گے کہ اگر رسول کی ایک ہی بیٹی تھی۔ تو اوراد و ادعیہ میں رقیہ و ام کلثوم بنات النبی کیوں ذکر ہوتی ہیں جن پر صلوات بھیجا اسی طرح ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت فاطمہؑ پر۔ چوتھا ثبوت۔ حیات القلب جلد دوم صفحہ ۲۹ میں ہے۔

س یا زوہ مرد و چار زن خضیہ از اہل مکہ ہجرت حبشہ کے متعلق مصنف کتاب قطار ہے کہ تینند و بجانب حبشہ زوں شدند و از جملہ اسہا عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسول کہ زن ابو بود النحر۔

اس روایت میں اس امر کی تصریح ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے بامر خدا و رسول خدا حبشہ کی ہجرت کی۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت رقیہ بنت رسولؐ بھی تھیں۔ جو ان کی جوڑو تھیں۔ کیا شیعوہ حضرات ان روایات بنیات کی تردید کر سکتے ہیں۔ کلا و حاشا حق کو چھپانا سہل نہیں اے جناب من!

جواب شیعوہ

جب شیعوہ حضرات اس موقع پر پھین جاتے ہیں۔ اور ایسی صریح مقبرہ روایات کے ہوتے ہوئے انکار کی گنجائش نہیں پاتے۔ تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ رسولؐ پاک نے یہ کلام اپنی بعثت کے اہل یا ممانعت نکاح یا مشرکین سے پہلے کر دیا ہو گا۔ لیکن یہ عذر نہ کیس قابلِ ماعت نہیں

بے شک شیخ کی کتاب میں یہ بھی تصریح ہے کہ حضرت رقیہ بنت رسول کا نکاح اس وقت ہوا تھا۔ جب آپ جنگ بدر کو روانہ ہوئے تھے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۹ میں ہے:-

ابن بابویہ بسند معتبر از حضرت روایت کرده است کہ از برائے رسول متوکل شد از خدیجہ قاسم و طاہر و نام طاہر عبد اللہ بود۔ و ام کلثوم۔ رقیہ و زینب و فاطمہ و حضرت امیر المومنین و فاطمہ را تزویج نمود و تزویج نمود زینب را ابو العاص ابن ربیعہ را و مردی بود از بنی امیہ و عثمان بن عفان۔ ام کلثوم را تزویج نمود۔ پیش از آنکہ بخانہ او برو۔ ہجرت الہی و اصل شد پس چوں جنگ بدر رفتہ۔ حضرت رسول رقیہ را با تزویج نمود۔ اب شعیبہ کا یہ فضول غدر بھی رفع ہو گیا۔ جنگ بدر کا واقعہ اس وقت ہوا۔ جب رسول پاک منصب رسالت پر سرفراز ہو کر اشاعت کلمہ تو حید میں کمر بستہ تھے۔ اور اس وقت مشرکین کمر شیعے ناطے دینے کی مافقت ہو چکی تھی۔ عرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہ نے یہ فخر کہ دو صاحبزادیاں حضور علیہ السلام کی آپ کی تزویج میں آئیں۔ ان کی فضیلت کے لئے ایک کامل شرف کیلٹ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے جو شخص داماد رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ وہ رسول کے سخت دشمن ہیں۔ خدا ان کو عقل دے اور راہ راست پر آجائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محامد محاسن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جس قدر مالی و جانی خدمات اسلام کیں۔ دنیا نے اسلام تاقیامت اس کی ممنون رہی۔ روایات بالائیں چونکہ آپ کے فضائل کا میں ثبوت کتب شیعہ سے لکھا گیا۔ اس لئے اب ہم مزید بیان خوف طوالت سے چھوڑ کر وہ روایات لکھتے ہیں جن سے اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف ثابت ہوتی ہے۔

اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف

جناب امیر المومنین علی المرتضیٰ نے جہاں اصحاب ثلاثہ کی فرداً فرداً اپنے اقوال میں تعریف فرمائی ہے۔ وہاں مشترکہ اوصاف کا بیان بھی ان کے خطبات میں پایا جاتا ہے جو ان کی فضائل کا بین ثبوت ہے۔ اس لئے اب ہم ایسی روایات کھینکے جو کتب شیعہ میں اصحاب ثلاثہ کے اوصاف کے متعلق مشترکہ پائی جاتی ہیں۔

اول۔ نبی البلاغہ جلد اوصاف میں ہے۔

لَقَدْ عَهِدَ رَبِّي أَقْوَامًا فِي عَهْدِ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَيُعَيِّنُنِي مِنَ الْبُكَاءِ وَخَمَضِ الْبَطُونِ مِنَ الصَّيَامِ ذُبُلَ الشَّهَادَةِ مِنَ الدُّعَاءِ صُفْرَ الْأَلْوَانِ مِنَ السَّهْرِ عَلَى دُجُوهِهِمْ غُبْرَةَ الْخُاشَعِينَ أُولَئِكَ إِخْوَانِي الَّذِينَ أَهْبَوْتُ لِحَقِّ لَنَا أَنْ نَظُنَّ إِلَهُهُمْ وَنَقْضَ الْأَيْدِي عَلَى فِرَاقِهِمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ يُسَيِّرُ لَكُمْ طَرِيقَهُ وَيُرِيدُ أَنْ يَحُلَّ دَيْنَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً وَيُعْطِيَكُمْ بِأَجْمَاعِهِ الْفُرْقَةَ قَاصِدِ فَوَاعِنِ تَرْغَاتِهِ وَتَقَاتِيهِ وَأَقْبِلُوا الصَّحِيحَةَ مِمَّنْ أَهْلَاهَا إِلَيْكُمْ وَأَعْقِلُوا هَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ۔ (ترجمہ۔ میں نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہے کثرت گریہ سے ان کی آنکھیں خیرہ ہوئی تھیں روزہ داری کی وجہ سے ان کے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دعا کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شب بیداری کے باعث چہرے زرد تھے۔ کثرت سجود کے سبب چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے۔ جو گزند لگے۔ ہمیں لازم ہے۔ کہ ان کی ملاقات کی پیاس رکھیں۔ اور ان کے فراق میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں شیطان تمہارے لئے راستے پیدا کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ تمہارے دین کی رستی کو پارہ پارہ کر دے۔ اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے تم اس کے وسوسے سے بچو۔ اور اپنے راہنما کی نصیحت مانو۔ اور اپنے دلوں میں گرہ کر لو۔)

اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے اصحاب رسول ص کی جو قوت ہو چکے ہیں۔ بحد تعریف فرمائی ہے۔ کہ وہ قائم اللیل۔ صائم اتہار تھے۔ خشیت الہی ان کے

رگ دریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی مگر یہ وزارتیں میں مصروف ہمیشہ سر بسجود رہتے تھے۔ وہ میرے بھائی تھے۔ ان کے فراق کا دل میں سخت صدمہ ہے۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ شیطان تم کو گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اور جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے درپے ہے شیطان کی پیروی مت کرو۔ اور جماعت سے علیحدگی اختیار نہ کرو۔

شہیدہ حضرات بتائیں کہ کیا اصحابِ ثلاثہ ان افراد میں داخل تھے یا نہ۔ اور یہ اوصاف ان میں پائے جاتے تھے یا نہیں۔ بیشک حضرت امیر علیہ السلام کو اپنے ان بھائیوں خلفاءِ ثلاثہ کی فرقت کا دل میں سخت رنج تھا۔ ان کے اوصاف یاد کر کر دل کو تسکین دیتے تھے۔ اور مسلمانوں کو ان کے طریق پر چلنے اور جماعت میں ملے رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔

شہیدہ کے نزدیک تو صرف معدودے چند آئینہ مقصد و مسلمان فارسی کے سوا اصحابِ رسولؐ سے کوئی مسلمان ہی نہ رہا تھا۔ پھر وہ اقوام جن میں یہ اوصاف تھیں کہاں تھے۔ جن کی وفات کا جناب امیر علیہ السلام کو اندر رنج تھا۔ اس میں کلام نہیں ہے۔ کردہ لوگ جن میں یہ اوصاف تھیں۔ خلفاءِ بڑے اور ان کے پیروان دین تھے جن کو شیعہ معاویہ و عثمان کا فرسبتہ ہیں۔ اور ناصر مشفق جناب امیر علیہ السلام کی نصیحت کی پرواہ نہ کر کے شیطان کے متبع ہو کر سوادِ اعظم سے علیحدگی کر بیٹھے ہیں (خدا ہدایت کرے)

دوم۔ بیخ البلاغۃ جلد ۲ ص ۳۳ ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مَعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ
إِنَّهُ يَا بَنِي الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ يَا بَنِي الْكُفْرِ
وَعُمَرُو عُمَانَ عَلَى مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ
فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِعَائِبٍ
أَنْ يَتَرَدَّ وَلَا تَمَّا لَشَوْرَى الْمُهَاجِرِينَ
الْأَنْصَارِ فَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى مَرْجِلٍ
سَمَوْهُمْ أَمَا مَا كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ يَوْمَئِذٍ
جناب امیر علیہ السلام کے ان خطوط میں جو معاویہ کو آپ نے کہے یہ بھی تھا کہ میری بیعت اسی قوم نے کی ہے۔ جنہوں نے خلفاءِ ثلاثہ کی بیعت کی ہے۔ اور اسی امر پر میری بیعت ہوئی ہے جس امر پر ان کی بیعت کی گئی۔ اب کسی حاضر یا غایب کو اس بیعت کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور شوریہ مہاجرین و انصار ہی کا حق ہے جس

خَرَجَ عَنْ أَمْرِهِمْ خَارِجَ لِبَطْنِ أَوْبَدَةَ
 رَادُّهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنِ اتَى قَاتِلُوهُ
 عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرِ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَ
 وَلَا كَلَّ اللَّهُ مَا تَوَلَّى

شخص کی بیعت پر اتفاق ہو خدا کو بھی ہی منظور ہے
 پھر جو شخص اس متفقہ خلیفہ کی اطاعت سے کلمن یا عت
 کے باعث کفران کرے اہل شوری کا حق ہے کہ اسے اسی
 خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کریں اور سلا نو نکار تہ مجبور دینے
 پر اس سے لڑیں۔

اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے مسئلہ خلافت و خلیفہ کا بالکل فیصلہ فرمادیا
 اور آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ میری اور خلفاء سابقہ کی خلافت ایک ہی طریق سے ایک
 ہی جماعت (مہاجرین و انصار) کے انتخاب سے عمل میں آئی ہے۔ اور انتخاب خلیفہ
 کا حق بھی مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کو ہے۔ وہ اپنی متفقہ رائے سے جس شخص کو
 خلیفہ منتخب کر دیں۔ بخیر و شر بھی وہی خلیفہ برحق ہے جو ایسے منتخب کردہ خلیفہ کی اطاعت
 سے سخر ہو جائے۔ اس کو مسلمان خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کر سکتے ہیں۔ نہ مانے تو
 اس سے لڑائی بھی کی جاسکتی ہے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ خلافت کے حقدار سب
 سے پہلے جناب امیر علیہ السلام تھے۔ اور خلفاء ثلاثہ کا انتخاب غلط ہوا تھا۔ وہ
 جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کی تکذیب کرتے ہیں۔ جو بقول جناب ممدوح ہر چہ
 خلفاء کا انتخاب ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت کے ہاتھ سے عمل میں آیا۔
 اور بقول جناب موصوف خدا کی رضا بھی اسی میں تھی۔ تو پھر شیعہ کا کیا حق ہے
 کہ اس کے خلافت یہ کہنے کی جرأت کریں کہ حق تو حضرت علیؑ کا تھا۔ ثلاثہ نے
 زبردستی خلافت چھین لی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو جناب امیر علیہ السلام یوں فرماتے کہ
 ثلاثہ کا انتخاب تو نا اہل لوگوں نے غلط کر دیا تھا۔ اور خدا بھی ان کی خلافت پر
 راضی نہ تھا۔ ہاں جس جماعت نے میرا انتخاب کیا۔ اور جس طریق سے کیا۔ یہ جائز
 انتخاب اور منظور خدا تھا۔

اس خطبہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ انتخاب
 خلیفہ اول سے ناراض تھے۔ اور انہوں نے بیعت نہ کی تھی۔ یا جبراً و قہراً بیعت
 کرائی گئی تھی۔ یہ سب کچھ یار لوگوں کی گھڑت اور اتہام محض ہے۔ کیونکہ جناب
 ممدوح خود فرماتے ہیں کہ مجلس شورے کے فیصلہ پر جو شخص رضی نہ ہو۔ اور منتخب

بتاؤ جن اشخاص کے متعلق حضور علیہ السلام نے یہ شہادت دیکر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ تیرے فرمانبردار بندے ہیں۔ اور تیرے عشق کے ایسے متوالے ہیں۔ کہ تیرے دشمنوں سے لڑائی کرتے وقت دشمن کی تعداد کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور یہ تیرے ایسے مخلص بندے ہیں۔ کہ اگر ان کا وجود صفحہ دہر سے مٹ گیا۔ تو دنیا میں تیرا پرستار تیرا نام لیوا ان جیسا قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ یہ لوگ کون تھے؟ وہی مہاجرین و انصار جن کے عسکر ثلاثہ رضی اللہ عنہم تھے یا کوئی اور کیا صرف وہی شیعہ کے تین چار بزرگوار ہر ایک معرکہ کارزار میں شامل ہو کر دشمن کی صفیں اولٹ دیا کرتے تھے۔ یا یہی حضرات تھے۔ جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زندگی میں اسی نہیں۔ آپ کی وفات کے بعد بھی دین اسلام کو شرق سے غرب تک پھیلا دیا۔ اور دشمنان دین کا نام و نشان باقی نہ رہے دیا۔ انصاف! انصاف!!

پنجم۔ حیات القلوب جلد ص ۱۱۱ میں ہے:-

عروہ بن مسعود چوں در غزوہ حیدریہ از جانب قریش بخیمت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ آمد دید کہ ہر گاہ آنحضرت وضو می ساخت یا دست می شست مبارک دست میگردند و رفتن آن آب بر تبر کہ یک دیگر آبکشند و ہر مرتبہ کہ آب وہاں یا آب بینی می انداخت بدست خود آنرا می ربودند و چوں امر می فرمود بر یکدیگر بیعت میکردند در اثناء آن و چوں سخن میفرمود صدا ہائے خود را پست میکردند۔ و ہند و ہر گاہ مبارک آنحضرت نظر میکردند و سر ہا و پریش می افکندند و چوں عروہ بہ نزد قریش برگشت گفت اے گردہ قریش من بہ نزد باو شاہ عجم و باو شاہ روم و باو شاہ حبشہ رفتہ بودم۔ و ندیدم کہ ایچ توے باو شاہ خود را تعظیم و اطاعت کنند مثل آنکہ اصحاب آنحضرت تعظیم و اطاعت او نمایند (ترجمہ)۔ عروہ حیدریہ میں جب غزوہ بن مسعود کفار قریش کا سیفر ہو کر آنحضرت کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ جب حضور وضو کرتے یا ہاتھ دھوتے اصحاب رسول پانی لینے کے لئے مبادت کرتے۔ گویا مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔ اور جب آپ منہ سے تھوک یا ناک سے پانی پھینکتے۔ برکت کے لئے ہاتھوں میں لیکر اپنے منہ اور بدن پر ملتے۔ اور اگر کوئی بال جسم اطہر سے گزرتا اس کے لینے میں ایک دوسرے پر بیعت کرنا چاہتے تھے۔ جب حضور کلام کرتے

یہ لوگ جیکے ہو جاتے۔ اور حضور اقدس کے رُخ اور پرتیز نگاہ نہ ڈال سکتے تھے۔ اور آپ کے حضور میں بیٹھ کر اپنے سر نیچے تھکا دیا کرتے۔ جب عروہ نے یہ حالت دیکھی۔ اور قریش میں رٹا تو کہنے لگا۔ میں نے بادشاہان عجم و روم و حبشہ کو دیکھا ہے لیکن میں نے ایسی کوئی قوم نہیں دیکھی۔ جو اپنے بادشاہ کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں۔ جیسے صحابہ رسولؐ اپنے شہنشاہ اسلام کی اکرام و تعظیم کرتے ہیں) اسی مضمون کو صاحب حملہ قیدری نے نظم میں بیان کیا ہے۔

پس نگاہ در مجلس شاہ دین و نشست اوزمان و گرد و کس
عروہ بن مسعود جب مجلس رسولؐ پاک میں اس لئے
کہ صحابہ اور اکند امتحان و بہنیکہ چوست خلاص شان
کلمات لگا کر پوچھا کہ صحابہ کے خلاص و
بنظاہر کردہ بروز ششم و نہایتی ہمیں ویداز زیر ششم
جان نثاری کا امتحان کرے بطام تو
چو اکرام و تعظیم و فرمانبری و اراست شکاری عقیدہ توری
رہ صحابہ نبوت بہ سالار دیں و بیابید آں مرد و زبیدہ
سے اس لئے دیکھا شروع کیا جاب اس نے
عاشقان حال احمدی کی ادوات و عقیدت
کا حال دیکھا تو اسے یہ تعجب ہوا کہ کیونکر پہلے
اس کی نظیر دیکھی تھی

جب عروہ قریش کے پاس واپس گیا۔ تو اپنے پیچیدہ واقعات کی ان کو جا کر یوں اطلاع دیتا ہے۔

کہن آنچہ دیدم زیاران او و ازاں سر کف جان نثاران او
دیران و در روم و در نگار و دیدم ز رنگ بد آن دیار
کہ وارندہ پاس شہر حرمیں و بسیار بند برقتش پایش جہیں
محمدؐ گر اندازد آب و دہن و بر آں آب نہوں میکند گہن
کہ گیر نماں آب و مالند روز ازاں آب تازہ کنند آرد
و گر ہر کراہی از ہزاراں و کہ نہ کفش اد پاک چوں کہتراں
بر آب و خلوش نزارے کنند کہ خواہند سر ہائے خوش کنند
آورد بڑاتے ہیں۔ اور جس بڑے سے بڑے سردار کو دیکھو۔ وہ آپ کی جوتیاں اولیٰ خادم کی طرح صاف کرتا ہے۔ ان کے وضو کا پانی حاصل کرنے پر ایسا جھگڑا ہوتا ہے کہ سردیہ کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔

جب اصحاب رسولؐ کی محبت و جان نثاری کی یہ حالت ہو کہ کفار بھی اس پر رشک کریں۔ اور معترف ہوں کہ ایسی کوئی قوم روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔ جو اپنے اتکا پر یوں جان نثاری کریں۔ اور اس کے پاؤں کی خاک کو سرمہ چشم اور آب دہن کو زینت چہرہ کے لئے غارہ لگلوں سمجھتے ہوں۔ جو اس کی شمع جمال پر پروانہ وار گرے پڑتے ہوں۔ اور سرکف اس کی خدمت میں جان سپاری کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔ کیا یہ نشہ کبھی قیامت تک اُترنے والا ہے؟

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی تار دے

وہ لوگ سخت حقیقت ناشناس ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ رسولؐ پاک کے آنکھ بند کرنے (فوت ہونے) کی دیر تھی۔ کہ وہ ساری کھیل بگڑ گئی۔ نہ وہ عشق رہا محبت سب کے سب اصحاب بغیر تین چار کے دین سے پھر گئے۔ لاخل ولا قوۃ جن لوگوں کو کوچہ عشق میں گزرنہ ہو۔ ایسی بہکی باتیں وہی کیا کرتے ہیں۔ عاشقان ذات احمدیؑ کے سوز جگر کا حال وہی جانیں۔ جن کو اس نعمت سے بہرہ ملا ہو۔

چو دل بہ مہر نگار سے نہ بستہ لے نہ خنجر سوز درد و نیاز ماچہ خبر
الحقؑ جان نثار ان رسولؐ پاک جیسے حضورؑ کی زندگی میں دین حق کے شہید تھے بعد وفات نبیؐ بھی انہوں نے اپنی جانیں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے اشاعت اسلام میں عمریں خرچ کر دیں۔ اور تمام دنیا کو کلمہ توحید کا قائل کر کے چھوڑا۔ خلفاء رسولؐ نہ ہوتے تو خدا کے قدوس کا صحیفہ قدس قرآن بھی ہم تک نہ پہنچتا۔ نہ کسی کو اسلام و مسلمانی ہی کی خبر ہوتی۔ دنیا کے اسلام فاتح قاریں و دروم اور ان کے مابین خلفاء کی تابکار دہر شرمندہ احسان رہیگی۔ رضی اللہ عنہم و رضوانہ۔

اگرچہ اصحاب رسولؐ سب کے سب نجوم ہدایت تھے۔ لیکن خلفاء اربعہ فلاح اسلام کے وہ روشن ستارے تھے جن کے نور نے عالم کو منور کیا۔ اور جن کی بدولت شرق سے غرب جنوب سے شمال تک فتنی و تری میں اسلامی حکومت کا ڈنک بجا۔

چار یار

چار کے اعداد سے بس حق تعالیٰ کو ہے پیار، ہیں حبیب کبریا کے برگزیدہ یار چار

جسم کی ترکیب ہے اور عناصر سے ہوئی نہ ہوتے ہیں ہر اک مکان کے کچھ لوہے اور چار
 عرش سے نازل ہوئی چاروں کتابیں دوستوں ہیں اولیٰ العزم انبیاء ایزد و عتقا ر چار
 ہیں فرشتے بھی مقرب چار جو شہر ہیں : میں مذاہب بھی یہی مقبول ہے انکار چار
 کعبۃ اللہ میں کچھ چاندل مصلے میں ضرور : خانوادے بھی طریقت کے میں برائے چار
 اور متناسبہ پڑھنے میں طفلان سکول : اور مریج شکل کے اضلاع بھی ہیں یا چار
 چار یا کے تحت کے ہوتے ہیں دوستوں : اور جو ارج بھی ہر اک انسان کے ہیں چار چار
 تھا قُلْنَا اَمْرًا بَعِثْنَا الطَّيْرَ كَا جَوَازِ شَادِحٍ : ہے ہمیں معلوم تھے وہ طائر طیار چار
 چار کے اعداد میں لاریب منظر حیدر : بالیقین ہے دوزخی کرتا ہے جو انکار چار
 فاطمہ حسین اور حضرت علی المرتضیٰ نے نہ تھے یہ خوشان نبی احمد مختار چار
 میں چراغ و مسجد و محراب و قبر کے دیگر : یہ ابو بکر و عمر و عثمان و مسدود چار

خلافتِ امامت

اب ہم شیہ سنی کا معرکہ الآراء مسئلہ خلافت و امامت شروع کرتے ہیں :
 پر کیقدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں : کیونکہ یہی مسئلہ تمام نزاعات کا
 اصل الاصول ہے۔

مسئلہ خلافت میں اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ خلافت کا زمانہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے تیس سال بتلادیا تھا جن نفوس مقدسہ کی دینی و اسلامی خدمات بیش از
 بیش تھیں بموجب وعدہ الہی اس مخصوص زمانہ میں ان کو اعزاز بالترتیب حاصل
 ہوا۔ اولاً باتفاق اہل صل و عقد : ابو بکر سیدین پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت
 عثمان ذوالنورین پھر حضرت علی المرتضیٰ منصب خلافت رسول پر متمکن ہوئے اور سب
 کی خلافت جائز خلافت کھنی : یہی ترتیب رب العباد کو تھی : اور اپنے وعدے
 کے مطابق حق تعالیٰ نے ان بزرگان اسلام کو یہ جلیل القدر منصب خلافت عطا
 فرمایا خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے : امامت اصل دین سے نہیں ہے۔

سہ زبور۔ تورات۔ انجیل۔ قرآن۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ محمد علیہم الصلوٰت والسلام
 سہ جبرائیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل۔ سہ چشتی۔ نقشبندی۔ قادری۔ سہروردی۔

اہل تشیع کا مذہب ہے کہ امامت اصول دین ہے۔ حق امامت بعد وفات رسول ص
حضرت علیؑ کا تھا۔ ان کی امامت منصوص تھی خدا و رسول نے انہیں کی امامت پر نص
کی لیکن خلفائے ثلاثہ زبردستی تحت خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائز خلافت
تھی۔ ان کا زمانہ جور و جفا کا تھا۔ عدل و انصاف کا زمانہ حضرت علیؑ کا تھا۔ اور اس
اس موقع پر حسب ذیل امور تنقیح و ایم کر کے ہر ایک پر ہم بالتفصیل مدلل بحث کریں گے۔

فرد تنقیح

(۱) کیا امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یا دونوں کا ایک ہی
مفہوم ہے؟ اور کیا امامت اصول دین سے ہے یا نہ؟

(۲) کیا امامت حضرت علیؑ کا ہی حق تھا۔ اور وہ خلیفہ بلا فصل تھے۔ اس کے
مستحق قرآن یا حدیث سے کوئی نص ہو چکی تھی۔ یا انتخاب خلافت شورے مہاجرین
و انصار و اتفاق اہل حل و عقد سے ہی ہوتا رہا۔ اور اسی میں رضا الہی تھی۔

(۳) کیا حضرت علیؑ خود طالب خلافت بلا فصل تھے۔ اور خلافت چھن جانے پر
وہ مہاجرین و انصار کے دربر جستن کو ساتھ لیکر پھرتے رہے۔ یا ان کو مطلق غیبت نہ تھی۔
اور وہ بہ نسبت خلافت کے ذرارت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور پہلے خلافت کے دعوے
ہونے کو قبل از وقت مطالبہ تصور فرماتے تھے۔

(۴) کیا حضرت علی المرتضیٰ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی۔ اگر کی تو جبراً و قہراً یا قیامند
خوندا کی۔

امراؤں

چونکہ ان تمام امور میں شیعہ مدعی اور ہم مدعا علیہ میں کیونکہ منصب خلافت رسول ص پر
ہم قابض و متصرف رہے۔ شیعہ ہزار حج و پکار کریں۔ وہ زمانہ گزر چکا۔ ان کو اب قبضہ
و دخل ملنا محال ہے۔ اس لئے بار ثبوت جملہ امور میں بدعت شیعہ ہو گا۔ اور ہمارے ذمہ

حاشیہ صفحہ ۳۳۔ لغت کی کتاب قاموس جلد ۴ ص ۳۱۱ ہے۔ الخلیفۃ السلطان الاعظم (خلیفہ طہل
القدیر) شاہ کو کہتے ہیں۔ ایضاً جلد ۴ ص ۳۱۱ ہے۔ الامام ما انتہی بہ من شیئ (اخیرہ) امام
اسے کہتے ہیں جس کی اطاعت حکم کی جائے۔ بادشاہ نہیں وغیرہ کو امام کہہ سکتے ہیں۔

کرنے سے منع کیا۔ ادا کیا۔ کیرے نوروں کی طرف حسد کی نگاہ سے مت دیکھا۔ ورنہ تمہیں قرب رحمت سے جدا کر دیا جائیگا۔ اور بہت ذلیل ہو گے۔ مگر آدمؑ ان پر حسد کرنے سے باز نہ آیا۔ اور اسی کی منرا میں جنت سے آدمؑ و حوا ہر دو نکال کر باہر پھینکے گئے عبارت یوں ہے:-

اے آدمؑ جو انظر تکبید بسوئے نور ہا حجت ہائے من بدیدہ حسد پس شمارا پائیں غیرتم از جوار خود و بر شما غیرتم خوری خود را پس و سوسہ کرد شیطان ایشانرا و فریب داد و تین داشت کہ آرزوئے نمرت است انہما بکینید پس نظر کرد بسوئے ایشان بدیدہ حسد پس باین نسبت ایشان را بخود نگذاشت و یاری و توفیق خود را از ایشان برداشت (انتہی مختصراً) کوئی ان عقل کے دشمنوں سے پہچھے۔ کہ اپنی اولاد کے جس و حال کو دیکھ کر ان ان خوش ہوا کرتا ہے۔ یا اس پر حسد کیا کرتا ہے؟ غرض شیخ صاحبان نے اپنے خدایا علیٰ حضرت آدمؑ علیہ السلام کا خوب حق ادا کیا۔ کہ شیطان سے بھی بدتر بنا دیا۔ پس بہ ماوشا چہ میرسد۔ یہی نہیں بلکہ شیخ کہتے ہیں۔ انسانوں کی گنہگاری کا باعث ہی آدمؑ ہوئے ہیں۔ وہ گناہ نہ کرتے تو کوئی بشر بھی گنہگار نہ ہوتا۔ چنانچہ حیات القلوب ص ۱۵ میں ہے

بسنہ مقبرہ حضرت امام محمد باقرؑ نقیست کہ اگر آدمؑ گناہ نہ کرتا۔ ہرگز کوئی مومن گناہ نہ کرتا۔ حق تعالیٰ تو یہ آدمؑ را قبول نہیکرد۔ تو یہ بیخ آدمؑ اگر خدا نیفتا لے آدمؑ کی توبہ قبول نہ کرتا۔ تو گنہگار کے را قبول نہیکرد۔ کسی گناہگار کی توبہ قبول نہ ہوتی۔

شیخ مرت آدمؑ کا کی گناہگاری کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ مغیری سے پہلے تمام بغیر صغیرہ گناہوں کے مرکب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب حیات القلوب کے صفحہ میں ہے:-

وایں از آدمؑ پیش از مغیری بود و ایں نیز گناہ ہنر گئے نہ بود و کہاں مستحق دخول آتش شود بلکہ از گناہاے کوچک بشتد شدہ بود کہ بر مغیران جایز است پیش از آنکہ وحی بر ایشان نازل شود۔ یہ گناہ آدمؑ کا بغیری سے پہلے کا ہے۔ اور یہ گناہ کبیرہ نہ تھا جو کہ باعث دخول جنم ہو بلکہ صغیرہ تھا جو بھٹتے جاتے ہیں۔ اور مغیروں کو صغیرہ گناہ کر لینا نازل وحی سے پہلے جائز ہے۔

واہ چرخش! امام تو پیدا ہوتے ہی معصوم ہوں۔ اور ان کی پیدائش بھی بھلے
 جم کے ران سے ہو۔ تاکہ آلائش نجات کے محفوظ ہوں۔ لیکن پیغمبر نزل
 وحی سے پہلے جو چاہیں کیا کریں۔ بڑے بڑے گناہ نہ کریں۔ چھوٹے چھوٹے
 بیشک کریں۔ اس سے بریں عقل و دانش بیاید گریست۔

ناطق فیصلہ

اس بارہ میں کہ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ اور جس کو ہاجرین و انصار
 بالاتفاق خلافت سے لئے نامزد کریں۔ وہی امام ہے۔ اور اسی میں خوشنود کے
 رب العباد ہے۔ ناطق فیصلہ جناب امیر علیہ السلام کا صادر ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ کا
 قول نہج البلاغہ جلد ۸ ص ۳۳ میں لکھا ہے۔
 وَإِنَّمَا الشُّرُوعُ لِلْهَاجَرِیْنَ وَالْأَنْصَارِیْنَ فَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى مَا جَلَّ وَتَمَوَّكَ
 إِمَامًا كَانَتْ ذَٰلِكَ لِلَّهِ رِضًی (ترجمہ شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے
 پس جس شخص پر وہ اتفاق کر لیں۔ اور اس کو امام نامزد کریں۔ اسی میں اللہ تعالیٰ
 کی رضامندی بھی ہے)

پس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے ناطق فیصلہ دیکر ہنس اہل تشیع کی خلاف
 ڈگری دیدی ہے۔ کہ امام اور خلیفہ وہی ہے۔ جسے مجلس شوریٰ نے نامزد کر دے
 اور اسی بات پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے۔ اب اس فیصلہ کے بعد ہمیں مزید
 دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا ہی جناب مہدی نے فیصلہ فرما دیا ہے۔ کہ امام
 و خلیفہ کا معصوم ہونا بھی ضروری نہیں۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں ہے۔

إِنَّهُ قَالَ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ إِمَامٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ يَعْمَلُ فِي أَهْلِ الْمَوْتِ مِنْ
 يَسْتَرْجِعُ فِيهَا الْكَافِرَ وَيَبْلُغُ فِيهَا الرَّاغِبَ إِلَى أَجَلٍ وَيَأْمُرُ فِيهَا السَّيِّئَ وَيُؤْخَذُ بِهِ
 لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ حَتَّى لَا يَسْتَرْجِعَ بَرٌّ وَلَيْسَتْ رَأْحٌ مِنْ فَاجِرٍ (اور فرمایا
 آدمیوں کے لئے چارہ نہیں ہے امام سے نیک ہو یا بد کہ اس کی صورت میں ہر
 عمل کرے (آخرت کے لئے) اور کافر (مال دنیا سے) متمتع ہو۔ اور اس کی امارت
 میں پیادہ (منزل مقصود) کو پہنچ سکے۔ راستے محفوظ ہوں۔ اور کمزور و زیر دست سے

اینا حق لے سکے تاکہ نیکو کار (بھلا مانس) اس دن آسائش میں رہے۔ اور یہ معاشوں سے کھٹکانہ رہے۔ اس خطبہ میں جناب مدوح نے قطعی فیصلہ فرمادیا ہے کہ خلیفہ (امام) کا تقرر اس لئے ہے کہ سلیک کو آرام و آسائش ہو۔ مومن تو مومن کا فرج بھی نبوی امیر میں آرادر ہے۔ کسی راہرو کو راہروں کی لوٹ مار کا ڈر نہ ہو۔ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے۔ عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ نیک معاش اشخاص پر بد رویہ شخص خاص دستبر نہ کر سکیں۔ آپ نے ابتداء ہی میں اس بات کا تصفیہ فرمادیا کہ امام میں مصوٹ شرط نہیں ہے۔ بلکہ ہر نیک و بد مومن یہ عہدہ حاصل کر سکتا ہے جناب امیر علیہ السلام نے یہ خطبہ خارجیوں کے جواب میں فرمایا۔ جو آپ کو اس وجہ سے خلیفہ نہیں مانتے تھے کہ ان کے خیال میں آپ نیک نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں خواہ نیک ہوں یا بد درجہ امارت سے تو گریز نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں مصوٹ شرط نہیں ہے۔

اب شیخ صاحب التلا میں کہ جناب امیر صاحب تو تمہارے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اب تمہارے ہاتھ میں شرط عصمت امام کی کوئی دلیل ہے؟ رہا یہ امر کہ امامت اصول دین سے ہے۔ یہ واضح ہو کہ شیخ صاحبان کا اس کے متعلق بھی عجیب عقیدہ ہے۔ ان کے نزدیک دین کے اصول چار ہیں۔ (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت (۴) امامت۔

سو یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن نے جہاں اصول دین بیان فرمائے ہیں۔ وہاں امامت کے متعلق صراحتاً یا کنایاً بھی کوئی حکم بیان نہیں ہوا۔ اور نہ ہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت علی المرتضیٰ کے متعلق کوئی نص فرمائی۔ پھر شیخ کا امامت کو اصول دین میں داخل کرنا قول بیدلیل ہے جس کے متعلق زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امر اول کی نسبت کافی بحث ہو چکی ہے۔ اور یہ نتیجہ بحث اہل سنت

نہ شیخ اس عقیدہ نہیں کہتے بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اسلام کی پانچ بنا ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ولایت اور ان میں سے افضل ولایت ہے۔ جیسا کہ اصول کافی میں ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال فی الاسلام علی خمسۃ اشیا علی الصلوٰۃ والزکوٰۃ والحج وال الصوم والولایۃ قال تم سارۃ وای شی من ذلک افضل فقال المولایۃ افضل (خلاصہ ترجمہ یہ نام محمد باقر نے کہا اسلام کی بنا پانچ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور ولایت میں۔ اور ان میں سے افضل ولایت ہے۔ لیکن صحیح ہے کہ نماز۔ روزہ و زکوٰۃ کے متعلق قرآن میں جا بجا احکام موجود ہیں۔ لیکن ولایت کے متعلق کہیں اشارہ بھی نہیں۔ شاید اس قرآن مرعوفہ شیخ میں ہے۔ جو امام غائب کے پاس ہے۔

خلافت اہل تشیع ثابت ہے۔ اب امر تنقیح کی بحث شروع ہوئی ہے۔

امروم ایکیا حضرت علی خلیفہ بلا فصل تھو؟

ہم حضرت علی المرتضیٰ کی عظمت شان اور وقت قدمہ کے قابل ہیں۔ بیشک آپ صہرا البتہ ابن عم رسول م۔ والدہ سنین م۔ زوج زہرا۔ باب العلم خلیفہ راجع تھے۔ اور آپ کے مناقب و فضائل کا احصاء نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ دعوے کہ خلافت آپ ہی کا حق تھا۔ اور آپ خلیفہ بلا فصل تھے۔ عقل و نقل کے خلاف ہے۔ اور اس دعوے کے بطلان پر ہم چند ایسی دلائل پیش کرتے ہیں کہ ان کے لئے سے کسی ذی فہم منصف شخص کو انکار نہیں ہو سکتا۔

پہلی دلیل۔ کہ یہ استحلاف سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ خلافت خلفاء حسب وعدہ ایزد متعالیٰ عمل میں آئی جب قرآن اس بات پر ناطق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم ان کو ضرور خلیفہ بنائیں گے۔ جیسے بنی اسرائیل میں خلیفے گذر چکے ہیں۔ تو پھر ناممکن تھا کہ انشاء ایزدی وعدہ الہی کے خلاف خلافت موعودہ سے کوئی غیر مستحق شخص مستفید ہو جاتا۔ اور جس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ محروم رہ جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں خلل نہیں ہے۔ اور خدا نے تعالیٰ سے کوئی شخص غالب نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے خلاف منشاء اس کا موعود انعام زبردستی چھین لے اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ وہ سب سے زبردست جبار و قہار خدا ہے۔ کون ہے کہ اس کے ارادوں میں خلل انداز دے۔ یفعل ما یشاء اور فَعَالٌ کَلِمَاتُہِ اِس کی مانی ہوئی اوصاف ہیں۔ اس لئے ماننا پڑ گیا کہ اس کو ایسا ہی منظور تھا جیسا کہ وقوع میں آیا۔ کہ خلافت کا منصب جلیل رسول پاک کے جلیل القدر اصحاب اربعہ کو ایسی ترتیب سے ملے جو عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافت کے مستحق یہی چار اصحاب تھے۔ انکی خدمات اسلام میں بیش از بیش تھیں۔ اور دیگر اصحاب پر ان کو ہر طرح سے ترجیح تھی اگر یہ ترتیب قائم نہ رہتی۔ تو ان سب کو اس انعام سے حصہ ملنا مشکل تھا۔ کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے سب سے پہلے فوت ہو جاتا تھا۔ اگر باقی خلفاء سے کوئی شخص پہلے خلیفہ ہو جاتا۔ تو ان کو خلافت نہ مل سکتی۔ اور اگر عثمانؓ یا علیؓ میں سے کوئی شخص پہلے خلیفہ

ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ کی عمر چونکہ ان سے پہلے ختم ہو جانے والی تھی۔ وہ محروم رہ جاتے۔ اور اگر حضرت عثمانؓ سے اول حضرت علی المرتضیٰ خلافت حاصل کر لیتے۔ تو حضرت عثمانؓ کی زندگی پہلے ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ پہرہ ور نہ ہو سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ عظیم و خیر نے اپنے وعدہ کئے ہوئے انعام کو اس طرح سے تقسیم فرمایا۔ کہ ہر چار اصحاب رسولؐ اس سے پہرہ یاب ہو گئے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ فَقُلْ الْحَكِيمُ لَا يَخْلُقُ عَنِ الْحِكْمَةِ۔ (اللہ تعالیٰ کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے)

دوسری دلیل۔ اگر رسولؐ پاک کی وفات کے بعد حضرت علیؓ منصب خلافت پر جاگزین ہو جاتے۔ تو مخالفین اسلام (کفار) کو طعن کرنے کا موقع ملتا۔ کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ سارا کام کنبہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے بنا رکھا تھا۔ نہ زندگی میں خود حکومت کی۔ اور مرنے کے بعد اپنے چچا زاد بھائی۔ اپنے داماد کو یہ اعزاز بخش دیا۔ تاکہ ان کی دختر بلند اختر (فاطمہ) اور ان سے نواسے حسینؑ و حنینؑ سے زندگی بسر کریں۔ پھر کفار کے اس اعتراض کا کوئی جواب ہی نہ ہو سکتا۔ اور اسلام پاک کے فتنے ہمیشہ کے لئے یہ طعن باقی رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ جو اسلام پاک کا ہمیشہ کے لئے ناصر و محافظ تھا۔ اس نے اپنی قدرت پاک سے انتظام خلافت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور خلافت کی ترتیب اس طرح اختیار فرمائی۔ کہ کسی دشمن اسلام کو کوئی گنجائش اعتراض کرنے کی نہ رہی۔ کیونکہ اگر اہل خلافت (نبیائے رسولؐ) موردی ہوتا۔ تو سب سے زیادہ مستحق حضرت عباسؓ رحم رسولؐ تھے۔ ان کو خلافت نہ ملی۔ پھر زیادہ قربت حضرت علیؓ سے تھی۔ ان کو بھی سب سے اخیر حصہ ملا۔ بلکہ رب العباد نے یہ کام خود مسلمانوں کے سپرد فرما دیا۔ کہ جس کو وہ مستحق سمجھیں۔ خلیفہ بنالیں۔ چنانچہ مجلس شور نے انتخاب خلیفہ باتفاق رائے کیا۔ ثم۔ ثم۔ ثم۔

تیسری دلیل۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس بارہ میں خود فیصلہ فرما دیا۔ کہ اِنَّمَا الشُّرُوءُ لِلَّهِمَا جَبْرَيْنَ وَالْاِنْصَارُفُ لِمَجْمَعٍ عَلٰی سَرَّحِلٍ وَشَوْكَ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ يَلِيهِ سَرَّحِلِي (انتخاب خلافت کا کام مجلس شور نے مہاجرین و انصار کے ہاتھ میں ہے۔ عسکرم کو وہ خلیفہ منتخب کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی وہی منظور ہے)

اور یہ سلم الطرفین ہے۔ کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق کا انتخاب مجلس شہور نے
مجاہدین و انصار کے اجماع سے عمل میں آیا۔ اور جب اس کو حضرت علی المرتضیٰ نے حق سبب
سمجھے ہیں تو بقول شخصے۔ "دعویٰ سست و گواہ پست" شیخہ کا جناب امیر علیہ السلام
کے فیصلہ سے خلافت شروع عمل کرنا بے فائدہ ہے۔

چوتھی دلیل۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوتا۔ اور وہ خلافت اپنا حق
مقرر فرماتے۔ تو وہ کبھی خاموش نہ بیٹھتے۔ بلکہ مارنے پر تیار ہو جاتے۔ آپ کی
شجاعت سلم تھی۔ آپ کی ذوالفقار غضب و صاعقت تھی۔ آدمی تو آدمی بقول شیخہ ذوال
جن بھی اس کے سایہ سے کانپتے تھے۔ اور چونکہ آپ ابن عم رسولؐ اور صہر النبیؐ تھے
مسلمان کبھی ان کی حق تلفی پسند نہ کرتے۔ اور قتل و قتال کی نوبت آجاتی۔ تو جہر المسلمین
آپ کا ساتھ دیتے۔ اور نہیں تو بنی ہاشم تو سب آپ کے ساتھ تھے ہی آپ کو غاصبین
خلافت پر تلوار اٹھانی لازم تھی۔ اور اگر آپ راستی پر ہوتے۔ تو نصرت الہی آپ کے شامل
حال ہوتی۔ اور حکم گفہ من فتنۃ قلینۃ غلبت فتنۃ کثیرۃ (اہل حق کی تھوڑی جماعت
اہل باطل کی بڑی جماعت پر غالب ہوا کرتی ہے) آپ ضرور اس مقابلہ میں کامیاب
ہوتے۔ جب رسول پاکؐ کفار کے مقابلہ میں لا الہ الا اللہ کی تیغ عریان ہاتھ میں لیسکر
سکھرے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ کون تھا۔ وہی نصرت الہی آپ کے شامل حال
تھی۔ اور اسبوح سے دنیا کی طاقتیں آپ کے مقابلہ سے عاجز آئیں گی۔ پھر اسد اللہ الغاب
لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار کے مصداق تو اکیلے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے
تو مخالفین کا تہس نہس کر دیتے۔ جیسا کہ نہج البلاغہ جلد ص میں لکھا ہے۔
قال امیر المؤمنین ائنی وادللہ لولفینہم واحدا وھم ملائکۃ من کلما
ما بالکنت ولا استوحشت لہم جمہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کی قسم
اگر میں ان کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاؤں۔ اور وہ زمین سے پر ہوں۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہ
ہو۔ اور نہ مجھے کچھ وحشت ہو)

پھر جب آپ تنہا سارے جہان کے مقابلہ کے لئے کافی تھے۔ اور اصحاب
ثلاثہ نے آپ سے زبردستی خلافت چھین لی ہوتی۔ تو وہ ان کو دنیا میں دم نہ لینے
دیتے۔ اور ایک پل میں تباہ کر دیتے۔

اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین علیؑ خلافت بلا فصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے۔ اور جس طرح خلافت کی ترتیب عمل میں آئی اسی پر راضی تھے۔ اور خدا کو بھی وہی منظور تھی۔

چوتھی دلیل۔ اگر ترتیب خلافت حق نہ تھی۔ اور صحابہ ثلاثہ نے خلافت زبردستی نہیں لی تھی۔ اور اپنے وقت میں وہ جو نہ تھا اور بے انصافی کرتے رہے تھے۔ تو حضرت علیؑ کا پہلے تو ان سے جہاد کرنا فرض تھا۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ تو ان کے شیرکارہ بنے رہتے۔ اور مال غنیمت میں حصہ گیر نہ ہوتے۔ بلکہ ان کا فرض تھا کہ ملک چھوڑ کر کہیں ہجرت کر جائے۔ جیسا کہ ایسے موقع پر ہجرت کر جانا بحکم الہی فرض ہے۔ جب کہ نہ آپؐ نے لڑائی کی۔ نہ ہجرت فرمائی۔ بلکہ ہر ایک امر میں ان کے صلاح کار اور مشیر بنے رہے۔ اور غنائم سے حصہ لیتے رہے۔ تو اس سے اس امر کا یقین ہوتا ہے۔ کہ آپؐ ہرگز ہرگز خلافت بلا فصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے۔ اور خلافت خلفاء ثلاثہ کو حق سمجھتے تھے۔

ان چار دلائل سے ہر ایک با سمجھ انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ حضرت علیؑ خلیفہ بلا فصل نہ تھے۔ بلکہ پہلی خلافتیں صحیح اور درست تھیں۔ اور حضرت علیؑ نے ان کو درست تسلیم کیا۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ شیعہ اس کے پاس خلافت بلا فصل علی المرتضیٰؑ کے متعلق کیا دلائل ہیں؟ اور ان کا جواب کیا ہے؟

دلائل شیعہ (محمّد علیؑ)

شیعہ کی دلائل کا زیادہ دار مدار حدیث خم غدیر پر ہے۔ اور اس کو وہ حضرت علی المرتضیٰؑ سے قرآن میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا الْمُلْکَ ظَالِمِیْنَ اَنْفُسِهِمْ قَالُوا فَمَیْ ذَنْبُکُمْ قَالُوا کُنَّا مَعْصِفِیْنَ فِیْ کُلِّ مَرَضٍ قَالُوا اَکْثَرُ کُلِّ اَرْضٍ اللّٰهُ وَاسِعٌ فَمَیْ ذَنْبُکُمْ اِنْھُمْ قَالُوْا لَمَّا دَامَ سَیْکُمْ وَوَسَاءُتُ مَصِیْرًا دِیَارَہٗ مِنْ سَبْأٍ (ترجمہ۔ جن لوگوں کو رسولؐ نے اس حالت میں مارا کہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہوا تھا۔ فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس حالت میں تھے کہیں گم زمین میں مارے ہوئے تھے۔ فرشتے کہیں گے تمہاری دین وسیع نہ تھی۔ تم اس میں ہجرت کر جاتے ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہو گا۔ جو برا ٹھکانا ہے +

کہ حضرت علیؑ کی شکایات بے بنیاد ہیں۔ اور ان کے ماتحتوں کو شکایت کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہئے کہ وہ رسولؐ کے دوست کی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہئے۔ اور علیؑ کی عداوت باعث ناراضی مندے حق تعالیٰ ہے۔

آیت کا معنی ہے۔ کہ نبی علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابت توحید نماز و روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ بھیجے ہیں۔ ان کی بخوبی تبلیغ کر دینی چاہئے۔ ایسا نہ کریں گے۔ تو حق رسالت ادا نہیں ہوگا۔ اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ فکر نہ رکھیں۔ افسر تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے۔ شیعہ و عینک مشتی سے آیت و حدیث میں ولایت و خلافت کو گھسیٹنا چاہتے ہیں۔ اگر افسر تعالیٰ کو منظور ہوتا۔ کہ اس کا رسولؐ علیؑ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کرے۔ تو ایسے گول مول الفاظ اور حیلان کی کیا ضرورت تھی؟ صاف طور پر حکم ہوتا۔ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ يَوْمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** (اے رسولؐ علیؑ کی ولایت کی تبلیغ (اعلان) کر دیجئے) پھر حضرت جیسا افصح الفصحی ایسا کر رکھو۔ خدا گول مول کلام کیوں بولتا؟ بلکہ صاف طور پر فرما دیتے۔ **يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّا رَسُولُ اللَّهِ وَعَلَى خَلِيفَتِي بَعْدُ وَفَاتِي**۔ جب خدا نے **وَاللَّهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** فرما کر وعدہ حفاظت بھی فرما دیا تھا۔ تو پھر کس انسان کا خوف ہو سکتا تھا؟ بے کھٹکے صاف الفاظ میں علیؑ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کر دیتے۔ لیکن شیعہ ایمان سے کہیں کہ اس حدیث اور اس آیت میں کون لفظ ایسا ہے؟ جس سے علیؑ کی خلافت و ولایت کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔

لفظ مولیٰ

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ لفظ مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے۔ اور اسی لفظ ولایت علیؑ کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جہاں تک کتب لغت کا مطالعہ کیا گیا ہے ہمیں تو اس کا ثبوت نہیں مل سکا۔

قاموس جولغت عربی کی مستند کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ **الْمَوْلَى الْمَالِكُ وَالْعَبْدُ وَالصَّاحِبُ وَالْقَرِيبُ كَابْنِ الْهَيْمِ وَنَحْوُهُ وَالْجَارُ وَالْخَلِيفُ وَالْأَبْنُ**

وَالْعَمَّ وَالشَّيَاطِئَ وَالرَّكْبَ وَالْقَاصِرَ وَالْمُحِبَّ وَالنَّارِجَ وَالصَّهْمَ -
(قاموس جلد ۴ ص ۳۲) (ترجمہ: مولے کا معنی مالک اور غلام اور صاحب اور قریبی
رشتہ دار جیسا چچا زاد بھائی وغیرہ اور پردسی اور حلیف اور بیٹا اور چچا اور سانبھتی
اور آقا اور مددگار اور تابعدار اور داماد ہے)

اب بتائیے! اولے بات صرف کوئی لغت کی کتاب میں لکھا ہے۔ اور ایسے مشترک
لفظ سے جس کے اس قدر مختلف معانی ہوں حتیٰ کہ غلام تاج حکم اور پسر پر بھی اس کا
اطلاق ہو سکتا ہے۔ استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اس جگہ سوائے محب
کے اور کوئی معنی موزوں نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وَالْمَنْ وَالْأَمَّةَ وَالْعَادَةَ مِنْ عَادَاتِهِ
اس بات کا قرینہ موجود ہے۔ کہ مولے کا معنی محب اور دوست کا ہی ہے۔

حدیث خم غدیر کا نص خلافت نہ ہونے کا ثبوت کتب شیعہ

شیعہ حضرات مسئلہ خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے متعلق عجیب جگر
کھاتے ہیں۔ اور ہر خید جد و جہد کرتے ہیں۔ پر ان کی دنگ لگاتی ہوئی کشتی ساحل
مقصود پر پہنچ نہیں سکتی۔

ظفر نے قصہ زلف دراز جاناں کو ذکر کیا بیان تو کیا کیا بیان میں اولیٰ
اور صریح کہتے ہیں۔ کہ حدیث خم غدیر خلافت بلا فصل علیؑ پر نص جلی ہے۔ اور
قصہ قرطاس کو دلیل ثابت کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کسی طرح
بھی اپنے مدعا میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم اس امر کے ثابت کرنے کے لئے
کہ حدیث خم غدیر سے خلافت بلا فصل جناب امیر علیہ السلام کی ثابت نہیں ہوتی
کتب شیعہ سے ہی حسب ذیل استدلال کرتے ہیں:-

اول۔ جلال الیقون اردو مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ کے صف میں ذکر وقت
وفات رسول صلعم میں لکھا ہے:-

پس حضرت اُنے چشم مبارک کھوکھو فرمایا۔ اے عباس! اے عم رسول خدا میری
اہلبیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث کو امیر اور دین اور اکبر
اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھ کو بری کرو۔ عباسؑ نے کہا یا رسول اللہ میں

یہ مرویہ لکھ رہی ہیں۔ اور آپ ہوائے شہد اور ابر بہار سے زیادہ تر بخشش اور سخاوت فرماتے رہے ہیں۔ اور میرا مال آپ کے وعدوں اور بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا۔ اس سے مجھ کو معاف رکھئے۔

پس حضرت نے فرمایا۔ میں میراث اسکو دینگا۔ جو قبول کرے۔ اور اس طرح قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور جیسا کہ اے عباسؓ تو نے جواب دیا۔ وہ جواب نہ دینگا۔ پس جناب امیرؓ سے خطاب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے۔ اور کسی کو تم سے اس میں نزاع نہیں ہے۔ میری وصیت کو قبول کرو۔ اور میرے وعدوں پر عمل کرو۔ اور میرے قرض کو ادا کرو۔ الخ
اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ وحشی کے متعلق پہلے خم غدیر وغیرہ میں کوئی فیصلہ ہوا ہوا نہیں تھا۔ ورنہ حضرت عباسؓ کو یہ کیوں گنا جاتا۔ کبیری وصیت کو قبول کرو۔ بلکہ پہلے ہی سے حضرت علیؓ کو کہا جاتا۔ کہ اے علیؓ تم کو ہم نے بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنا وحشی بنا دیا ہوا ہے۔ تم ایسا کرنا اور دیا کرنا۔

دوم۔ جلاء العیون اردو ص ۱۱۱ میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا۔ اس میں یہ بھی فرمایا۔ جو شخص کہ والی امر مسلمانان ہو۔ لازم ہے کہ انصار بنیکو کا کسی رعایت اور بدکار سے درگزر کرے۔ اور یہ آخری مجلس تھی کہ حضرت جبر پر تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے ملاقات فرمائی۔
حضور علیہ السلام کے اس آخری خطبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ اس وقت تک کسی شخص کو حضور علیہ السلام نے خلیفہ نہیں بنا رکھا تھا۔ اگر خم غدیر میں آپ خلیفہ بن چکے ہوتے۔ تو حضورؐ نہ فرماتے کہ جو شخص کہ والی امر مسلمانان ہو الخ

بلکہ حضرت علیؓ کو صریح خطاب فرما کر کہتے۔ کہ اے علیؓ تم میرے بعد والی امر مسلمانان ہو۔ تم ایسا کرنا اور دیا کرنا۔

دوم۔ جلاء العیون ص ۱۱۱ میں ہے۔ "شیخ مفید نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے لوگوں کو رخصت کیا۔ اور سب چلے گئے عباسؓ اور ان کے بیٹے فضل اور علی بن ابیطالب علیہ السلام اور اہلبیت مخصوص نزدیک حضرت رسالت رہ گئے۔ عباسؓ نے کہا

یا رسول اللہ اگر امر خلافت ہم نبی ہاشم میں قرار پائیگا۔ پس ہم کو بشارت دیجئے۔ کہ شاید ہوں۔ اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پرستم کونیکے۔ اور ہم سے خلافت کو غضب کونیکے پس اپنے صحاب سے ہماری سفارش کیجئے حضرت نے فرمایا تم کو بعد پر ضعیف کونیکے۔ اور تم پر غالب ہونگے۔

اگر حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت کا پہلے فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ تو اس موقع پر حضرت عباسؓ بجائے اس کے کہ اگر امر خلافت ہم نبی ہاشم میں قرار پائیگا۔ یوں کہتے۔ کہ اگر خلافت علیؓ جس کا آپ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ قائم و بحال رہیگی۔ تو ہم کو بشارت دیجئے۔ الخ

پتھارم۔ کتاب حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۲ میں ہے۔

روایت کردہ اندہ کہ عامر بن طفیل و ازید بن قیس بقصد قتل آنحضرت آمدند چوں دخل مسجد شہداء عامر بن زبویک آنحضرت آمد و گفت یا محمد اگر من سلمان شوم۔ برائے من چه خواهد بود۔ حضرت فرمود برائے تو خواهد بود آنچه برائے ہم مسلمانانست و بر تو خواهد بود آنچه بر ہم مسلمانان است گفت میخواہم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرت فرمود۔ اختیار این امر بدست خداست و بدست من و تو نیست (ترجمہ روایت) ہے۔ کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس بارادہ قتل آنحضرت آئے۔ جب مسجد میں دخل ہوئے۔ تو عامر نے کہا۔ اگر میں سلمان ہو جاؤں۔ تو مجھے کیا ملیگا؟ آپ نے فرمایا تجھے وہ کچھ ملیگا۔ جو مسلمانوں کو ملیگا۔ اور جو مسلمانوں کو حرج پہنچے۔ میں بھی پہنچے گا پھر اس نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنادیں۔ آپ نے فرمایا اس کا اختیار خدا کو ہے۔ مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں ہے)

سو اگر فیصلہ خلافت بحق علیؓ ہو گیا ہوتا۔ تو آپ کا جواب یہ ہوتا۔ کہ خلافت کا تو ہم فیصلہ بحق علیؓ کر چکے ہیں۔ اب اس کا مطالبہ بے سود ہے۔ آپ کا یہ فرمانا۔ کہ خلافت کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا بدیہی ثبوت ہے۔ کہ آنحضرت اپنی زندگی میں اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمائے۔

پتھم۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۹ میں تفسیر آیتہ وَاذْأَسْرَ النَّبِيُّ إِلَىٰ اِلٰی اٰلِیٰہِہٖ رَاجِعَہٗ حَدِیثُ الْاٰخَرِ یوں لکھا ہے۔ "علی بن ابراہیم و عیاشی روایت کردہ اندہ کہ چوں حصہ بر قصہ

ماریہ مطلع شد و حضرت را در این باب عتاب نمود حضرت فرمود کہ دست از من بردار کہ برائے
 خاطر تو ماریہ را بر خود حرام گردانیدم و راز سے بتو میگویم کہ اگر آں راز را بدیگر کے خبر دہی
 بر تو خواہد نظرین خدا و قہر ملا کہ وطن جمیع مردمان جحفصہ گفت جنیں باشند بگو آں راز کدام
 است حضرت فرمود کہ راز آنست کہ ابو بکرؓ بعد از من سچور خلیفہ خواہد شد و بعد از او
 پدر تو خلیفہ خواہد شد جحفصہ گفت کہ کے ترا خبر داده است ماریہ ام حضرت فرمود کہ خدا مرا
 خبر داده است پس جحفصہ در یہاں روز این خبر را بجا نشد رسانید و عائشہؓ پدر خود ابو بکرؓ
 را بآں راز مطلع گردانید پس ابو بکرؓ بنزد عمرؓ آمد و گفت عائشہؓ از جحفصہ خبر کے نقل
 کرد من اعتماد کے بر قول او ندارم تو از جحفصہ سوال نما کہ اس خبر راست یا نہ پس عمرؓ
 بہ نزد جحفصہ آمد و گفت ای چہ خبر است کہ عائشہؓ از تو نقل میکنند جحفصہ در ابتدائے حال
 منکر شد و گفت من باو سخن نگفتم ام عمرؓ گفت اگر اس خبر راست است از ما مخفی مارتا آنکہ
 بیشتر در کار خود تدبیر کے بکنیم چون جحفصہ اس را شنید گفت بلی حضرت چنین گفت۔

ترجمہ علی بن ابراہیم اور عیاضی نے روایت کیا ہے۔ کہ جب جحفصہ کو ماریہ کا حال معلوم
 ہوا اور آنحضرتؐ سے شکایت کی۔ تو حضورؐ نے فرمایا خفا نہ ہو میں نے تمہاری خاطر ماریہ
 کو اپنے پر حرام کر دیا ہے۔ اور تمہیں ایک راز بتاتا ہوں۔ اگر ظاہر کر دگی۔ تو تمہارے
 لئے بڑا ہول کا جحفصہ نے کہا نہ بتاؤں گی۔ بتائیے وہ راز کیا ہے۔ فرمایا راز یہ ہے کہ میرے
 بعد ابو بکرؓ پر دوستی خلیفہ بنجائے گا۔ اور اس کے بعد تیرا باپ عمرؓ خلیفہ ہو گا جحفصہ نے کہا
 آپ کو کس نے بتایا۔ آپ نے فرمایا خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ پس جحفصہ نے اسی روز
 یہ بات عائشہؓ کو بتادی۔ اس نے اپنے باپ ابو بکرؓ کو بتایا۔ اور اس نے عمرؓ سے
 ذکر کیا۔ کہ عائشہؓ جحفصہ سے یہ روایت کرتی ہے۔ اس سے پوچھکر بتا دیا یہ سچ
 ہے؟ عمرؓ نے جحفصہ سے دریافت کیا۔ پہلے تو انکار کیا کہ مجھے اس کی خبر نہیں لیکن
 عمرؓ نے کہا بتا دے کہ اگر یہ سچ ہے۔ تو ہم زیادہ حیلہ سازی کریں۔ جحفصہ نے کہا ہاں
 یہ خبر میرے مجھے ایسا ہی بتایا ہے)

ایسا ہی دیگر شیعہ مفسرین نے بھی کہتے ہیں اذ استمالبتنی الخ کے متعلق اسی طرح روایت
 کی ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں یہ روایت زیادہ وضاحت سے بیان کی گئی ہے
 نہ یہ ماباقر مجلسی کی ایجاد ہے۔

اب اس سے توصات ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے خلافت کے مطلق آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع بخشدی تھی کہ آپ کے بعد خلیفہ ابوبکرؓ پھر عمرؓ ہوں گے
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اس کا فیصلہ حضرت علیؓ کے حق میں فرما سکتے
تھے۔ دیکھو شیخ کی کتب اس امر پر شہادت دے رہی ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت
نہیں بلکہ بوجیب آیت و اذا تسالنتہی انہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت منصوص ہو چکی
تھی جس کی اطلاع خدا نے رسولؐ کو دی۔ اور آپ نے اپنی ازواج کو اس سے
مطلع کر دیا۔ صحیح ہے۔ الفضل ما شہدات بما لا عداء

شعبہ شیعہ کہتے ہیں کہ مقام خم غدیر میں رسول پاکؐ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار
صحاب کے رو برو جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا
تو ناممکن تھا کہ صحاب رسولؐ جو حضور علیہ السلام کے قول و فعل پر اپنی جانیں
قربان کئے ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کا جن کی
خلافت کا فیصلہ رسول پاکؐ فرما گئے تھے سب کے سب ساتھ چھوڑ جاتے۔ اور فیصلہ
رسولؐ کے خلاف ابوبکرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیتے۔

شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ سوائے تین چار شخص خاص مقتدا۔ ابوذر سلیمان۔ عمار کے
باقی جمیع صحاب نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور جناب امیر علیہ السلام
حنین کو شہراہ لیکر ہاجرین و انصار کے در بند پھر کر الحاح کرتے رہے کہ میرا ساتھ دو۔
کسی نے ساتھ نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ میں کچھ ایسا نقص تھا۔ کہ
کوئی سلمان بھی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ کرتا تھا۔ یا حضرت ابوبکرؓ میں کچھ ایسے اوصاف
تھے جن کے گرویدہ ہو کر صحاب رسولؐ نے قاطبہ ان کی بیعت اختیار کر لی بال سنت
و الجماعہ کے ہاں ایک صحیح حدیث ہے۔ لَا يَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ (حضور نے فرمایا
میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی)

ایسا ہی کتب شیعہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ حیات القلب جلد ۱۳۳
میں ہے: بینوہم آنست کہ خدا ایشان را از گمراہی نیکتر و ایشان را بر گمراہی جمع نیکند

لہذا علیوں اردو ص ۱۳۳ میں ہے۔ جب رات ہوئی۔ جناب امیر حنینؓ کو اپنے ہمراہ لیکر ایک ایک گھر میں ہاجر
و انصار کے پھرے۔ مگر بغیر چار آدمیوں کے اور بروایت دیگر بغیر تین آدمیوں کے اور کسی نے بیعت قبول نہ
کی (انتہی لفظ)

(ترجمہ) خواص امت نبی آخر الزمان کے تیرھویں بات یہ ہے کہ یہ امت بھوک سے ہلاک نہ ہوگی۔ اور گمراہی پر ان کا اجماع نہ ہوگا)

پھر کیسے مانا جاسکتا ہے کہ امت موجودہ کلمہ گمراہی پر جمع ہو کر خلافت ابو بکر پر متفق ہو گئی۔ اور اپنے رسول پاک کے فیصلہ کی ذرہ پر وہ نہ کی گئی۔ سب بات کو عقل و نقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ لامحالہ ماننا پڑیگا۔ کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ کہ بقیام خیم غدیر حضرت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تھا۔

حضرت خیم غدیر کا مسئلہ فصل خلافت اس واسطے بھی صحیح نہیں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے دعویٰ خلافت کے وقت اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ اگر حدیث خلافت بلا فصل پر نص صریح تھی۔ تو آپ کو عین وقت پر اس سے استدلال کر کے فراقِ مقابل کو لازم کرنا چاہئے تھا۔ لیکن کسی کتاب شیعہ سے بھی ثابت نہیں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے حدیث خیم غدیر کو استدلال میں پیش کیا تھا۔

تشمیح۔ حدیث خیم غدیر پر شیعہ کو بھی اطمینان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث قرطاس سے تمسک کر کے اپنا دعویٰ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر پہلے ہی سے مسئلہ خلافت کا تصفیہ ہو چکا تھا۔ تو پھر وقت وقات اس تکلیف کی حالت میں حضور علیہ السلام کو خلافت کے فیصلہ لکھنے کے لئے قلم و دوات منگوانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر کہا جائے کہ آنحضرت کو اطمینان نہ تھا کہ آپ کا فیصلہ مان لیا جائیگا۔ تو پھر جب اس کھلے فیصلہ پر جو لاکھوں کے مواجہ میں بحالت صحت ایک کھلے میدان میں لکھا گیا تھا۔ اطمینان نہ تھا۔ تو بحالت مرض ایک تنگ جگہ میں چند افراد کے روبرو اعلان خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ پر کس طرح اطمینان ہو سکتا تھا۔ (مسئلہ قرطاس کی بحث آگے آئیگی)

شیعہ کی دوسری دلیل

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کے متعلق دوسری دلیل شیعہ کی یہ آیت ہے۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ سٰاِعُوْنَ (ترجمہ) تمہارے مددگار خدا اور رسول خدا ہیں۔ اور مومن لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور وہ رکوع بخود کرنے کے عادی ہیں)

تفہیم الصلوٰۃ سے حال واضح ہوا ہے۔ یہاں رکوع یعنی خشوع ہے۔

اس آیت سے شیعہ ولایت علیؑ کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ولایت امیر علیہ السلام ثابت ہو۔ اگر لفظ ولیؑ کے استدلال ہے۔ تو یہاں خدا اور رسولؐ اور تمام مومنوں پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جو نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ تمام صحیفے جمع کے ہیں۔ پھر ان سے ایک فرد حضرت علیؑ نہ مروا لیتا انصاف کا خون کرتا ہے۔

شیعہ نے اس موقع پر ایک عجیب روایت وضع کی ہے۔ جیسا کہ اصول کافی کتاب الحج ص ۸۱ میں ہے۔

كَانَ أَهْلُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صَلَوةِ الظُّهْرِ وَقَدْ صَلَّى سَاعَتَيْنِ وَهُوَ سَائِلٌ كَوْعَلِيَّةٍ حَلَّةٍ قِيَمَتُهَا أَلْفٌ دِينَارٌ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاؤُهَا يَا هَا وَكَانَ النَّجَّاشِيُّ أَهْدَاهَا فَجَاءَ سَائِلٌ فَقَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللَّهِ وَأَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ نَصَدَّقَ عَلَى مُسْكِينٍ فَطَرَحَ الْحَلَّةَ الْكَبِيرَ وَأَوْ لَمِي بِيَدِهِ أَنْ أَحْمِلَهَا وَأَنْتَ كَلَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ هَذِهِ الْآيَةُ (ترجمہ۔ امیر المؤمنین علیہ السلام ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ دو رکعت نماز ادا کر چکے تھے۔ آپ ایک قیمتی شال اوڑھے ہوئے تھے جس کی قیمت دو ہزار دینار تھی۔ اور رسول پاکؐ نے آپ کو دی تھی۔ جو آنحضرتؐ کو نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی۔ آپس ایک سائل آیا۔ اور اس نے کہا۔ ابے ولی اللہ اور مومنوں کے سردار مسکین کو کچھ خیرات دیجئے آپ نے وہ شال سائل کی طرف پھینک دی اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ اس کو لے جا۔ تب خدا نے آیت انما وليکم الله انتم ائمتہ) اتاری۔

ہمارا جواب۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ کہ آیت کا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو حضرت علیؑ کی ولایت اور خلافت پر دلالت کرے۔ اگر اس سے ولایت کا ثبوت ملتا ہے۔ تو پھر ہر ایک نمازی اور زکوٰۃ دینے والا صاحب ولایت اور خلیفہ ہو سکتا ہے۔ قاموس میں لکھا ہے۔ الولی القرب والذوق والولی الاثم منه والحبب والصدق یق والناصر (ولی مصدر) کا معنی قرب و نزویگی کا ہے۔ ولی اس کا اسم ہے جس کا معنی محب اور دوست اور مددگار ہے)

اب بتائیے۔ کہ لفظ ولیؑ سے خلافت اور ولایت پر کس طرح دلیل لی جاسکتی ہے؟

اور روایت جو وضع کی گئی ہے۔ عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں ہے۔

روایت بالاکے موضوع ہونے کے دلائل

اول حضرت علی المرتضیٰ کی شان والا کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ دنیا داروں کی طرح ایسی قیمتی پوشاک پہنتے تھے۔ جو قرینا پچیس ہزار روپے کی ہو۔ آپ کی صوفیانہ اور تقویانہ حیثیت پر ایسا سخت حملہ ہے ہم پہلے جلال العیون کی روایت کے لکھ چکے ہیں کہ جب حضرت علیؑ کو حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے ناطق کی خواستگاری کا مشورہ دیا گیا۔ تو آپ نے اپنی مفلسی کا غدیہ پیش فرمایا۔ اور جب سامان شادی کے متعلق آپ کو سودا خریدنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے اپنی زرہ فروخت کر کے وہ سامان خرید کیا۔ علامہ سید علی حایری اپنی مؤلفہ کتاب غایۃ المقصود کے ص ۱۵۲ پر مرزا قادیانی پر طعن کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:-

”در آنجا در بیت النبوت از کمال زہد و تقوی و فقر تا بہ یہ یوم فاقہ میگردد مانند۔ تا آنکہ شہادت آیت و یطعمون الطعام الخ نازل شد و آنجا بدو شاہا کے خلیل خانی و تہر کہ کشمیری دسر پرئے گذارد و آنجا بر حصیر لیف خرماد اکثر بر خاک خوابیدہ وید فرمود و حقاً آبائاً اب و از ہاں روز بانی تراب میگئے شد (ترجمہ۔ وہاں خاندان نبوت حضرت علیؑ کے گھر میں کمال زہد و تقوی کے تین تین روز فاقہ گذرتے تھے۔ حتیٰ کہ آیت و یطعمون الطعام نازل ہوئی۔ اور یہاں مرزا قادیانی کا یہ حال ہے کہ خلیل خانی شال اور کشمیری چادر اور ریشمی پارچات کا استعمال ہوتا ہے۔ اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ کھجور کے چھال کی بنی ہوئی بوریہ بلکہ اکثر اوقات خاک زمین پر لیٹ جایا کرتے۔ چنانچہ ایک روز حضور علیہ السلام نے شجاعت مآب کو فرش زمین پر لیٹے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ اے ”ابو تراب“ چنانچہ آپ کی یہی کیست مشہور ہو گئی۔

علامہ حایری کی اس تحریر اور علماء العیون کی روایت اور دیگر صحیح حالات سے جو حضرت علیؑ کی زادہانہ اور صوفیانہ ورزش کے متعلق کتب طرفین میں لکھے ہیں۔ صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو ایسی قیمتی پوشاکوں سے جو ایک دنیا طلب شخص کی خاصیات سے ہے۔ بالکل کچھ غرض نہ تھی۔ ایسی بیش قیمت پوشاک کا استعمال ہر طرف و تہذیب میں

داخل ہے جو ایک تہی مون بھی پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ حضرت علی المرتضیٰؑ ایسے تہی
ستور ع۔ تارک دنیا عالی مرتبت امام کی نسبت خیال کیا جائے کہ وہ ایسے ریشمی اور
طلائی پاجامات استعمال کیا کرتے تھے۔ صحاب رسولؐ کو دنیا داروں کی طرح زیب و
زینت سے سخت نفرت تھی چنانچہ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
بادجو دیکہ اپنے وقت کے بادشاہ تھے۔ لیکن آپ کی چادر اور گرتہ پر متعدد پیوند لگے
ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ آپ کے عاملان (گورنران) سے جس شخص کی نسبت اطلاع
ملتی کہ وہ باریک ٹٹل کی قمیص استعمال کرتے ہیں۔ فوراً ان کو طلب کر کے سخت تنبیہ
کی جاتی۔ بلکہ ان کو اپنے منصب جلیل سے معزول کر دیا جاتا۔

پھر جب شیعیان علیؑ شجاعت آب کو باقی خلفاء پر زہر و تقوے میں ترجیح دیتے
ہیں۔ تو ایسی روایات شائع کرنے سے ان کو تامل کرنا چاہئے۔ جس سے حضور موح
کی شان تقدس کو بڑھ گلتا ہے۔

کام۔ اگر مان لیا جائے۔ کہ حضرت علیؑ نے ایسی ریشمی طلائی چادر اڑھ رکھی
تھی۔ اور ناز پڑھ رہے تھے۔ تو پھر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔ کہ سائل جو آپ کو
نماز کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ اتنا بھی انتظار نہ کرے۔ کہ آپ نماز سے فارغ ہوئیں
ایسی جلد بازی تو کوئی اندھا شخص بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے ساتھ (راہنما) سے پہلے
دریافت کر لیتا ہے۔ کہ مسئول عنہ کس حالت میں ہے۔ پھر اگر سائل نے ایسی حماقت
کی۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰؑ جن کی نسبت مشہور ہے۔ کہ نماز پڑھنے کے وقت آپ
ایسے استغراق میں ہوتے۔ کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی۔ پھر ایسی حالت استغراق
میں ایک گداگر کی کباکب کی آواز آپ کے کانوں تک کس طرح پہنچ سکتی۔ اور یہ
بھی تسلیم کیا جائے۔ کہ آپ کی نماز عایموں کی طرح خضوع و خشوع سے خالی تھی۔
آپ نے سائل کی آواز سن لی۔ تو پھر نماز کی حالت میں فعل کثیر جادہ اتار پھینکا۔ اور پھر
سائل کو اشارہ کرنا کہ یہ لے جا۔ کیا معنی رکھتا ہے جب ایک فرض نماز آپ ادا
کر رہے تھے۔ تو اس کی تکمیل کے بغیر دوسرے فرض ادائے زکوٰۃ کی طرف متوجہ
ہونا کیا ضروری تھا؟ اگر آپ نے سائل کو حکم دینا تھا تو نماز سے فارغ ہو کر بھی دے
سکتے تھے۔

کو وہ طور سے واپس ہوئے۔ تو حضرت ہارونؑ خلیفہ نہ رہے۔ گو وہ نبی مستقل تھے۔
ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہئے۔

(۷) اس قسم کی خدمت بہ سبب قرابت کے اپنے پیسہ و امانت کے ہی سپرد کی جاسکتی ہے۔ کہ مستورات اور بال بچوں کی نگرانی رکھے۔ ایسی خدمت کو خلافت سے کیا تعلق۔
(۸) یہ مسلم ہے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے
پھر خلیفہ کیسے جب شبہ یہ ہی خلیفہ نہ ہوئے۔ تو شبہ کی خلافت کیسی؟

(۹) حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے دی تھی
ورنہ وہ نبی تھے۔ عمر میں موسیٰؑ سے بڑے تھے۔ حقیقی بھائی تھے جناب امیر علیہ السلام میں
ان اوصاف سے ایک بھی نہ تھی۔ پھر اس حدیث سے استدلال خلافت بلا فصل
چھ مٹتی دارو؟

(۱۰) اس تشبیہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زندگی میں جیسے ہارونؑ بوجہ قرابت داری
موسیٰؑ کی نیابت کرتے تھے۔ ویسے جناب امیر علیہ السلام بھی خدمات خانگی پر حضورؐ
کی عدم موجودگی میں مامور رہے۔ بعد وفات موسیٰؑ حضرت ہارونؑ نہیں۔ بلکہ یوشع
بن نون اور کالب بن یوئنا خلیفہ ہوئے۔ اسی طرح بعد وفات نبیؐ حضرت ابوبکرؓ
اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ گویا یہ حدیث شیعہ کی تردید کر رہی ہے۔ نہ ان کے
مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

شیعہ کی چوٹی دلیل

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ كِتَابُ اللَّهِ وَعُرْوَتِي إِنْ
مَسَسْتُمُ هُمَا كُنْتُمْ تَصِلُوا إِلَيَّ (حضورؐ نے فرمایا میں چھوڑے جاتا ہوں تم میں دو
وزنی چیزیں کتاب اللہ اور اپنے اقارب کو اگر تم ان کی اتباع کرو گے میرے بعد بھی گمراہ
نہ ہو گئے)

اس حدیث سے بھی شیعہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل کا استدلال کرتے ہیں
حالانکہ اس حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے خلافت آج جناب پر دلالت
ہو۔ ہاں یہ امر تفتیح طلب ہے کہ شیعہ دوستی ہر دو فریق سے کون فریق کتاب اللہ اور

عترت رسول کی عزت کرتا ہے۔ اور ان سے شک کرتا ہے۔ اور کون فرق ان سے کو کیا
 دوسرا ہے؟ سو نقل اکبر قرآن پاک کی عزت اہل سنت والجماعہ کے دلوں میں ہے۔
 وہ اس کی تلاوت میں شب و روز مصروف ہیں۔ حفظ قرآن اہل سنت کے مردوں و عورتوں
 بچوں بوڑھوں کا معمول ہے۔ برخلاف اہل شیعہ کے حضرات شیعہ قرآن کو صحیح ہی نہیں سمجھتے۔
 بلکہ اس کو محض ناقص پُر از غلط سمجھتے ہیں۔ جس قرآن کی انتظار میں ہیں۔ اس کی
 زیارت خواب میں بھی نصیب نہیں۔ غرض شیعہ کے دلوں میں بوجہ عناد و باغ القرآن
 حضرت عثمان غفران کی بالکل عزت نہیں ہے۔ اسی لئے شیعہ حفظ قرآن کی نعمت سے
 بالکل محروم ہیں۔ برخلاف اس کے اہل سنت میں ہزاروں حافظ قرآن موجود ہیں۔ جو
 رات دن تلاوت قرآن میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سال بھر میں نماز تراویح میں سینوں
 کی ہر ایک مسجد میں ختم قرآن ہوتا ہے۔ لیکن شیعہ تراویح کے سرے ہی سے منکر ہیں
 اس لئے ختم قرآن کیوں کریں۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

نقل اصغر۔ عترت رسول کی عزت بھی اہل سنت والجماعہ کے دلوں میں ہے ہم عترت
 رسول کے محبت رکھنا اپنا دین ایمان سمجھتے ہیں۔ اور کسی بزرگ پر زبان طعن دراز کرنا
 کفر سمجھتے ہیں لعنت و تبرا یاروں کو مبارک ہو۔ ہم تو رحمتہ للعالمین کی امت ہیں
 کسی کو برا کہنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ اہل سنت کا دل آئین کی طرح صاف و شفاف
 ہے۔ کہ رنگ کینہ و بغض اس کو مٹا نہیں کر سکتا۔

کفر است و طریقت ماکینہ و دشمنی و اکین ماست کینہ جو آئینہ دشمن
 ہاں و انصاف کی زبان طعن و تشنیع سے نہ اپنا بچ سکتا ہے نہ بیگانہ۔ عترت رسول سے
 جو سلوک کرتے ہیں۔ اس سے توبہ

توہین عترت رسول

عترت رسول سے مراد آپ کے خویش و اقارب ہیں۔ عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ کو معاذ
 اللہ کافر و منافق کہتے ہیں تحفۃ العوام جلد ۱ ص ۲ میں ہے۔ کتاب تہذیب میں وارد ہے

سہ یہ عبارت پرانے مطبع کی تحفۃ العوام کی ہے۔ جو مصنف کے پاس موجود ہے۔ جدید طبع میں
 یار لوگوں نے کچھ ترمیم کر دی ہے۔

کہ جائے نماز سے نہ اٹھو جب تک کہ بنو امیہ پر لعنت نہ کرو۔ مروان سے چار مرد ہیں
کہ حق مرتضیٰ کا چھین لیا جس کو شہید کیا۔ نسبت نبی کی اتہام پہنچان کیا۔ اور چار
عورتیں ہیں کہ آزار پہنچایا نسبت جناب رسول مقبول کی۔

اسی صفحہ پر آگے ایک دعا لکھی ہے جس کے آخری الفاظ ہیں۔ **وَأَبْرَأُ مِنْ فُلَانٍ
وَفُلَانٍ وَفُلَانَةٍ لَعَنَهُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَعَلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ** (ترجمہ۔ میں نیراز ہوں۔
فلان۔ فلان۔ فلان مرد اور فلان عورت سے لعنت خدا ہو ان پر اور ان کو دوست
رکھنے والوں پر) **استغفر اللہ**۔ حاشیہ پر لکھا ہے کہ بجائے فلان کے نام ان کے
لے جنہوں نے حق مرتضیٰ کا چھین لیا۔

سُنی بھائی توجہ کریں

جو سُنی بھائی روافض سے دستِ تہ تعلقات رکھتے ہیں۔ اور ان کو اپنا مسلمان بھائی
تصور کرتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ جو لوگ تمہارے بزرگانِ دین صحابہ و ازواجِ رسول
سے یہ سلوک رکھتے ہوں۔ کہ ہر ایک نماز سے بعد ان کے نام لے لے کر لعنت و تبرک کرنا۔
انکالو میہ ورد ہو۔ اور ان بزرگانِ دین پر ہی لعنت نہیں کرتے۔ بلکہ ان لوگوں کو
بھی اس میں شامل کرتے ہیں جو ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یعنی تمام اہل سنت و
جماعت مسلمانوں کو۔ پھر حیف ہے کہ غیور سُنی ایسے بطینت اشفاقِ اہلِ اہلِ دوست
بنائے جو محنتِ رسولؐ سے اس قدر دشمنی رکھتے ہوں۔ اور شیعوں سے ان کو ایسا میر

سُنی کا جنازہ

کتبِ شیعہ میں لکھا ہے کہ اول تو سُنی کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اگر بضرورت پڑنا
پڑے۔ تو بجائے دعا کے میت پر یہ دعا کرے چنانچہ **خُفِّهِ الْعَوَامِ** میں ہے
اور اگر میت سُنی و خلافِ مذہب ہو اور نماز بضرورت کرنا پڑے۔ تو بعد جو جتنی
تکبیر کے کہے۔ **اللَّهُمَّ أَخْرِجْ عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ اللَّهُمَّ أَصْلِهِ خَمًا
نَارِكَ اللَّهُمَّ أَذِقْهُ أَشَدَّ عَذَابِكَ** (ترجمہ۔ اے خدا اس بندے (میت) کو
اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں ذلیل و مہوار کر۔ اے خدا اس کو نارِ جہنم سے جلا

ہے خدا اس کو سخت ترین عذاب دے)

سنیو جانتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے جنازوں میں شامل ہو کر میتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں؟ کیا تم اس بات کو گوارا کر سکتے ہو کہ ایک شخص تمہارے عزیز یا بزرگ کی میت کے جنازہ پر کھڑا ہو کر اس کے لئے بد دعائیں کرے۔ کہ خدایا اسے جہنم میں داخل کر اور سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کر۔ عجرت! عجرت! عجرت!!!

انہ نے سچو انہیں لاش پر خدا کے لئے نماز پڑھنے کو آمین لگے بد دعا کے لئے پھر عہدِ رسولؐ میں سے آنحضرتؐ کی تین لڑکیوں آم کلثومؓ، زینبؓ کو اولاد رسولؐ سے ہی خارج کر دیتے ہیں۔ یہ کس قدر توہین و ہتکِ عہدِ رسولؐ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ - فاطمۃ الزہراءؑ جنینہ سے اگرچہ بظاہر محبت کا اظہار ہے لیکن ان کی توہین و ہتک کا بھی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ وقتِ ضرورت

حضرت علیؑ کو گالی گلوچ دے لینا جایز کیا گیا ہے۔ چنانچہ صول کافی صحت میں ہے۔

اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ عَلَيَّ مِنْبَرًا لَّكَوْنُهُ اَيُّهَا النَّاسُ سَتَدْعُوْنِي اِلٰى سَبْحٍ فَنَسْبُوْنِي (حضرت علیؑ نے کوفہ میں منبر پر بیٹھ کر فرمایا۔ لوگو تمہیں میری سب سے

کی طرف بلایا جائیگا پس تم مجھے گالی گلوچ دے لینا) واہ چہ خوش! ان تقیہ بازوں کے خدا ہدایت کرے۔ جھوٹ میں بھی عبادت ہے۔

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا کہ تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں تو اب ملا پھر حضرت علیؑ کی شان میں کس قدر افراط و تفریط سے کام لیکر ان کی ہجو ملیج و ہتک صریح کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ کی ہجو ملیج

طہو لیت کا منجرہ۔ بیشعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ ابھی شیرخوار بچے تھے کہ مکہ میں

۱۵ حاشیہ ص ۱۵ پڑانے مطبع کی تحفۃ العوام جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں اگر میت سنی یا

خلاف مذہب ہو، لکھا ہوا ہے۔ لیکن دوسرے تحفۃ العوام میں حوازہ مطبع و لکھنؤ میں طبع ہوا ہے۔ ان پر

وں لکھا ہے۔ اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہل بیت ہو (الحوالہ ص ۱۵) مطلب دونوں عبارتوں کا ایک ہے۔

کیونکہ سینوں کو جو شیعہ نہیں یہ لوگ حاذق و دشمن اہل بیت سمجھتے ہیں۔ یہ نوٹ لکھنے کی ضرورت اس لئے لکھا

ہوئی ہے۔ کہ پورا نے مطبع کی کتاب نہ ملنے کی وجہ سے یہ لوگ دھوکہ کھاتے ہیں کہ تحفۃ العوام ص ۱۵ میں یہ عبارت

کہاں لکھی ہے؟ نا فہم ۱۶

ایک اژدہا نمودار ہوا جس کا سر مثل پہاڑ کے تھا چار سو گز لمبا تھا۔ و انت چار ہزار
 اشت لمبے۔ منہ پیش گز چوڑا۔ اور گہرائی میں غار کی طرح تھا۔ اس نے ایک دن شہر
 کا رخ کیا۔ سب لوگ مارے ڈر کے جنگلوں میں بھاگ گئے۔ اژدہا سیدہ حضرت علیؑ
 کی طرف آیا۔ آپ نے بیٹے لیٹے اس کو سر سے پاؤں تک چیر دیا۔ خون کا دریا جاری ہو گیا
 اژدہ کے دو ٹکڑے۔ بچے کے گہوارے کے دونوں طرف ایسے پڑے ہوئے تھے
 جیسے پہاڑ کے دو ٹکڑے۔ آٹھ سو آدمیوں نے مشکل ان کو اٹھا کر شہر کے باہر بھینکا
 اور جناب امیر کی تحسین و آفرین کا غلغلہ بلند ہوا۔ (فضائل مرتضوی ص ۱۱۶)

دوسرا معجزہ۔ خیبر کی لڑائی میں یہودیوں کی طرف سے ایک جوان مرحب نامی حضرت
 علیؑ کے مقابل آیا۔ آپ نے جو توار ماری۔ اس کو دو نیم کرتی ہوئی زمین پر اور وہاں
 سے اتر کر گاؤ زمین تک پہنچی۔ حامل زمین کو حیرانہ کو تھی۔ کہ جبریلؑ نے پر نیچے بچھا
 جو کٹ کر پرے جا پڑے۔

زمین کو جلا کے پشت فرس پر کیا گذر۔ دو کر کے زمین خاک پہ آئی وہ شعلہ در
 سیلاب کی طرح نہ کہیں دم لیا مگر نہ پہنچی زمین سے گاؤ زمین پر بکڑ و قتر
 بیشمی تو پاس پیک خدائے جلیل کے

اٹھی تو کاشتی ہوئی پر جبریلؑ کے (فضائل مرتضوی ص ۱۱۶)

ایسا ہی جانتے سے لڑائی وغیرہ دور از عقل کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کو پھر حکما و
 اسلام مضحکہ اڑاتے ہیں پھر اس کے مقابل میں جب آپؐ سے تفریط سے کام لیکر آپؐ کی
 شان گھٹانے لگتے ہیں۔ تو غابریوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

حضرت علیؑ کی تہک صریح

حضرات شیعہ جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت کے اس قدر افسانے بیان کرنے کے
 باوجود جب دوسرا پہلو بدلتے ہیں۔ تو شجاعت آپؐ کو ایسا نکما اور میزد لا بنا دیتے ہیں۔
 کہ خافین آپؐ کو گلے میں رسی ڈال کر بیعت ابو بکرؓ کے لئے گھسیٹ لے جاتے ہیں۔
 اور محاذ اللہ خاتون جنت کے شکم محترم پر دواڑہ گرا کر محسن شہید کر دینے کی روایات
 بیان کر کے تو میں عمرت رسولؐ کا حق ادا کرتے ہیں چنانچہ جلال العیون اردو ص ۱۵۲ میں ہے

پس چھٹیا کے اتار کے مبارک جناب امیر میں یہ ہاں ڈالکر مسجد میں رکھے
اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں۔ اس وقت قطع
ہئے اور بروایت دیگر عمر بنی نے تازیانہ بازو کے جناب فاطمہ بنی زرارہ کہ بازو جناب سیدہ کا
شکستہ ہو گیا۔ اور سوچ گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا۔
اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکستہ جناب فاطمہ پر گر اویں۔
اور پسیلیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس فرزند کو جو شکستہ میں جناب فاطمہ کے تھا۔ اور حضرت
رسولؐ نے اس کا نام عس رکھا تھا۔ شہید کیا۔

اب جائے غور ہے۔ اس سے زیادہ توہینِ عزتِ رسولؐ کیا ہو سکتی ہے؟ کہ صحابہ
رسولؐ کو بدنام کرنے کے لئے ایسی روایات وضع کی جاتی ہیں جو حضرت علیؑ اور خاتون
جنت کی غایتِ درجہ کی توہین کا باعث ہیں۔ کیا کوئی عقلمند شخص ایک منٹ کے لئے
بھی نہیں کر سکتا ہے کہ اگر صحابہ رسولؐ خاتونِ جنت جگر گوشہ رسولؐ کی ویل تک
کرتے۔ تو کوئی ایک شخص بھی ان کی بیعت اختیار نہ کرے۔ اور جناب امیر خاتونِ جنت کی
اس درجہ کی توہین دیکھ کر خاموش رہ سکتے۔ یا خود مر جاتے یا خصم کو مار دیتے۔ اور یہ
کس کی جرات تھی۔ کہ خیر خدا کی گردن میں رسی ڈالکر گھسیٹ کر لے جائے۔ اور آپ
چوں تک نہ کریں۔

بات یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات دوستی کے پردہ میں جس قدر دشمنی اہل بیتؑ کرتے
ہیں۔ البتہ خارجی بھی جرات نہیں کر سکتے۔ یہ

کیوں دوستی کے پردہ میں کرتے ہو دشمنی؟ کیوں دامنِ دیکھی اطمینان ہو دیکھیں

حضرت علیؑ کا ناطق فیصلہ

حضرت علیؑ مرتضیٰ نے شیعہ دشمنی سوال کا صاف الفاظ میں ناطق فیصلہ فرمایا ہے
چنانچہ صحیح انبیاء نے جلد اول میں ہے۔

سَيُجْلَدُ فِي صَفَانِ حُبِّ مُفْرِطٍ تَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَمُبْقِضٍ
مُقْرِطٍ تَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَحَاكِمُ النَّاسِ فِي حَالِ الْفُطْرِ
الْأَوْسَطِ قَالُوا مَوْكُومًا وَالرَّامُ السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

وَأَيُّكُمْ وَالصَّافَّةُ فَإِنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْإِسْلَامِ وَالشَّيْطَانُ مَكَانَ الشَّاذِّ
 الْعَمِيمِ لِلذَّبِّ أَوْحَنَ دَعَا إِلَى هَذِهِ الشَّيْءِ فَأَتَمُّوهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ خَمَانٍ
 هَذِهِ (دو فرقے میرے بارہ میں ہلاک ہو جائیں گے۔ محبت دوستی میں، افراط و تفرق کر کے
 والا کہ اس کو یہ دوستی حق سے دور لے جائے۔ اور دشمن و دشمنی میں افراط کر دینا
 کہ اس کو یہ غنا و حق سے دور کر دے۔ خوشحال انسان میرے بارہ میں وہ ہیں جو
 میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ تم اسی جماعت کے تابع ہو جاؤ۔ اور بڑی جماعت
 کی اتباع کرو۔ کیونکہ خدا کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ تفرقہ سے باز آ جاؤ۔
 کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے والا انسان شیطان کا فکا کر ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول
 سے الگ ہونے والی کبریٰ جھڑپ کا شکار بنتی ہے۔ خوار جو تہیں جماعت سے علیحدگی
 کی دعوت دیں۔ ان کو قتل کر دو۔ اگرچہ وہ میری اس دستار کے نیچے ہوں گے)
 جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اس خط میں تحذیرت مذہب اہل سنت و الجماعہ
 پر مبرہن کر دی ہے۔ اور رافضیوں اور غائبیوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ فضیلت
 محبت مفطر ہیں۔ جو جناب امیر علیہ السلام اور دیگر ائمہ کو مثل انبیاء معوم سمجھتے ہیں۔
 اور حضرت علیؑ کو دیگر انبیاء کے افضل اور نبی آخر الزمان کا ہم پلہ سمجھتے ہیں۔ رافضیوں
 میں ایسے فرقے بھی ہیں جو جناب امیر علیہ السلام کی رسالت بلکہ الوہیت کے بھی قائل ہیں۔
 (اس کی تفصیل آگے آئیگی)

اور حال کے شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں تاہم اوصاف ایسے بیان
 کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ علم کا کان و مایکون ان کو
 حاصل ہوتا۔ اشیائے حلال و حرام کرنے کا اختیار۔ موت و حیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ
 بہت سی ایسی اوصاف ہیں جو شان الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں۔ اس لئے بقول جناب
 امیر علیہ السلام یہ مذہب باطل ہے۔ ایسے خارجی جو جناب امیر علیہ السلام سے اس درجہ کا
 بغض رکھتے ہیں کہ آپ کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی مردود ازلی ہیں۔ ہاں
 فقط اوسط۔ میانہ روی اختیار کر کے والا مذہب اہل سنت و الجماعہ ہے جو جناب امیر
 علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ لیکن شان نبوی و الوہیت تک پہنچا کر جاننے نہیں
 اور آپ سے بغض رکھنا بھی کفر و الحاد سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہی مذہب جناب امیر علیہ السلام

نہیب حق ہے۔

دوم جناب امیر علیہ السلام نے کھلے الفاظ میں فرمایا ہے۔ کہ نہیب حق وہ ہے جس طرف مسلمانوں کا سواد اعظم (بڑا گروہ) ہے۔ اب یہ امر مسلم الثبوت ہے۔ کہ رد افض و خارجی بمقابلہ مسلمانان اہل سنت والجماعہ آٹے میں نمک بھی نہیں ہیں اور اسلام کا سواد اعظم (بڑی جماعت) یہی نہیب اہل سنت رکھتا ہے۔ اس لئے حسب فیصلہ جناب امیر علیہ السلام یہی لوگ اہل حق ہیں۔ اور خدا نے واحد کا وصیت فضل اسی بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ اور اس نہیب سے علیحدگی اختیار کرنے والے بے شہادت جناب امیر علیہ السلام شیطان کے متبع ہیں۔ اگرچہ وہ کیسے ہی محبان علیؑ کہلاتے ہوں۔ کیونکہ آپ نے بالقرن فرمایا ہے۔ کہ جو تمہیں اس بڑی جماعت سے علیحدگی کی طرف مدعو کرے۔ وہ واجب القتل ہے۔ اگرچہ میری دستار مبارک کے زیر سایہ ہو یا نہ ہو یعنی حب علیؑ کا وعید ارہو۔

ایسا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے اس ناطق فیصلہ کے ہوتے ہوئے سنی و شیعہ نزاع کے فیصلہ کے لئے اور کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں جن لوگوں کی فطرت میں ضد اور ہٹ لکھی ہے۔ وہ ایسی روشن دلائل کے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ گھٹیا نکتہ کسی را کہ باقتدار سیاہ تر بآب کوثر و زمرم سفید نواں کرو

ائمہ اہل بیت کی توبین

جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور خاتون جنت سے رد افض کے سلوک کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ دیگر ائمہ اہل بیت سے بھی شیعان علی نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔

حضرت امام حسن

جناب امیر علیہ السلام کے خلف اکبر حضرت امام حسنؑ سے حضرات شیعہ اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا۔ جناب ممدوح اپنے شیعہ کے جو روستم کی جس قدر نکایت کرتے ہیں۔ ذیل کی روایات سے ظاہر ہیں۔

(۱) جلاء العیون اردو ص ۲۶ میں ہے :- جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا۔ ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا۔ اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو معاویہ سے صلح منظور ہے۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ منصب خلافت معاویہ کو دلائیں پس سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا معاویہ اللہ یہ شخص مثل بدکار فرہو گیا ہے۔ یہ کہلر بلوہ کر دیا اور سباب امام حسنؑ کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جلنے نماز حضرت کی پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور ردا و دوش مبارک سے اتار لی۔

(۲) جلاء العیون ص ۲۷۔ حضرت نے فرمایا۔ بخدا سو گند اس جماعت سے میرے لئے معاویہ بہتر ہے۔ یہ لوگ دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا رادہ قتل کیا اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا اگر معاویہ سے میں عہد لوں۔ اور اپنا خون حفظ کروں۔ اور اپنے اہل و عیال میں امن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔ اور میرے اہل و عیال و عزیز قریب ضایع ہو جائیں۔ بخدا سو گند اگر میں معاویہ سے جنگ کروں۔ یہی لوگ مجھے اپنے اٹھ سے پکڑ کے معاویہ کو دیدیں۔

(۳) اسی کتاب کے ص ۲۸ میں ہے۔ شیعہ کشتی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز امام حسنؑ اپنے گھر سے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سواری آیا کہ اے سفیان بن لیث کہتے تھے۔ اس نے کہا۔ اَللّٰمَ عَلَیْکَ اے ذلیل کفندہ مومن! ان روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شعیان علیؑ نے ان کے خلف اکبر حضرت امام حسنؑ سے کیا حُسن سلوک کیا۔ صرف اس جرم پر کہ معاویہ سے صلح کرتا ہے۔ ان کو اور ان کے قبیلہ جناب امیرؑ کو معاویہ اللہ کا فر کہا بلوہ کر کے اُن پر ٹوٹ پڑے۔ مال لوٹ لیا۔ اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصیلت کھینچ لیا۔ اور دوش مبارک سے چادر اتار لی۔ پھر ایک مجلس نے آپ کو ذلیل کنندہ مومنان کا خطاب دیا۔ یہ تو ان شیعوں کی کروت تھی جنہوں نے آپ کا جمال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر حال کے رشیتہ کا کیا کہنا۔

متاخرین شیعہ

متاخرین شیعہ جو جو باتیں جناب ممدوح کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہ کسی شہد نے ادبائش کی طرف منسوب کی جائیں۔ تو وہ بھی ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ دایر کر دے۔

چنانچہ تاخرین شیعہ کا سرگروہ ملا یا قمر مجلسی امام مروج کی نسبت یوں گوہر افشانی کرتا ہے۔ جلال العیون اردو ص ۸۵ میں ہے۔ روایت ہے۔ کہ ایک روز امام حسن مجلس معادیہ میں تشریف رکھتے تھے۔ مروان نے کہا۔ آپ کی مونچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسن نے فرمایا سبب اس کا یہ ہے کہ ہم بنی ہاشم کا دم سن خوشبودار ہے۔ اور ہماری ازواج بوجہ بڑے خوش استنجام کرتی ہیں۔ اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال شارب کے سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ تم بنی امیہ گندہ دین ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے دہنوں سے احتراز کرتی اور اپنا منہ تمہارے رخسار کی جانب رکھتی ہیں۔ اس سبب کے تمہارے رخسار جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ پس مروان نے کہا تم بنی ہاشم میں ایک خصلت بدیہ ہے۔ کہ خواہش جماع زیادہ رکھتے ہو۔ امام حسن نے فرمایا خواہش ہماری عورتوں سے سلب کی گئی۔ اور وہ بھی مردوں میں اضافہ ہوئی۔ اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں دی گئی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ زن امویہ سوائے مرد ہاشمی دوسرے سے سیر نہیں ہو سکتی۔

لاحول ولا قوۃ ایسی فحش اور بیہودہ گفتگو تو اوباش لوگ بھی کرنے سے شرماتے ہیں۔ اور پاک لوگوں کے ذمے ایسا افتراء کردہ سر مجلس جنبی لوگوں کے سامنے اپنی مستورات (ازواج) کی نسبت ایسی بے شرمی کی باتیں بیان کرتے تھے کہ وہ ہمارے منہ کی خوشبو سونگھتی ہیں۔ اور ان کے نفسانی جذبات کے اثر سے ہمارے بال شارب سفید ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہ تقدس لوگ دوسروں کی مستورات پر ایسا کینہ حملہ کر سکتے ہیں۔ کہ تمہاری عورتوں میں اس قدر شہوت تیز ہوتی ہے کہ وہ ہاشمی مردوں کے سوا سیر ہی نہیں ہوتیں۔ اکثر اکبر ایسے نادان و دستوں سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے۔ تراژدیا گر بود یا رخسار تراں بہ کہ جاہل بود غم گسار

رکھئے۔ تو شیعہ صاحبان جو بھنگ نوشوں کی مجلس میں دارے پر میچے کر آپس میں یادہ گوئی کیا کرتے ہیں۔ اسی پر ان پاک نفوس کو بھی تیاس کرتے ہیں۔ شرم۔ شرم تو یہ۔ تو بہ تا عاقبت اندیش راوی نے حضرت امام حسن کی پاک ذات پر کیا پاجیانہ حملہ کیا ہے۔ کہ وہ سراجاں ایسی بدتہذیبی اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں کیا کرتے تھے جو ہر پرست بے تمیز مشنڈے کے تخلیق میں میچے کر باہم ایسی فحش گوئی کیا کرتے ہیں۔

مگر امام تو امام شیعہ حضرات تو انبیاء کو بھی ایسے الزام دیتے سے دریغ نہیں کیا کرتے چنانچہ یہی حضرت ملا باقر مجلسی اپنی مصنفہ کتاب حیات القلوب جلد اول میں قوطر ازہریں - و بسند معتبر حضرت امام شہداء منقول ہست کہ از اخلاق پیغمبران بہت خود را پاکیزہ کردن و خود را خوشبو کردن و بسیار جماع کردن و بسیار زنان و شہتمن (ترجمہ - امام رضاؑ فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے اخلاق میں - اپنے بدن کو پاکیزہ رکھنا - خوشبو لگاتے رہنا - بہت جماع کرنا - اور بہت عورتیں رکھنا -)

لاحول ولا قوۃ - شہوت پرستی اور کثرت جماع پیغمبروں کے اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے شیعو! ہوش کرو مخالفین اسلام تمہاری یہ روایات دیکھ کر شان انبیاء و ائمہ میں کیا کینیکہ و افسوس! اسے

بے فروغتِ علم آمد نے اصول و شرم باید از خدا و از رسولؐ

قاتلانِ امام حسینؑ شیعہ تھے۔

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے جو سلوک شیعہ نے کیا کتب شیعہ پر شاہد ہیں کہ وہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام علیہ السلام کو شگوا یا - پہلے حضرت امام مسلمؑ کو مہمہ خورد سال بچوں کے شہید کیا - پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کو انہی شیعہ حضرات نے نہایت بے دردی سے قتل کیا - چنانچہ جلاء العینوں اردو جلد اول ص ۱۸۱ میں تصریح ہے۔

پس میں ہزاروں دعوتی نے امام حسین سے بیعت کی - اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر بھیجی - اور مہتور بیعت ہائے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں بھتیں کہ امام حسینؑ کو شہید کیا - (اس سلسلہ کی تفصیل آگے آئیگی)

قاتلانِ امیرِ علیہ السلام شیعہ تھے

اسی طرح امیر المومنین علی المرتضیٰؑ بھی شہرہ کوفہ میں جو شیعہ ان علیؑ کا مرکز تھا - ایک لحوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے چنانچہ جلاء العین اردو جلد اول ص ۱۸۱ میں درج ہے :-
علی بن ابیطالب پے کشتہ نادر صالح کے ہاتھ سے اس شہر میں جہاں ہجرت کریگا

کی وارد دہی حضرت امام صادق علیہ السلام پر رکھتے ہیں۔ ان حضرات کی نسبت جو جو
اہل امام شیعہ صاحبان نے لکھے ہیں۔ سب کتب میں آتا ہے۔

(۱) امام محمد باقر کی نسبت شیعہ کی ایک معتبر کتاب حدیث من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱

صالح میں لکھا ہے:-

”دَخَلَ أَبُو جَعْفَرٍ الْبَاقِرُ الْخَلَاءَ فَوَجَدَ لَقْمَةً خُبْزٍ فِي الْقَدَسِ فَأَخَذَهَا وَ
عَسَلَهَا وَدَفَعَهَا إِلَى مَمْلُوكٍ كَانَ مَعَهُ فَقَالَ تَكُونُ مَعَكَ لَا تُلْهَئُهَا إِذَا
خَرَجْتَ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لِلْمَمْلُوكِ أَيْنَ اللَّقْمَةُ قَالَ أَكَلْتُهَا يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ

(ترجمہ:- امام محمد باقر بیت الخلا (یا خانہ) میں داخل ہوئے۔ تو وہاں ایک روٹی کا

ٹکڑا گوشت میں پڑا ہوا دیکھا آپ نے اٹھا کر دھو لیا۔ اور اپنے غلام کے حوالہ کیا کہ اسے

محفوظ رکھنا۔ جب میں باہر نکلوں گا۔ اسے کھاؤں گا۔ جب آپ باہر نکلے تو کر سے ٹکڑا

مانگا۔ اس نے کہا۔ حضرت وہ تو میں نے کھالیا۔ آپ نے کہا جہاں میں نے تجھے آزاد کیا۔

کیونکہ تو ٹکڑا کھانے کی وجہ سے جنتی ہو گیا۔ (اور جنتیوں سے خدمت نہیں لیا کرتے)

دیکھئے! یہ کیسا انعام والا مقام ہے۔ کہ آپ گوشت سے موت ٹکڑا کو دھو کر کھا

لینا جایز نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ اس میں الٹا ثواب سمجھتے۔ کہ کھانے سے جنت مل جاتی ہے

جہاں جنت تو پاک ہے پھر ناپاک چیز کے کھانے سے کیسے مل سکتی ہے؟

(۲) کیا حضرت امام پہلے جنتی نہ تھے؟ کہ گوشت سے موت ٹکڑا کھا کر جنتی بننا

چاہتے تھے۔

(۳) یہ بھی عجیب بات ہے کہ جنت ایسی ارزان ہو گئی کہ صرف ایسے شخص لقمہ

کھانے سے مل جاتی ہے۔ بہر حال امام ہمام کی طرف ایسی روایت منسوب کرنا

ان کی ذات اقدس کی از حد تو میں ہے۔

(۴) اِنَّ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُولُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ فَلَا يَدَّخُلُ النَّحْمَ اِلَّا بِمِيزْرٍ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَلَامُ فَنَوَّهَ

فَلَمَّا اَنَّ اطْبَقَتِ النَّوْمَةَ عَلَى بَدَنِهِ اَلْقَى الْمِيزْرَ فَقَالَ لَهُ مَوْلىُّ لَهِ يَا بَنِي

اُمَّتٍ وَ اُمَّيْ اِنَّكَ لَتَوْصِيْنَا بِالْمِيزْرِ وَلَمْ تُوَصِّهِ وَقَدْ اَلْفَيْتُهُ عَنْ نَفْسِكَ

فَقَالَ مَا عَلِمْتُ اِنَّ النَّوْمَةَ اَطْبَقَتْ الْعَوْرَةَ - (فروع کافی جلد ۲ ص ۷۷)

ترجمہ۔ امام باقر علیہ السلام کہا کرتے تھے۔ کہ جو خدا اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے وہ عام میں تہ بند باندھے بغیر داخل نہ ہوگا کرے۔ ایک روز آپ حمام میں داخل ہونے لگے۔ تو اپنی شرمگاہ کو آپ نے چو نہ لگا لیا۔ جب چو نہ لگا چکے۔ تو تہ بند کھول کر پھینک دیا۔ عام نے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ تو ہمیں تہ بند باندھنے کا نہ رہی حکم دیا کرتے تھے۔ اور آج آپ نے تہ بند اتار کر پھینک دیا ہے۔ تو فرماتے گئے تھے معلوم نہیں ہے۔ کہ چو نہ لے شرمگاہ کو چھپا لیا ہے۔

توبہ! المہ پاک کے ذمے یہ کیسا افترا ہے۔ کہ لوگوں کو تو تہ بند باندھے حمام میں داخل ہونے کا حکم دیتے تھے۔ اور خود شرمگاہ کو چو نہ لگا کر تہ بند پھینک اپنے غلام کے سامنے تنگ دھڑنگ کھڑے ہو گئے۔ اور اس سے متعرض ہونے پر یہ جواب دیا صواب دیا۔ کہ چو نہ لگا لینا شرمعورت کے لئے کافی ہے۔ کیا ایسی حرکت بھی کوئی با حیا آدمی کر سکتا ہے؟ ایسی بیہودہ روایات آپ کے ذمے لگا کر آپ کی ہتک کی جاتی ہے۔

استغفر اللہ! ایک اور سنئے۔
 (۴۴) فروع کافی جلد ۲ ص ۱۷۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي حَسَنٍ الْمَاضِي قَالَ الْعَوْرَةُ عَوْرَتَا الْقَبْلِ وَالذَّيْبِ فَأَمَّا الذَّيْبُ فَمُسْتَوْرٌ بِالْأَلْيَتَيْنِ فَإِذَا اسْتَوْرَتْ الْقَبْلُ وَالْبَيْضَتَيْنِ فَقَدْ اسْتَوْرَتْ الْعَوْرَةُ وَقَالَ فِي سَرَايَةِ أَخْرَجَ فَأَمَّا الذَّيْبُ فَقَدْ اسْتَوْرَتْهُمُ الْأَلْيَتَانِ وَأَمَّا الْقَبْلُ فَمُسْتَوْرٌ بِمِثْلِهِ (ترجمہ:- امام ابو الحسن ماضی فرماتے ہیں۔ کہ شرمگاہ میں صرف دو میں اگلی اور پھیلی پھیلی تو خود جوڑوں سے چھپی ہوئی ہے۔ صرف اگلی کو ڈھانک لے۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ کہ اگلی فقط ہاتھ سے چھپا لے بس شرمعورت ہو گیا)

لا حول ولا قوۃ۔ اما ان پاک ورجہ تو بہت رفیع ہے۔ کوئی با حیا شخص ایسا حکم دے نہیں سکتا۔ کہ انسان الفتن کا ذکر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے۔
 (۴۵) اسی فروع کافی جلد ۲ ص ۱۷۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَةٍ مِنْ كَيْسٍ مُسْلِمٍ مِثْلُ نَظَرِكَ إِلَى عَوْرَةِ الْحَارِثِ (ترجمہ:- امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ فرمود یا عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لینا ایسا ہے جیسا کہ مجھے کی شرمگاہ دیکھ لینے میں مضائقہ نہیں ہے)

۱۰۱۱ چہ خوش! حضرات شیعہ اپنے ائمہ عظام کی طرف کیسے عجیباً منسوب کرتے ہیں کہ مسلمان مرد و عورت کی شرمگاہ تو چونہ سے یا ہاتھ سے ڈھاپ لینا چاہیے۔ ہاں کافر مرد و عورت کی شرمگاہ دیکھا کر دو۔ جیسے گدھے کی شرمگاہ کو ستر نہیں ہے۔ ستر کافر کا بھی وہی حکم ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

نگاہ شوق کو حاصل ہے کیا کیا لطفِ نظارہ کہ عریاں دکھنا جائز ہے معشوقانِ کفر کو
اسی قسم کے عجیب غریب مسائل ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے کسی قدر مسائل بطور مشتمل نمونہ خروار درج کئے جاتے ہیں۔

مسائل شیعہ جو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کی گئی ہیں

پہلا مسئلہ۔ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کبریا ہوتا ہے یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے۔ اس کو سب باتوں کا علم نہیں۔ ایسوجہ سے اس کی اکثر بیشین گوئیاں غلط ہو جاتی اور اس کو اپنی رائے بدلتا پڑتی ہے۔

یہ ایسا ضروری مسئلہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے برابر کوئی عبادت نہیں ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۱ میں مستقل باب ہی ہمارے تعلق باندھا گیا ہے۔ احادیث ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) عَنْ شُرَاهِرَةَ بْنِ اَعْيَنٍ عَنْ اَحَدِهِمَا قَالَ مَا عْبَدَ اللهُ بَشِيٍّ مِثْلَ الْبَدَاءِ

(۲) عَنْ مَالِكِ الْجَهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ يَقُولُ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِي الْقَوْلِ بِالْبَدَاءِ مِنْ الْاَجْبِ مَا اَنْتَرَوْا عَنْ الْكَلَامِ فِيهِ۔

(۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي مَرْزُومٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ يَقُولُ مَا تَبَاءَ بَنِي قَطْحَنٍ يَفِرُّ لِيَهْرَ لِيَهْرَ بِالْبَدَاءِ الْمَشِيَّةِ وَالسَّجُودِ وَالْعَبُودِيَّةِ وَالطَّاعَةِ۔

(ترجمہ) (۱) شراہرہ بن اعین نے حضرت امام باقر صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ خدا کی عبادت ہمارے برابر کسی چیز میں نہیں ہے (۲) مالک جہنی کہتے ہیں کہ امام صادق ؑ نے کہا اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ بداء کے اقرار کرنے میں کتنا ثواب ہے تو وہ اس سے باز نہ رہیں۔ (۳) مرزوم بن حکیم راوی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے کہا کسی نبی کو برتر نہیں ملی جب تک اس سے پانچ چیزوں کا اقرار نہ لیا گیا ہو۔ بداء اور شیعت اور سجدہ۔

عبودیت اور طاعت کا۔

ان روایات سے بدار کا ضروری مسئلہ ہوتا۔ اس کا ثواب عظیم۔ اعلیٰ عبادت میں داخل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہی بات کہ بدار کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق ہمیں پہلے کتب لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیے کتب لغت میں لکھا ہے۔ **بَدَأَ اللَّهُ** اَتَى فَعْلًا لَمْ يَكُنْ يَنْظُرُهُ (فلان شخص کو بدار ہوا یعنی وہ چیز معلوم ہوئی۔ جو پہلے معلوم نہ تھی۔

بدار کی مثالیں

شیخ کی کتابوں میں بدار کے واقعات بہت مذکور ہیں۔ ذیل میں صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) امام جعفر صادقؑ نے بتایا کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند اسمعیلؑ کو امام کے لئے نامزد کیا ہے۔ لیکن بعد میں فرمایا کہ بجائے اسمعیل کے موسیٰ کاظمؑ کو خدا نے امام بنایا ہے۔ جیسا کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں روایت کی ہے **عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ اَنَّهُ جَعَلَ اِسْمَاعِيلَ الْقَائِمَ مَقَامَهُ بَعْدَ كَظْمِهِ مِنْ اِسْمَاعِيلَ مَا كُنْزُهُ فَقَدْ جَعَلَ قَائِمَ مَقَامِهِ مُوسَى فَسُئِلَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ بَدَأَ لِلَّهِ فِي اِسْمَاعِيلَ مَا بَدَأَ لِلَّهِ فِي شَيْءٍ كَمَا بَدَأَ اللَّهُ فِي اِسْمَاعِيلَ ابْنِي (ترجمہ: امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ انہوں نے اسمعیل کو اپنا قائم مقام اپنے پیچھے بنایا۔ پھر اسمعیل سے کچھ ناپائیدار حرکت سرزد ہوئی۔ تو پھر موسیٰ کاظمؑ کو اپنا قائم مقام بنا دیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو امامؑ نے فرمایا اسمعیل کے متعلق خدا کو بدار ہوا۔ اور خدا کو کبھی پہلے ایسا بدار نہیں ہوا۔ جیسا کہ میرے اسمعیل کے بارے میں دوسرا واقعہ۔ امام علی نقیؑ نے خبر دی ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا محمد امام ہوگا لیکن شاید خدا کو علم نہ تھا کہ وہ باپ کی زندگی میں فوت ہو جائیگا۔ جب وہ فوت ہو گئے۔ تو معاذ اللہ خدا کو رائے بدلتی پڑی۔ پھر جن عسکری امام ہو گئے۔ یہ واقعہ صول کافی ص ۱۸ میں مذکور ہے **عَنْ ابْنِ اَبِي هَاشِمٍ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَدْ مَاضَى اِلَيْهِ اَبُو جَعْفَرٍ وَرَأَى لَدُنْكَ رَفِيْقِي فَسَبَّحْتُ اُرْبُئِيْدًا اَنْ اَقُوْلَ كَاثِمًا اَعْنَى اَبَا جَعْفَرٍ وَابَا مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْوَقْتِ كَابِي الْحُسَيْنِ مُوسَى وَاسْمَاعِيلَ وَانْ قِصَّتَهُ فَقِصَّتُهُمَا اِذَا****

كَانَ أَبُو مُحَمَّدٍ إِذَا جَاءَهُ ابْنُ جَعْفَرٍ فَأَقْبَلَ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ أَنْ أَنْطِقَ
فَقَالَ نَعَمْ يَا أَبَاهَا شَهِدَ اللَّهُ فِي ابْنِ مُحَمَّدٍ بَعْدَ أَبِي جَعْفَرٍ مَا لَمْ تَكُنْ تُشْرَفُ لَهُ
مَا بَدَأَ اللَّهُ فِي مُوسَى بَعْدَ مُصَى إِسْمَاعِيلَ مَا كَشَفَ بِهِ عَنْ حَالِهِ وَهُوَ مَا كَادَ تَشْكُ
لَفَضْلِكَ وَلَيْتَ كَمَا أَلْمِطُوتُونَ وَأَبُو مُحَمَّدٍ ابْنِي الْحَكَمِ مِنْ بَعْدِي عِنْدَكَ عِلْمٌ مَا
يُخْتَارُ إِلَيْهِ وَمَعَكَ اللَّهُ الْإِمَامَةُ (ترجمہ:-) ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ
میں میں ابوالحسن (امام تقی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا جبکہ ان کے بیٹے ابو جعفر (محمد) فوت
ہو گئے۔ اور میں اپنے دل میں خیال کر رہا تھا۔ اور یہ کہنا چاہتا تھا کہ محمدؑ اور حسنؑ عسکری کا
معاملہ اس وقت موسیٰ کاظم اور اسمعیل کا سا ہے۔ ان دونوں کا واقعہ بھی ان دونوں کی
طرح ہے۔ اچانک امام تقی میری طرف متوجہ ہو گئے۔ ابھی میں بات کہنے نہ پایا تھا۔ اور
کہا۔ اے ابوالہاشم خدا کو ابو محمد یعنی حسن عسکری کے بارہ میں محمدؑ کے بعد بار ہوا جوابات
معلوم نہ تھی۔ وہ معلوم ہو گئی جیسا کہ خدا کو بارہ موسیٰ کاظم اسمعیل کے بعد بار ہوا تھا جس کے
اصل حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور یہ بات ویسی ہی ہے جیسے تم نے اپنے دل میں خیال کی۔ اگرچہ
بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں۔ اور ابو محمدؑ (حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اس کے
پاس نام ضرورت کی چیزوں کا علم ہے۔ اور نیز اس کے پاس امامت بھی ہے۔

اور یہ بات کہ بدکار کے ماننے کے خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ خود علماء شیعہ نے تسلیم
کر لیا ہے چنانچہ مولوی دلدار علی مجتہد اعظم شیعہ نے اپنی مصنفہ کتاب اساس الماصول
ص ۲۱۸ میں تحریر کیا ہے۔ اعْلَمُ أَنَّ الْبِدَا اَلَا يَسْتَعْنِي اَنْ يَقُولَ بِهِ اَحَدٌ لِاَنَّهُ يَكْزِمُ
اَنْ يَتَّصِفَ الْبَارِئُ تَعَالَى بِالْجَهْلِ مَا كُنْتُمْ تَقُولُ اَجَانَا چاہئے کہ بدکار کا قائل ہونا نہیں
چاہئے۔ کیونکہ اس کے باری تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے!

اگر متاخرین شیعہ میں سے مولوی دلدار علی صاحب جیسے علماء مناظرین کو جب اہل سنت نے
شرمندہ کیا۔ تو یہ کہنے لگے کہ بدکار کا قائل ہونا نہ چاہئے۔ لیکن شیعہ مولوی دلدار علی کو مانیں۔ یا

حاشیہ ص ۱۷۱ عجیب ہے کہ حسب ذیل کتب شیعہ نام کی یہ علامت ہے کہ وہ بجائے رحم کے ران سے پیدا ہوئے
ہیں۔ اور ان کی مینائی برائے و تم کلمہ مرا تک صدقاً وعداً لکھی ہوئی ہوتی ہے نیز رسول علیہ السلام نے حضرت علیؑ
کو بارہ دفعہ مرہمہ کے نام بنام لکھ دئے تھے جو جبرائیلؑ درگاہ الہی سے لائے تھے پھر حضرت امام کو معاطہ کسے لگا
اسمعیل علی ان سے پیدا ہوئے ہونگے ان کے ماتھے پر آیت بھی لکھی ہوگی۔ اور لفظان بھی ان کے نام کا موجود ہو گا پھر خدا
کو کسی شناخت نہ ہوئی مگر اعلان کرنا پڑا کہ اسمعیل میں بلکہ موسیٰ کاظم نام نہیں لگے۔ یا لا لعجب

یا اصول کافی جیسی ستند اور مصدقہ امام مدنی کتاب حدیث کا اعتبار کریں بشیوعہ براء کے
 ماننے پر مجبور ہیں۔ ۲۵۰ سچے استاد ازل گفت ہماں سیگویم۔ نفوذ بالحدیب حضرات شیوعہ
 خدا کے براء کے قائل ہو کر خدا کو جاہل بنا رہے ہیں۔ تو دوسروں کو کیا شکایت ہے
 سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی بات دقت انہی پر کوئی جائے تو کیا جائے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

دوسرا مسئلہ تقیہ

شیعہ کا ایک مسئلہ تقیہ کا ہے۔ کتب شیعہ میں اس کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور علی عبادت
 میں شمار کیا گیا ہے۔ اصول کافی ص ۳۸ میں ہے۔ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ التَّقِيَّةُ مِنْ دِينِي
 وَدِينِ آبَائِي وَلَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ (امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ تقیہ میرا اور میرے باپ
 کا دین کا دین ہے۔ اور جو تقیہ نہ کرے۔ اس کا کوئی ایمان ہی نہیں ہے)

نیز اصول کافی ص ۳۸ میں ہے۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا كَاغَمَرَاتِ تَسْعَةُ أَهْشَاءِ
 الدِّينِ فِي التَّقِيَّةِ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ۱۰ بجے بوعمر
 نو حصے دین کے تقیہ میں ہیں۔ جو تقیہ نہ کرے وہ بیدین ہے)

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ اتنی بڑی عبادت شیعوں کا دین۔ ایمان (تقیہ) چیز کیا ہے؟ سو واضح
 ہو کہ تقیہ کہتے ہیں خلافت حق (جھوٹ) بات کہنا اور حق کا اخفاء کرنا جیسا کہ روایات ذیل سے
 ظاہر ہوتا ہے۔

اصول کافی ص ۳۸ میں ہے: عَنْ أَبِي بصير قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ التَّقِيَّةُ
 مِنْ دِينِ اللَّهِ قُلْتُ وَمِنْ دِينِ اللَّهِ قَالَ إِي وَاللَّهِ مِنْ دِينِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَالَ يُوسُفُ لِرَبِّهِ
 الْعِزِّ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ وَاللَّهُ مَا كَانُوا سَرِقُوا أَشْيَاءَ وَلَقَدْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِرَبِّهِ سَقِيمٌ وَاللَّهُ
 مَا كَانَ سَقِيمًا (ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ خدا کے دین کے
 ہے۔ راوی نے کہا کیا خدا کے دین سے ہے؟ امام نے فرمایا بخدا خدا کے دین سے ہے یہ یوسف

نے غلط ہے کہ یوسف نے ایسا کہا قرآن میں لکھا ہے۔ لَقَدْ أَذِنَ لَكُمْ فِي هَذِهِ لَسَارِقُونَ (تہجد) کسی بچا زیور سے لے کر بچا رکی کہ قافلہ الوتم جو یوسف کی قرآن دانی پر انہوں سے کہ یہ بیان حضرت یوسف کی طرف
 منسوب ہو کر دی۔ کیا کریں متعدد ہیں۔ قرآن پر تفسیریں ہوتی اسکو تفسیریں اور حنفی سمجھیں ایسا ہی ابراہیم کا یہ کہنا کہ میں یہاں سے
 جھوٹ نہ تھا۔ ایک صادق الایمان شخص کفار کے نزاع میں نہ جائے۔ اس کا دل سخت بخیر ہو جاتا ہے صحبت نا جنس سے
 بڑھ کر دیکھ رہی کیا ہوگی۔ تو بچا کہنا کہ میں بیاد نہیں امردا تھا جھوٹ نہ تھا۔ مگر شیعہ کی سمجھ کو کیا کہا جائے؟

نے کہا اے قافلہ والو تم جو پہنچنا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ براہیم نے کہا میں ہمایوں کو بخدا وہ بیمار نہ تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں جیسا کہ معاویہؓ اور یوسفؓ اور یحییٰؓ جھوٹ بولے۔ کہ قافلہ والوں نے کوئی سرفراہ کیا تھا۔ ان کو سارق کہا گیا۔ اسی براہیم تندرست تھے جھوٹ موٹ بیمار بن بیٹھے۔

(۲) حیات القلب جلد ۳ میں ہے:-

و در چند حدیث معتبر دیگر فرمود کہ تقیہ یہی کس بہ تقیہ اصحاب کہف نیز سعد بن ربیعہ کہ ایشان زنا کر بہت تند و عید گاہ مشرکان حاضر میشدند پس خدا ثواب ایشان را مضاعف گردانید۔

(ترجمہ۔ دوسری احادیث معتبر میں ہے کہ کسی شخص کا تقیہ اسی کس کے تقیہ کے برابر نہیں ہو سکتا کہ وہ جو چاہتے اور کفار کی عیدوں میں شامل ہوا کرتے تھے) اور خدا نے ان کا ثواب دو چند کر دیا ہے۔

اس روایت سے بوضاحت ثابت ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ بڑے تقیہ باز اصحاب کہف تھے۔ وہ یہاں تک جھوٹ بولتے تھے کہ مسلمان ہو کر خجور بن لیتے۔ اور شرک بن کر کفار کی عیدوں میں شامل ہو جاتے۔ اور اس کا ثواب عظیم حاصل ہوتا۔ اللہ اللہ! شیعہ خود تو جھوٹ بولا کریں۔ تقیہ کا ثواب لوٹیں۔ لیکن پاک لوگوں پیغمبروں۔ اولیاءوں۔ اماموں کو تقیہ یا جھوٹ کہنے والا کہنے میں تامل کیا کریں۔ مگر نہیں۔ ان کی دست شمع سے نہ امام بخیتا ہے نہ ولی نہ نبی۔ اس وقت رسالہ موعظہ تقیہ جس میں ائمہ حائری لکھے گئے ہیں میرے سامنے ہے۔

اس میں جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے۔ فرمایا۔ اس صولی میں تو میں کیا کر چکا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا اور ضرور تقیہ کیا۔ کیونکہ جس طرح صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۳۹ اضرار واعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے بھی قلت اضرار واعوان

لے رسول خدا اور تقیہ خدا کیلئے عذر کو رسول پاک نے ہر چیز کفار کو سے اذیتیں اٹھائیں تھیں لیکہ کا سامنا ہوا۔ اظہار حق اور اعلان کلمہ تو حید سے نہ رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی اشاعت بلا و کفار میں ہو گئی۔ اور کفر و ظلمت کی تاریکی دور ہو گئی۔ اگر رسول خدا تقیہ کرتے۔ تو اسلام کس طرح پھیلتا؟

قلت واعوان اضرار کا ضد فضول ہے جن کے شامل حال نفرت الہی ہوتی ہے۔ وہ قلت و کثرت واعوان کی پروا نہیں کیا کرتے۔ ساری خدائی کمیتوں فضل الہی کمیتوں۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں تو اسلام کے نام لہوا لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ رسول پاکؐ کے پاس کوئی فوج تھی، جب آپؐ نے ابتدا میں کفار کے سامنے کلمہ اقلیٰ توحید الہی کا اعلان کیا۔ پھر جناب امیر علیہ السلام جیسا کہ بیچ الباقیہ میں لکھا ہے۔ صلوٰۃ جہان کے مقابلہ کی طاقت رکھتے تھے۔ اور

اس میں جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے۔ فرمایا۔ اس صولی میں تو میں کیا کر چکا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا اور ضرور تقیہ کیا۔ کیونکہ جس طرح صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۳۹ اضرار واعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے بھی قلت اضرار واعوان

کے سبب خلفاء سے تقیہ کیا۔ اس تقیہ کرنے سے اگر پیغمبر صلعم کی شجاعت و قوت جبروت پر کوئی حریف نہیں وارد ہوتا۔ تو لازماً نفسِ سلطان (علی) پر جو کسی طرح پیغمبر کے کئی صف میں بھی زیادہ نہ تھے۔ کوئی اعتراض لازم نہیں آسکتا۔ مزید برآں جناب امیر نے بھی محض خطبات اسلام کے لئے اس وقت تقیہ کیا۔ اگر وہ تقیہ نہ کرتے۔ تو صدر اسلام کا زمانہ تھا۔ اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش سے اسلام خطرہ میں پڑ جاتا پس علیؑ نے بتا ہوا حدیثِ معتبرہ ثلثہ کی بیعت ہرگز نہیں کی۔ اور تقیہ میں وہ زمانہ گذار دیا۔ ہاں اگر آپ کو بیعتِ ثلثہ کے لئے مجبور کیا جاتا۔ تو لازماً پھر وہ بیعت کے مقابلہ میں خود الفقار اٹھانے کو ترجیح دیتے۔ اور تقیہ توڑ ڈالتے۔ مگر اخبارِ معتبرہ کی بنا پر نہ بیعت کیلئے وہ مجبور کئے گئے۔ نہ انہوں نے تقیہ توڑا باوجود تقیہ کرنے کے بھی یا اعتراضات اکابرِ علماء اہل سنت علیؑ نے سیرتِ ثلثہ پر عمل نہیں کیا بلکہ عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا زمانہ آ گیا۔ اور آپ نے دورانِ خلافت میں اصحابِ ثلثہ کے رخنے ڈالے ہوئے اسلام سے سب زائل کر دیئے۔ اور اس کو از سر نو احیا کیا۔

مسئلہ تقیہ کی ایجاد

موجود ان تہذیبِ شیعہ نے جب یہ دیکھا۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے خطبات اور ائمہ اہلبیت کے اقوال سے اصحابِ ثلثہ کی تعریف یحید پائی جاتی ہے۔ اور نیز جناب امیر علیہ السلام عہدِ خلافت اصحابِ ثلثہ میں ان سے شیعہ و شکر رہے۔ اور ہر معاملہ میں ان کے مشیر باتیر رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ مال غنائم سے حصہ لیتے رہے۔ اور مابانہ وظائفِ نقد و جنس حاصل کرتے رہے۔ پھر کس طرح یقین کیا جائے۔ کہ صحابہ ثلثہ سے وہ ناراض اور ان کی خلافت کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اس کے جواب کیلئے انہوں نے

سے شیعہ کی کتبِ معتبرہ اصول و فروع کافی۔ جلاء العیون۔ جلاء حیدر میں تصریح ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے لکھے میں رسولی و ائمریت کے لئے بوجہ کے پاس لیگئے۔ اور آپ نے مجبوراً بیعت کی کیا یہ سب روایات جبرہ شیعی ہیں؟ حائر ہی کے پاس اس کے خلاف کوئی روایت معتبرہ موجود ہے۔

تہ فروع کافی۔ کتاب الروضہ ص ۱۸ میں تصریح ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا پہلے خلفاء کے دستور العمل کو اگر میں تبدیل کرنا چاہوں۔ تو لوگ مجھ سے متنفر ہو جائیں گے۔ اس لئے میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا کیا جناب امیر علیہ السلام سچے نبی یا سید علی حائر ہی۔ اس کی تفصیل اپنے موقع پر آئیگی۔

مسئلہ تفسیر ایجا و کیا۔ کہ یہ سب کچھ جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہلبیت کا تفسیر تھا۔ جو بحد فضیلت رکھتا ہے۔ اور دین کی دس اجزا میں سے ۹ اجزا تفسیر میں ہیں۔ اور تمام ائمہ بلکہ انبیاء علیہم السلام کا دین و ایمان تفسیر ہی تھا۔ چلو چھٹی ہوتی۔ جاہل مریدوں کی تسکین خاطر کے لئے تفسیر کی پڑیہ کافی ہے۔ یہاں تک کہہ دیا۔ کہ ائمہ اہلبیت نے فرما دیا ہے۔ کہ دین حق ظاہر کرنے کے کیلئے نہیں۔ بلکہ چھپانے کیلئے ہوتا ہے۔ اصول کافی صحت میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک خاص شیعہ کو یوں فرمایا۔

يَا سَلِيْمَانُ اِنَّكُمْ عَلَى دِيْنٍ مِّنْ كَلِمَةِ اَخِيكَ اللهُ وَمَنْ اِذَا عَاذَ اللهُ اَذَلَهُ اللهُ (اے سلیمان تمہارا (شیعہ کا) ایسا مذہب ہے کہ جو اسکو چھپائے خدا اس کو عزت دیوے۔ اور جو اسکو ظاہر کرے خدا اسکو ذلیل کرے۔)

دوسری جگہ اسی کتاب کے صفحہ ۵۵ میں ہے۔ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اِذَا عَصَى عَلَيْنَا شَيْئًا مِّنْ اَمْرِنَا كُنْ قَتْلًا عَمْدًا وَّلَمْ يَقْتُلْنَا حَطَاءً (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ہمارے مذہب میں سے کچھ ظاہر کر دے۔ گویا اس نے ہمیں عدا قتل کر دیا۔ نہ خطاؤ)

نیز کتاب مذکور کے صفحہ ۵۵ میں ہے کہ مَنْ اِذَا عَصَى عَلَيْنَا شَيْئًا سَلَبَهُ اللهُ الْاِيْمَانَ (صادقؑ نے فرمایا جو ہماری حدیث کو ظاہر کر دے۔ خدا اس کا ایمان چھین لیتا ہے) ہر ایک ماعقل ذی بصیرت سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ حدیثیں یا روایات کی گھڑت ہیں۔ اور نہ ائمہ دین ایسا کیوں کہیں۔ کہ حق کے اظہار کے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اور مذہب اور دین کی اشاعت موجب قہر الہی اور اس کا کتمان باعث خوشنودی خدا ہے۔ اور کہ ائمہ کی حدیث یا ان کا مذہب ظاہر کر دینا ایسا ہے جیسا ان کو عدا قتل کر دینا۔ ہاں یہ درست ہے کہ رد افض کا مذہب ضرور چھپانے کے قابل ہے۔ اس کی تشہیر باعث فتنہ و فساد اور امن عام میں خلل اندازی کا موجب ہے۔ اور مذہب رد افض ہرگز ہرگز مذہب اہلبیت نہیں۔ ہو سکتا۔ بھلا جس مذہب میں اہمات المؤمنین (ازواج رسولؐ) کو گالیاں دینا ان کو لعنت و تبرا بھیجا جائز بلکہ دغل عبادت ہو۔ وہ کبھی اہل حق کا مذہب کہلا سکتا ہے؟ شاعر نے خوب کہا ہے کہ کہیں جو ناخلف بغض و حسد امت کی آؤں سے + نہیں پھر آج کو تر شیر مادہ نہیں سکتا

تفسیر مسئلہ متعہ

شیخہ حضرات کے مسائل کا کیا نہایت جوابات کی خدا کی قسم لا جواب کی ہر ایک مسئلہ نرالا اور ہر ایک مقولہ اعجوبہ روزگار ہوتا ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک عجیب و غریب مسئلہ متعہ کا ہے۔ متعہ کی فضیلت میں مستقل رسالے تصنیف کئے گئے ہیں۔ اور اس قدر ثواب بیان کیا گیا ہے۔ کہ فاعل و مفعول صرف اسی قدر عمل بجا لانے سے کلیہ جنت کے مالک ہو سکتے ہیں۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں

فضائل متعہ

(۱) تحفۃ العوام جلد ۲ ص ۲۱۱ میں ہے۔ فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک مرتبہ وہ اہل بہشت سے ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ کہ عذاب نہ کیا جائیگا وہ مرد اور وہ عورت کہ متعہ کرے۔

(۲) برہان المتعہ مولفہ سید ابوالقاسم والد علامہ سید علی حائری مطبوعہ میرا پور پریس لاہور کے ص ۱۱ میں ہے۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنْ رَجُلٍ تَمَتَّعَ تَمَتُّعَ الْمُتَعَةِ إِلَّا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ قَطْرَةً سَبْعِينَ مَلَكًا لِيَسْتَغْفِرُوا لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے پھر غسل جنابت کرے۔ پانی کے ہر قطرہ سے جو اس کے بدن کے گرے خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس متعہ شخص کے لئے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں)۔ ایسا ہی منج الصالحین ص ۱۱ میں ہے۔ (۳) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً أَمِنَ سَخَطَ اللَّهِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ خَشِيَ مَعَ الْإِبْرَاهِيمَ مَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ نَزَلَ أَحْمَقُ فِي الْجَنَّةِ (نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ جو ایک مرتبہ متعہ کرے خدا کے قہر سے نجات ملے۔ جو دو مرتبہ کرے اس کا خشر پاک لوگوں (بیغیروں)۔ اماموں) کے ساتھ ہوگا۔ جو تین مرتبہ متعہ کرے وہ رسول پاک کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا)

(۴) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً وَاحِدَةً عَتِقَ ثَلَاثَةً مِنَ النَّاسِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ عَتِقَ ثَلَاثًا مِنَ النَّاسِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَتِقَ كُلَّهُ مِنَ النَّاسِ۔ (رسول نے فرمایا جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے اس کے بدن کا تیسرا حصہ آتش و دفع سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو دو دفعہ کرے اس کے دو ثلث اور جو تین مرتبہ متعہ کرے اس کا تمام

بدن آتش و دوزخ کے آزاد ہو جاتا ہے)

(۵) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَتَّعَ مَرَاتٍ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ الْحَسَنِ
وَمَنْ مَتَّعَ مَرَاتٍ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ الْحُسَيْنِ وَمَنْ مَتَّعَ مَرَاتٍ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ
عَلِيٍّ وَمَنْ مَتَّعَ أَرْبَعَ مَرَاتٍ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ رَجَائِي (رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
ایک دفعہ متہ کرے وہ امام حسنؑ کا پائے۔ جو دو دفعہ متہ کرے تو امام حسینؑ کا درجہ حاصل ہو۔
تین دفعہ کرنے سے حضرت علیؑ کا رتبہ ملے۔ چار دفعہ متہ کرنے سے رسول پاکؐ کا ہم رتبہ ہو جائے)
ایسا ہی شیخ کی تفسیر منہج الصالحین ص ۳۵۲ میں ہے۔

بہنہ شیخ مذہب میں متہ مبارک کی کس قدر فضیلت ہے۔ نہ ایسی فضیلت نماز۔ روزہ نہ حج و زکوٰۃ
نہ دیگر عبادات کی ہے۔ کہ حسب روایت نمبر ۱۸ عمر بھروسے ایک دفعہ متہ کر لینے سے بہشت کا ٹھیکہ
مل جاتا ہے۔ اور جو مرد یا عورت متہ جیسا کار ثواب کر لے غلاب دوزخ سے نجات لے جائے
اور حسب روایت نمبر ۲ متہ کنندہ جب غسل جنابت کرتا ہے۔ تو اس کے بدن سے جو بے تعدد
قطرات پانی کے گرتے ہیں۔ ایک ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو قیامت
تک اس نیک مرد متہ کنندہ کے لئے خدا سے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ یہ موجب روایت
نمبر ۳۔ ایک دفعہ یہ فعل نیک متہ کرنے سے غضب الہی سے امان مل جاتی ہے۔ دو دفعہ
یہ عمل کرنے سے حشر مع الابرار (صدیقین مشہدار۔ انبیاء) ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔
تیسری دفعہ عمل متہ بجا لانے سے توحیت کا وہ درجہ مل جاتا ہے جو نبی آخر الزمان کے لئے
مخصوص ہے۔ بھو اے روایت نمبر ۴۔ ایک دفعہ متہ کرنے سے بدن کی ایک تہائی دو دفعہ
کرنے سے دو تہائی تین دفعہ کرنے سے تمام بدن پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔

بسنطوق روایت نمبر ۵۔ متہ کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ ایک دفعہ متہ کرنے سے امام حسنؑ کا
دومرتبہ کرنے سے امام حسینؑ کا تین دفعہ کرنے سے حضرت علیؑ کا اور چار دفعہ متہ کرنے سے
رسول پاکؐ کا درجہ مل جاتا ہے۔ پھر نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ اور دیگر عبادات کرنے کی کیا ضرورت
جن میں بدنی و مالی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں بس چار دفعہ کار ثواب (متہ) کر لیا جائے۔
ہم خیرا دم ثواب حفظ نفس بھی حاصل ہوا اور بہشت بھی مل جائے۔ مار جہنم کا کھٹکانہ رہے۔
امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ علیؑ رسول پاکؐ کے ہم رتبہ ہو کر فیم جنت کے مزے لوٹے۔
کیا کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی مان سکتا ہے۔ کہ یہ پیہودہ روایات جو ائمہ دین کھٹک

منسوب کی جاتی ہیں۔ نبی الواقعہ ان کے ہی اقوال ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص شہرت
رائی کی غرض سے ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرے۔ اور وہ حبس الفردوس کا مالک بن جائے
اور اماموں اور انبیاء کا ہم رتبہ ہو جائے۔ کَبُرَتْ مَكْرَةً تُخِجُ مِنَ الْأَقْوَامِ أَنْ يَقُولُوا
إِنَّا كُنَّا بِمَا لَا كُنَّا بِهَا۔ ایسے اقوال کا ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرنا عترت الرسول کی بہت بڑی
تسک ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

فہموس ہے۔ کہ متعہ جیسا حیا کش مسئلہ اسلام کا ایک فرقہ ایجاد کر کے دامن اسلام پر ایک
بڑا دھبہ لگاتا ہے۔ ہم اریہ کے خلاف مسئلہ نیوگ کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔ آریہ اس
کے جواب میں متعہ کا مسئلہ پیش کر دیتے ہیں۔ بتائیے اس کا کیا جواب دیا جاسکتا ہے؟

متعہ کیا چیز ہے؟

متعہ الحقیقت زناہ ہے جس کا نام صرف تبدیل کیا گیا ہے۔ اور اوصاف ساری وہی
ہیں۔ کیونکہ متعہ میں گواہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ تو ریت بھی نہیں مقدار بھی متعین نہیں جتنی
عورتوں سے چاہے متعہ کر سکتا ہے جیسا زناہ میں خرقی مقرر اور دقت معین کیا جاتا ہے ایسا
ہی متعہ میں بھی ہے۔ پیشہ و عورتیں بے حجاب بازاروں میں پھرتی ہیں۔ اسی طرح متعہ عورت کو
بھی پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اُجرت متعہ۔ بازاری عورتوں کے لئے اُجرت خرقی چار آٹھ آنہ یا روپیہ دو روپیہ مقرر کی
جاتی ہے۔ لیکن متعہ عورت کی اُجرت (خرقی) حسب روایات کتب شیعہ مٹھی بھر گہوں
یا ستویا خجور وغیرہ کافی ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۷ میں ہے۔ عَنْ الْأَحْوَلِ قَالَ قُلْتُ
لِإِبْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَذْنُ مَا تُنَاقِجُ بِهِ الْمُتْعَةَ قَالَ كَفَّ مِنْ يَمِينِ رَأْسِي
إِلَى يَدِي صَادَقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ پوچھا۔ کہ متعہ کی کم درجہ اُجرت کیا ہے۔ آپ نے کہا مٹھی بھر گہوں۔
دوسری روایت اس کتاب کے اسی ص ۱۹۷ میں ہے۔ عَنْ أَبِي بصيرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ أَذْنِ فَمَرِ الْمُتْعَةِ مَا هُوَ قَالَ كَفَّ مِنْ طَعَامِ دَيْقِ أَوْ سَوِيْقِ أَوْ مَمْرٍ۔
ابو بصیر کہتا ہے میں نے صادق سے دریافت کیا۔ کہ متعہ میں اوتے مہر کیا ہے؟ کہا مٹھی بھر
طعام آٹا یا ستویا خجور

بے تعدا و عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے

نکاح چار عورتوں سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن متعہ میں عام اجازت ہے۔ خواہ ہزار عورتوں سے متعہ کرے۔ ممانعت نہیں ہے۔

عَنْ أَبِي بصيرٍ قَالَ سَأَلَ ابْنُ عَبَّادٍ اللَّهَ عَنِ الْمُتَعَةِ أَرَحَى مِنَ الْأَسْرِجِ قَالَ لَا وَلَا مِنَ السَّبْعِينَ (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۱) (ابو بصیر کہتا ہے۔ صاویغ علیہ السلام متعہ کے بارہ میں دریافت کی گئی۔ کہ کیا چار عورتوں سے ہی متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا چار کیا۔ بلکہ ستر کی بھی حد نہیں ہے) عَنْ ثَمَرَةَ ابْنِ أَعْيُنٍ قَالَ مَا حُكِلُ مِنَ الْمُتَعَةِ قَالَ كَمْ شِئْتَ (زرارہ نے امام علیہ السلام سے پوچھا کتنی عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا جتنا چاہے)

ایک عورت سے بارہ متعہ

ایک عورت کو نکاح کر کے طلاق مثلاً دیجائے۔ تو دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ لیکن متعہ کے متعلق عام اجازت ہے۔ ایک عورت سے کئی بار متعہ کیا جاسکتا ہے عَنْ ثَمَرَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ جُعِلَتْ فِدَاكَ الْمَرْجُلُ تَنْزَوْجُ الْمُتَعَةَ وَيَقْضِي شَرْطَهَا ثُمَّ يَنْكَحُهَا رَجُلٌ آخَرَ حَتَّى يَأْتِيَ مِنْهُ ثُمَّ يَنْكَحُهَا الْأَوَّلُ حَتَّى يَأْتِيَ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَرْجُو ثَلَاثَةَ أَزْوَاجٍ يَحِلُّ لَكَ ذَلِكَ أَنْ يَتِمَّ وَجْهًا قَالَ لَعَنَ كَذَّابٌ هَذَا هَذَا هَذَا مُسْتَأْجَرَةٌ وَهِيَ بِمِثْلِ الْأَمَاءِ (زرارہ کہتا ہے میں نے امام باقر علیہ السلام سے کہا میں آپ پر قربان کوئی شخص متعہ کرے۔ اور اس کی شرط پوری ہو جائے پر دوسرا شخص اس سے متعہ کرے حتیٰ کہ اس سے قطع تعلق ہو جائے۔ پھر پہلا اس سے متعہ کرے حتیٰ کہ تین دفعہ اس سے قطع تعلق ہو۔ اور تین خاوند کرہ کی ہو کیا پہلا شخص پھر اس سے متعہ کر سکتا ہے یا آپ نے کہا جتنی دفعہ چاہے متعہ کیا کرے۔ یہ آزاد اور صیقل عورت نہیں بلکہ کرایہ کی عورت اور لونڈیوں کی (جواب ہے)

متعہ دوریہ

حضرات شیعہ نے متعہ کے متعلق ایک اور لطیف صورت یہ پیدا کی ہے کہ ایک عورت سے ایک رات میں دس بیٹ دی مگر متعہ کریں۔ اور یکے بعد دیگرے سب اس سے ہم بستر ہوں۔ اگر وہ عورت ایسی ہو کہ اس کی حیض بند ہو چکی ہے۔ تو یہ متعہ دوریہ بھی جائز

چنانچہ قاضی نور الدین شوسری نے کتاب مصائب النواصب میں تحریر کیا ہے۔ وَأَمَّا تَابِعًا
فَلَيْتَ مَا سَبَّكَ إِلَيَّ أَصْحَابِنَا مِنْ أَهْلِهِمْ جَوَزُوا أَنْ يَمْتَحِ الرِّجَالُ الْمُتَعَدِّدُونَ
لَيْلًا وَاحِدَةً مِنْ أَمْرَةٍ سَوَاءٌ كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ أَمْ لَا فَمَا خَانَ فِي
بَعْضِ قِيُودِهِ وَذَلِكَ لِأَنَّ الْأَصْحَابَ قَدْ خَصُّوا ذَلِكَ بِالْإِسْتِخْلَافِ بِغَيْرِهَا
مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ (تاجہ مصنف نور الدین الرافض نے جو ہمارے صحابہ کی طرف
منسوب کیا ہے کہ وہ اس بات کو جائز رکھتے ہیں۔ کہ بہت سے شخص اس ایک رات میں ہر ایک
عورت کے متعہ کریں۔ وہ حیض الی ہوا کیسہ ہو۔ سو اس میں خیانت کا بعض قیود چھوڑ دی گئی ہیں۔
کیونکہ ہمارے صحابہ نے اس کو اس عورت کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ جس کو حیض نہ آتا ہو
نہ کہ جس کے چاہے متعہ کرے۔ حیض آتا ہو یا نہ)

بہر حال خواہ عورت کیسے ہی کیوں نہ ہو۔ ایک رات میں ایک عورت سے بے تعداد
شخص کا متعہ کرنا کتنا بڑا بیجا فی کافعل ہے جسکو حضرات شیعہ جائز سمجھتے ہیں۔

ایک یہودہ حکایت

ولد اوکان متعہ نے اس بارہ میں عجیب و غریب حکایتیں وضع کی ہیں۔ اور یہ بھی خیال نہیں
کیا کہ ایسی یہودہ حکایات کے لئے اہل بیت کی کہانت تک ہشک و توہین ہوتی ہے؟
فروع کافی جلد ۱ ص ۱۹ میں ہے۔ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ اللَّيْثِيُّ إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ فَقَالَ
لَهُ مَا تَقُولُ فِي مُتَعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ أَحَلَّهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَعَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ هِيَ
حَلَالٌ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ مِثْلَكَ يَقُولُ هَذَا وَقَدْ حَرَّمَهَا عُمَرُ
وَنَحْيَ عَنْهُ فَقَالَ وَإِنْ كَانَتْ فَعَلَّ فَقَالَ أَعْبُدُكَ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ أَنْ يَحِلَّ شَيْئًا
حَرَّمَ عُمَرُ قَالَ فَقَالَ لَهُ فَإِنَّتَ عَلَى قَوْلِ صَاحِبِكَ وَأَنَا عَلَى قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَحِلُّكَ فَإِنَّ الْأَوَّلَ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ ذَلِكَ أَبَا طَلٍّ مَا قَالَ صَاحِبُكَ قَالَ فَأَجَبَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَقُولُ يَقَالُ يُقَالُ يُقَالُ يُقَالُ
أَنْتَ نِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَأَخَوَاتُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ
يَجْعَلُ عَلَيْكَ السَّلَامَ حِينَ ذَكَرَ نِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ وَنِسَاءُكَ
امام باقر علیہ السلام کے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا خدا نے اس کو اپنی کتاب

میں اور اپنے رسول کی زبان سے حلال کیا ہے۔ پس وہ قیامت تک حلال ہے۔ ابن عمر نے کہا آپ جیسا امام یہ بات کہے۔ حالانکہ عمرؓ نے اسکی حرمت کا فتوے دیدیا ہے۔ آپ سے یہ زیبا نہیں کہ جس چیز کی حرمت حضرت عمرؓ نے بیان کی ہو اسے آپ حلال کریں۔ امام باقرؑ نے کہا۔ تو عمرؓ کے قول پر فائدہ ہم میں رسول اللہ کے قول پر کاربند ہو نگا۔ پہلی بات قول رسولؐ ہے۔ اور تیسرا صاحب عمرؓ کا قول باطل ہے۔ ابن عمرؓ نے کہا کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ کی عورتیں لڑکیاں بہنیں۔ چھو پھیاں نچل کریں۔ امام باقرؑ نے یہ بات سنا اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔

ہم دعویٰ کے کہتے ہیں۔ کہ یہ قصہ یار لوگوں کا وضع کیا ہوا اور محض غلط ہے اگر امام باقرؑ معاذ اللہ متعہ کی حیثیت کے اس قدر قائل تھے۔ کہ اس کو سنت الرسولؐ اور قیامت کا طائر سمجھتے تھے۔ تو پھر عورتوں کا سوال اچھاننے سے کیوں نکل آجاتی۔ کہ بات ہی منقطع ہو گئی۔ اور کوئی جواب نہ سن پڑا۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ جو فعل مردوں کے لئے قیامت تک حلال اور موجب ثواب ہو۔ وہ عورتوں کے لئے باعث شرم و عار ہو۔ کوئی حکم اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ کہ جو ذکر کے لئے مباح اور اثاث کے لئے حرام ہو۔ دیا العکس اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ متعہ عورت و مرد کیلئے یکساں حرام ہے۔ نہ عقل اس کو درست سمجھتی ہے۔ نہ عقل سے اس کا کوئی ثبوت ہے۔

اسی طرح اسی کتاب میں ایک دوسری حدیث میں دربارہ متعہ امام باقر علیہ السلام اور امام ابوحنیفہ کے مابین مکالمہ درج کیا گیا ہے۔ مضمون ہر دو حدیث کا قریباً ایک ہی تم کا ہے اس لئے اس کا اندراج ضروری نہیں سمجھا گیا۔

متعہ سے ممانعت

دوسری جگہ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۲ میں ایک حدیث ہے۔ جس سے متعہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ عَنْ الْمُفَضَّلِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ فِي الْمُتَعَدِّ عَوَّاهَا مَا يَسْتَحْيِي أَحَدُكُمْ أَنْ يَبْرِي فِي مَوْضِعِ الْعَوْرَةِ فَيَحْمِلُ ذَلِكَ عَلَى صَاحِبِهَا أَخَوَانِهِ وَأَصْحَابِهِ (مفضل کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے۔ متعہ چھڑو دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ کوئی شخص عورت کی شرمگاہ

دیکھیے۔ اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے جا کر کرے)

نیز اسی کتاب میں اسی صفحہ پر درج ہے۔ کُتِبَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ
مَوَالِيهِ لَا تَكُونُوا عَلَى الْمَنَعَةِ إِنَّمَا عَلَيْكُمْ قَامَةُ السُّنَّةِ فَلَا تَسْتَفِيدُوا بِهَا عَدُوَّ
فِرْسَانِكُمْ وَحَرَّائِشِكُمْ فَيَكْفُوتَ وَيَتَبَرَّيْنَ وَيَدَّعَيْنَ عَلَى الْإِمَامِ بِذَا لَكَ
فَيَأْتِيَ لَكَ (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۱) ترجمہ۔ حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض قدام کو
کہا کہ متحر پر ہر دست کر دو صرف سنت بجا لاؤ۔ اور اس میں صرف مت ہو جاؤ۔ تاکہ تم
اپنی مشکوہ عورتوں اور کینزوں سے ہٹ جاؤ۔ اور وہ متطل رہیں۔ اور پاکباز بکر ہماری
دائستگیر ہوں۔ اور میں (اس وجہ سے کہ ہم نے حکم متہ دیا ہے) لعنت کریں۔

دوسری حدیث میں متہ کے ہر ار کی ممانعت ہے۔ اور پہلی حدیث میں کلی ممانعت ہے
اور یہ بات کہ احادیث شیعہ میں اس قدر تعارض و تخالف ہے کہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون
حکم درست اور کونسا نادرست ہے۔ ایک تشریح طلب امر ہے جبکہ ہم اپنے خود پر پناہ کیلئے
غرض متہ جیسا محزب اطلاق حیا سوز مسئلہ اسلام کا مسئلہ گز نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ
بندگان نفس رہو اکو اس سے کیسی ہی دلچسپی کیوں نہ ہو۔ شاعر کہتا ہے
مطلوب ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو تو نہیب وہ چاہئے کہ زار بھی حلال ہو

چوتھا مسئلہ۔ انبیاء پر ایمہ کی فضیلت

یہ سلم ہے کہ نبی کے درجہ کو غیر نبی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ کیا ہی عزت و مقرب۔ ولی الام
ہو۔ لیکن شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمہ اہل بیت جمیع انبیاء کے افضل ہیں چنانچہ شیخی یقین
اردوست میں ہے۔ اکثر علماء شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت امیر اور دیگر تمام ایمہ ہمارے
جمیع انبیاء کے افضل ہیں۔

پانچواں مسئلہ۔ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جناب امیر و دیگر ایمہ خدا کی زبان میں۔ آئندہ
ہاتھ اور جنب اللہ (خدا کی پسلی) میں۔ صول کافی ص ۱۷۱ میں ہے: عَنْ أَشْوَدِ بْنِ مَعْدٍ
قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ فَأَتَشَاءُ يَقُولُ ابْدَأْ مِنْهُ مِنْ عِيَالٍ أَنْ أَسْأَلَ
فَعَنْ حُجَّةِ اللَّهِ وَفَعَنْ بَابِ اللَّهِ وَفَعَنْ لِسَانِ اللَّهِ وَفَعَنْ وَجْهَ اللَّهِ وَفَعَنْ
عَيْنِ اللَّهِ فِي خَلْقِهِ وَفَعَنْ وَمَا أَمَرَ اللَّهُ فِي عِبَادِهِ (سعد بن سعید کہتا ہے۔

میں امام باقر علیہ السلام کے ہاں بیٹھا تھا۔ وہ خود ہی کہنے لگے بغیر اس کے کہ میں نے دریافت کیا ہے ہم خدا کی محبت میں ہم خدا کا دروازہ ہیں۔ ہم خدا کی زبان اور خدا کا گنہ اور خدا کی آنکھیں اس کی مخلوق میں اور ہم خدا کے امر کے اس کے بندوں میں مختار کار ہیں۔

اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ حَدَّثَنِي هَاشِمُ بْنُ اَبِي عَمَّارٍ جَهَنِّي قَالَ سَمِعْتُ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَقُولُ اَنَا عَيْنُ اللَّهِ وَآنَا يَدُ اللَّهِ وَآنَا بَابُ اللَّهِ (ہاشم بن ابی عمار کہتا ہے میں نے امیر المؤمنین سے سنا کہتے تھے۔ ہم خدا کی آنکھ اس کے ہاتھ اس کے پہلو اور خدا کے دروازہ ہیں)

چھٹا مسئلہ اگرچہ اسلام کا یہ مسلم عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں لیکن شیخ اس کے خلاف حضرت علیؓ کو رسول کے گھر تہ بیکہ ان کے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۱ میں ہے۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يَا سَكِينَاتُ مَا جَاءَ مِنْ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يُوْخَذُ بِهِ وَمَا يَنْهَى عَنْهُ يَنْتَهَى عَنْهُ جَرَحَ لَهُ مِنْ فَضْلِ مَا جَوَّزَ لِي رَسُولُ اللَّهِ (صادقؓ نے فرمایا اے سلیمان جو امیر المؤمنین حکم دیں مانو جس سے منع کریں۔ اس سے باز رہو علیؓ کو وہی فضیلت حاصل ہے جو رسولؐ کو ہے)

پھر اسی صفحہ کتاب مذکور میں لکھا ہے قَالَ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ اَنَا فَرَسِيْمُ اللَّهِ بَيْنَ الْاَجْنَةِ وَالنَّاسِ وَآنَا الْفَارُوقُ الْاَكْبَرُ وَآنَا صَاحِبُ الْعَصَا وَالْيَسِيْمُ وَلَقَدْ اَقْرَأْتُ فِي جَمِيعِ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ مِثْلَ مَا اَقْرَأْتُ لِمُحَمَّدٍ وَلَقَدْ حَمَلْتُ عَلَى مِثْلِ حُمُولَةِ رَسُولِ اللَّهِ وَهِيَ حُمُولَةُ الرَّبِّ وَآنَ مُحَمَّدٍ اَيْدِي وَتَكْسِي وَلَيْسَتْ تَنْطِقُ وَادْعَى فَا كَسَفَ وَاسْتَعْقَى فَا نَطَقَ عَلَى حَدِّ مَنْطِقِهِ وَلَقَدْ اُعْطِيتُ خِصَالًا لَمْ يُعْطَ لَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِي حَمَلْتُ عِلْمَ الْمَنَآيَا وَالْبَلَايَا وَالْاَسْنَابِ وَفُضِّلَ الْخُطَابُ عَلَيَّ لَمَّا سَقَيْتُ وَلَمْ يُعْزَبْ عَنِّي مَا غَابَ عَنِّي اَبَشِيرُ يَذِنُ اللَّهُ وَآوَدُوْنِي عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ ذَلِكَ مَكْنِي اللَّهُ فِيهِ بِاِذْنِهِ (ترجمہ۔ امیر المؤمنینؓ نے فرمایا میں خدا کی طرف سے جنت و دوزخ کی تقسیم کا مالک ہوں میں فاروق اعظم ہوں۔ اور صاحب عصا و یسیم ہوں تمام ملائکہ و روح نے اسی طرح میرا آواز کیا جیسا کہ رسولؐ کا انہوں نے آواز کیا۔ مجھے اسی سواری پر سوار کیا گیا جو رسولؐ کی سواری منجانب اللہ تھی محمدؐ صلعم بلائے جائینگے اور پوشاک پہنائے جائینگے۔ اور کلام کہے جائینگے۔ اسی طرح میں بھی پیکار اچھاؤں لگاؤں۔ اور پوشاک پہنائوں)

جاؤ لنگا۔ اور بلایا جاؤ لنگا۔ اور کلام کرو لنگا۔ رسول کی کلام کی طرح میں پانچ چیزیں دیا گیا ہوں۔ جو کسی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئیں۔ مجھے موتوں مصیبتوں۔ نبیوں۔ فیصلہ حق کے علوم دیئے گئے ہیں۔ پہلی باتیں مجھ سے چھپی نہیں رہیں۔ اور نہ غیبی امور مجھ سے مخفی ہیں۔ میں خدا کے حکم سے بشارت دو لنگا۔ اور خدا کی طرف سے سب کچھ پورا کرو لنگا۔ ان تمام امور کا مجھے خدا نے کئی اختیار دیدیا ہے۔)

ان روایات سے ثابت ہے۔ کہ فضیلت میں رسول اور علیؑ میں کچھ فرق نہیں ہے پہلی روایت میں صاف کہا گیا ہے۔ کہ جہ فضل علیؑ رسولؐ کو حاصل ہیں۔ دوسری میں تشریح کر دی گئی ہے۔ کہ جو خصوصیات رسولؐ اکرم کی ہیں۔ ان سب میں علیؑ ان کے شریک ہیں۔ بلکہ علوم خمسہ کے حاصل ہونے میں رسولؐ کے بھی علیؑ کا ہر فائق ہو گیا ہے۔

کارا لا نور جلدہ ص ۱۱۱ میں ہے۔ ایک راوی نبی صلعم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ اے علیؑ تمہارے لئے بہت سی چیزیں ہیں۔ کہ ان میں سے میرے لئے بھی نہیں ہیں۔ اول یہ کہ فاطمہؑ جیسی تمہاری بیوی ہے۔ حالانکہ اس جیسی میرے لئے نہیں ہے۔ اور تمہارے نطفہ سے تمہارے دو بیٹے ہیں۔ کہ ان جیسے میرے نطفہ سے نہیں ہیں۔ اور خدیجہؑ جیسی تمہاری ساس ہیں۔ ایسی میری کوئی ساس نہیں ہے۔ اور مجھ جیسا تمہارا خسر ہے۔ حالانکہ ایسا میرا کوئی خسر نہیں ہے۔ اور جعفرؑ جیسے تمہارے نسی بھائی ہیں۔ حالانکہ اس جیسا میرا کوئی نسی نہیں ہے۔ اور فاطمہ بنت ہاشمہؑ ہمارے جیسی تمہاری والدہ ہیں۔ ان جیسی میری والدہ نہیں ہے۔

سائنو ان مسئلہ یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح (خدا کے پاک) ہے لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرتؐ کو ایک طاہرین سے ملکہ بعض یا تمام ارواح کو قبض کرنے کا اختیار حاصل ہے چنانچہ حق الیقین اردو ص ۲۹۶ میں ہے۔ "حدیث میں

لہ سبحان اللہ اثبات فضیلت علیؑ کے لئے جو حدیث مذہب شیعہ نے کیسا عجیب استدلال قائم کیا ہے۔ اس منطق کے دو سے تو ایک عربیت کا اذ لئے شخص بھی بادشاہ سے بڑھ جائے۔ یوں کہہ کر ہمارا بادشاہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ ہے۔ لیکن آپ کا کوئی ایسا بادشاہ نہیں ہے۔ یا ایک زندقہ نشان اہی میں یوں کہہ کر کہ ہمارا خدا جامع صفات کمالیہ اور وحدہ لا شریک ہے۔ لیکن خدا کا کوئی ایسا خدا نہیں ہے۔ اس لئے خود باللہ میں خدا سے فضیلت میں بڑا ہوا میں سے

ہر شخص میں رائے شیعہ عجیب باضرب ہے۔ وجوہات کی خدا کی قسم لا جواب ہے۔

اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت بھی تمام ایسے ظاہرین کے ساتھ بعض روحوں کو قبض کرتے ہیں یا تمام روحوں کے قبض کرنے میں بحکم خدا دخل رکھتے ہیں۔ مگر تقیہ کے سبب منافقوں سے اور ان یاران سے جن کی عقل ضعیف ہے۔ اس کی تصریح نہیں کی ہے جیسا کہ خطبہ غیر مشہورہ میں فرمایا۔ کہ میں بحکم خدا زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہوں۔

آٹھواں مسئلہ۔ موت و حیات اللہ کے اختیار میں۔

یہ مسئلہ امر ہے کہ موت و حیات خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کسی انسان کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ ایسے الہیت کو موت و حیات پر کئی اختیار تھا۔ چاہے مریں یا نہ مریں۔ چنانچہ صول کافی صفحہ ۱۵۹ میں باب یوں باندھا گیا ہے۔

بَابُ أَنَّ الْأَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُونَ مَتَى يَمُوتُونَ وَأَنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ إِلَّا بِإِخْتِيَارِهِ مِنْهُمْ (باب ہے اس کا کہ ایسے اپنی موت کا وقت جانتے ہیں۔ اور موت ان کے اختیار میں ہے)

اسی صفحہ میں ہے۔ عَنْ أَبِي بصير قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَمَّا لَا يَعْلَمُ مَا يُصِيبُهُ وَإِلَى مَا يَصِيرُ فَلَيْسَ ذَلِكَ حُجَّةً لِلَّهِ عَلَى خَلْقِهِ (ابو بصیر کہتا ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جس امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہو۔ اور کہ اس کو یہ مصیبت پہنچ سکی۔ تو وہ خدا کی طرف سے مخلوق پر حجت نہیں ہو سکتا)

نواں مسئلہ۔ یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ما کان وما یكون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے مگر شیعہ کہتے ہیں کہ ایسے کو یہ سب معلومات حاصل ہیں۔ چنانچہ صول کافی صفحہ ۱۵۹ میں باب ہی یوں باندھا ہے۔

بَابُ أَنَّ الْأَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُونَ عِلْمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ وَأَنَّهُ لَا يَخْفَى عَلَيْهِمْ شَيْءٌ (باب اس کا کہ ایسے کو علم ما کان وما یكون حاصل ہوتا ہے اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہے۔)

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۵۹ میں ہے۔ يَكْفَعُونَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا فِي الْجَنَّةِ وَأَعْلَمُ مَا فِي النَّارِ وَأَعْلَمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ (امام صادق ؑ نے فرمایا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے میں وہ سب کچھ جانتا ہوں۔ اور گذشتہ و آئندہ کل اقدات و نسب کا بھی مجھے علم ہے)

دسواں مسئلہ۔ آسمان و زمین و ما فیہا جناب امیر کے تابع حکم۔

شیعو کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے تابع حکم آسمان و زمین و ما فیہا سب کچھ ہے۔ چنانچہ حق یقین ص ۳۳ میں ہے۔ میں صاحب عہد اوسیم ہوں۔ میں وہ ہوں۔ کہ خدا نے ابروؤں و رعدوں اور برقوں کو اور تاریکی و روشنائی اور ہوا اور بارشوں اور دریاؤں اور ستاروں اور آفتاب و ماہتاب کو میرا مستخر کیا ہے۔ میں اس امت کا ہادی ہوں۔
گیا دھواں سکہ میت پر بد دعا۔

ایک مشہور کہادت ہے۔ "مرے ہوئے کو مارے شاہ دراز۔" مرے ہوئے شخص سے کسی کو میر باقی نہیں رہتا۔ ہر ایک شخص کو اس کی حالت پر رحم آتا ہے۔ اور اس کے لئے دعا و خیر کر رہا ہے لیکن شیعہ حضرات ایسے صاف باطن میں کہ میت شیعہ نہ ہو۔ بلکہ سنی ہو۔ تو اس کے جنازہ میں کھڑے ہو کر بجائے دعا کے بد دعا کرتے ہیں جیسا کہ ہم بروایت تحفہ العوام ثابت کر چکے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ایسے ظاہرین کے ذمے بھی الزام عاید کیا کرتے ہیں کہ وہ بھی ایسا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فروع کافی ص ۹۹ جلد میں ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُنَافِقِينَ مَاتَ فَخَرَجَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ يَمْشِي فَلَقِيَهُ مَوْتٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيْنَ تَذْهَبُ يَا فُلَانُ قَالَ فَقَالَ لَهُ مَوْلَايَ أَفْرَأَيْتَ مِنْ جَنَائِدِ هَذَا الْمُنَافِقِ أَنَّ أَصْلِي عَلَيْهِمَا فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْظِرْ أَنْ تَقُومَ عَلَيَّ يَمْنِي فَمَا سَمِعْتَنِي أَتَقُولُ فَقُلْ مِثْلَهُ فَلَمَّا أَنْ كَبَّرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اللَّهُ أَكْبَرَ اللَّهُمَّ ائْتِنَا عَبْدَكَ أَلْفَ أَلْفٍ لَعْنَةٍ مَوْتَكُنَّ غَيْرُ مُتَغَلِّبَةٍ أَلَلَّهِمْ أَخْزِ عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ وَأَصْلَكَ حَرَّ نَارِكَ وَأَذِقْهُ أَشَدَّ عَذَابِكَ فَإِنَّهُ كَانَ يَتَوَلَّى أَهْلَ امْتِكَ وَيُحَادِّثُ أَوْلِيَاءَكَ وَيُبْغِضُ أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ (ترجمہ)۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک منافق مر گیا۔ حضرت امام حسینؑ جنازہ کے ہمراہ چلے جا رہے تھے۔ کہ آپ کا غلام راستہ

سے تو پھر خلفائے ثلاثہ کے مقابلے اعدائے اعداء کا غدر و دستبرد ہوا جب آپ کے تابع حکم ہوا۔ اور بہار اور رعد و برق بلکہ ستارے اور آفتاب و ماہتاب بھی تھے۔ تو پھر آپ کو تلاذ کے مقابلے سے کیا ڈر تھا۔ ایک بہار کو حکم دیدئے دشمنوں کے سروں کو توڑ پھوڑ دیتا۔ اور رعد و برق کو اشارہ کر دیتے۔ ان کے آں میں ان کو جلا کر بھجھ کر دیتے۔ مہاجرین و انصار کے در بدر جنسین کو ساتھ لئے امداد حاصل کرنے کیلئے جانیکی کیا ضرورت تھی۔ انہو۔ شیعو صاحبان ایسی خلاف عقل باتیں کہہ کر جب ہنسائی کرتے ہیں۔ اور حقائق و حقائق بائیں جناب امیرؑ و امام کو تحریک گردانتے ہیں۔

میں مل گیا۔ امام نے پوچھا کہاں جاتا ہے؟ غلام نے کہا۔ اس منافق کے جنازہ سے بھاگتا ہوں اس جنازہ پر صاف نہیں چاہتا۔ آپ نے کہا۔ دیکھ میری دہائی جانب کھڑا ہو جانا اور جو کچھ میں کہوں تو بھی کہتے جانا جب تکبیر ہوئی۔ امام حسینؑ نے یوں کہا۔ الہی تو اپنے ظلمان بندے پر ہزاروں لعنتیں کر جوڑی ہوئی الگ الگ نہ ہوں۔ الہی تو اپنے اس بندے کو اپنے بندوں اور شہروں میں رسوا کر اور آگ کی گرمی میں تباہ۔ اور اس کو سخت عذاب چکھا۔ کہ یہ تیرے دشمنوں سے دوستی اور تیرے دوستوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اور تیرے نبیؐ کی اہلبیت کا دشمن تھا)

جائے عزت ہے۔ کہ حضرت امام حسینؑ جیسے بے رو و ریا شخص کو جس نے نیرنگی کی بیعت نہ کرنے کے باعث اپنا اور اپنی اہلبیت کا سر کٹوا دیا۔ ایک منافق کے جنازہ پڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جس کی وجہ سے حاضرین جنازہ دھوکے میں پڑ جائیں۔ کہ یہ تو کوئی بڑا ایچا اور سچا مسلمان تھا۔ کہ اس کے جنازہ میں امام حسینؑ جیسے برگزیدہ امام بہ نفس نفیس تشریف لائے۔ اور اس کے جنازہ کی نماز ادا فرمائی۔ غلام کے سوا کسی اور شخص کو کیا معلوم تھا۔ کہ چپکے چپکے آپ کیا کہہ گئے۔ دعا دی یا بد دعا کرتے رہے۔

۱۵ وہم۔ نماز جنازہ تو صرف دعا کے لئے ہوتا ہے۔ اگر جناب امام کو اس کجعت بیت کیلئے بد دعا کرنا ہی منظور تھی۔ تو گھر میں بیٹھ کر کر سکتے تھے۔ جنازہ پر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ امام والا تمام کی بد دعا تو گھر بیٹھے ہی تیر بہیت تھی۔

دیکھئے اکیسی کسی بیہودہ روایات گھر کر ائمہ کرام کے ذمے اتہام لگاتے ہیں بھلا جس شخص کے نام رسولؐ پاک کی یہ شان ہو۔ کہ ایک منافق کے جنازہ پر جائیں۔ تو اس کے لئے طلب مغفرت کریں۔ حتیٰ کہ رب العزت فرمائے۔ کہ اگر تشریف دہی اس نا بھار کے لئے استغفار کی گئی۔ تو بھی بخشنا جائے گا۔ قربان جائیں اس نبیؐ شفیع درجہ کے کہ آپؐ فرمانے لگے میں اکثر دفعہ استغفار کروں گا۔ شاید یہ بخشا جائے پھر امام حسینؑ اپنے جد امجد کے خلاف ایسی سنگدلی کریں۔ کہ میت کے جنازہ پر بد دعا کرنے کیلئے مدعو ہوں۔ اور اُنے بد دعا کرنے لگیں استغفار بار بھوال مسئلہ۔ امام ران سے نچلتے ہیں۔

قرآن گواہ ہے۔ کہ تو ہم ایک انسان گماں کی رحم سے ہوتا ہے۔ آیۃ ہُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاُمْنِ حَامٍ کَیْفَ یَشَاءُ اس پر شاہد ہے لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ امام رحم سے نہیں بلکہ ماں کی ران سے نچلتے ہیں۔ چنانچہ حق الیقین صلاۃ میں ہے۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت

نے فرمایا کہ ہم اوصیائے انبیاء کا حل پیٹ میں نہیں رہتا۔ بلکہ پیلو میں رہتا ہے۔ ہم رحم سے باہر نہیں نکلتے۔ بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ کیونکہ ہم خدا کے نور میں۔ اور خدا نے چرک و سجاست کو ہم سے دور کیا ہے۔

تیسرا سوال مسئلہ خنزیر کے بال و چمڑہ وغیرہ
مسلمان خنزیر کو ایسا نجس سمجھتے ہیں۔ کہ اس کا نام لینے سے بھی نفرت ہے لیکن شیعہ حضرات خنزیر کے بال و پشم۔ چمڑے کو پاک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ خنزیر کے بالوں کی رستی بنا کر کنوئیں سے پانی نکال کر مینا۔ وضو کرنا حرج نہیں ہے۔ نیز خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔ عَنْ ثَمَرَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ الْجُلِيِّ يَكُونُ مِنْ شَعْرِ الْخَنزِيرِ يَسْتَقْبِلُ بِهِ الْمَاءَ مِنْ الْيَدِ هَلْ يَتَوَضَّأُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ قَالَ لَا بَأْسَ (ترجمہ۔ زوارہ کہتے ہیں میں نے امام صادق سے دریافت کیا کہ خنزیر کے بالوں کی رستی سے کنوئیں سے پانی نکال کر اس سے وضو کیا جاسکتا ہے آپ نے کچھ حرج نہیں ہے)

(۲) فروع کافی جلد ۲ جزو ۲ ص ۱۱۱ میں ہے۔ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ فَشَعْرُ الْخَنزِيرِ يُعْمَلُ مِنْهُ حَبْلًا وَيُسْتَقْبَلُ بِهِ مِنَ الْيَدِ الْغَيُّ يُشْرَبُ مِنْهَا أَوْ يَتَوَضَّأُ مِنْهَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ (راوی کہتا ہے۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا خنزیر کے بالوں کی رستی بنا کر کنوئیں سے پانی نکالا جائے جس سے پانی پیا جائے یا وضو کیا جائے۔ کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور علی بن عقبہ اور علی بن حسین بن زیاد نے یہ ایراد کیا ہے۔ کہ فرمایا کہ خنزیر کے بال اور پشم سب پاک ہیں)

(۳) من لای یحضرہ الفقیہ ص ۱۱۱ میں ہے۔ سَأَلَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ لَهَا أَنَا اشْتَرَيْتُ نَبَايَا يَصْنَعُ الْخَمْرَ فَهَذِهِ الْخَنزِيرُ وَعَمْدُ حَاكِمِهَا أَنْصَلِي فِيهَا قَبْلَ أَنْ تُغْسِلَهَا فَقَالَ لَمْ لَا بَأْسَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ أَكْلَهُ وَشَرْبَهُ وَكَرْمَهُمْ لَمْ يَنْسَهُ وَمَسَّهُ وَالصَّلَاةُ فِيهَا (ترجمہ۔ امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہما السلام سے دریافت کیا گیا کہ ہم ایسے کپڑے خرید لیا کرتے ہیں کہ ان کو خنزیر کی

چربی اور شراب لگا ہوتا ہے۔ کیا ان کو پھیل کر دھوئے بغیر نماز ان میں پڑھی جاسکتی ہے انہوں نے کہا ہاں بیشک خدا تعالیٰ خنزیر کا کھانا اور شراب کا پینا حرام کیا ہے۔ ان سے طوٹ کپڑے کا پہن لینا یا پھوننا اور ان میں نماز پڑھنا منع ہے۔ (خوب یہ شیعہ پاک مذہب کی برکات میں کہ کپڑے کو خنزیر کی چربی لگی ہو یا شراب کے آلودہ ہو۔ اس کو خوشی سے استعمال کر کے کچھ ضایعہ نہیں ہے۔ ان اشیاء کا کھانا پینا حرام ہے ویسے برت لینا منع نہیں ہے۔

پودھوں کے مذہبی وادی

عضو مخصوص سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے۔ وہ پلید ناقض الوضو ہے لیکن شیعہ مذہب میں مذہبی اور وادی جو شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ نماز فاسد ہوتی ہے۔ اگرچہ ایڑیوں تک بہ کر چلی جائے۔ شرمگاہ کو دھونے کی بھی حاجت نہیں ہے چنانچہ فروع کافی جلد اصل میں ہے۔ عَنْ سَمَاعٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنْ سَأَلَ مِنْ ذَكَرِكَ نَسَى مِنْ مَذْيِ أَوْ وَدْيِ وَانْتَفَى فِي الصَّلَاةِ فَلَا غَسْلَ وَلَا يُقَطِّعُ الصَّلَاةَ وَلَا يَقْضِي لَهَا لَوْ صَوَّعُوا أَنْ يَلْعَ حَقْبِيكَ فَإِنَّمَا ذَلِكَ بِمِثْلَةِ الْخَمَامَةِ (ترجمہ: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ اگر تیرے ذکر سے مذہبی یا وادی خارج ہو جب تم نماز پڑھ رہے ہو۔ تو اس کو مت دھو۔ اور نماز کو مت توڑو۔ وضو بھی شکست نہ سمجھو اگرچہ بہکر تمہاری ایڑیوں تک جا پہنچے۔ کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا ناک کا پانی)

(۲) من لا یحضر الفقیہ میں ہے۔ كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَهْدِي فِي الْمَذْيِ وَصُوعًا وَلَا غَسْلَ مَا أَصَابَ مِنْهُ۔ وَوَدْيِ أَوْ الْمَذْيِ وَالْوَدْيِ بِمِثْلِهِ الْبَصَاقِ وَالْمَخَاطِ فَلَا يُغْسَلُ مِنْهُمَا الشُّوبُ وَلَا الْخَلِيلُ (ترجمہ: امیر المؤمنینؑ مذہبی میں وضو کا حکم نہ دیتے تھے۔ اور نہ اس چیز کے دھونے کا جس کو مذہبی لگی ہو۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ مذہبی اور وادی تھوک یا ناک کے پانی کا حکم رکھتی ہیں۔ پس میں کپڑے کو لگ جائیں۔ اسے دھونے کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ شرمگاہ (جہاں سے یہ پلیدی نکلی ہے) کو بھی دھونے کی ضرورت نہیں ہے)

واہ شیعہ پاک مذہب کا کیا کہنا! مذہب ناک اور شرمگاہ کو یکساں بنا دیا۔ جیسے مذہب ناک سے رطوبت نکلی ہوئی پاک ہے۔ ویسا ہی اس ناپاک عضو مخصوص سے نکلی ہوئی رطوبت

بھی پاک ہے۔ سے کوئی جانے تو کیا جائے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔

پہلے سوال مسئلہ (کنوئیں میں گناہ)

گناہ نجس العین ہے۔ کنوئیں میں گر پڑے تو کنواں پلید ہو جاتا ہے۔ جب تک نہ نکلے پاک نہیں ہوتا۔ لیکن شیعہ مذہب میں ہے کہ گناہ برائی یعنی چھو یا وغیرہ کی طرح پانی میں جائے۔ تو صرف پانچ ڈول نکالو کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ فرع کافی جلد ص ۱۱ میں ہے
عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْفَأْسَةِ وَالسُّكُورَةِ وَالْجَاغَةِ وَالطُّيْرِ وَالْكَلْبِ
قَالَ مَا لَمْ يَنْقُصْ أَقْبِيخُ طَعْمُ الْمَاءِ فَيَكْفِيكَ تَحْمُسُ دَلَايَةٍ (ترجمہ: حاق علیہ السلام
سے چھو یا پانی مرغی چکھی۔ کتے کی بابت دریافت کیا۔ (جو کنوئیں میں گر پڑیں) آپ نے فرمایا
اگر سوچ نہ جائیں۔ پانی کا ذائقہ نہ بدے۔ تو پانچ ڈول نکال دینا کافی ہیں)

سولہواں مسئلہ (کنوئیں میں گوہ)

شیعہ مذہب کے روئے کنوئیں میں گوہ گر پڑے۔ تو دس ڈول نکالنا کافی ہیں۔ اور محل
جائے تو چالیس ڈول سن لایحضو الفقہ ص ۱۱ میں ہے سَمِي وَفَع فِي الْبَيْتِ عَنْ مَاءِ السُّكُورِ
مِنْهَا عَشْرَةُ دَلَايَةٍ فَإِنْ ذَابَتْ فِيهَا السُّكُورُ مِثْلًا يَكُونُ دَلَايَةً إِلَى خَمْسِينَ دَلَايَةً
(ترجمہ: جب کنوئیں میں گوہ گر پڑے۔ تو دس ڈول پانی کے نکلے جائیں۔ اور محل جائے
تو چالیس کے پچاس تک نکال دیں)

سترہواں مسئلہ کنوئیں میں گوہ سے بھری زنبیل گر پڑے گوہ گیلیا ہوا خشک تو
کچھ حرج نہیں ہے۔ وضو کیا کریں۔ کوئی ڈول چھینچھکی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب
نکود کے صفحہ نمبر ۱۱ میں ہے۔ وَإِنْ وَفَع فِي الْبَيْتِ زَنْبِيلٌ مِنْ عَدَسَةٍ تَطْبِلُهُ أَوْ يَابِسَةٍ
أَوْ زَنْبِيلٌ مِنْ سَرَقِينَ فَلَا بَأْسَ بِالْوَضُوءِ مِنْهَا وَلَا يَنْزَحُ مِنْهَا شَيْءٌ (ترجمہ
کنوئیں میں گوہ سے آلودہ گیلیا ہوا خشک زنبیل گر پڑے یا گوبر سے آلودہ تو کچھ حرج نہیں
ہے۔ اس کنوئیں کے پانی سے وضو جائز ہے۔ کچھ بھی پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اٹھارواں مسئلہ نمازی مرد نماز میں کھڑا ہو۔ اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو اشارہ
کے مانگ سکتا ہے۔ عورت کو کسی چیز کی حاجت ہو۔ تو وہ تالی پٹے یا رانوں پر ہاتھ مارے
سن لایحضو الفقہ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّجُلِ يُرِيدُ الْحَاجَةَ
وَهُوَ يَصَلِّي فِي الصَّلَاةِ قَالَ يُشِيرُ بِبِيَدِهِ وَالْمَرْأَةُ إِذَا أَرَادَتْ الْحَاجَةَ تَصْفِقُ

(امام صادقؑ نے فرمایا۔ نمازی روزنامہ میں ہو۔ اور کسی بات کی حاجت ہو۔ تو ماتھ سے اٹھا کر کے مانگ لے۔ اور عورت کو کوئی چیز مطلوب ہو۔ تو وہ تالی بجا سکے)

سوال مسئلہ گھی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور زندہ ہی نکال لیا جائے۔ تو وہ گھی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۱۱)۔ وَفَعَّ الْفَأْسَاةُ أَوِ الْكَلْبُ فِي السُّمْنِ وَالنَّزْبِتِ فَخَرَجَ مِنْهُ حَبًّا لَا بَأْسَ بِأَكْلِهِ (ترجمہ: چوہا یا کتا گھی یا تیل میں گر پڑیں اور جیتے ہی نکل جائیں۔ اس گھی وغیرہ کو کھایا جاسکتا ہے۔ کچھ حرج نہیں۔)

سوال مسئلہ گوشت کی دیگ پکائی جائے۔ اور اس سے مرہا ہو یا چوہا نکل پڑے تو مرہا یا چھینک دیا جائے اور گوشت کی بوٹیاں دھو کر کھا لو کتاب مذکور ص ۱۱۱ میں ہے قَدْ مَرَّ طَلْحَتْ فَإِذَا فِيهِ فَاسَاةٌ كَقُرْصِ قُرْصِهَا فَيُؤْكَلُ لَمْ يَكُنْ بَعْدَ أَنْ يُفْسَلَ (ترجمہ: دیگ میں گوشت پکایا گیا اور اس میں سے چوہا نکلا ہو۔ تو شور یا چھینک دیا جائے۔ اور گوشت دھو کر کھایا جائے)

سوال مسئلہ ایک پانی کا پرنالہ دوسرا پیشاب کا جاری ہوا پس میں تل جائیں۔ پیرایا اور چیز جب کوہ پانی لگ جائے پلید نہیں ہوتے (فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱) عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَوْنُ مِزَابَيْنِ سَاوٍ أَحَدُهُمَا مِزَابٌ بُولٍ وَالْآخَرُ مِزَابٌ مَاءٍ فَاسْتَطَاعَ أَحَدُهُمَا بَأْسَ مَا كَانَ بِهِ بَأْسًا (ترجمہ:۔۔ صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

دو پرنالے جاری ہوں۔ ایک پیشاب کا دوسرا پانی کا اور وہ دونوں اکٹھے ہو جائیں اور اس میں سے کچھ تیرے بدن (یا کپڑے) سے لگ جائے۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔)

سوال مسئلہ شیعیہ مذہب میں جنب شخص کھانی سکتا ہے۔ قراءۃ قرآن ذکر رکوع

بھی کر سکتا ہے۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔ عَنْ ابْنِ مُبَارِقٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ

عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنْبِ يَأْكُلُ وَيَشْرِبُ وَيَقْرَأُ قَالَ نَعَمْ يَأْكُلُ وَيَشْرِبُ

وَيَقْرَأُ وَيَذْكُرُ اللَّهُ مَا شَاءَ (ابن بکیر) صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ کیا جنب شخص کھا

بی سکتا ہے اور قرآن پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے کہا ہاں کھائے پیئے قرآن پڑھے جس قدر

ذکر رکوع کرنا چاہے کرے)

سوال مسئلہ شیعیہ مذہب میں جنازہ بیوضو جایز ہے۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے

عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَعْقُوْبَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ اُجْحَانَةِ
 اَصْلَى حَلِيْمَةَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ صَلَوَاتُ عَلَيْنَا فَقَالَ نَعَمْ اِنَّهَا هُوَ تَكْبِيْرٌ وَتَقْبِيْلٌ وَتَحْمِيْدٌ وَتَحْمِيْلٌ
 (یونس بن یعقوب نے صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا میں نماز جنازہ وضو کے بغیر
 پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے کہا ہاں جنازہ صرف تکبیر و تسبیح اور حمد و ثناء ہے)

سوال چوبیسواں مکملہ شیخ مذہب کے رہے اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی یا جورو کی
 بیٹی سے زنا کرے۔ عورت اس پر حرام نہیں ہوتی۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۸۱ میں ہے۔
 عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَضِيَ عَنْهُ قَالَ فِي سَأَلٍ سَأَلْنَا اَبَا اَمْرًا رَضِيَ عَنْهُ اَوْ يَابِتَهَا اَوْ يَابِتْهَا
 فَقَالَ لَا يَحْرِمُكَ ذَلِكَ حَلِيْمَةُ امْرَأَتِكَ (امام باقر علیہ السلام سے دریافت ہوا کہ کوئی شخص
 اپنی ساس یا جورو کی بیٹی سے یا سالی سے زنا کرے۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے اس کی عورت
 حرام نہیں ہوتی۔)

سوال چوبیسواں مکملہ۔ کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لونڈی سے زنا کرے۔ تو وہ عورت
 عورت زانی کے باپ پر حرام نہیں ہو جاتی۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۸۱ میں ہے۔ قَالَ قَالَ
 اَبُو جَعْفَرٍ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا رَضِيَ عَنْهُمَا سَأَلْنَا سَاجِدًا مِمَّنْ رَضِيَ عَنْهُمَا اَوْ جَارِيَةً رَضِيَ عَنْهَا
 ذَلِكَ لَا يَحْرِمُكَ عَلَيَّ سَأَلْنَا اَوْ لَا يَحْرِمُكَ اَوْ لَا يَحْرِمُكَ اَوْ لَا يَحْرِمُكَ اَوْ لَا يَحْرِمُكَ اَوْ لَا يَحْرِمُكَ
 امام باقر نے فرمایا۔ کوئی شخص اپنے باپ کی جورو یا لونڈی سے زنا کرے۔ تو وہ عورت
 مریض اس کے باپ پر اور وہ لونڈی آقا پر حرام نہیں ہو جاتی)

سوال چوبیسواں مکملہ۔

شیخ کی سند کتاب حدیث اجتہاد ص ۱۸۱ میں تصریح ہے کہ اپنی عورت سے متعلق
 فطری حرکت کرنا جائز ہے۔ بلکہ اس کے متعلق ایک عجیب روایت کتاب مذکور جلد ۲
 ص ۱۸۱ میں یوں لکھی ہے۔ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ اَوْ اَخِي
 مَنْ سَأَلَهُ عَنْ الْمَرْجُلِ يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي ذَلِكَ الْمَوْضِعِ وَفِي الْبَيْتِ جَمَاعَةٌ فَقَالَ
 لَا وَرَأَيْتُ صَوْتَهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَنْ كَلَّفَ مَمْلُوكًا مَا لَا يَطِيقُ فَلْيَعْلَمْ
 ثُمَّ نَظَرَ فِي وَجْهِهِ اَهْلِي الْبَيْتِ ثُمَّ اصْعَقَ اِنِّي فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ (ترجمہ رحماؤ
 ابن عثمان روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق سے دریافت کیا کہ اپنی عورت
 کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ کے پاس بہت آدمی بیٹھے تھے۔ آپ نے

بلند آواز سے فرمایا کہ اپنے غلام سے اس کی طاقت سے بڑھ کر خدمت یعنی جائز نہیں۔
 بلکہ اسے فروخت کر دینا چاہئے۔ (غرض یہ تھی کہ اور لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے غلام کے
 متعلق مسئلہ پوچھا ہے) راوی کہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے منہ دیکھ کر آپ نے اپنا منہ
 جھکا کر مجھے چپکنے سے فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام عالی مقام علانیہ طور پر یہ مسئلہ بتانے سے شرعاً تھے لوگوں
 کو مغالطہ میں ڈال کر راوی کے کان میں کہہ دیا کہ ہاں اس فعل میں کچھ حرج نہیں ہے۔
 فروع کافی جلد ۲ ص ۲۳۷ میں ہے۔ قُلْتُ لِلرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ مَرْجُلًا مِنْ قَوْمِ لَيْلَى
 أَتَى فِي ابْنِ أَسْتَلِكٍ عَنْ مُسْلِمٍ هَا يَكْفُو أَسْتَحْيِي مِنْكَ أَنْ يَسْأَلَكَ قَالَ وَمَا هُوَ قُلْتُ
 الْمَرْجُلُ يَأْتِي إِمْرَأَةً فِي دُبُرِهَا قَالَ ذَلِكَ لَكَ قُلْتُ فَأَنْتَ تَفْعَلُ قَالَ إِنَّا لَا نَفْعَلُ
 ذَلِكَ (ترجمہ)۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی۔ آپ کا علم
 ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ سے مارے نہشت و شرم کے نہیں پوچھ سکتا۔
 فرمایا کیا ہے؟ میں نے کہا کہ مرد اپنی عورت کی مقعد میں دخول کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا ہاں
 اسے اجازت ہے۔ میں نے کہا آپ بھی ایسا کیا کرتے ہیں؟ کہا ہم ایسا نہیں کیا کرتے (خود را
 فضیحت دیگر انرا فیضیت)

سنا بیسوال مسئلہ شیعہ مذہب میں اپنی عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دینا۔ چوننا جائز ہے
 فروع کافی جلد ۲ ص ۲۳۷ میں ہے۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَنْ
 الْمَرْجُلِ يَقْبَلُ فَرْجَ امْرَأَةٍ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ (ترجمہ)۔ علی بن جعفر سے روایت ہے۔
 کہ میں نے امام ابو الحسن سے دریافت کیا کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کو جو م سکتا ہے؟ آپ نے
 کہا۔ کچھ حرج نہیں ہے۔ ط

اٹھایا سوال مسئلہ۔ اپنی عورت کی شرمگاہ کو بیکھنا بھی مضایقہ ندارد۔ اسی کتاب کے صفحہ
 میں ہے۔ عَنْ سَمَاعٍ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَرْجُلِ يَنْظُرُ
 إِلَى امْرَأَةٍ وَحَيْثُ عُرْيَانَةٌ قَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ وَهَلِ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا ذَلِكَ
 (ترجمہ)۔ اسحاق بن عمار نے صادق سے دریافت کیا کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کو بیکھنا
 برائی دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے کہا کیا مضایقہ بلکہ مزہ تو اسی میں ہے)

حاشا دکلا ائمہ طاہرین کی طرف ایسے حیا کش مسائل منسوب کرنا ان کی غایت درجہ کی توہین

ایسی باتیں تو شہوانی مزاج تاشین بھی کرتے شرماتے ہیں۔

سوال مسئلہ - عاریۃ الفرج (شرنگاہ دوسرے کو عاریتاً دیدینا) بھی جائز رکھا ہے۔ استبصار جلد ۲ ص ۵۵ میں ہے۔ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَارِيَةِ الْفَرْجِ قَالَ لَا بَاءَ مِنْهُ (امام صادق علیہ السلام سے مسئلہ عاریۃ الفرج دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مضائقہ نہیں) استغفر اللہ۔

سوال مسئلہ - جناب امیر علیہ السلام کی طرف ایک ایسا مسئلہ منسوب کیا گیا ہے جو عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں۔ وہ یہ کہ ایک عورت اکیلی منگل میں جا رہی تھی۔ اس کو سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا۔ اس شرط پر پانی دیتا ہوں کہ مجھ سے ہم بستر ہو۔ مجبوراً عورت نے مان لیا۔ اعرابی نے منہ کا لایا۔ عورت امیر المؤمنین عرصہ کے دربار میں آکر اقبالی ہوئی۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے کہا کوئی جرم نہیں ہوا۔ عورت کی رضا مندی سے یہ فعل ہوا پس یہ نکاح ہو گیا۔ چلو چھٹی ہو گئی۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۲ ص ۵۵ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَأَةً اُكْرِي عُمَرًا فَقَالَتْ اِرْقُ نَرْتِبْتُ فَنَظَرْتُ فِي قَائِمِهَا اَنْ تَرَاهُمْ قَاخِرٌ يَدِيْكَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَقَالَ كَيْفَ نَرْتِبْتُ فَقَالَتْ هَمَزْتُ بِالْبَادِيَةِ قَا صَابِي عَطَشٌ شَدِيدٌ قَا سَقَيْتُ اَعْرَابِيًّا قَابِي اَنْ يَسْقِيَنِي اَلَا اَنْ اُمْلِكَنَهُ مِنْ نَفْسِيْ فَاَمْلَأْتُهُ اَجْعَلُكَ فِي الْعَطَشِ وَخِفْتُ عَلَى نَفْسِيْ قَا مَلَكْتُهُ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ رَتْنَا رَسِيْحٌ وَتَرَاتِ الْكُفْرَةَ۔

(صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی۔ اور کہا میں نے زناہ کیا ہے۔ آپ مجھے پاک سمجھے۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر علیہ السلام کو بات کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے عورت سے پوچھا۔ تو نے کس طرح زناہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں منگل میں جا رہی تھی۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا مجھ سے ہم بستر کرے تو پانی دوں گا۔ جب پیاس نے مجھے میتاب کیا اور دم جانے کا اندیشہ ہوا۔ تو میں نے اسے اپنے نفس پر قابو دیا۔ امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ بخدا یہ تو نکاح ہو گیا ہے جائے غور ہے کہ متعہ و شیعہ کے ہاں مروج تھا ہی۔ اس روایت پر عمل کیا جائے۔ تو زناہ کا بھی دنیا سے نام ہی اٹھ جائے۔ بازاری عورتوں سے جو لوگ زناہ کا ارتکاب کرتے

ہیں۔ اس میں بھی عورت و مرد باہم راضی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو صرف یانی پلایا گیا۔ وہاں روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ اور یہاں بیاس کی مجبوری تھی۔ وہاں بھوکہ سستی ہے۔ پھر وہ بطریق اولیٰ نکاح ہو گیا۔ زنا نہ رہا۔ نجات ہے کہ ارکان نکاح و دواہ و ایجاب و قبول سے ایک بات بھی نہ ہوئی۔ عورت مجبوری سے بدکاری پر راضی ہو گئی۔ اس کی کائنات نے اسے شرمندہ سمیادہ سمجھتی تھی۔ کہ میں نے خلاف شرع جرم زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ خوفِ عقوبت سے دوبار شریعت میں گئی۔ تاکہ نہ راز ہو کہ عفو جرم ہو۔ اسی علیہ السلام نے حکم دیدیا۔ نہ راز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو نکاح میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ کس قدر بہتان اسی علیہ السلام پر ہے۔ مخالف اسلام یہ واقعہ سن لے۔ تو وہ کیا کچھ بکواس کرے۔ یہ شیعانِ علی ہیں۔ جو آپ کو یوں مٹھون کرتے ہیں۔

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم کہ با من ہرچہ کرواں ہر شاکر
کسی نے سچ کہا ہے دشمن دانا یہ از ناوان دوست -

اکتیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں ہے کہ عورت اونٹ پر سوار ہو اور مرد جماع کرنا چاہے۔ تو بھی اسے انکار نہ کرنا چاہئے۔ تحفۃ العوام ص ۱۸ میں ہے "شوہر کو منع نہ کرے جماع سے اگرچہ پشت شرم پر ہو۔" الدرر کے بے شرمی۔

بیتیسواں مسئلہ۔ لڑکے کو ختنہ تو سب لوگ کیا کرتے ہیں۔ شیعہ مذہب کے رو سے لڑکیوں کو بھی ختنہ کرنا چاہئے۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۸۱ میں ہے۔ عَنْ ابْنِ عَبَّادٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ السَّلَامُ قَالَ الْخَتْنَانِ سُنَّةٌ فِي الرِّجَالِ وَمَكْرَهٌ فِي النِّسَاءِ (ترجمہ۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ختنہ لڑکوں میں تو سنت ہے اور عورتوں میں باعظِ فضیلت ہے) ایسا ہی حق الیقین اردو ص ۱۸۱ میں ہے۔ "ختنہ کا حکم سنت واجب ہے پسر کے لئے۔ اور دختر کیلئے شرم کے نزدیک اس کی قدر و منزلت کا باعث ہے۔" واہ چغوش۔

تیسویں مسئلہ شیعہ مذہب کے رو سے ختی مرد سے عورتوں کو ستر کرتے کی ضرورت نہیں ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۸۱ میں ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ بَرْزَعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرَّاضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَنَاعِ الْحَمَامَةِ مِنَ الْخُصْيَانِ قَالَ كَأَنَّا يَدُخُلُونَ حُلًى بَنَاتِ ابْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا يَتَّقَعْنَ قُلُوبَهُنَّ فَكَأَنَّا

سے ایسا ہی فروع کافی جلد ۲ ص ۱۸۱ میں ہے۔

اَحْمَدُ قَالَ لَا قُلْتُ مَا لَا حَرَامَ يَتَفَعُّ مِنْهُمْ قَالَ لَا (مترجمہ: محمد بن اسماعیل کہتا ہے میں نے امام رضا سے پوچھا کیا اہل عورتوں کو خضی مردوں سے پروہ کرنا چاہئے۔ آپ نے کہا خضی مرد و امام ابو الحسن کی لڑکیوں کے سامنے ہوا کرتے تھے۔ راوی نے کہا یہ وہ مرد اہل تھے؟ کہا نہیں۔ پھر راوی نے کہا کیا اہل خضی مرد سے پروہ کرنا چاہئے۔ کیا نہیں)

چوتھا سوال مسئلہ جلق (شت زنی کر کے میں کچھ مواخذہ نہیں ہے شروع کافی جلد ۳۳۳ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الذَّلِيلِ قَالَ قَاتِلْهُ وَنَفْسِهِ لَا شَيْخَ عَلَيْهِ (ترجمہ: امام جعفر صادق سے دوبارہ جلق (شت زنی) دریافت کیا گیا۔ آپ نے کہا اپنے وجود سے فعل... کرتا ہے۔ اے کوئی مواخذہ نہیں ہے)

پنجم سوال مسئلہ شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ میں لکھا ہے۔ جو شخص محرم عورتوں۔ ماں۔ بہن۔ بیٹی وغیرہ سے نکاح کر کے جماع کرے۔ اس کو زناہ نہیں کہتے۔ بلکہ من و وجہ یہ فعل حلال ہے۔ جو اولاد پیدا ہو۔ اس کو اولاد زناہ کہنا جائز نہیں ہے۔ جو ایسے مولود کو ولد الزنا کہے۔ وہ قابل نساء ہے۔ منحص عبارت یوں ہے۔ لَا ذَنْبَ يَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْحَرَامِ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَلَّ عَرْشُهُمَا فِي الْقُرْآنِ مِنَ الْأُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ إِلَى آخِرِ آيَةِ كُلِّ ذَاكَ حَلَالٌ مِنْ جَمْعِ الزَّوْجِ وَلَا يَكُونُ وَلَا ذَنْبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ جُلْدُ أَحَدٍ لِدَفْعِهِ مَوْلُودًا بِزَوْجٍ مُرْتَدٍّ (ترجمہ: جو شخص محرم عورتوں کو جن کی حرمت کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ ماؤں بیٹیوں وغیرہ سے سب کا آخر آیت تک ذکر ہے نکاح کبیب حلال ہیں۔ نکاح کی جہت سے وہ ان کی اولاد کا وجہ سے اولاد زناہ نہیں ہے۔ جو شخص ان لڑکوں کو جو اس وجہ سے پیدا ہوں تہمت دے۔ وہ ولد الزنا ہیں) اس کو نساء تازناہ دیکھا جائیگی۔ کیونکہ وہ نکاح صحیح سے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ شیعہ کے مسائل کا کیا کہنا۔ شاعر کہتا ہے

يَلْزَمُكَ الْخَطَا بِكُلِّ رَأْيٍ
لَعْمَرِي أَنْتَ أَوْ كِي لَا ذِكَا

چھٹا سوال مسئلہ شیعہ کے نزدیک سنی مسلمان کہتے اور ولد الزنا سے بھی بُرا ہے شروع کافی جلد ۸ صفحہ ۳ پر ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَقْتُلْ مِنَ الْبِرِّ الَّتِي يَجْمَعُ فِيهَا غُسَالُهُ الْحَاوِيَاتِ فِيهَا غُسَالُهُ مَوْلَى الزَّانَا وَهُوَ لَا

يُظهِرُ إِلَى سَبْعَةِ آبَاءَ وَفِيهَا غَسَّالَةُ النَّاصِبِ وَهُوَ شَرُّ هَمَانِ اللَّهِ كَمَا يُخَالِقُ
خَلْقًا أَهْوَتْ مِنَ الْكَلْبِ وَأَنَّ النَّاصِبَ أَهْوَتْ عَلَى اللَّهِ مِنَ الْكَلْبِ (ترجمہ مسلم
جحفہ صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسے کنوئیں کے پانی سے مت نہلو جس میں حمام کا مستعمل
پانی پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں ولد الزنا کے بدن کا پانی بھی گرا ہوا ہوتا ہے۔ اور ولد زنا رات
بشت تک پاک نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں نا بھی (سستی) کے بدن سے گرا ہوا بھی ہوتا ہے
اور وہ نا بھی (سستی) ولد زنا اور کتے سے بھی برتر ہے۔ خالص تمام مخلوق سے بُرا کتے
کو بنایا ہے۔ اور نا بھی (سستی) کتے بھی بُرا ہے)

دیکھو شیعہ صاحبان سیئوں کو کتے اور ولد زنا سے بھی بُرا سمجھتے ہیں پھر اگر سستی
ان سے برتر آد کریں۔ تو ان سے بڑھ کر کون بے غیرت ہو سکتا ہے۔

سینتیسواں مسئلہ شیعہ کے عقیدہ کے رد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحاب ثلاثہ و ازواج پاک پر لعنت و تبرا داخل نواب ہے۔ چنانچہ پہلے بحوالہ تحفۃ العلوم
لکھا جا چکا ہے۔ اور نیز محققین یقین صحت میں ہے۔ اور ہمارا اعتقاد اس برائتِ شیعہ
میں یہ ہے۔ کہ نیرای طلب کرنا چاہئے چاروں بیٹوں سے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و
و معاویہؓ اور چاروں عورتوں سے یعنی عاتشہؓ و حفصہؓ و ہندہؓ و اُمّ الحکم اور ان کے تمام
اتباع و شیاع سے۔

دیکھو شیعہ ہمارے بزرگانِ دین و صحاب ثلاثہ کو بُت قرار دیتے ہیں۔ ان کو اور انہما
المؤمنین ازواج رسولؐ کو لعنت و تبرا دینا واجب سمجھتے ہیں۔ اور اس لعنت و تبرا میں تمام
دوستدارانِ صحاب ثلاثہ و ازواج پاک کو بھی شریک کرتے ہیں۔ پھر اگر ہم ان کو کافر
کہیں۔ تو ہمیں تعصب اور اتفاق میں خلل انداز سمجھا جاتا ہے۔

ایک ہم میں کہ کریں آہ تو ہو جاتے ہیں بنامِ شریک وہ میں کہ کریں قتل تو حرجا نہیں ہوتا
اتیسواں مسئلہ شیعہ کے نزدیک ان اہل بیت پر بھی لعنت و تبرا بھیجا واجب ہے

لہ شیعہ سنی کو بھی کہتے ہیں۔ صحیح یقین صحت میں ہے۔ میں اور جس کتاب میں اس روایت کی کہ لوگوں نے امام علیؓ
کی خدمت میں عرض کیا کہ آیا تم بھی کہے جانے اور بھیجے میں اس سے زیادہ کے محتاج ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین
برا ابوبکرؓ و عمرؓ کو مقدم جانے۔ اور ان کی امامت کا اعتقاد رکھے۔ حضرت سے جو بارید کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے
ہو سکتا ہے۔

جنہوں نے دعویٰ امامت کیا چنانچہ حق یقین صلوات میں لکھا ہے۔ یہ کہ نائنہ و نشان
اہل بیت اور حادیہ و زید و دیگر مخالفین اہل بیت کے بیزاری واجب ہے۔ کیونکہ انہوں
نے خلافت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ بلکہ خلفاء اسمعیلیہ اور زیدیہ کے بھی بیزاری واجب ہے
کیونکہ انہوں نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔

جائے غور ہے۔ کہ شیعیان علیؑ کے دستِ شہم سے اولاد علیؑ (اہل بیت) بھی نہیں
بچ سکے۔ اور شما تو کس شمار میں ہیں۔

صوفی و زہدیں دونوں تیرے غم سے تباہ و خوار گھر ہے ویراں تو خرابات خراب

اور تالیس سوال مسئلہ شیعہ کی مشہور کتاب فروغ کافی جلد ۳ ص ۱۱ میں ہے۔

کہ حضرت امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کی عبارت یہ ہے۔ ثُمَّ أَسْرَأَ إِلَى عَلِيِّ
بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ مِثْلُ مَا قَالَتْهُ بَلْقَرَشِي فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ
الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَمَا آيَةُ أَنْ لَمْ أَقِرَّ بِكَ أَلَيْسَ لِقَتْلِي مَا قَتَلْتَ
الرَّجُلَ بِالْأَمْسِ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعْنَهُ اللَّهُ بَلَى فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَدْ أَقْرَرْتُ بِكَ بِمَا سَأَلْتُ أَفَأَعْبَدُكُمْ مَعَكُمْ يَا لَكَ فَإِنْ شِئْتُمْ
فَأَمْسِكُ وَإِنْ شِئْتُمْ بَعِثْ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعْنَهُ اللَّهُ أَذْنَى لَكَ حَقَّقْتَ ذَمَّكَ
وَلَمْ يَنْقُصْكَ ذَمُّكَ مِنْ شَيْءٍ فَلَمْ يَنْجُ (ترجمہ ۱: پھر یزید نے امام زین العابدینؑ کے پاس

آدمی بھیجا۔ اور ان کو وہی بات کہی۔ جو قریشی مرو کے ساتھ کہی تھی۔ امام نے کہا یہ تو بتاؤ۔
کہ اگر میں (تمہاری بیعت کا) اقرار نہ کروں۔ تو مجھے بھی قتل کر دیگا۔ جیسا کہ کل مرو قریشی قتل کر رہا
گیا ہے۔ یزید نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہوگا۔ امام زین العابدینؑ نے کہا۔ میں تیری خلافت کو تسلیم
کرنا ہوں۔ میں تو تمہارا مجبور غلام ہوں۔ خواہ مجھے اپنے پاس رکھو۔ یا فروخت کر دو۔ یزید نے کہا۔

تو نے اچھا کیا ہے۔ اپنی جان بچالی ہے۔ اور تیرے نشان میں کچھ کمی نہیں ہوئی)

غور کرو بیشدہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اہل سنت و الجماعہ یزید کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اہل سنت کو
تو اس ملعون کو بھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن شیعہ میں کہ حضرت امام زین العابدینؑ کی یزید
ملعون سے بیعت کے قایل ہیں۔ بھلا یہ کس طرح مانا جاسکتا ہے۔ کہ ایک قریشی تو اس ملعون
کی بیعت تسلیم کرنے پر آمادہ تو ترجیح دے۔ اور امام تاج الدین العابدینؑ جو اس امام عالی مقام
کے فرزند تھے۔ جنہوں نے ہر طرف بیعت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی اور اپنی اہل بیت کی جان

قربان کر دی۔ اُن سے یزید کی غلامی کا اقرار اپنی کیلی جان کی خاطر کب متصور ہو سکتا تھا۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ایک عام قریشی بھی امام علیہ السلام سے استقامت میں بڑھ نکلا کہ ایک فاسق و فاجر کی بیعت پر اپنی جان کی قربانی کو ترجیح دی لیکن امام نے جان کو ایمان سے زیادہ عزیز سمجھا۔ اِنَّ هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

چالیسواں مسئلہ تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ نماز روزہ حج و زکوٰۃ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے جس کی ادائیگی پر وہ خود مجبور ہے لیکن شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بعض شیعہ نماز روزہ حج و زکوٰۃ کا فریضہ ادا کریں تو بعض نہ کرنے والوں کی تلافی ہو جاتی ہے گویا یہ سب امور فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہیں۔

اصول کافی ص ۵۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ كَيْدٌ فَيَجْعَلُ مَنْ يُصَلِّي عَنْهُ لَا يُصَلِّي مِنْ شَيْعَتِنَا وَلَوْ اَجْمَعُوا عَلَى تَرْكِ التَّوَكُّفِ لَهَلَكُوا وَ اَنَّ اللَّهَ كَيْدٌ فَيَجْعَلُ مَنْ شَجَّ مِنْ شَيْعَتِنَا عَنْ لَحْجَةٍ وَ اَجْمَعُوا عَلَى تَرْكِ الْحَجِّ هَلَكُوا وَ هُوَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ كَوَلَّاهُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ لِّئَلَّا يُفْلِحَ الْكَافِرُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ قَوْلُ اللَّهِ مَا تَنَزَّلَتْ اِلَّا فِيكُمْ وَ لَا عَنِي بَآءٌ غَيْرُكُمْ (ترجمہ)۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نماز پڑھنے والے شیعہوں کے طفیل بے نمازدوں کو بچا لیتا ہے۔ اور اگر ہمارے سارے شیعہ بے نماز ہو جائیں تو سب ہلاک ہو جائیں۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے والے شیعہوں اور حج کرنے والوں کے طفیل نہ زکوٰۃ دینے نہ حج کرنے والے شیعہ بچ جاتے ہیں۔ ورنہ سب ہلاک ہو جائیں یہی غور ہے اس آیت کا کہ اگر خدا بعض لوگوں کے طفیل بعض کی مداخلت نہ کرے تو زمین تباہ ہو جائے۔ بخدا یہ آیت صرف تم شیعوں کی حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے غیر بالکل مراد نہیں میں پھر تمام شیعہ کو کیا پڑی ہے کہ نماز روزہ حج و زکوٰۃ کی اصالتاً تکلیف کریں۔ آخر دنیا میں کچھ نہ کچھ ایسے شیعہ بھی موجود ہوں گے جو یہ فرایض ادا کر چھوڑتے ہیں۔ پھر ان کی بدولت یہ سب بے نماز۔ بے روزہ۔ حج و زکوٰۃ کے تارکین کو اللہ تعالیٰ امان دیدیگا۔

خوب شیعہ صاحبان کے لئے بہت سے دیگر اعمال ایسے موجود ہیں جن کی بدولت بے تعداد فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو قیامت تک ان نیک اعمال کے بجا لائے والوں کے لئے تسبیح و تہلیل کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ سب نیکی ان نیک مردوں کے نامہ اعمال میں لکھی

جاتی ہے۔ جیسا کہ متعصبیا کا جواب کرنے والے میں (کما تر)
 یہ بھی کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ بنار اسلام پانچ ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔
 ولایت۔ مگر ان سب سے فضیلت ولایت کو ہے۔ جیسا کہ اصول کافی ص ۱۱ میں ہے نیز جہ
 میر علیہ السلام کی ولایت ہو جانے سے شیعہ صاحبان داخل جنت ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص
 جب سال بھر میں ایک دفعہ غم امام حسینؑ میں سینہ کوئی کٹیں۔ پھر نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ
 ایسی سعویات میں پڑنے کی انہیں کیا ضرورت ہے۔

آدم بر سر مطلب

مضمون اتنا لمبا ہو گیا ہے کہ اصل مضمون سے ہم بہت دور جا پڑے ہیں۔ حدیث ثقلین
 کی بحث ہو رہی تھی۔ جو شیعہ خلافت بلا فصل جناب امیر علیہ السلام پر ایک دلیل پیش کیا
 کرتے ہیں۔ سو ثقل اکبر قرآن کریم سے شیعہ کے انکار کو زبردست دلائل سے ثابت کیا
 گیا۔ پھر ثقل اصغر ائمہ اہل بیت کی ہشک و توہین کی تشریح بھی کر دی گئی۔ اور یہ کہ ائمہ
 اہل ہار کے ذمے شیعہ ایسے گندے اور تعفن خیز تنگ مسائل منسوب کرتے ہیں جو ان کی
 سرسبز تنگ و توہین ہے۔ اس لئے شیعہ کو حدیث ثقلین دائرہ اسلام سے ہی خارج کئے
 دیتی ہے۔ کجا یہ بات کہ وہ اس سے استدلال کر سکیں۔

شیعہ کی پانچویں دلیل

ایک اور دلیل آیت ذیل سے دی جاتی ہے۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (میں تم سے اس تبلیغ پر کچھ اجر نہیں
 مانگتا۔ ہاں یہ چاہتا ہوں۔ کہ قربت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو)

اس آیت کا شیعہ حضرات یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں مانگتا
 اتنا اجر مانگتا ہوں۔ کہ میرے قریبیوں (اہل بیت) سے دوستی رکھو۔

اس آیت میں بھی مسئلہ خلافت علیؑ پر کوئی اشارہ تک پایا نہیں جاتا۔ اگر یہی معنی
 تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضور علیہ السلام کے اقرباء۔ سے دوستی رکھنا ضروری ہے تو اہل سنت
 کو اس سے کب انکار ہو سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ حضرت علیؑ کو پہلا خلیفہ مان
 لو۔ جب جناب مدوح خود اس کو مطالبہ قبل از وقت قرار دیتے ہیں۔ جیسے کہ آگے ذکر ہو گا۔

تو اس کو خلیفہ رابع تسلیم کرنے سے محبت اور مودت میں کچھ فرق نہیں آتا حالانکہ آیت کا وہ معنی کریں۔ جو شیعہ کہتے ہیں تمہارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت پر حرف آتا ہے۔ جب حق تعالیٰ نے تمام دیگر انبیاء کا مقولہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ کہ تم تبلیغ رسالت پر کچھ اجر نہیں مانگتے۔ تو ختم المرسلین کی نسبت یہ اعتقاد کہ آپ اس امر پر اجر طلب کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کی شان اقدس کے منافی ہے۔ نیز یہ آیت دوسری آیت کے مخالف ہو جاتی ہے۔ جو یوں ہے۔ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (کہہ دے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا۔ نہ کچھ تکلیف چاہتا ہوں) اگر آیت کا مضمون یہ ہو کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں چاہتا۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تم میرے رشتہ داروں سے دوستی کرو) جس کا دوسرا معنی یہ ہو گا۔ کہ ان سے مروت و سلوک کرو۔ ان کی مالی و جانی امداد کرتے رہو۔ تو یہ رسالت نہیں بلکہ خود غرضی میں داخل ہو گا جس کا آنحضرت کی نسبت گمان کرنا بھی کفر ہے۔

علاوہ اس کے چونکہ قرآن میں اس قسم کے اقوال جو انبیاء کرام کی طرف سے بیان ہوئے ہیں۔ ان سب میں مخاطب تو موم کفار سے ہے۔ پھر اس صورت میں یہ قباحت لازم آتی ہے۔ کہ کفار جبکہ جناب رسالت آپ سے دشمنی رکھتے تھے۔ تو اس حالت میں آپ ان کو کس طرح کہہ سکتے تھے۔ کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت و دوستی رکھو۔

نیز آیت میں لفظ الْقُرْبَىٰ واقع ہے۔ ذَوِ الْقُرْبَىٰ نہیں۔ سو قُرْبَىٰ کا معنی رشتہ داری ہے۔ رشتہ دار اس کا معنی ہر گز نہیں ہو سکتا۔

صحیح مفہوم آیت کا یہی ہے۔ کہ آپ کفار و مشرکین سے کہہ دیجئے۔ کہ تم میرے ساتھ ناحق دشمنی کرتے ہو میں تم سے تبلیغ رسالت کا کچھ اجر تو نہیں مانگتا۔ یعنی اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ چونکہ میں تمہارا رشتہ دار بھی ہوں۔ اس لئے بجائے دشمنی کے تم سے محبت و مودت کی جھجکاؤں کی جائے پھر اس آیت کا مفہوم وہی لیا جائے۔ جو شیعہ کہتے ہیں۔ تبلیغی اس میں اس امر کی کہاں تھخیص ہے۔ کہ وہ حضرت کے وقت ابتداء میں چار فرود علی غرض فاطمہ زہرا علیہا السلام ہی ہیں۔ اس میں تو جمیع رشتہ دار داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز شیعہ کا اس آیت سے استدلال سلیقہ عجیب نہیں ہے کہ آیت کی تفسیر اس کے نزول کے وقت مسند بنی ہاشم سے ہوتی تھی حضرت فاطمہ جناب امیر کی تدبیریت میں آئی تھیں بلکہ یہ واقعات ہجرت کے بعد کے ہیں۔

خواہ آیت کا معنی کچھ ہی کیوں نہ کیا جائے۔ شیعہ کی چھٹی دلیل

شیعہ خلافت بلا فصل حضرت علیؑ پر آیت تطہیر سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اِنصاف
میرید اللہ لیکن ھب عنکم الرجس اھل البیت وعلیہم کفر تطہیراً ط
(خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے جس (ناپاکی) کو دود کر دے۔ اور تم کو پاک کر دے
جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے) وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے
کہ اہل بیت جن میں حضرت علیؑ بھی داخل ہیں، معصوم تھے۔ اس لئے وہی امامت کے
لائق تھے۔ غیر معصوم قابل امامت نہیں ہو سکتا۔ سو اس آیت سے شیعہ کا استدلال ہرگز
درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سیاق و سباق آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے ماقبل اور مابعد
تمام آیات میں ازواج مطہرات سے خطاب ہے۔ پھر یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ
پہلے اور پچھلے ازواج کا تذکرہ ہو۔ اور درمیان میں ایک ٹکڑا اس کے خلاف حضرت علیؑ
فاطمہؑ خنیف کے خطاب میں آجائے۔ جو کہ بلاغت کے بالکل خلاف ہے۔ بہر حال کوئی
باجسمہ اور باانصاف شخص ماقبل و مابعد دیکھ کر ہرگز خیال نہیں کر سکتا۔ کہ یہ آیت ازواج
مطہرات سے خطاب میں نہ ہو۔

دوم لفظ اہل بیت ہر ایک زبان میں عورتوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ فارسی میں اہلخانہ عورت
کو کہتے ہیں۔ ہندی میں گھروالی عورت سے مراد ہوتی ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت
میں اہل بیت سے مراد ازواج رسولؐ نہ ہوں۔

سوم قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی اس لفظ کا اطلاق ازواج پر ہی ہوا ہے۔ چنانچہ
حضرت ابراہیمؑ کی بی بی حضرت سارہؑ کو جب فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی۔ اور انہوں
نے اپنے بائچھ بونے اور اپنے سنوٹر کے بوڑھا ہونے کے باعث اس بشارت پر تعجب کیا۔
تو ارشاد ہوا۔ اَلْعَجَبُ مِنْ اَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَیْكُمْ اھل البیت علیہ السلام
عجیب و غریب کیا خدا کے کام (قدرت) سے آپ کو تعجب کرنا چاہئے۔ خدا کی رحمت اور بَرَکات
برکتیں اے اہل بیت تمہارے شامل حال ہوں۔ وہ حمد کیا ہو ابرار گتر ہے) اس جگہ لفظ اہل بیت
سے مراد با اتفاق شیعہ و سنی حضرت سارہؑ ہیں۔ تو پھر آیت متنازعہ میں اہل البیت سے مراد خلافت

عادۃ قرآن غیر از دل کیوں ہوں۔

پہچان کرنا۔ اہل البیت گھر والے کہی جاتے ہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے گھر میں ہی رہیں۔ صوفی
انداز میں ہی پائی جاتی ہے جس گھر میں نکاح ہو گیا۔ وہیں کی ہو رہیں۔ لیکن بیٹیاں یا دوسرے
یا داماد چونکہ دوسرے گھر میں رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے ان پر اس لفظ کا
اطلاق نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؑ اپنے گھر میں رہتے تھے۔ حضرت فاطمہؑ بھی نکاح کے بعد
اپنے خور و شرعی المرتضیٰ کے گھر میں چلی گئیں۔ جینے کا تو لہ ہی دوسرے گھر میں ہوا۔ پھر
رسول پاکؐ کے گھر میں رہائش رکھنے والی ان کی بیٹیاں ہی تھیں۔ اس لئے اہل بیت
النبیؑ غیر ان کے کوئی ہونہیں سکتا۔

اعتراف شیعہ

اس پر شیعہ کا یہ اعتراف ہے۔ کہ اگر اہل البیت سے مراد نساۃ النبیؑ (ازواج رسولؐ) ہوتیں
تو بجائے عتق گھر اور بیٹھ کر ضایہ ذکر کے عنکبوت اور بیٹھ کر ضایہ موت استعمال
ہوتیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگرچہ اہل البیت کے لفظ کا مصدر اق موت (ازواج)
میں۔ لیکن چونکہ لفظ اہل البیت مذکر ہے۔ اس لئے لفظ مذکر کے لحاظ سے ضایہ ذکر استعمال
ہوتیں۔ جیسا کہ دوسری آیت مذکور میں بھی باوجود اس کے کہ خطاب حضرت سارہ (موت)
سے تھا لیکن بحفاظت مذکر لفظ اہل البیت علیکم ضمیر مذکر کا استعمال کیا گیا۔ ایسا ہی یہاں بھی ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اہل بیت میں خود ذات اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل
ہے۔ کیونکہ اس بیت کے رہنے والے آپ بھی تھے۔ اس لئے رعایت ادب و تعظیم حضور والا
تقریباً ضمیر مذکر کی مستعمل ہوئی۔

تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ کلام عرب میں بعض اظہار محبت عورتوں کے لئے ضمیر مذکر آجایا
کرتی ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ *فان شئت حوشت النساء*
سواکم۔ ایسا ہی موسیٰؑ کے قصہ میں مذکور ہے۔ *قال لا اهلوا امکنوا* (موسیٰؑ نے اپنی
بی بی کو کہا ٹھیر جاؤ) سو یہاں بجائے *امکنی* کے *امکنوا* ضمیر مذکر کا استعمال ہوا۔ یہی
ہے کہ اس قدر جوابات سے معرض کی پوری تسلی ہو جائیگی۔

دوسرا اعتراف

شیعہ کا دوسرا اعتراف یہ ہے۔ کہ حدیث کسا سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ آیت حضرت علیؑ

چونکہ ام سلمہ کے لئے دعا، تحصیل حاصل میں داخل تھا۔ اس لئے اس کو آپ نے دعا میں داخل نہ فرمایا۔

بر تقدیر تسلیم

یتسلیم بھی کر لیں کہ آیت تطہیر کے مصداق ازواج نہیں۔ بلکہ چار اصحاب کسا ہیں۔ تو بھی شیعہ اس سے عصمت جناب امیرؑ اور امامت پر استدلال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ خدا چاہتا ہے کہ اہل بیت تمہارے جس (گناہ) دور کر دے۔ اگر پہلے ہی سے وہ معصوم تھے۔ تو جس کا ازالہ بے معنی ہو گا۔ جب ایک چیز کا وجود ہی نہ ہو تو اس کے دور کرنے کا ارادہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر رب العباد کو آیت میں عصمت کی خبر دینی مطلوب ہوتی۔ تو بجائے مضارع کے ماضی کا صیغہ مستعمل ہوتا یعنی اَذْهَبَ الرَّجُلُ عَنْكُمْ وَطَهَّرَكُمْ فَطَهَّرُوا (خدا نے تم سے جس کو دور کر دیا ہے۔ اور تمہیں کلی طور پر پاک کر دیا ہے) مضارع کا صیغہ استعمال ہونا اس امر کی صاف دلیل ہے۔ کہ پہلے عصمت نہ تھی۔

دوم۔ اگر یہ آیت دلیل عصمت جناب امیر علیہ السلام اور ان کی امامت کی ہے۔ تو پھر وہ آیت جو اصحاب بدر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ وَلَٰكِنْ يَّرِيدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَیَسْلِمَ فِیْكُمْ فَحَبَّطَ عَنْكُمْ (لیکن خدا چاہتا ہے تم کو پاک کر دے اور اپنی نعمتوں کا تم پر اتام کرے) دوسری جگہ ہے۔ وَیَذْهَبَ عَنْكُمْ سِرْجُكَ الشَّیْطَانِ (اور دور کر دے تم سے شر شیطان کو) سو یہ آیات اصحاب بدر (جن میں اصحابِ طاغی بھی داخل ہیں) کی عصمت کی بھی دلیل مبینی چاہئیں۔ ایک ہی قسم کے الفاظ دو جگہ ہیں۔ بلکہ اصحاب کی نسبت اتامِ نعمت کا مضمون مزید برآں ہے۔ اگر اصحاب بدر کی عصمت باوجود ان آیات کے نہیں مانی جاتی۔ تو اصحاب کسا کی کیوں مانی جائے یہ حال اس آیت سے شیعہ کا استدلال کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

شیعہ کی ساتویں دلیل

فَقُلْ تَعَالَوْا اِنۡدِیۡحْ اَبۡسَآءَنَا وَ اَبۡسَآءُكُمْ وَ اَبۡسَآءُنَا وَ اَبۡسَآءُكُمْ وَ اَنۡفُسُنَا وَ اَنۡفُسُكُمْ
ثُمَّ فَبۡتَہٰلُ فَبۡجَعَلۡ لَّعۡنَۃَ اللّٰہِ عَلٰی الْکَاذِبِیۡنَ (آپ کہیں اوبلا لیں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اپنے وجودوں اور تمہارے وجودوں)

کو پھر مباہلہ کریں۔ خدا کی لعنت جھوٹوں پر چو)

وجہ استدلال یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ نصاریٰ نے عمران سے جب مباہلہ کی قرارداد دے دی تھی۔ جیسا کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو حضرت رسولؐ انہیں چار بزرگوں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لیکر نکلے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ ثلاثہ کی رسولؐ پاکؐ کے عمل میں کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ اس لئے جناب امیرؓ ہی آپؐ کی وفات کے بعد خلافت کے لائق تھے۔

جواب

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ آیت سے یہ گز مضمون نہیں ہوتا کہ حضرت علیؑ ہی امامت و خلافت کے مستحق ہیں۔ اور بس۔ نہ آیت کا کوئی لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آیت کا مضمون صاف یہ ہے۔ کہ ہر فرد فریق سے حسب ذیل اشخاص مباہلہ کے لئے نکلیں۔ مباہلہ کرنے والے بذات خود اہل ان کی اولاد ان کی مستورات چونکہ مسلمان فریق سے تھے اور یہ اسلام حضور علیہ السلام اور ان کے صحابہ تھے جو کفار سے جدا و قتل کرتے تھے اس لئے سب لوگ اقصائیں داخل تھے۔ انہوں نے اور ہر سے میدان مباہلہ میں نکلتا تھا۔ دوسرے میں ان کی اولاد و خفا و ذکور و انث۔ دوسرے میں ان کی مستورات۔ ایسا ہی کفار کی طرف سے ابو حارثہؓ، سیدہ عاتقہؓ اور اپنی اولاد اور عورتوں کے نکلے۔ اب شیعوں کا یہ کہنا کہ سوائے چار بزرگوں اور ان کے حضور علیہ السلام کے ہمراہ کوئی نہ نکلا۔ یا آپؐ کسی کو ساتھ نہ لے گئے مضمون آیت کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ اگر حضور علیہ السلامؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے نکلے تو اقصائیں۔ ایسا کیا کا مضمون تو پورا ہو سکتا ہے۔ یعنی رسولؐ علیؑ بذات خود نکلے اولاد رسولؐ سے فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ساتھ ہوئے۔ لیکن ان کا مضمون کیونکر پورا ہو سکتا ہے حضرت فاطمہؑ نصاریٰ رسولؐ نہیں۔ بلکہ ابتداء رسولؐ میں داخل تھیں۔ پھر آیت کا مضمون کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ نیز کفار کا مقابلہ تو رسولؐ اور رسولؐ کے سرداران فوج صحابہ کبار سے ہوا۔ اور وہ صرف مباہلہ کے لئے حضرت رسولؐ ان کے داماد علیؑ یا آپؐ کی دختر فاطمہؑ اور حسنؑ کے نکلے پر راضی ہو جائیں۔ حضرت رسولؐ اور حضرت علیؑ تو مجاہدین و محامدین ہیں و داخل تھے۔ لیکن فاطمہؑ و حسنؑ جو قتال و جدال کے قابل نہ تھے۔ اگر مقابلہ میں نکلے حشیم زخم بھی اٹھائیں تو کفار کی مراد کیسے پوری ہو سکتی تھی۔ جبکہ ان کے سہیل

کے لئے عمر فاروق اور ابو بکر صدیق صحیح و سلامت زندہ موجود رہتے۔
 عرض عقل و نقل دونوں اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام
 نے مباہلہ کے لئے حضرت علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کو ہی ساتھ لیا۔ اور جب اہل بیت سے حضرت علیؑ
 اور ان کے متعلقین کی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی۔ تو اس کے خلاف روایات غلو کتب
 شیعہ کی ہوں۔ یا اہل السنۃ کی۔ قابل استدلال نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ شیعہ حضرت ایسی
 روایات کے گھڑ لینے میں پورے مشاق ہیں۔ اور کتب اہل السنۃ میں بھی دست اندازی
 کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

ایک عجیب روایت

حیات القلوب جلد ۲ ص ۷۷ میں ہے۔ بیچوں میں اس آیت نازل شد قرار کرتے کہ روز دیگر مباہلہ
 کنندہ نصارے بجا ہائے خود گزشتہ پس ابو حاشہ با اصحاب خود گفت کہ فردا نظر کنید اگر محمدؐ
 با فرزند ان و اہل بیت خودے آید پس بسرید از مباہلہ او و اگر با اصحاب و اتباع خودے آید
 از مباہلہ او پردا مکنید۔ (ترجمہ) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی۔ اور دوسرا دن مباہلہ کیلئے
 مقرر ہوا۔ اور نصارے اپنی جگہ پر واپس ہوئے۔ تو ابو حاشہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا
 کہ کل دیکھنا۔ اگر محمد (صلعم) اپنے فرزندوں اور اہل بیت کے ساتھ مباہلہ کے لئے نکلیں۔
 تو ہمیں ڈرنا چاہئے۔ اولہ اگر اپنے اصحاب و اتباع کے ساتھ نکلیں۔ تو ڈرنا پرواہ نہ کرنا
 اب جائے غور ہے کہ نصارے بھران کو جناب امیر اور دیگر اہل بیت سے اس قدر
 خوش و عقاد ہی کس وجہ سے ہو گئی تھی کہ مباہلہ کے لئے ان کے نکلنے سے ان کی روح کا پتہ
 تھی ممکن ہے کہ حضرت علیؑ کو تو انہوں نے دیکھا ہو اور ان کے بشرہ کو دیکھ کر قیافہ سے
 ایسا حکم لگایا ہو۔ لیکن حنین اور جناب سیدہ کو انہوں نے کیسے دیکھ لیا۔ کہ ان کے بھائی
 میں شمولیت سے اس قدر خوف پیدا ہوا۔ یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی خوش عقاد ہی کی
 باتیں ہیں۔ ورنہ کفار کو نہشت جناب رسول پاک اور ان کے اصحاب کبار جو اشد ائمہ
 علیٰ الکفار کے مصداق تھے سے تھی۔ اور وہ ان کے کارناموں سے آگاہ ہو چکے تھے
 انہیں کے خوف سے انہوں نے نہ مباہلہ منظور کیا نہ مقابلہ بلکہ مصاحبت پر مجبور ہو گئے۔
 اگر بالفرض مان لیا جائے کہ ہم بھران جناب امیرؑ کی طفیل ہی سر ہوئی۔ تو یہ ایسی
 کون سی بڑی بات ہے۔ ایک موضع جس میں صرف چالیس یا پچاس آدمی کی آبادی ہو۔

قبضہ اسلام میں پہنچانے سے اسلام کی شوکت میں کیا کچھ صاف ہو سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ بھی کی جدوجہد اور جانفشانی و جان سپاری کا نتیجہ ہے۔ کہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک اقطاع الارض میں نور اسلام پھیلا اور ظلمت کفر و دھندہ ہٹ گئی۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَنَّمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔

غرض شیعہ بیچارے اثبات مدعا۔ خلافتِ بلا فصل امیر کے لئے ہر حیدر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ مگر ساحل مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔

ترسم کہ مکتبہ نرسی اعرابی زکیں راہ کہ تو میری برکستانست
غرض قرآن و حدیث میں کوئی دلیل خلافتِ بلا فصل علی المرتضیٰ پر نہیں ہے۔ اور شیعہ اپنے دعوے پر کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔ نص قرآن و حدیث اس کے خلاف ہے۔ اور واقعات بھی اسی امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ خلافتِ خلفاء ثلاثہ کا حق تھی حسب منشاء ازودی مجلس شورے مہاجرین و انصار کے اجماع سے ٹل میں آئی۔ اس لئے نتیجہ ۱۔ بھی یہی ہے۔ سنتِ خلائِ شیعہ ثابت ہے۔ یہ دو تحقیقات اہم تھیں۔ اس لئے ان کی بحث لمبی ہو گئی ہے۔ اب باقی دو امور پر مختصر بحث کی جاتی ہے۔

نتیجہ سوم۔ کیا حضرت علیؑ خود طالبِ خلافت تھے؟

اس امر کے فیصلہ کرنے کے لئے کہ جناب امیر علیہ السلام وفاتِ نبویؐ کے بعد خلافت حاصل کرنے کے شائق تھے۔ اور اس کے لئے جدوجہد کی۔ اور حسبِ زعمِ شیعہ اس کی کوشش میں مہاجرین و انصار کے گھروں میں حسنینؑ کو ساتھ لئے در بدر پھرتے رہے۔ یا میرن جناب امیر علیہ السلام پر اتہام و بہتان ہے۔ ہم جنابِ مدوح کے چند اقوالِ نہج البلاغہ سے پیش کرتے ہیں۔ اول وہ خطبہ جو جناب امیر علیہ السلام نے عباس اور ابوسفیان کے خطاب میں فرمایا۔ جب انہوں نے آپ سے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

(۱) نہج البلاغہ ص ۷۷ میں ہے۔ اَيُّهَا النَّاسُ تَشَقُّوْا اَمْوَاجَ الْفَنَنِ يَسْقِيَنَّ الْجَبَا وَ عَمَّا حَوْءَ طَرِيقِ الْمَنَافِرَةِ وَضَعُوْا رِجْلَانِ الْمُنَافِرَةِ۔ اَفَلَمْ يَخُصَّ جَنَاحُ اَوْاسْتَسْلَمَ فَاَسْلَمَ هَذَا اَمَاءُ اَجْنِبٍ وَكَلِمَةٌ يَخُصُّ بِهَا اَكْبَهَا وَجَلَّتْیَ النَّمْرَةُ لِغَيْرِ وَ قَتَرِ اَيْتَانِهَا كَالْاَسْرَاعِ لِغَيْرِ اَمْرٍ حَنِیْ (ترجمہ: اے لوگو! منتقلی موجوں کو نجات کی کشتیوں میں بیٹھ کر دو۔ اور مسلمانوں میں منافقہ (مخالفت) پیدا کرنے کا طریق چھو دو۔

وہاں ہر کوئی اس سے شخص کی زمین میں ملتی کہے (۱) اس خطبہ میں جناب امیرؑ اپنے دعویٰ خلافت کو قبل از وقت تصور کرتے ہیں۔

(۲) بیخِ البلاغۃ میں ہے: **وَإِنَّمَا الْخَيْرُ خَيْرٌ لِّكُمْ مِنْهُ** اُمیر اور وزیر رہنا تمہارے لئے میرے امیر ہونے سے بہتر ہے۔ اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خلافت و امارت کے ہرگز خواہاں نہ تھے اور آپ نے صاف فرما دیا کہ خلفائے ثلاثہ کی وزارت کو میں اپنی امارت و خلافت پر ترجیح دیتا ہوں

(۳) بیخِ البلاغۃ ص ۱۹ میں ہے۔ **وَاللَّهُ مَا كَانَتْ لِي فِي الْخِلَافَةِ رَاغِبَةٌ وَلَا فِي الْوَكَايَةِ اِثْرِيَّةٌ وَلَا لَكُمْ دَعْوَةٌ مَوْفِي اِيْهَا وَحَمَلَةٌ مَوْفِي عَلَيْهَا**۔ (ترجمہ:- خدا کی قسم مجھے خلافت کی خواہش نہ تھی۔ اور نہ حکومت کی حاجت تھی۔ البتہ تم نے مجھے خلافت کی طرف بلایا۔ اور اس پر مجھے برا لگیغبتہ کیا) اس کلام سے ثابت ہے۔ کہ آپ نے اپنے وقت میں بھی خلافت اپنی خواہش سے قبول نہیں کی۔ بلکہ آپ کو مجبوراً دوسروں کے اصرار سے منصب خلافت اختیار کرنا پڑا)

اگرچہ اس بارہ میں اور بھی جناب امیر علیہ السلام کے اقوال موجود ہیں۔ مگر چونکہ خطبات مسطورہ بالا سے ہمارا دعوئے پایۂ نبوت کو پہنچ گیا ہے۔ اس لئے بخوفِ طوالت باقی اقوال کو ترک کیا جاتا ہے۔ پھر جب اس قدر تحقیق سے اقوال صریحہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ آپ خلافت بلافضل تو کیا بلکہ اپنے وقت کی خلافت کے بھی چنداں خواہاں نہ تھے۔ بلکہ قوم نے آپ کو اس کے لئے انتخاب کر کے ان کو تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ اور آپ انکار نہ کر سکتے تھے۔ تو یہ امر کہ آپ کو خلافت بلافضل حاصل کرنے کا اس قدر اشتیاق تھا۔ کہ اس کے چھن جانے پر عوام کی طرح اپنی ہوی بچوں کو ہمراہ پیکر مہاجرین و انصار کے در بدر پھرتے رہے۔ بالکل روافض کی گھڑت ہے۔ اور شیخ سوم بھی ہمارے حق میں خلافِ شیعہ ثابت ہے۔

نتیجہ چہارم

رہا یہ امر کہ آن جناب نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی یا نہ۔ سو یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ اپنے اپنے اپنے وقت میں ہر سہ خلفاء کی بیعت کر لی۔ ہاں اہل سنت کا یہ

اعتقاد ہے کہ آپ نے ان کو خلفائے حق سمجھ کر بطیب خاطر بیعت قبول فرمائی۔ اور
 شیعہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بیعت بہ طیب خاطر نہیں بلکہ بالجبر کی۔ چنانچہ
 شیعہ کی تمام کتابوں میں یہ مضمون با تصریح درج ہے۔ کہ ابو بکر رضی بیعت سے
 آپ پہلو تہی کرتے تھے۔ لیکن ان کو گردن میں رسی ڈالکر گھسیٹ کر دربارِ مصطفیٰ
 میں لایا گیا۔ اور اس لئے جبراً و قہراً آپ کو بیعت کرنی پڑی۔ سو کوئی مسلمان جس
 کے دل میں جناب امیر علیہ السلام کی نسبت ذرا بھی عقیدت ہے۔ ہرگز باور نہیں
 کر سکتا۔ کہ جناب شجاعت مآب پر کوئی چیرہ دستی کر کے ان سے بزرگ بیعت منوا
 سکتا تھا۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ بیشک آپ پر زبردستی کی گئی۔ آپ کو طوق بگردن
 گھسیٹ کر لے جایا گیا۔ اور آپ نے بالکل ہاتھ پاؤں نہ ہلائے۔ کیونکہ آپ کو
 صبر کرنے کا حکم تھا۔ لیکن کوئی عقلمند شیعہ اس رلیک عند کو ہرگز تسلیم نہیں کر
 سکتا۔ اس کو صبر نہیں کہتے۔ کہ ایک شخص حق پر ہو۔ اور اس کا حق زبردستی
 چھین لیا جائے۔ اور ناحق والے اس سے زبردستی اپنا حق منوائیں۔ اس کو
 یہاں تک بے عزت و ذلیل کیا جائے۔ کہ گلے میں رسی ڈالکر بازار میں گھسیٹا
 جائے۔ اس کی عصمت مآب بیوی خاتون جنت کو کوڑوں سے پٹیا جائے۔
 بطن مبارک پر لات مار کر استقاط حمل کیا جائے۔ اور وہ شخص صبر کرتا رہے
 ایسے شخص کو حلیم اور بردبار نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ ایسے مرد کو پر لے دبو کا بزدل
 اور بے غیرت کہا جاتا ہے۔ حاشا و کلاً کوئی مسلمان ایسے دہ از عقل و حکم سلسلہ
 کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلافت
 خلفائے ثلاثہ کو صحیح تصور فرما کر بخوشی خود ان کی بیعت کی۔ اور ان کے عہدِ خلافت
 میں اپنے مفید مشوروں سے خلفاء اسلام کو مستفید کرتے رہے۔ اور ان سے
 فائدہ کم کرتے رہے۔ ان کے پیچھے نازیں پڑھاکیں۔ غلام سے حصہ ہجرہ لیتے ہیں

بیعت کے متعلق شیعہ کے دو مختلف قول

شیعہ کا ایک قول تو یہ ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کو بذات و رسوائی رسی سے
 باندھ کر کھینچ گھسیٹ کر لے گئے۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ابو بکر رضی کے ہاتھ میں دیا گیا۔

اور اس طرح کسم پبعیت پرور اور اہم ہونے۔ جیسا کہ جبار العیون اردو جلد ۱ ص ۵۵
 میں من گھڑن گھسٹ کر لے جانے کے واقعہ کو لکھنے کے بعد یوں لکھا ہے :-
 ”پس خالد بن ولید دوڑا۔ اور تلوار خلافت سے کھینچ کر کہا۔ بخدا سو گند اگر بیعت نہ
 کرو گے۔ تو میں تمکو قتل کر دوں گا۔ جناب امیر علیہ السلام نے گریبان اس شقی کا پکڑ کر
 حرکت دی۔ اور دوڑ پھینک دیا۔ کہ اس کے ہاتھ سے تلوار بھی گر پڑی۔ ہر خید سہی
 کی مگر جناب امیر نے بیعت کو ہاتھ دراز نہ فرمایا۔ پس حضرت کا ہاتھ پکڑ
 لیا۔ اور ابو بکر نے اپنا دست محس دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک
 پہنچایا۔“

مجیب بات ہے مشیدہ حضرات جناب امیر کی شجاعت کے بھی کرشمے دکھا
 جاتے ہیں۔ کہ خالد بن ولید کا گریبان پکڑ کر آپ نے ایسی حرکت دی۔ کہ تلوار
 گر پڑی۔ لیکن آخر کار جناب موصوف کو ایسا مغلوب بنایا جاتا ہے۔ کہ زور سے
 ان کا ہاتھ پکڑ لیا گیا۔ اور ابو بکر نے کے ہاتھ میں دیر لیا گیا۔
 بہر حال اس روایت میں واقعہ بیعت کو جناب امیر کی بے نیسی اور مجبوری کی
 صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن مشیدہ کا دوسرا قول یہ ہے۔ کہ آپ نے ایک مصاحبت سے حضرت ابو بکر
 کی بیعت بخوشی قبول کر لی چنانچہ فروع کافی جلد ۱ کتاب الروضہ ص ۱۳۹ میں یوں ہے
 عَنْ ثَمَرَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمَّا صَنَعُوا ادِّبَاءَ يَعْوَا
 أَبَا بَكْرٍ لَعَنَهُمْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ أَنْ يَدْعُوَا إِلَى نَفْسِهِ أَلَّا
 نَظُرَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَتَخَوْفَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَمُرُّ تَدْعُوَا عَنْهُ أَلَّا يَسْلَمَ فَيُعْبَدُ وَالْأَقْبَا
 وَلَا يَسْتَهْدُوا أَنْ كَلَّ إِلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَكَانَ الْأَحَبُّ
 إِلَيْهِ أَنْ يَقْرَأَهُمْ عَلَى مَا صَنَعُوا مِنْ أَنْ يَمُرُّ تَدْعُوَا عَنْهُ أَلَّا يَسْلَمَ وَانَّمَا
 فَكَّرَ الَّذِينَ تَرَكَهُمْ فَأَمَّا مَنْ لَمْ يَصْنَعْ ذَلِكَ وَدَخَلَ فَيَمَّا دَخَلَ مِنْ

سہ شرح نہج البلاغہ معتمد سلطان محمود دہلوی جلد ۱ ص ۱۳۹ میں ہے۔ روى انه كانت وجوه الناس
 انى على ميله السلام فلما ماتت فاطمة الزهراء وجوه الناس عنه فخرج من بيته فنادى بالبكر
 اردو ایچ ہو کچھ لوگوں کی توجہ امیر کی طرف تھی جب جناب امیر فوت ہوئے تو لوگوں کی توجہ کم ہو گئی تو آپ پر کمر

الاسلام فلذلك كتب علي عليه السلام امرًا كَوْبَايَعَ مَكْرَهًا حَيْثُ لَمْ
يَحْدُثْ أَحَدًا (ترجمہ: مزارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے
آپ نے فرمایا۔ لوگوں نے جب یہ بات کی۔ کہ بیعت ابو بکرؓ کر لی۔ تو امیر علیہ
السلام کے لئے اور کوئی امر اس سے مانع نہ تھا۔ کہ اپنی بیعت کی طرف لوگوں
کو بلا تے سوائے اس کے کہ آپ کو خوف ہو گیا تھا۔ (کہ اگر بیعت ابو بکرؓ سے ہٹ
کر اپنی بیعت کی طرف بلا میں) تو لوگ اسلام ہی سے پھر جائیں۔ اور رسالت محمد
صلعم سے منکر ہو جائیں۔ اور آپ اس بات کو پسند کرتے تھے۔ کہ ان کو اس بات
(بیعت ابو بکرؓ) پر ٹھہرا رہنے دیں اس سے کہ وہ سرے سے اسلام ہی چھوڑ بیٹھیں
اور بہر حال وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ جو لوگ بیعت ابو بکرؓ پر متفق ہو گئے۔ ہاں جو لوگ
اس منصوبہ میں شامل نہ تھے۔ اور لوگوں کو دیکھا دیکھی بغیر علم و عداوت امیر المؤمنین
بیعت میں داخل ہو گئے۔ وہ کافر نہیں ہوئے۔ نہ اسلام سے خارج ہوئے ہیں
یہی وجہ ہے۔ کہ امیرؓ نے اپنی خلافت کے استحقاق کو چھپا رکھا۔ اور مجبور ہو کر
بیعت کر لی۔ جب کہ اپنے مددگار نہ دیکھے)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے دیکھا۔ کہ صحابہ کلمہ بیعت
ابو بکرؓ پر متفق ہو گئے ہیں۔ اور آپ کا ساتھ بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور حالت
ایسی نازک ہو گئی ہے۔ کہ اگر بیعت ابو بکرؓ سے منحرف ہو کر آپ اپنی بیعت
سنو نا چاہیں۔ تو لوگ اسلام ہی کو خیر باد کہہ دیں۔ تو آپ نے اپنے استحقاق خلافت
کو اپنے سینہ ہی میں مخفی رہنے دیا۔ لوگوں کو ہرگز اپنی خلافت کا استحقاق نہیں
بتایا۔ اور مصلحتاً خود ہی بیعت کر لی۔ نہ کسی نے آپ کو بار بیٹ کی۔ نہ کوئی
ناگوار قضیہ پیش آیا۔ آپ نے عین آل انبیاؑ سے وقت کی نزاکت کو محسوس
کر کے اپنی بیعت کے لئے کسی فرد بشر کو نہیں کہا۔ بلکہ بطیب خاطر خود
بیعت کر لی۔ ایسے متعارض اقوال کے ہوتے ہوئے شیعہ اپنے دعوے
میں کامیاب نہیں رہتے۔ اور بلاشبہ تنقیح چارم بھی حق اہل سنت خلاف
اہل تشیع ثابت ہو جاتی ہے۔

فیصلہ

جب ہر چار امور تنقیح بحق اہل سنت والجماعہ خلاف شیعہ براہین قاہرہ قرآن وحدیث واحادیث ایضاً اہل بیت واقوال جناب امیر علیہ السلام سے ثابت ہو گئے ہیں۔ تو دعوے شیعہ باطل قرار دیا جا کر ڈگری بحق اہل سنت خلاف شیعہ صادر کی جاتی ہے۔ اور قرار دیا جاتا ہے کہ امامت و خلافت ایک ہی چیز ہے۔ اور حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل پر کوئی نص قرآن وحدیث ثابت نہیں ہے۔ اور انتخاب خلافت شور کے مہاجرین وانصار اور اتفاق اہل حل وعقد سے عین منشاء اینزدی سے درست طور پر ہوتا رہا۔ جناب امیر ہرگز طالب خلافت نہیں تھے۔ بلکہ وہ وزارت کو خلافت پر ترجیح دیتے تھے۔ اور انہوں نے برضا و رغبت ہر سہ خلفاء کی بیعت کی۔ اور یہ خلافت بالکل حق تھی شیعہ کا یہ سب شور و غلب ان کی لاعلمی اور جہالت اور مٹھ جھڑی کی وجہ سے ہے۔ اور درحقیقت دوستی کے لباس میں یہ جناب امیر اور جملہ اہل بیت کے سخت ترین دشمن ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔ اب خلافت کی بحث ختم ہو چکی۔ اور دلائل ساٹھ سے ہم نے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا جس کا جواب قیامت تک شیعہ نہیں دے سکتے۔ اب ہم ان مطاعن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان آن حضرت کے اصحاب پاک اور ازواج مطہرات کے خلاف کیا کرتے ہیں۔ ہم ان تمام مطاعن کا جواب شافی الزامی اور تحقیقی طور پر دینگے۔ اور استدلال عقلی نقلی سے شیعہ کے ان ہدیانات کا قلع قمع کر دینگے۔ واللہ الموفق۔

مطاعن شیعہ

ہر چند شیعہ کے مطاعن کے شافی جواب کتب متقدمین اہل سنت والجماعہ میں دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن شیعہ ان سے اغماض کر کے پھر نئے نئے رنگ میں ان ہی اعتراضات کو دہرایا کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں ان کے مطاعن کو ایک ایک کرنے پہلے لکھ کر ان کے دندان شکن جواب لکھ دیئے جلتے ہیں تاکہ اہل سنت مناظرین کو ان کے خرافات کی جوابدہی میں سہولت ہو۔

پہلا طعن

پہلا طعن ردانقض کا جناب صدیق اکبرؓ کی نسبت یہ ہے کہ آپ نے جیش اسلام سے تخلف کیا۔ حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس لشکر کو خود تیار کر کے اسامہ کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ اور سب کو نام بنام متعین کر دیا۔ اور بڑی تاکید و مبالغہ سے فرمایا کہ جھڑوا جیش اسامة لعن الله من تخلف عنها۔ اسامہ کے لشکر کو تیار کر دے جو شخص اس سے تخلف کریگا۔ مورد لعنت ہوگا۔

جواب

اس طعن کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جیش اسامہ کا جو حکم فرمایا اس کی تفصیل صدیق اکبرؓ نے بوجہ حسن کی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔
۲۹۔ صفحہ کو پیر کے دن آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ روٹیوں کی سرکونی کے لئے زید بن حارثہ کے انتقام کے لئے ہم روانہ کی جائے۔ آپ نے منگل کے روز اسامہ بن زید کو اس لشکر کا امیر نامزد فرمایا۔ بدھ کو آپ بیمار ہو گئے۔ اس سے دوسرے روز بھی نہیں کھڑے ہو سکے۔ آپ نے بدست خود نشانہ (علم) کی دستگیری فرمائی۔ اور اسامہ کو فرمایا۔ اَغْنِ بِعِمْ اللّٰهُ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَقَاتِلْ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ (خدا کا نام لیکر خدا کی راہ میں جہاد ادا کرنا اللہ سے قتال شروع کر دو) اسامہ حسب ارشاد نبویؐ علم ہاتھ میں لیکر باہر نکلا۔ اور نشانہ بریدہ بن حصیب سلمیٰ کے حوالہ کر دیا۔ اور مقام جرت میں پڑاؤ کیا۔ تاکہ تمام لشکر وہاں جمع ہو جائے۔
صحاب کبار۔ مہاجر و انصار۔ صدیقؓ۔ فاروقؓ۔ عثمانؓ۔ علی رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر اصحاب نے بھی ادھر تیاری کر کے اپنے اپنے جیمے مقام مذکور میں بچھ دیئے۔ اس میں حضورؐ کی بیماری میں تیزی ہو گئی۔ اور عشاق رسولؐ بے قرار ہو گئے حضورؐ و آلہ السلام نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی جگہ امامت نماز پیرا مقرر فرمایا۔ کتب طرفین میں اس کا ذکر موجود ہے) ۱۰۔ ربیع الاول حضور علیہ السلام کو مرض سے کبھی قدامتہ ہوا۔ اور سب مسلمانوں نے جہاد کے لئے روانگی کا قصد کیا۔ حضرت اسامہؓ کو حضورؐ نے جنگی فرما کر دعا فرمائی۔ اسامہ کو بچ کے لئے تیار تھے۔ کہ ام ایمن طوڑ اسامہ

لے جو ام ایمن انہی اہل سنت کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ یہ ردانقض کا احقاق ہے۔ ۱۲

ان کے پاس پہنچ کر کہنے لگیں۔ کہ حضورؐ کی حالت نازک ہو گئی ہے۔ اسامہؓ اور دیگر لشکر بیان یہ خبر وحشت اثر سے شکر شدہ رہ گئے۔ اور کمریں کھول دیں۔ اور نشانِ درود و نیت نبویؐ پر نصب کر دیا۔ حضورؐ کے وصال کے بعد جب تہمین و تدفین سے فراغت ہوئی۔ اور منصبِ خلافت پر صدیق اکبرؓ جاگزین ہوئے۔ تو اسامہؓ نے پھر مقامِ جرن میں جھنڈا گاڑ دیا۔ اور فوج جمع ہونے لگی۔ اس اثناء میں مدینہ میں یہ خبر پہنچی۔ کہ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ بعض صحابہؓ نے حضرت ابا بکرؓ صدیق سے عرض کی۔ کہ اس موقع پر لشکر اسامہؓ کی روانگی ہم روم پر ملوثی کر دی جائے تاکہ مدینہ منورہ معرضِ خطر میں نہ رہے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے نہ مانا۔ اور کہا۔ کہ جس لشکر کو آقاؐ نے نامدار حضورؐ تیار فرمایا ہے۔ میں اس کو کبھی روک نہیں سکتا۔ اور ہم کو ضرور روانہ کر دینا۔ اگرچہ منافقین مدینہ و مضافات مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ القصہ لشکر اسامہؓ کو آپؐ نے مکمل ساز و سامان سے لیس کر کے روانہ کیا۔ اور حضرت عمرؓ کو حضرت اسامہؓ سے اجازت لیکر ہمراہ خود لیا۔ تاکہ ان کی تدبیر کار کے فائدہ اٹھا کر بغاوت کو فرو کر سکیں۔ اسامہؓ منزل مقصود پر پہنچے۔ جہاں قتال کر کے حدودِ شام کو مفتوح کیا۔ اور مدینہ میں بافتح و ظفر واپس آئے۔

سو یہ اعتراض جناب صدیق اکبرؓ پر کرنا کہ آپؐ نے لشکر اسامہؓ کی تہمین نہ کرنا ہی کی۔ درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپؐ نے اس لشکر ظفر بیک کو پورے ساز و سامان سے تیار کر کے روانہ کیا۔ اور جہزِ انارک کی تکمیل کا حق ادا کیا۔ اور اگر ردِ انقض کا یہ اعتراض ہے۔ کہ آپؐ نے لشکر اسامہؓ سے تخلف کیا۔ (خود ساتھ نہیں گئے) تو ایسا اعتراض ردِ انقض کا ان کی جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہے۔ جب خلیفہ۔ بادشاہ کسی ہم کو کسی انسر کے ماتحت کر کے کسی جگہ روانہ کرتا ہے۔ تو حقیقت میں قائدِ فوج وہی سمجھا جاتا ہے۔ لڑائی فوج ہے۔ اور نام بادشاہ کا ہوتا ہے۔ کیونکہ فوج بدولت سامانِ خوراک و اسلحہ وغیرہ کو نہیں سکتی۔ اور یہ سب کچھ بادشاہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے باوجود خطرناک حالت کے لشکر اسامہؓ کو بھیج کر

زید بن حارثہ کا خوب اہتمام لیا۔ اور اسامہؓ ہم سر کر کے پوری کامیابی سے مراجعت فرما ہوئے۔ رسولؐ پاک کی منشاء و حکم کو پورا کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں یہ الزام حضرت علیؓ پر بھی وارد ہو سکتا ہے۔ کہ آپؐ بھی لشکر اسامہؓ کے ساتھ جانے پر مامور تھے۔ آپؐ کیوں نہ گئے؟ اگر ایسی نازک حالت میں کہ حضورؐ نزاع کی حالت میں ہوں عاشقانِ ذات والا آپؐ کو چھوڑ کر لڑائی پر چلے جاتے۔ تو خالفین نابکار کا ہمیشہ کے لئے یہ اعتراض ہوتا۔ کہ ملک گیری کی ہوس میں آقاؐ نے نامدار کو مرض الموت میں تنہا چھوڑ کر یارانِ خاص یا ہر سفر میں چل دیئے۔ اور جب دوسرا پہلو اختیار کیا گیا۔ تو یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے۔ کہ تعمیل حکم نہیں ہوئی۔ ۵

چشمِ بداندیش کہ برکنندہ بادِ عیب نماید ہر شش در نظر

یہ بھی واضح رہے۔ کہ جب حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو خدمتِ امامت پر مامور کر دیا تھا۔ تو تعمیل حکم اسی صورت میں تھی۔ کہ اس ڈیوٹی میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر جب بعد وفات رسولؐ بارِ خلافت آپؐ کے سر پر ڈالا گیا۔ تو پھر تعمیل ارشاد اسی طرح ہو سکتی تھی۔ کہ خود امورِ خلافت کا سرانجام کریں۔ اور آئندہ مودہ کار فوج کو یا تختی اسامہؓ پوری تیاری کے روانہ کر کے اس ہم کو سر کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کام خدا کے فضل سے پورے ہوئے۔ اور فتح و ظفر کا سہرہ صدیق اکبرؓ کے سر بندھا۔ حاسد ناب کا کر ڈھا کریں۔ ۵

بیرتاب رہی اے حسود کیں نچیت نہ کہ از مشقتِ او جز بزرگ نتوان رست

دوسرا طعن

حضور صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو سورہ برات کے احکام کی تبلیغ کے لئے مکہ معظمہ میں روانہ کیا تھا۔ لیکن بعد میں جبرائیلؑ نازل ہوئے اور پیغام دیا۔ کہ اس کام کے لئے حضرت علیؓ کو روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جا کر فرض تبلیغ احکام سورہ برات انجام دیا۔ تو جب آپؐ صرت ایک سورہ کی تبلیغ کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ تو وہ خلیفہ کس طرح ہو سکتے تھے۔ جس کے ذمے تبلیغ جمیع احکام شریعت کا کام ہوتا ہے

جواب

روایات اہل سنت اس بارہ میں مختلف ہیں۔ اکثر روایات میں یوں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضور علیہ السلام نے پہلے ہی سے ایسے حج مقرر فرما کر بھیجا تھا۔ پیچھے سے سورہ برات کا نزل ہوا۔ تو آپ نے اس کی تبلیغ کے لئے حضرت علیؓ المرتضیٰؓ کو روانہ فرمایا۔ اس صورت میں مقرض کا اعتراض سرے سے ہی غلط ٹھہرتا ہے۔ کہ جس کام کے لئے حضرت ابوبکرؓ مامور ہوئے تھے یعنی مناسک حج کی تعلیم کے لئے وہ کام اخیر تک انہوں نے ہی انجام دیا۔ اور حضرت علیؓ کو جس ڈیوٹی پر بعد میں روانہ کیا گیا۔ آپ نے ادا کی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ جب حضرت ابوبکرؓ ایسے حج مقرر کر کے روانہ کئے گئے۔ تو یہ کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا۔ کہ سورہ برات کے احکام کی بھی تبلیغ کر دی جائے۔ لیکن بعد میں حضرت علیؓ کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ بٹانے کے لئے روانہ کیا گیا۔ جو انہوں نے بامعنی حضرت ابوبکرؓ انجام دیا۔ عادت عرب یہ تھی۔ کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا اس کا توڑنا ہوتا اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا۔ وہ ایسے شخص کے ہاتھ سے انجام پذیر ہو سکتا تھا۔ جو بادشاہ کی قوم میں سے اس کا فرزند یا بھائی یا داماد ہو۔ دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی شخصیت رکھتا ہو۔ اس کام کے لئے منتخب نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سورہ برات میں اس امر کا اعلان مقصود تھا۔ کہ سابقہ معاہدات ختم ہو چکے۔ اب مشرکین کو مسجد نبویؐ اور حرم محترم میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے یہ فرض بغیر حضرت علیؓ کے جو آپ کے عمزاد بھائی اور داماد تھے۔ دوسرے سے ہوتا تو کفار کا حسب دستور اعتراض ہوتا۔ کہ اگر ایسا اعلان مقصود تھا۔ تو کسی شاہی خانہ ان کے خاص آدمی کے ذریعہ اس کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔ کفار کے اس عذر کے رفع کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو اس ڈیوٹی کی انجام دہی کے لئے بھیجا گیا۔ اس میں قابلیت یا عدم قابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ السلام جناب ابوبکرؓ میں

لہ بیضاوی۔ مدارک۔ زاہدی تفسیر نظام نیشاپوری۔ جذب القلوب۔ شرح مشکوٰۃ میں یہی روایت اختیار کی گئی ہے۔

نہ پاتے۔ تو ابتداء میں آپ ان کو اس کام کے لئے کیوں انتخاب فرماتے۔
 بیشک ان سے بھی بڑے بڑے ذمہ داری کے کاموں کے لئے آپ
 صدیق اکبرؑ کا ہی انتخاب پسند فرمایا کرتے تھے۔ اور یہاں بھی جو کام جناب
 صدیقؑ کے سپرد کیا گیا۔ وہ بہت بڑا اہم اور ذمہ داری کا کام تھا۔ کیونکہ
 حضرت ابوبکرؓ لاکھوں نفوس کے سوار قرار دیئے جا کر احکام حج کی تبلیغ اور
 انتظام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور جس قدر واقعات و حوادث وہاں رونما
 ہونے والے تھے۔ ان سب کا تصفیہ و فصل خصوصیات کا کام صدیق اکبرؑ کے
 سپرد تھا جس قدر شرعی مسائل پیش آنے والے تھے۔ سب کا فتوے آپؑ
 صادر کرتا تھا۔ ایسے کام کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی۔ جو بڑا مجتہد
 بڑا مستطعم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو۔ بخلاف اس کے سورہ برات کی
 چند آیات کا بآواز بلند پڑھ کر سنا دینا ایک معمولی کام تھا۔ جو ہر ایک حافظ
 قرآن جبر اللہ صوت اس کو پورا کر سکتا تھا۔ اس لئے یہ قیاس نہیں ہو سکتا۔ کہ
 کہ امارت حج کا فہم الشان نظام انجام دینے کی قابلیت جس شخص میں تھی۔ وہ
 ایک سورت قرآن کے جا بجا سنا دینے کے قابل نہیں تھا۔ غرض اس سے
 نہ تو حضرت صدیقؑ پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ نہ اس سے حضرت علی
 المرتضیٰؑ کو آپ پر کوئی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

کتب حدیث و سیر کے ثابت ہے۔ کہ اس موقع پر جناب امیر علیہ السلام
 ہر ایک امر میں حضرت ابوبکرؓ کی اقتدار کرتے تھے۔ نماز ان کے پیچھے ادا کرتے
 اور مناسک حج میں بھی ان کی متابعت فرماتے تھے۔

کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے۔ کہ جب جناب امیر علیہ السلام بسواری
 ناقہ قطع مسافت کر کے بعجلت تمام حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا پہنچے۔ تو آپؑ
 پر چھا۔ اَوَمِّرَاجْتَ اَمْرًا مَوْثِرًا (کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر)
 آپؑ نے جواب میں فرمایا۔ جِئْتُ مَامُومًا (میں آپ کے ماتحت ہو کر آیا ہوں)
 خلاصہ یہ کہ امیر الحج کے ذمے جو چھ لاکھ نفوس کے سوار تھے۔ اتنا بڑا کام
 تھا۔ کہ ان سے اصالتاً سورہ برات کا جا بجا ہر ذمہ اور ہر ڈیرہ میں جا کر سنانا

منتظر تھا۔ اس لئے اس کام کے لئے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے یہ کام بوجہ حسن پورا کیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور یوں حضور علیہ السلام کے دو جلیل القدر اصحاب نے حضور علیہ السلام کی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ ان ہر دو اصحاب میں سے کسی ایک کی بقدری کی جائے۔

تیسرا طعن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو ایک دفعہ عین العاص اور ایک دفعہ اسامہ کے ماتحت فرما کر ان کے تابع حکم گردانا۔ اگر وہ خلافت و امامت کے قابل ہوتے۔ تو ایسے معمولی اشخاص کے تابع حکم نہ گردانے جاتے۔

جواب

اس طعن کا جواب دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ یہ اعتراض تب ہو سکتا ہے کہ شیعہ صاحبان عمرو بن العاص یا اسامہ کی فضیلت کے قائل ہوں۔ حالانکہ اس بات کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔ پھر اعتراض کیسا۔ دوم یہ کہ کسی خاص امر پر کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے کے ماتحت رکھ کر کام کرنے پر مامور کرنا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ سلطان یا بادشاہ کی نظر میں وہ بڑا آدمی حقیر اور چھوٹا اس سے زیادہ عزت رکھتا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہ کو جب کبھی کسی آدمی کو بڑے رتبہ پر مقرر کرنا منظور ہوتا ہے۔ پہلے اس کو کام سکھانے کے لئے کسی چھوٹے اہلکار کی ماتحت کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایسے ذی عزت خاندانی اشخاص جو سول میں پہلے ہی سے آئے۔ آئے۔ ہی منظور کئے جاتے ہیں۔ پہلے ان کو پٹواری کے ماتحت کام سکھانا پڑتا ہے۔ ایسا ہی جو شخص صیغہ فوج میں ڈائریکٹ کیشن حاصل کر کے جمودار یا صوبیدار یا لفٹنٹ گورنر ہی بھرتی کیا جاتا ہے۔ اس کو پہلے کسی معمولی حوالدار کے ماتحت قواعد پر ٹر سکھائی جاتی ہے۔ لیکن یہ ہرگز خیال نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کی نگاہ میں پٹواری یا حوالدار کو اتنی اتنی یا فوجی سردار پر فوقیت یا فضیلت حاصل ہے

بلکہ اس سے قویہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جب شیخین نے ایک وقت خلافت و امامت حاصل کرنی تھی۔ اس لئے ان کو ماتحتی کی ڈیوٹی پر لگایا گیا۔ تاکہ کام کی مشق اور ریاضت و تجربہ حاصل ہو۔ اور تابع رہ کر ان کو اپنے زمانہ اقتدار و مقبوعیت میں ماتحتوں اور تابعین فرمان کی بھی قدر و منزلت ہو۔

مقام سوم۔ سامہ و عمرو بن العاص کی امارت ایک جزوی مصلحت کی وجہ تھی۔ وہ یہ کہ اہل روم و شام آسامہ کے باپ زید کو بیدردی سے قتل کر دیا تھا اس کا انتقام اسی صورت میں ہو سکتا تھا۔ کہ مقتول کا فرزند (آسامہ) خود اپنے باپ کا بدلہ لیکر دل ٹھنڈا کرے۔ اسی طرح عمرو بن العاص منصوبہ اور تدبیر میں طاق تھا۔ اور اس وقت ایسے ہی لوگوں سے سابقہ پڑا تھا۔ جو بڑے سنگار اور پُر دغا تھے۔ اس لئے اس کے مقابلہ کے لئے ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔ جو اس فن میں خاص مہارت رکھتا ہو۔

چہاں سام۔ اگر اس خاص امارت سے فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ تو پھر جناب امیر علیہ السلام پر بھی ان کی فضیلت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ جب کہ حضور علیہ السلام نے ان سے افضل علی بن ابی طالب کو چھوڑ کر آسامہ و عمرو بن العاص کو امیر بنا کر بھیجا۔ غرض یہ طعن محض جہالت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ جس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ نہ اس سے شیخین کی تنقیص پر دلیل ہو سکتی ہے نہ فضیلت امیر ثابت ہوتی ہے۔

چوتھا طعن

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ابو بکرؓ نے کہا ہے۔ اِنَّ لِيْ شَيْطَانًا يَّعْتَرِيْنِيْ ذَا اِسْتَمْتُمْ فَاَعْنِيْوْنِيْ وَ اِنْ مَرَعْتَ فَقُوْهُ مُّؤَيِّنِيْ (میرے لئے بھی شیطان ہے۔ جو وساوس ڈالتا ہے۔ پس اگر میں راہِ راست پر چل رہا ہوں۔ تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر کچھ کبھی دیکھو۔ تو مجھے سیدھا کرو) پھر ایسا شخص قابلِ امامت و خلافت کس طرح ہو سکتا ہے۔ جو شیطانی وساوس سے نہیں بچ سکتا

جواب

اول تو اہل سنت کی کسی کتاب میں حضرت ابوبکرؓ کا یہ مقولہ درج نہیں ہے اگر بالفرض یہ درست ہوتو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم سوائے انبیاءؑ کے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے۔ احادیث صحیحہ میں ہے۔ کہ ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک جن پیدا ہوتا ہے۔ فرشتہ نیکی کی تلقین کرتا ہے۔ اور جن بدی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ پھر اگر حضرت ابوبکرؓ نے کمال کس نفی سے ایسا فرما دیا ہو۔ تو یہ آپ کی نیک طینتی اور بے نفی کا ثبوت ہے۔

انبیاءؑ یا وجود عصمت سے کلمات فرما دیا کرتے ہیں۔ آدمؑ نے فرمایا۔ مَا بَنَّا ظَلَمْنَا انْفُسَنَا فَاَعْفُ لَنَا ذُنُوبَنَا (اے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تو ہماری خطائیں معاف کر دے) حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ وَمَا اُبْرِئِيْ نَفْسِيْ اِنَّ النِّفْسَ لَا مَآسَاَ بِهَا السُّوْءُ (اَلَا مَآسَاَ حِفْرٍ مَّرْقِيٍّ) (میں اپنے نفس کو خطا سے برّا نہیں سمجھتا۔ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے۔ ہاں جس پر خدا رحم کر دے) حضرت امیر علیہ السلام اپنے دیوان میں فرماتے ہیں۔

ذُنُوْبِيْ بَلَدِيْ مِمَّا حِقْلِيْ نَزَادَا كُنْتُ فِي الْحَشْرِ حَمَلًا
دیرے گناہ میری مصیبت ہیں میرا کیا چارہ ہوگا۔ جب قیامت کے روز گناہوں کا بوجھ میری گردن پر ہوگا (دیوان علیؑ)

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں۔ تَدَا مَلَكُ الشَّيْطَانِ عَنَانِيْ فِي شَوْءِ الظَّنِّ وَضَعْفِ الْيَقِيْنِ وَرَاقِيْ اَشْكُوْ سُوْءَ حُجَّتِهِ اِلَى لَطَافَةِ نَفْسِيْ (صحیفہ سجادیہ) شیطان نے بدگمانی اور یقین کی کمزوری میں میری باگ پکڑ رکھی ہے۔ اور میں اس کے بُرے پڑوس اور اپنے نفس کے اس کے مطیع ہونے کی شکایت کرتا ہوں)

اگر انبیاءؑ کے اقوال بالا اور ایہ معصومین کے ان مقولوں سے ثبوت دامت میں فرق نہیں آتا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کس نفی سے یوں کہہ دیا۔ تو کیا مضائقہ۔

پانچواں طعن (جنازہ رسول)

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کا جنازہ نہیں پڑھا

اس ضمن کو بڑا کھینچ تان کر بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ گمراہ ہوں۔ کہ جن لوگوں نے اپنے رسولؐ پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھی۔ وہ خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں؟

جواب

جھوٹ محض جھوٹ۔ اگر آج کل کے شیعہ اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کریں۔ تو ایسے جھوٹ کہنے سے شرم آئے۔ مگر اندر سے بہالت اپنی کتابوں سے بھی انہیں واقفیت نہیں ہے۔

(۱) شیعہ کی نہایت مقبر کتاب اصول کافی کے ص ۱۶ میں لکھا ہے۔
عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ قَوْجًا قَوْجًا (امام باقرؑ نے فرمایا جب بنی علیہ السلام فوت ہوئے۔ آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین و انصار نے نماز پڑھی) یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ الفدلام جب صیفہ جمع پر واقع ہو تو استفرق کا معنی دیتا ہے۔ اس لئے بقول حضرت امامؑ جب جمع مہاجرین و انصار کا نماز جنازہ رسولؐ پڑھنا ثابت ہے۔ تو پھر شیعہ کی یہ بکواس کہ خنین نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا۔ کیا وقعت رکھتا ہے۔ تم سچے ہو۔ یا حضرت امامؑ سچے۔

(۲) شیعہ کی ایک دوسری مستند کتاب اخبار ما تم مطبوعہ مطبعہ حسینی رامپور کی مجلس اول ص ۶۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِمَامًا حَيًّا وَبَيِّنًا قَدْ خَلَوْا عَلَيْهِ عَشْرَةَ فُصُولًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَكَيْلَةَ الثَّلَاثَةِ حَتَّى الصُّبْحِ وَيَوْمَ الثَّلَاثَةِ حَتَّى صَلَّيْتُ عَلَيْهِ صَبِيحُهُمْ وَكَبَّرُهُمْ وَذَكَرُهُمْ وَأَتَاهُمْ وَنَوَّاحِي الْمَكِّيَّةِ بَعْدَ إِمَامِهِ (تاج محمد)۔ حضرت امام باقرؑ نے فرمایا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور علیہ السلام پر کس طرح نماز پڑھیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ آپ ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ دس دس نے داخل ہو کر آپ پر نماز پڑھی۔ پیر کے دن اور منگل کے دن صبح تک نماز ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ تمام چھوٹے بڑے

مرد و عورت نے مدینہ اور ارد گرد کے لوگوں نے بغیر امام کے نماز گزارے
اب شیعہ خود ہی انصاف کریں۔ کہ جب تمہاری کتابوں میں تصریح ہے
کہ تمام مہاجرین و انصار چھوٹے بڑے۔ مرد و عورت مدینہ و مضافات کے
لوگ نماز جنازہ رسولؐ میں شامل تھے۔ تو کیا مہاجرین و انصار اور صغیر و
کبیر اور ذکر و انہی کے عموم سے شیخین خارج ہو سکتے ہیں۔ اگر شیخین نے نماز
نہ پڑھی تھی۔ تو امامؑ نے ان کو مستثنیٰ کیوں نہ کر دیا۔

حضرت ابو بکرؓ کا شامل جنازہ ہونا

اگرچہ مذکورہ بالا دلائل نہایت صاف ہیں۔ اور ان سے بالوضاحت ثابت
ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ جو سرخیل مہاجرین و انصار تھے۔ نماز جنازہ رسولؐ
میں شامل تھے۔ لیکن ضدی شیعوں کی شاید اس سے تسلی نہ ہو۔ اب ہم وہ
روایات لکھ دیتے ہیں جن سے حضرت ابو بکرؓ کا شامل نماز جنازہ ہونا
بالصراحت ثابت ہے۔

اصول کافی ص ۲۸۱ میں ہے عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
أَنَّ الْعَبَّاسَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ يَا عَلِيُّ إِنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوا أَنْ يَكُونَ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي بَقِيعِ الْمَصْلِيِّ وَ أَنَّ
يَوْمَئِذٍ مِنْهُمْ مَنْ جُلَّ مِنْهُمْ فَخَرَجَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا
أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِمَامٌ حَيًّا وَمَيِّتًا وَقَالَ إِنِّي أَذْفَنُ فِي الْمَقْعَةِ
الَّتِي أُقْبَضُ فِيهَا ثُمَّ قَامَ عَلَى أَلْبَابِ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَمَرَ النَّاسَ حَشْدًا
عَشْرَةً أَنْ يُصَلُّوا ثُمَّ خَرَجَ جُونًا (ترجمہ: امام جعفرؑ نے فرمایا۔ حضرت
عباسؓ نے حضرت امیر علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا
ہے۔ کہ رسول پاکؐ کو جنت البقیع میں دفن کریں۔ اور کہ ان میں سے ایک شخص
(ابو بکرؓ) امام ہو۔ پس امیر علیہ السلام لوگوں کے پاس آئے۔ اور کہا کہ رسولؐ
پاک ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ اور آپؐ فرمایا ہے۔ کہ
میں اُسی جگہ دفن کیا جاؤں۔ جہاں میرا انتقال ہو۔ پھر امیرؑ دروازہ پر کھڑے

ہو گئے۔ اور خود نماز پڑھی۔ پھر لوگوں کو حکم دیا۔ دس دس آدمی۔ نماز پڑھتے پھر چلے جاتے تھے۔)

اس روایت سے ثابت ہے۔ کہ بوقت جنازہ رسول حضرت ابو بکرؓ موجود تھے۔ اور لوگوں کا اس امر پر اتفاق تھا۔ کہ آپ کو امام بنایا جائے۔ لیکن امیر علیہ السلام کے کہنے پر کہ امام کی ضرورت نہیں ہے۔ دس دس اشخاص نے بلا امامت نماز پڑھی پھر کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ ابو بکرؓ نے نماز نہیں پڑھی۔ ممکن ہے۔ اس سے ایک متعصب شیعی کی تسلی نہ ہو کیونکہ اس روایت میں بالاشعارہ حضرت ابو بکرؓ کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے۔ آپ کا نام بالانصریح موجود نہیں ہے۔ لو اب ہم آپ کو وہ روایت دکھائیں۔ جس میں حضرت ابو بکرؓ کا نام بھی درج ہے۔

جلال العیون اردو مطبوعہ جعفری لکھنؤ جلد ۱ ص ۱۱۱ ہے۔ "جناب لوق" سے روایت ہے۔ کہ عباسؓ جناب امیرؓ کی خدمت میں آئے۔ اور کہا۔ لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ کہ حضرت ہاکو بقیع میں دفن کریں۔ اور ابو بکرؓ آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔ جناب امیرؓ نے کہا۔ بدستیکہ رسولؐ خدام پیغمبرؐ و امام ہمارے جیت و مات میں ہیں۔ اور حضرتؐ نے خود فرمایا تھا۔ کہ میں وہاں دفن ہو چکا۔ جہاں میری روح قبض کی جائے۔

اب توشیحہ حضرات کی تسلی ہو جائیگی۔ کہ حضرت ابو بکرؓ حسب روایت امام صادقؑ صرف نماز جنازہ میں شامل ہی نہ تھے۔ بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا۔ کہ آپ ہی امام ہوں۔ (کیونکہ حضور علیہ السلام اپنی زندگی میں آپ کو امامت نماز پر مامور فرما چکے تھے۔) پھر کس قدر بے شرمی ہے کہ ایہ اہل بیتؑ کو ٹھٹھا کر شیعہ صاحبان تمام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کہ یہ اچھے خلیفے تھے۔ کہ رسولؐ کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔

پیارے رسولؐ سے پیارے دوست کی آخری باتیں

رافضی فضائل ابو بکرؓ کو کہاں تک چھپائیں گے۔ ان کی کتابیں بھی آپ کے فضائل کی

خاتم میں۔ کتاب جلاء العیون اردو جلد اول ص ۷۷ میں تصریح ہے۔ کہ بیکر رسولؐ سے آخری ہمکلامی کا جس شخص کو شرف حاصل ہوا۔ وہ حضرت ابو بکرؓ ہی تھے چنانچہ حضور علیہ السلام نے تمام راز کی باتیں اپنے ہمارا زرار غار ابو بکرؓ کو ہی بتلائیں۔
وہ نصیب ابو بکرؓ زہے قسمت ابو بکرؓ۔ کتاب مذکور میں یوں درج ہے۔

”ثعلبی نے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت مرض حضرت رسولؐ پریشانی ہوا اس وقت ابو بکرؓ آئے۔ اور کہا یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ میری اہل حاضر ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا آپ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا جانب سدرۃ المنتقیٰ و جنت المادئ و رفیق علیٰ عیش گوارا و جبرجہائے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ آپ کو غسل کون دیگا۔ حضرتؐ نے فرمایا جو میرے اہل بیت سے مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابو بکرؓ نے پوچھا۔ کس چیز میں آپ کو کفن کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا انہیں کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں یا جامہ ہائے منی و مصری میں۔ ابو بکرؓ نے پوچھا۔ کس طرح آپ پر نماز پڑھیں گے۔ اس وقت جوش و خروش اور غلغلہ آواز مردم بلند ہوا۔ اور درو دیوار کا پینے لگے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ صبر کرو خدا تم لوگوں سے عفو کرے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول پاکؐ آخری دم تک جناب صدیق اکبرؓ کو اپنا صادق الوداد اور محرم راز و دست سمجھتے تھے۔ کہ تمام راز و نیاز کی باتیں اسی خاص دوست سے فرمائیں۔

شیعہ عذر کریں۔ کہ آخری وقت میں رسول پاکؐ ایک منافق کو بھی شرف ہمکلامی بخش سکتے تھے۔ کہ نہ علیؓ کو نہ دیگر اہل بیت کو اس امر کے لئے منتخب فرمایا۔ بلکہ اپنے قدیم دوست پورائے تابعدار یار غار کو ہی یہ شرف عطا ہوا۔
سچ ہے یہ اس سعادت نہروہا زو نیست۔ تا نہ بخشد خداے بخشندہ

اور حب ابو بکرؓ آخری دم تک پروانہ وار شمع جمال احمدیؓ پر اپنی جان نثار کئے ہوئے تھے۔ پھر کیونکر ممکن تھا۔ کہ نماز جنازہ رسولؐ سے غیر حاضر ہوں۔
اب اس باطل طعن کا کیا بیغنی قلع و قمع ہو چکا۔ اب ہم شیعہ کے ایک اور مشہور

طعن کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو تمام مطاعن کی بنیاد ہے۔

چھٹا طعن (قضیہ فدک)

شیعہ کا یہ طعن ہے کہ ابوبکر صدیق نے فدک بنت رسول (فاطمہ الزہراء) سے چھین لیا۔ ان کو ناراض کیا۔ اور رسول پاکؐ نے فاقون جنت کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی سے تعبیر کیا۔ پھر ایسا شخص خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

جواب

چونکہ شیعہ صاحبان اس طعن کو بڑی شدت سے پیش کیا کرتے ہیں۔ اور طاعنین کے خیال میں یہی ایک بڑا قلعہ ہے۔ جس پر ان کے باقی مطاعن کی واردات ہے۔ اس لئے ہم اس کے متعلق خرچ و بسط سے کلام کر کے اس ہوائی قلعہ کے پرچے اڑائیں گے۔ تاکہ اہل بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ کہ طاعنین کہلاتک راہ حق سے ہٹکے ہوئے پاؤں ہوا باتیں کر رہے ہیں۔

اس لئے پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ فدک ہے کیا چیز۔ وہ کس طرح اسلام کے قبضہ میں آیا۔ اور قرآن کا فیصلہ اس کے متعلق کیا ہے۔ اور رسول پاکؐ اور آپؑ کے صحابہ کرام اور اہل بیت علیہم السلام کا اس کے متعلق طرز عمل کیا رہا ہے۔

فدک کی تعریف

سودک جیسا کہ قاموں میں ہے۔ ایک چھوٹے قریہ کا نام ہے۔ جو خیبر کے نواح میں ہے۔ اور جریمہ یہود کے قبضہ میں تھا۔ جب آنحضرتؐ فتح خیبر کے واپس ہوئے۔ تو مجاہدین مسعود القساری کو اہل فدک کے پاس آپؐ نے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ اس بستی کا سردار یوسف بن لؤن نام ایک یہودی تھا۔ یہودیوں نے حضورؐ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ اور صلح کے عوض فدک کی آمدنی میں وہی منظور کی۔ اس وقت سے یہ باغ اسلام کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ یہ جائیداد قبضہ اسلام میں بدون لڑائی بطور صلح آئی تھی۔ اس لئے اس کو فی کتبہ ہیں۔ اور فی کے متعلق جو حکم قرآن میں ہے۔ وہی قابل عمل ہوگا۔ فی الحقیقت فدک کی

کل کائنات چند تجویز ہیں۔ جن کے متعلق اس قدر دوہائی مچائی جاتی ہے۔
 کہ صحابہ نے خاتون جنت کی جائیداد چھین لی۔ خاتون جنت نے مقدمہ بازی
 کی۔ مقبرہ شہادت گذاری۔ جو مسترد کی گئی۔ اور دعویٰ خارج کیا گیا لیکن شیعہ
 کے نزدیک فدک ایک ملک کا نام ہے۔ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ کی مالیت
 کا ہے۔

فدک کی حقیقت شیعہ نقطہ خیال سے

شیعہ کی معتبر کتاب مہول کافی میں ص ۵۵۳ میں ایک طو لانی حدیث لکھی ہے جس
 میں حضرت ابو الحسن موئے نے خلیفہ مہدی سے فدک کی واپسی کے متعلق پچالہ کیا۔
 اس میں لکھا ہے۔ فَقَالَ لَهُ اَلْمُهَدِّيُّ يَا اَبَا اَحْسَنَ حَدَّثَنَا هَآؤُنِ فَقَالَ حَدَّثَنَا مِنْهَا
 بَجَلٌ اُحَدِّثُ مِنْهَا عَرَبِيٌّ مَصْرًا وَحَدَّثَنَا مِنْهَا سَيْفٌ اَلْجَنِّيُّ وَحَدَّثَنَا مِنْهَا دَوْمَةُ
 اَلْجَنْدَلِ فَقَالَ لَهُ كُلُّ هَٰذَا قَالَ نَعَمْ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَٰذَا اَكْلُهُ فَقَالَ
 كَيْفَ تَعْرِضُوْنَ اَنْظُرْ فِيْهِ (مہدی نے کہا اے ابو احسن فدک کی حد بتائیے۔ امام
 نے کہا ایک کنارہ اس کا کوہ احد ہے۔ اور دوسرا سرزمین مصر۔ ایک گوشہ ہند
 اور دوسرا دومتہ الجندل۔ مہدی نے کہا کیا یہ سب فدک ہے۔ امام نے کہا ہاں
 خلیفہ نے کہا یہ تو ایک ملک ہے۔ اور میں اس بارہ میں غور کروں گا)
 شیعہ کی اس حد شماری سے جو امام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ فدک گڑھی
 دنیا کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کہا کرتے ہیں۔ کہ فدک لاکھوں کی جائیداد
 تھی۔ جو ابو بکر نے دیا لی۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ کیا رسول پاکؐ دنیا طلبی کے لئے مبعوث
 ہوئے تھے۔ کہ نبوت کے اقتدار سے جن ممالک پر قبضہ ہوا وہ سب اپنی دختر نیک
 اختر کے حوالہ کر دیا۔ مخالفین اسلام اس بارہ میں کیا کہیں گے کہ تمہارے رسولؐ نے
 دختر جمالت اسی لئے کیا تھا۔ کہ ملک کے ملک ایتھ کر بہو بیٹیوں کے حوالے کرتے
 جائیں۔ غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

ہمارے رسول پاکؐ اور آپ کے اہل بیت کی تو یہ حالت تھی۔ کہ باوجود
 شہنشاہ اعظم ہونے کے تین تین روز فائقے گزرتے تھے۔ اور گہیوں کی

روٹی کھانے کو نہ ہوتی تھی۔ پھر جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی زوجہ چند
دراہم کے عوض ایک یہودی کے پاس گرو تھی۔ لاریب آپ کی صداقت کی
بھی بڑی دلیل ہے۔ آپ نے دولت دنیا کو ایک پریشہ کی وقعت نہ دے رکھی
تھی۔ اور آپ کے اپنی بیت بھی اسی کے خوگر تھے۔ کہ فاقے رہ کر یاد خدا میں شب
روز مصروف رہتے تھے۔ پیغمبر علیہ السلام کے ذمے یہ ایک بہت بڑا افترا ہے
کہ آپ ایک بڑا مالک جو بغیر فوج کشی ہاتھ لگا۔ فقراء و مساکین امت کو محروم کر کے
سارا کا سارا اپنی بیٹی کو دیدیا۔ اور اسی طرح نحت جگر رسول فاطمہ الزہراء پر
یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ کہ آپ دنیا حقیقہ کی اس قدر دلدادہ تھیں کہ متاع الدنیا
کے لئے کچھ یوں میں مقدمات لڑا تے پھر یہ۔ استغفر اللہ۔

فدک کے متعلق فیصلہ قرآن

یہ امر مسلمہ فریقین ہے۔ کہ فدک مال فی تھا۔ جو بغیر جنگ و جدال ہاتھ آیا تھا۔
اس کے متعلق ہمیں قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ کہ مال فی کے متعلق
قرآنی فیصلہ کیا ہے۔ قرآن میں پارہ ۲۸ سورہ حشر میں ہے:-

مَا آتَاكَ اللَّهُ مَالًا تَرَىٰ أَهْلَ الْقُرْآنِ يُلْفُوكَ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالْمَسْكِينُ وَالْبَائِسُ وَالْفَقِيرُ إِذَا الْمُهَاجِرِينَ الْكُنُوزِ أُخْرِجُوا
مِنْ دِيَارِهِمْ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ (ترجمہ۔ جو زمین یا جائیداد بطور
فی اہل دیہات سے رسول کو ملی۔ وہ خدا و رسول اور قرا بتداران رسول اور
یتیموں۔ مسکینوں اور مسافروں اور فقراء ہا جرین اور ان سب مسلمانوں کیلئے
(وقف) ہے۔ جو آئندہ دنیا میں آئیں گے)

اس آیت میں صریح فیصلہ موجود ہے۔ کہ مال فی (جو بدولن لڑائی ہاتھ
آئے) جب وہ غیر منقولہ ہو۔ تو کسی کی خاص ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے
حق قدر رسول اور قرا بتداران رسول کے علاوہ تمام مسلمان جو یتیم و مسکین یا مسافر
ہوں۔ اور وہ ہا جرین محتاج جو اپنے گھروں سے جلا وطن کئے گئے۔ اور جو آئندہ
پیدا ہوں گے۔ یکساں ہیں۔ پھر شیعہ کا یہ خیال برخلاف فیصلہ قرآن فدک (مال فی)

رسول پاکؐ نے صرف فاطمہ الزہراءؑ کی ملکیت میں دیدیا تھا۔ نہ صرف قرآن کو ہی جھٹلانا ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے ذمے اتہام لگانا ہے کہ آپؐ نے حکم خداوندی کو پس پشت ڈالکر یہ مال وقف جو غریب مسلمانوں کا حق تھا۔ اکیلا خاتون جنت کے قبضہ میں دیدیا۔ کیا فیصلہ قرآن سے بڑھکر کوئی اور فیصلہ ناطق ہو سکتا ہے۔ شیعہ جواب دیں۔ یا تو یہ ثابت کریں۔ کہ فدک مال خلی نہ تھا۔ اور اگر یہ تسلیم ہے تو پھر اس کے مصارف یہ لوگ کیوں نہیں۔ جن کا ذکر آیت مذکورہ میں بالقرآن ہے۔

کیا فدک رسول پاکؐ کی ذاتی جائیداد تھی؟

فدک کا فاطمہ الزہراءؑ کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعہ کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ کبھی کہتے ہیں۔ کہ فدک آپ کو بطور مہبہ ملا تھا۔ اور کبھی یہ کہ وراثتاً ترکہ میں آیا۔ لیکن یہ دونوں باتیں تب ثابت ہو سکتی ہیں۔ کہ فدک رسول پاکؐ کی ذاتی ملکیت ہوتی۔ لیکن اس بات کا ثابت کرنا بالکل مشکل ہے۔ اول تو آیت بالا اس کے مخالف ہے۔ دوم یہ مافی ہوئی بات ہے۔ کہ ذاتی جائیداد وہ ہوتی ہے۔ جو کسی شخص کو وراثتاً ملے۔ یا اس نے ذاتی کمائی سے اس کو خریدا ہو یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ نہ حضور علیہ السلام کو یا و اجداد سے فدک ترکہ میں ملا۔ اور نہ حضور نے اس کو اپنی کسی ذاتی آمدن سے پیدا کیا۔ یہ سلم امر ہے۔ کہ بادشاہ یا امام یا نبیؐ کو حجاب و حکومت یا امامت یا نبوت کے آخر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ بادشاہ یا امام یا نبیؐ کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین یا سرحد فتح کرتا ہے۔ وہ اس کی گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ نہ بادشاہ کی ذاتی جائیداد۔ ایسا ہی جو اراضیات امام یا نبیؐ کے قبضہ میں آئی ہیں۔ وہ اس کے وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتیں۔ بلکہ اس کے خلیفہ یا جانشین کو ملا کرتی ہیں۔

علامہ شبلی نے اس کے متعلق حسب ذیل ریا رک کیا ہے۔ جو ہر ایک ذی بصیرت کی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ یہ بحث اگرچہ طرفین کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ بات نہایت مختصر تھی۔ اور اب جبکہ سیاست مرنے کے اصول زیادہ صاف اور عام فہم ہو گئے ہیں۔ یہ مسئلہ اس قابل ہی نہیں رہا۔ کہ

عَلَيْهِ وَالْإِلَهِ فَذَكَرَكَ وَمَا وَآلَا هَا لَمْ يُوحَ فَعَلَيْهِ جَبَلٌ وَلَا سِرَابٌ فَأَتَزَلُّ اللَّهُ
 عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى وَسَلَّمَ وَأَتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ فَلَمْ يُدِرْ سِرًّا سَأَلَ سَوَّلَ اللَّهُ مِنْهُمْ فَوَاجَعَ
 فِي ذَلِكَ جِبْرَائِيلُ رَبَّهُ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ أَدْفَعْ فَذَكَرَكَ إِلَىٰ فَاطِمَةَ
 فَذَعَا هَا سَأَلَ سَوَّلَ اللَّهُ فَقَالَ لَهَا يَا فَاطِمَةُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ فِي أَنْ أَدْفَعْ
 إِلَيْكَ فَذَكَرَكَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ يَا سَوَّلَ اللَّهُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْكَ

(ترجمہ:-) امام ابو الحسن نے کہا خدا نے رسولؐ کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کئے
 جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی۔ تو خدا نے آیت و ایت ذالقرنیٰ حَقَّہ
 (وہ سے رشتہ دار کو اس کا حق) نازل کی۔ تو رسولؐ کو معلوم نہ ہو سکا کہ ذالقرنیٰ
 سے کیا مراد ہے۔ آپؐ نے اس کے متعلق جبرائیلؑ سے استفسار کیا۔ اور جبرائیلؑ
 نے رب العزۃ سے استصواب کیا۔ تو خدا نے وحی بھیجی (مراد یہ ہے) کہ فدک
 فاطمہؑ کو دیدیجئے۔ تب رسولؐ نے بلا کر کہا۔ فاطمہؑ خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔
 کہ فدک تجھے دیدوں۔ فاطمہؑ نے کہا۔ میں نے خدا و رسولؐ سے یہ عطیہ قبول کیا
 قصہ تراخنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی۔ لیکن یہ نہیں
 سوچا۔ کہ اس سے رسول پاکؐ پر الزام آتا ہے۔ کہ آپؐ باوجود علوم اولین و
 آخرین کے عالم ہونے اور ماکان و مایکون سے آگاہ ہونے کے ذالقرنیٰ کا معنی
 بھی نہ سمجھ سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے۔ کہ اس نے باوجود اس قول
 پاکؐ کے وَلَقَدْ يَمَنَّا بِالْقُرْآنِ لَنَعْلَمَنَّ أَنَّكَ لَنَدْرُکُ (ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے بہت
 سہل کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معنی کے طور پر فرمایا۔ کہ نہ اس کا معنی صاحبِ لوحی
 سمجھ سکے نہ وحی ہی کی سمجھ میں آیا۔ اور اس کے متعلق بلا وجہ نبی علیہ السلام کو
 اس قدر تردد کرنا پڑا۔ کہ جبرائیلؑ کو مدعو کر کے دریافت کیا گیا۔ پھر جبرائیلؑ بارگاہ
 رب العزۃ میں دوڑے گئے۔ اور وہاں سے آیت کا معنی پوچھ کر پھر رسولؐ کو
 سمجھایا۔ کتنا آسان تھا۔ کہ پہلے ہی سے یوں فرما دیا جاتا۔ وَأَتِ فَاطِمَةَ فَذَكَرَكَ
 (فاطمہؑ کو فدک دیدیجئے) شیعہ صاحبان ایسی بودی باتیں کہہ کر ناخوش جبکہ ہنسائی
 کرتے ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں۔ کہ یہ آیت مکملی ہے۔ اور مکمل میں فدک کہاں تھا۔
 لَمْ يَدْرُکْ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ سورہ روم اور بنی اسرائیل میں ہے حالانکہ بالاتفاق دونوں سورتیں مکملی میں۔

وہ تو ہجرت مدینہ کے بعد قبضہ اسلام میں آیا۔ پھر جب تک ایک چیز ابھی تک ہاتھ ہی میں نہیں آئی۔ تو اس کی بخشش کیسی۔ یا للعجب

دعویٰ ہبہ فدک

شیعہ کہتے ہیں کہ فاطمہ الزہراءؑ نے فدک کے اپنے حق میں ہبہ ہوئے کا مقدمہ دربار صدیق میں دائر کیا۔ اور دو نہایت ثقہ اور معتبر گواہ (حضرت علیؑ و امّ ابن) بھی پیش کئے۔ لیکن ابو بکرؓ نے شہادت رد کر دی۔ اور دعویٰ خارج کر دیا گیا۔ سوا دل تو اس واقعہ کا ثبوت اہل سنت کی کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔ دو قمر اگر صحیح ملے ہو۔ تو اس سے حضرت ابو بکرؓ کے عامل بالشرع اور بے رو رعایت منصف حاکم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ حکم قرآن **وَأَشْهِدُوا ذُنُبَ مَنْ بَرَّ جَالِكُمْ وَ إِنْ لَمْ يَكُونُوا فَرَأَوْا مُؤَيَّدِينَ فَرَأَوْا مُؤَيَّدِينَ** (دو مرد گواہ رکھو۔ وہ نہ مل سکیں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں)

چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت موجود نہ تھا۔ نہ دو مرد اور نہ ایک مرد اور دو عورتیں ہی گواہ تھیں۔ اس لئے اگر ابو بکر صدیقؓ نے اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتون جنت کی خاطر غلط فیصلہ دے رہا ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں اس قدر آزادی تھی کہ سر اجلاس ایک معمولی عورت بھی خلیفہ وقت کو ٹوک سکتی تھی۔ کہ یوں نہیں یوں ہونا چاہئے۔ اہ خلیفہ وقت خندہ پیشانی سے معترض کے اعتراض کو سنکر اگر داجبی ہوتا تو سر تسلیم خم کر دیتے۔

عدالت و انصاف کا بڑا لازمہ عام مساوات کا لحاظ ہے۔ ایوان عدالت میں شاہ و گدا۔ امیر و غریب۔ شریف و ذلیل سب ہم رتبہ سمجھے جاتے تھے۔ اور کسی بڑے کی غفلت کی پاسداری سے اصول شریعت نہیں بدل سکتے۔ چونکہ **وَأَشْهِدُوا ذُنُبَ مَنْ بَرَّ جَالِكُمْ وَ إِنْ لَمْ يَكُونُوا فَرَأَوْا مُؤَيَّدِينَ فَرَأَوْا مُؤَيَّدِينَ** کا حکم عام ہے۔ جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اول تو یہ ناممکن ہے کہ احکام شرع کی مہارت کے باوجود جناب امیر علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کی طرف سے نامکمل شہادت لیکر ایوان عدالت میں حاضر ہوں۔ اگر ایسا ہو گیا ہو۔ تو خلیفہ رسولؐ کا اہم فرض تھا۔ کہ یہ قیمل حکم خدا کے جلیل اس نامکمل شہادت کی بنا پر خاتون جنت کے حق میں ڈگری نہ دیں۔

ایسے فیصلہ سے جو جناب امیر علیہ السلام اور خاتونِ جنت کو بجائے اس کے کہ ناراض ہوں۔ حاکمِ شرع (خلیفہ) کی داد دینی چاہئے تھی کہ الہی فرمان کے مقابلہ میں پاسداری کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ خال کے طور پر ہم ایک واقعہ کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فصلِ خصومات کے لئے زید بن ثابتؓ قاضی مقرر کئے تھے۔ ایک دفعہ فاروقؓ اعظم کسی تنازعہ کے لئے جو آپ کا ابی بن کعب سے تھا۔ اور ابی نے دعوے زید کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ بطور مدعا علیہ حاضر ہوئے زید نے خلیفہ وقت کی تعظیم کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ فرما کر ابی کے برابر بیٹھ گئے۔ اور مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ ابی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس نے قاعدے کے مطابق حضرت عمرؓ سے قسم لینی چاہی۔ زید نے فاروقؓ اعظم کے رتبہ کی پاس کر کے ابی سے درخواست کی کہ امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمرؓ اس طرفداری پر نہایت رنجیدہ ہوئے۔ زید کی طرف مخاطب ہو کر فرمائے گئے۔ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمرؓ دونوں برابر نہ ہوں۔ تم منصبِ قضاء کے قابل نہیں سمجھے جاسکتے۔

(الفاروق جلد ۲ صفحہ ۴۵)

ایسا ہی شیخہ کی مشہر کتاب کشف الغمص میں مذکور ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ اور اپنا دعویٰ قاضی شرع کی عدالت میں دائر کیا۔ قاضی نے حضرت امیر المومنینؓ سے شہادت طلب کی جناب امیرؓ نے امام حسنؓ اور اپنے غلام قمبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے گواہی نامنظور کی۔ کیونکہ ایک حضرت امیرؓ کے صاحبزادے تھے۔ اور دوسرا غلام۔ ایسا بین لایحضرة الفقہ کتاب القضاء میں مرقوم ہے۔ کہ جناب امیرؓ قاضی مدینہ (شریح) کے اس فیصلہ سے ناراض نہ ہوئے۔ نہ اس کو قضاء سے معزول نہ کیا۔ بلکہ اس کے انصاف کی داد دی۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

الغرض دعوئے ہبہ فردک کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نہ حضور علیہ السلام

باقی اقرباء کو محروم کر کے اکیلے فاطمہ الزہراءؑ کو یہ جائیداد دے سکتے تھے۔ اور
 دیتے کس طرح جب جائیداد آپ کی ملکیت ہی نہ تھی۔

دعوئے وراثت

جب یہی کی طرف سے قیل ہوئے ہیں۔ تو شیعہ حضرات وراثت کا سوال پیش
 کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے ابو بکرؓ کے پاس دعوئے کیا
 کہ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہئے جو یہ سوال پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہے
 (۱) اس لئے کہ وراثت بھی ان ہی اشیاء میں ہوتی ہے۔ جو مورث کی ملکیت
 ہوں۔ جب فدک حسب مسئلہ قرآن مال فی (وقف) تھا۔ اور عامۃً مسلمان کا
 حق تھا۔ تو وراثت کیسی؟

(۲) اس لئے کہ دیگر وزراء کو محروم کر کے اکیلے حضرت فاطمہؑ کو فدک بطور وراثت
 لینے کا کیا حق تھا۔ حضرت کی نو بیویاں اور حضرت عباسؓ (چچا) بھی موجود تھے
 پھر ان کو کس طرح محروم الارث کر کے یہ مال اکیلے خاتون جنت کو مل سکتا تھا
 علاوہ ازیں اگر فدک میں مسئلہ فدک جاری ہو سکتا۔ اور انبیاء کے ترکہ میں تورث
 جائز ہوتی۔ تو حضرت ابو بکرؓ کو اس کی تقسیم میں کچھ عذر نہ ہونا چاہئے تھا۔ گینوت
 اس سے آپ کی دختر حضرت عائشہؓ نہ بھی بہرہ یاب ہوتیں۔ اور حضرت عباسؓ بھی
 حضرت ابو بکرؓ کے ہمیشہ موید رہے۔ ان کی حق تلفی کس طرح روا رکھی جاتی۔
 (۳) اس لئے کہ آنحضرتؐ کی صحیح حدیث موجود ہے۔ **فَحَقُّ مَعَاذِرِ الْأَقْبِلِ
 لَا تَرِثُ وَلَا تَوْرَثُ مَا تَرَكَ نَاكِلًا صَدَقَةً** ہم گروہ انبیاء نہ کسی مال دنیوی کے
 وارث ہوتے ہیں۔ نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔

سوال شیعہ

آيَتُ يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِي الْأَوْكَادِ كَمَا وَلَدَكُمْ لِلَّذِي مَثَلُ حَظِّ الْأَنْثَيْنِ عَامٍ ہے پھر
 رسول اللہؐ اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ کوئی استثناء نہیں۔ اور
 حدیث صحیح بھی ہو۔ تو آیت کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

جواب

کئی آیات ہیں جو بظاہر عام ہوتی ہیں۔ لیکن رسولؐ اس حکم سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسے آیت **فَاتَّخِذُوا طَائِفًا مِّنْكُمْ مِنَ النِّسَاءِ وَمَتْنِيْ وَثَلَاتٍ وَمُبَاغٍ**۔ عام ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ چار بیویاں کرنا جائز ہیں۔ اس سے نایبہ نہیں۔ رسولؐ پاک اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ آپؐ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔ پھر جیسے آیت **نِكَاحِ** میں باوجود کسی استثناء کے نہ ہونے کے رسولؐ مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح یوحناؑ کہ اللہ انہ سے بھی آپؐ مستثنیٰ ہیں۔ اور حدیث ناسخ آیت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث مذکور سے تخصیص مطلوب ہے۔ اور حدیث منقوض آیت ہو سکتی ہے۔

سوال ششم

حدیث لا فتنہ الا بعد موتی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خود ہی وضع کر لی۔ آیت کی موجودگی میں ایسی حدیث کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

جواب

شیعہ کی لاعلمی یا ہٹ دھرمی پر انہوں نے یہ ہی حدیث شیعہ کی اپنی مقبرہ کتابوں میں بروایت ائمہ اہل بیت موجود ہے۔ پھر اس حدیث کو موضوع کہنا ائمہ اہل بیت کو وضاع حدیث قرار دینا ہے۔ چنانچہ کتاب اصول کافی ص ۸۱ میں ہے عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَمَنْ تَلَّ الْأَنْبِيَاءَ وَذَكَرَ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ كَمْ يُؤْمَرُ تَوَادُّهُمْ وَكَأَنَّهَا أَوْ تَوَادُّهُمْ وَأَحَادِيثُهُمْ مِنْ أَحَادِيثِهِمْ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ فَقَدْ أَخَذَ بِحِطِّ وَافِرٍ (امام جعفر صادق ع سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ انبیاء ورتہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ بلکہ اپنی احادیث چھوڑ جاتے ہیں پس جس شخص نے یہ میراث (احادیث الانبیاء) پائی۔ اس کو بہرہ وافر ملا۔ اس حدیث میں مدلل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ انبیاء مال دنیا میراث ہرگز نہیں چھوڑتے۔ بلکہ ان کی میراث علم و حکمت ہوتی ہے جس کو یہ میراث ملی۔ وہی کامیاب ہوگا سب تو شیعہ کو یہ کہنے کی مجال نہیں ہو سکتی۔ کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء

علماء اور موضوع ہے۔ یہ حجت اس وقت چل سکتی تھی جب شیعہ کی کتابیں اہل سنت کے پاس موجود نہ ہوتی تھیں۔ اب تو خدا کے فضل سے شیعہ کی کتابیں تمام علماء اہل سنت کے پاس موجود ہیں۔ اس لئے اب شیعہ کو سمجھ سوچ کر بات کرنی چاہئے۔
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے، جادوہ جو سر پہ چڑھکے بولے
سوال شیعہ

دوسری آیات کے یہ پتہ لگتا ہے کہ انبیاء مال دنیا ترکہ میں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور ان کی اولاد وارث ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت فاطمہؑ دختر رسولؐ کو کیوں ورنہ نہ ملے آیات یہ ہیں (۱) وَكَوْرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ (سُلیمانؑ دَاوُدؑ کے وارث ہوئے) (۲) مَا تَرَىٰ هَبْنِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا كَيْفَ تَنْفِي وَيُخْرِجُنِي مِنْ اِلٰی يَعْقُوْبَ (اے خدا مجھے اپنی بارگاہ سے ایسا ولی عطا کر جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو)

جواب

شیعہ صاحبان کی سمجھ پر افسوس۔ جن آیات کے وہ اپنی دلیل سمجھتے ہیں حقیقت میں ان سے ان کے وعوے کی تردید ہوتی ہے۔ مدنوں آیات میں میراث نبوت و حکمت مراد ہے۔ اور یہی ورثہ انبیاءؑ نے میراث حاصل کی۔ پہلی آیت میں حضرت سلیمانؑ کا وارث دَاوُدؑ ہونا بھی اسی معنی سے ہے۔ کہ دَاوُدؑ کی میراث نبوت آپ ہی نے سنبھالی۔ ورنہ اگر دنیوی مال کی وراثت ہو تو آیت کا معنی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت دَاوُدؑ علیہ السلام کے نہ صرف حضرت سلیمانؑ واحد فرزند تھے۔ بلکہ آپ کے اٹھارہ فرزند اور بھی موجود تھے۔ سب میں مالی وراثت مراد ہوتی تو چونکہ باپ کے مال کے سارے بیٹے وارث ہوتے ہیں اس لئے سب کے سب وارث ہوتے۔ نہ کہ اکیلے حضرت سلیمانؑ وارث ہو سکتے تھے۔ الاچونکہ میراث نبوت حضرت سلیمانؑ ہی کو ملی۔ اس لئے آیت وَكَوْرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ میں اس امر کا فیصلہ کیا گیا۔ کہ بیٹوں کی میراث مالی نہیں ہوتی۔ ورنہ سلیمانؑ کے اکیلے وارث ہونے کا مضمون صحیح نہ ہوتا۔ انبیاءؑ کی میراث علم و نبوت ہوتی ہے۔ اس لئے بمطابق العلماء ورثہ الانبیاءؑ ان کے حقیقی وارث وہی ہوتے ہیں جو منصب نبوت و حکمت سنبھالتے ہیں۔ دوسری آیات کے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوُدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا اَھم دَاوُدؑ اور سلیمانؑ کو علم عطا فرمایا) وَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ (سلیمانؑ نے کہا

لوگوں میں جانور و انسانی ہولی کا بھی علم عطا ہوا ہے۔ فی الحقیقت آل دنیا کا عطا ہونا ایک نبی کی فضیلت یا عت برگز نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں کفار و دوزخوں جیسے آل دنیا کے مالک گذر چکے ہیں۔ انیسار کی دولت علم و حکمت نبوت ہوتی ہے۔ ادبی کا صحیح وارث وہی کہلاتا ہے جسکو یہ دولت نصیب ہو۔
مال دنیا خاکساراں را دہند نہ عاقبت پر پیغمبر گاراں را دہند

ایک اور حدیث سے بھی یہ عقیدہ صحت پاتا ہے۔ کہ سلیمانؑ کی وراثت ملی نہ تھی۔ وہ حدیث یہ ہے
اِنَّ سُلَيْمَانَ وَرِثَ دَاوُدَ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِثَ سُلَيْمَانَ (اصول کافی ص ۱۰۰)
(سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلیمانؑ کے وارث ہوئے) اس حدیث سے تو فیصلہ
ہی کر دیا کہ سلیمانؑ کی وراثت ملی نہ تھی۔ ورنہ ان میں اور ہمارے رسولؐ پاک میں کمی بیشی گذر گئی اور سلیمانؑ
کا وارث حضرت رسولؐ پاکؐ قرار دیئے گئے کون نادان کہہ سکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کوئی مال دنیا
باقی دیکھا تھا جو ہمارے رسولؐ کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ حضورؐ حضرت سلیمانؑ کے بعد کامل شکل میں ہی ہوئے
اسلئے گویا حضرت سلیمانؑ کے ترکہ نبوت کے صحیح متول میں آپ ہی وارث سمجھے جاتے ہیں۔
دوسری آیت۔ وَ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرْثَنِي وَ رِثًا مِنْ اِلٰى يَعْقُوْبُ (اے خدا
مجھے ایسا ولی عہد عطا فرما جو میری جگہ پر میری اور آل یعقوب کی میراث سنبھالے) اس آیت سے تو شیخ کے
خیال کی سخت تردید ہوتی ہے کیونکہ حضرت ذکر رائے جو دلہ صاحب کی تمنائی تھی وہ اسی لئے بھی
کہ آپ بہت ہی دولت و مال کے مالک تھے۔ اور آپ کو کھٹکا تھا۔ کہ اسکو دوسرے وارث نہ سنبھالیں
کوئی بیٹا پیدا ہو جائے تو اسے نصیب ہو کیونکہ اول تو انبیاء و رسول و دولت دنیا سے کام ہی کیا۔ اگر
ہو بھی اور وراثت کو ٹکوتا پسند نہ ہو تو ایک آن میں سارا مال راہ خدا میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ اور ہر
آثار موت دکھلائی دیتے۔ اور ہر مال راہ خدا میں خرچ کر دیا جاتا اور انبیاء کے دل بخل و حسد بالکل پاک
ہوتے ہیں دنیا دار کی طرح انکو اپنے جہیزوں کی ضد کیونکر ہو۔ کہ ان کے مرنے کے بعد ان کو کوئی
چیز نہ ملے۔ فی الحقیقت آپ کی دعا ہی تھی کہ قوم میں آپکو کوئی ایسا نظر نہیں آتا تھا۔ جو ان کے بعد
مالک نبوت یا خلافت ہو کر اصلاح خلق کر سکے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ مجھے ایسا ولی عہد عطا
ہو۔ جو میراث نبوت کا مالک ہو سکے۔ اور اصلاح خلق اللہ کر سکے۔

اگر میراث سے مراد علمی نہیں بلکہ مالی ہو اور یثرتی کا مفہون صحیح بھی ہو تو یثرت من ال
یعقوب کا مفہون درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت ذکر رائے کے درمیان دس ہزار
سال کا فاصلہ ہے۔ تو کیا اب تک آل یعقوب کا مال غیر منقسم ٹپا تھا۔ کہ وہ سب آل حضرت یحییٰ بن

تذکرہ کو ملتا تھا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہاں وراثت علمی مراد ہے یعنی ایسی اولاد عطا ہو جو اس وقت نبوت کا منصب سنبھال سکے جو آلِ حقویک وراثت تھا یا میرے مرنے کے بعد میرا منصب خالی ہو گا غرض دونوں آیات میں وراثت مالی مراد ہونا کسی صورت کے درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ علمی وراثت مراد ہے۔ اور یہ آیات شیعہ کی تائید نہیں بلکہ ان کے دعوے کی سخت تردید کرتی ہیں۔

تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا کہ فدک ملوکہ خاص آنحضرتؐ کا نہ تھا نہ اپنے فاطمہ کو بطور ہبہ دیا۔ نہ بطور وراثت آپ کو مل سکتا تھا۔ یہ مال فی تھا۔ مساکین و یتامی و فقرا وغیرہ کا حق تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس میں وہی عمل کیا جو جناب رسالتؐ آپ نے کیا تھا۔ باقی صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا۔

حضرت علیؓ کا عمل

یہ امر شیعہ کے دعوے کے بطلان کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں بھی فدک و زنا و فاطمہؓ کی تقسیم نہیں کیا بلکہ بطور سابق عامہ سلیمین کیلئے وقف رہا۔ اس بات کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں فدک میں کوئی دست اندازی نہیں کی بلکہ بطور سنی رہے۔ اس کے متعلق ہم اصول کافی کتاب الروضۃ سے ایک خطبہ جناب امیر علیہ السلام کا درج کر دیتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیرؓ نے اپنے وقت میں فدک ہی و زنا و فاطمہؓ کو نہ دیا۔ بلکہ اور بھی بہت سی باتیں جو کرنا چاہتے تھے نہ کیں مثلاً حالت شیعہ کا قتل بھی نہ کر سکے۔ پانچ ہجیرہ چارہ بھی نہ پڑ سکے۔ نہ نماز ترویج کر سکی نہ کفر اس کے تقابل میں جہاد نہ کر سکا۔ ناس من اہل بیتہ و خاصتہ و شیعہ فقہاء فقال قد عملت الوکایہ قبیحاً اعمالاً خالفوا فیہا رسول اللہ ﷺ متعمدین بخلافہ ناقضین لہمدا معقرین لسنیہ و لو حلت الناس علی ترکہا و حوّلہا الی مواضعہا و ائی ما کانت فی محمد رسول اللہ ﷺ لقرئی عقی جندی حتی ابغی و حدی آ و قلیل من شیعی

الین عرفوا فضلی و فرض امامی من کتاب اللہ عز و جل و سنۃ نبیہ اداہم لو امرت بتمام ابراہیم علیہ السلام فرد ذلہ الی الموضع الذی وضعہ فیہ رسول اللہ ﷺ و رد ذلک الی ذرفہ فاطمہ علیہ السلام و رد ذلک صاع رسول اللہ ﷺ کما کان الی ان قال و امرت بالخلال المتعین و امرت

میں تو درگاہِ عمر یا تیغِ صدیقیؑ کا لوگوں کو خون تھا۔ بعد وفات ان کے لوگوں کو کیا کھٹکا تھا۔ کہ ان
 ہی نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ کیا جنابِ امیرؑ کے خطبہٴ ایلانہ کا بھی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہو سکا نہ وہ اتفاقاً
 حیدری کی ہدایت ان کے دلوں پر طاری ہوئی کہ صداقت بھی جو لوگوں کو فتح کر چکی تھی۔ اور یہ نقشِ کمالِ
 کسی تاجِ پیر کے بھی قلوبِ مومنین سے مٹ سکتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حدیث بالا سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؑ نے اپنے عہدِ خلافت میں بلغِ ذک
 کے متعلق فیصلہٴ خلفاءِ رجال رکھا۔ آپس کچھ دستِ اندازی نہ کی گئی۔ نہ رفتارِ فاطمہؑ اس کے برابر ہو
 اور ظاہر ہے کہ یہ تو سب جیسے ہیابانے ہیں کہ لوگوں کو فراقِ کا خوف تھا۔ یا مصلحتِ وقت کا احتیاط
 تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ذک کے متعلق امیرؑ کو خوب معلوم تھا کہ فیصلہٴ خلفاءِ مطابقِ قرآن و حدیثِ رسولؐ
 تھا۔ اس لیے جو اس میں تغیر و تبدل مشکل تھا۔ تو جنابِ امیرؑ نے طرزِ عمل سے فیصلہٴ صدیقؑ کی تقلید
 کر دی۔ تو اب نتیجہ کا کیا حق ہے کہ ناخوش ہو جاتے ہیں۔

جوابِ نتیجہ۔ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے وقت میں ذک اس کے واپس نہیں لایا کہ منہ کو
 خیز کا واپس لینا شانِ امامت کے خلاف تھا۔

جوابِ الجواب۔ ہم کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اگر مقصود یہ چیز کا واپس لینا درست تھا
 تو خلافتِ منصوبہ کیوں واپس نہ لینی جنابِ امیرؑ نے اپنے فائدہ کی چیز (خلافت) اتوڑنے کی لیکن
 ورنہ فاطمہؑ کی حق تلفی و راکھی گئی بغرض شیعہ کے خلاف یہ ناطقِ حجت اور قطعی دلیل ہے کہ
 ذک خاتونِ جنت کا ہر گز حق نہ تھا۔ ورنہ جنابِ امیرؑ اپنے زمانہٴ اقتدار میں حق بوجھلہ رسید کا
 معاملہ کر کے حنین اور دیگر وراثہٴ خاتونِ جنت کو ضرور ضرور ذک دیدیتے۔ جب آپ نے اپنے اور
 امامِ حسنؑ نے ذک واپس لیا تو ظاہر ہے کہ فیصلہٴ خلفاءِ مابین کو ناطقِ مجسم اس کی صحت
 نہ کی گئی اس مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادتِ تیری نہ جنابِ امیرؑ اور حضرت امامِ حسنؑ اس
 طرزِ عمل نے شیعہ کی چون و چرا کا راستہ بالکل بند کر دیا ہے۔ انہیں اب طوعاً و کرہاً یہ کہہ لینا
 چاہیے کہ سب تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

غضبِ فاطمہؑ خلیفہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے
 حضرت ابوبکرؓ کے ہاں ذک کے متعلق دعوے کیا ابوبکرؓ نے نہ دیا تو فاطمہؑ غضبیاں ہوئیں۔ اور پھر
 حضرت ابوبکرؓ سے بات چیت نہ کی حتیٰ کہ فوت ہو گئیں غضبِ فاطمہؑ موجبِ غضبِ خدا و رسولؐ ہے
 اس لئے حضرت ابوبکرؓ جن پر حضرت فاطمہؑ کا غضب ہوا۔ قابلِ خلافت نہ تھے۔

جواب۔ اول صحیح بخاری کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے۔ وہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے
 صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ اور یہ قصہ راہِ ثنائاً قابلِ تسلیم ہے۔ اول اس لئے کہ حضرت فاطمہ
 بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کا لقب ہی بتول (تارکۃ الدنیا) تھا یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ چند کھجوروں کے
 مقدمہ بازی شروع کر کے کچھ مری میں نامحرموں کے پاس جا کر اصالۃً حاضر ہو کر محاصہ کریں۔ اور بلاغ
 نہ ملے پھر یہاں تک غضبناک ہو جائیں کہ خلیفہ وقت کے بول چال بند کر دیں۔ ایسا ہی حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا جو راوی اس قصہ کی ہیں۔ انکو عدالت میں جگا اور مقدمے سننے کی کب اجازت تھی
 کہ انہوں نے یہ واقعہ دیکھ کر روایت کی ہو۔ دوم حدیث میں اکثر جگہ لفظ وجد ہے
 جس کا معنی نڈھال (پشیمان ہوئی) کے ہیں یعنی جب صدیق اکبر سے آپ نے معقول
 جواب سن لیا۔ تو اپنے دعوے کرنے پر آپ کو مذمت ہوئی۔ اور پھر اپنے غم سے نڈھال ہو گئے
 متعاقب کچھ بھی گفتگو نہ کی جن روایتوں میں غضب کا لفظ ہے۔ اس کا معنی بھی یہ ہو سکتا
 ہے۔ کہ آپ اپنے نفس پر خفا ہو گئے۔ سو ہم۔ اگر بغرض محال تسلیم کر لیا جائے کہ
 حضرت فاطمہ اس بات پر خفا ہو گئیں تو یہ آفتابِ بشریت ہے جس حدیث میں وعید ہے
 اس میں لفظ مَنْ اَغْضَبَهَا ہے یعنی جس شخص نے تو اسے آپ کو غضبناک کیا۔ یہاں
 اغضاب نہیں ہے کیونکہ ابو بکر نے یہ معاملہ آپ کو غضبناک کرنے کے لئے نہیں کیا
 بلکہ تعیلِ ارضاء رسول و حکم قرآن ایسا کیا۔ اس لئے آپ کا فعل حضرت فاطمہ کو ناراض کرنے کیلئے نہیں تھا
 بلکہ نیک نیتی سے تعمیلِ حکم خدا و رسول تھا۔ تقاضا بشریت ہے کہ بعض اوقات انسان کو معمولی باتوں
 سے غصہ آجایا کرتا ہے اور اس سے کوئی بُرا نتیجہ اخذ کرنا نادانی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بار اللہ عزوجل
 رسول تھے جب کہ وہ طرے سے چلے پورا کر کے واپس آئے تو قوم کو گوسالہ پستی میں مبتلا پایا۔ ان کے غضبناک
 ہو کر الیاح مقدمہ کو زمین پر دمارا۔ اور اپنے بھائی ہارون (نبی) کو سر اور ڈانڈھی سے پکڑ کر کھینچا
 جس پر ہارون نے اپنی حقیقت کوئی کاغذ پیش کر کے بھائی سے کہا کہ مجھے بے عزت کر کے دشمنوں کو ہنسائی
 موقعہ نہیں (یہ قصہ قرآن پاک میں بالصرح) موجود ہے۔ بخلاف طوالت آیات میں کچھ نہیں۔ جب
 ایک رسول کا اپنے بھائی نبی پر اس طرح غضبناک ہو کر دست و گریبان ہونا طریق نہیں کسی
 خطا کار ہو گا باعث نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت فاطمہ اگر غصہ کریں تو آپ کا یا جناب صدیق اکبر کا اس سے
 مجرم ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ **چھٹا** شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بارہا حضرت

فاطمہ اور حضرت علیؑ کے باہن ایسے واقعات ہیں کہ جن کا قلوب جنت حضرت علیؑ پر غضبناک ہو کر
ان کے گھر سے نکل کر اپنے والد ماجد رسالت مآب کے گھر چلی گئیں اور حضرت رسولؐ خدا علیؑ بن واقعہ سخت
ترجیدہ خاطر ہو اور اسی حالت میں آپؐ نے فرمایا **فَاِذَا قُلْتُ بِضْعَةَ مِائَتٍ مِّنْ اَعْضَابِهَا فَقَدْ اَعْضَبَنِي**
(فاطمہ میری جگر گودھ ہے جس نے اسے غصہ دلایا اس نے مجھے غضبناک کیا) تو جب حضرت فاطمہؑ کے
غضبناک ہونے سے حضرت علیؑ پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اور نہ وہ وعید کے تحت میں آ سکتے ہیں
تو حضرت ابو بکرؓ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے ہم جلالہ العیون مولانا باقر مجلسی کے ذیل میں ایسا ایک
دو واقعات درج کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ پر حضرت فاطمہؑ کا ناراض ہونا۔ جلالہ العیون درود میں ہے کہ کتاب
علل الشرائع و بشارت المصطفیٰ و مناقب خوارزمی میں اسناد معتبرہ اور ذہاب بن عباسؓ کے روایت
کی ہے کہ جب جعفر طیار حبشہ میں تھے۔ ان کے لکھنوی ایک کنیز بیدہ بھیجی کہ اس کی قیمت جعفر
درہم تھی۔ اور جب جعفر طیار مدینہ میں آئے اس کنیز کو بطور ہدیہ اپنے بھائی علیؑ بن ابی طالب کے پاس
بھیجا اور وہ کنیز جناب امیرؑ کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہؑ گھر میں آئیں اور دیکھا کہ
سر جناب امیرؑ کا اس کنیز کے دامن میں ہے جب وہ حالت ملاحظہ فرمائی متحیر ہوئیں اور پوچھا
کیا اس کنیز سے تم نے کوئی تعلق کیا ہے جناب امیرؑ نے فرمایا بخدا سو گندیں اس کے ساتھ کوئی تعلق
نہیں کیا اب جو کچھ ہمیں منظور ہو بیان کرو کہ میں بجا لاؤں جناب سیدہ نے کہا مجھے میرے پردہ پر گوارا
کے گھر جانے کی اجازت دو جناب امیرؑ نے فرمایا میں آجاتی ہوں پس جناب فاطمہؑ نے چادر سر اوڑھی
اور اپنے سر پر قہقہ ڈال کر متوجہ خانہ پدر پر نرگوار ہوئیں اور قبل اس کے کہ جناب فاطمہؑ اپنے باپ کی خدمت
میں پہنچیں جبریلؑ از جانب خداوند جلیل حاضر ہو اور کہا حق تھا آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اور
ارشاد کرتا ہے کہ اس وقت فاطمہؑ تمہارے پاس علیؑ بن ابی طالب کی تسکوت کرنے آئی
ہیں تم حق علیؑ میں کوئی چیز فاطمہؑ سے قبول نہ کرنا جب جناب فاطمہؑ داخل دولت سر پر نرگوار
ہوئیں حضرت رسولؐ نے فرمایا علیؑ کے پاس بھڑھاؤ اور کہو میں تم سے راضی ہوں پس جناب فاطمہؑ
جناب امیرؑ کے پاس تشریف لائیں اور تین مرتبہ کہا کہ میں تم سے راضی ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ ایسی زود سوچ تھیں کہ کنیز کو جناب امیرؑ کے پاس بھڑکا
تھا جو انہیں جناب امیرؑ کی قسم پر بھی اعتبار نہ کیا۔ اور ناراض ہو کر سیکے چلی گئیں جتنی کہ جبریلؑ جناب
امیرؑ کی صفائی کر کے ضرورت پڑی اور جناب رسولؐ کے فرمانے پر واپس نہ جانے ہوئیں۔

دوسرا واقعہ تاراضی فاطمہ جلالہ العیون اور وصیت میں ہے۔ امام صادق سے روایت ہے کہ ایک شقی جناب سیدہ کے پاس آیا اور کہا کہ علی بن ابیطالب نے دختر ابویہل کی خواستگاری کی ہے۔ جناب سیدہ اس شقی سے کہا کہ تو قسم کھا اس کے تین دفعہ تمیں گھائیں کہ میں جو کچھ ہوتا ہوا ہے ہے جب فاطمہ کو بہت غیرت آئی اس لئے کہ حق تعالیٰ نے عورتوں کے ضمیر میں غیرت قرار دی ہے جس طرح کہ مردوں پر جہاد واجب کیا ہے۔ امد اس عورت کیلئے جو وجود غیرت صبر کرے ایک قیاب مقبر کیا ہے مثل اس شخص کے جو مسلمانوں کی مسجد پر خدا کی واسطے گہبائی کرے پس جناب فاطمہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور تشنگی میں یہاں تک کہ رات ہوئی جب رات ہوئی امام حسینؑ کو بلائیں کندھے پر بٹھایا اور بایاں فاطمہ کا کھنوم کا اپنے دانے ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے پردہ بزرگوار کے گھر تشریف لیگئیں جب جناب امیر گھر میں آئے اور جناب سیدہ کو وہاں دیکھا۔ بہت غم ہوا۔ اور سخت ڈھوا ہوا مگر تشریف لیجا نیکا سبب معلوم ہوا۔ اور غم و حجاب انگیز ہوا کہ جناب سیدہ کو ان کے پردہ بزرگوار کے گھر سے بلائیں پس گھر سے باہر نکل آئے اور مسجد میں جا کر بہت نمازیں ادا کیں اور ایک تودہ خاک جمع کر کے اس پر تکیہ فرمایا۔ جب جناب مولیٰ خدا نے جناب فاطمہ کو محزون پایا غسل کیا۔ اور لباس ہنیک مسجد میں تشریف لائے اور نمازیں پڑھنی شروع کیں مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت دعا مانگتے تھے۔ کہ خداوند فاطمہ کے حزن کو زایل کر اس کے گویہ گھر سے باہر آئے تھے جناب فاطمہ کو دیکھ آئے تھے کہ آپ کروٹیں لہتیں اور نالہ ہائے بلند مھینچتی تھیں۔ جب حضرت رسولؐ نے دیکھا کہ فاطمہ کو مندہمیں آتی اور بقیار ہے۔ فرمایا اے دختر گرامی اے فاطمہ اٹھو۔ جب فاطمہ اٹھیں جناب رسولؐ خدا نے امام حسنؑ کو اور جناب فاطمہ نے امام حسینؑ کو اٹھایا اور ام کلثوم کو ہاتھ پکڑ کر گھر سے جانب مسجد تشریف لائے یہاں تک کہ نزدیک جناب امیر پہنچے۔ اس وقت جناب امیر آرام فرما رہے تھے پس حضرت رسولؐ خدا نے پاؤں جناب امیر کے پاؤں پر رکھ کر ادباً کر فرمایا۔ اے ابوتراب کھڑو بہت گھر والو کو تم نے اپنی حکم سے جدا کیا اور جاؤ اور ابوبکرؓ عمرؓ کو بلاؤ پس جناب امیر گئے اور ابوبکرؓ عمرؓ کو بلا لائے۔ جب نزدیک جناب فاطمہ حاضر ہوئے حضرت نے ارشاد کیا یا علیؑ تم کہیں جاتے کہ فاطمہ میری بارہن ہے اور میں فاطمہ سے ہوں۔ جسے اسے آزاد دیا اس نے مجھے آزاد دیا۔ اور جسے اسے میری وفات کے بعد آزاد دیا مثل اس کے ہے کہ میری حیات میں آزاد دیا۔ اور جسے اسے میری حیات میں آزاد دیا ایسا ہے جیسا کہ گویا میری وفات کے بعد آزاد دیا۔ جناب امیر نے فرمایا۔ یا رسول اللہؐ اسی طرح ہے پس جناب مولیٰ خدا نے فرمایا۔ تم کو

کیا باعث ہوا کہ ایسا کام کیا یا میرے فرمایا حتیٰ اس خدا کے جس نے آپ کو راستی بھلا ہے قسم کھاتا ہوں کہ جو کچھ فاطمہ سے کسی نے کہا ہے فی الواقعہ صحیح نہیں ہے۔ اور میرے دل میں بھی وہ امن نہیں گذرے۔ جناب رسول خداؐ کے کہا تم بھی سچ کہتے ہو اور وہ بھی سچ کہتی ہے پس جناب فاطمہؑ شاد و خوشحال ہوں۔ اس روایت کے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے کسی کے حلفیہ کہہ دینے سے کہ جناب میر و خرواہل سے نکاح کرنا چاہتے ہیں غضبناک ہو گئیں اور یہاں تک کہ صبری فرمائی کہ جناب امیر سے اس امر کا نقص بھی نہ کیا اور بدو ان اجازت بعد موجدگی جناب امیرؑ بال بچوں سمیت میکے گھر چلی گئیں اور آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ رات کو نیند نہ پڑتی کر دیش بدلتی بقیہ راری اور بھینی طاری تھی جناب میرؑ خدام سخت بے آرام ہوئے۔ اور فاطمہؑ اور بال بچوں سمیت مسجد میں جناب امیرؑ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اپنے یار و غمخوار صدیق و فاروق کو بلا کر جناب امیرؑ کو ڈانٹا اور کلمات وعید فرمائے۔ اگر اس واقعہ سے جناب امیرؑ پر کوئی طعن نہیں آیا اور نہ ناراضگی فاطمہؑ سے کوئی خراب نتیجہ نکلا ہے تو حضرت فاطمہؑ کی خفگی کے متعلق جو فرضی طور پر حضرت ابو بکرؓ کی نسبت بیان کی جاتی ہے کیا اس قدر شور و غل برپا کیا جاتا ہے۔

جناب سیدہ کی نازک مزاجی۔ چونکہ جناب سیدہ بوجہ صاحبزادگی نازک مزاج تھیں اس لئے معمولی باتوں سے رنجیدہ فاطمہؑ ہو جانا کچھ بڑی بات تھی۔ خبیثہ حضرات نے تو جناب سیدہ کے متعلق جو ناجائز روایات لکھی ہیں۔ ان آپ کی تنگ حوصلگی، غمگاہ اندیشی، خفگی، حرکتی ثبات و قناعت ہے۔ لیکن ہم اہل سنت والجماعت شیعہ کی ایسی روایات کو محض خرافات سمجھتے ہیں۔

روایات شیعہ۔ شیعہ صاحبان جو نقشہ اخلاق و عیال جناب سیدہ کا پیش کرتے ہیں اس کے کہنے سے بھی شرم آتی ہے۔ مگر جو اس کے کہ نقل کفر یا شہد ناظرین کی توجہ کیلئے دل میں درج کرتے ہیں۔ جلاء العیون اردو جلد ۱ ص ۱۳ میں ہے پس جب ارادہ تزیین فاطمہؑ ہوا علیؑ ہوا۔ جناب فاطمہؑ سے پہنان حضرت نے بیان کیا۔ جناب فاطمہؑ نے کہا میرا آپ کو اختیار ہے۔ لیکن زنان قریش کہتی ہیں کہ علیؑ بزرگ شکم اور بلند دست ہیں اور بلند ہائے استخوان گندہ میں آگے سر کے بال نہیں ہیں۔ انہیں بڑی ہیں۔ اور ہمیشہ خندہ و ہان اور غفلت میں۔ کیا ایک تریف خرم مجسم خاتون سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ بحالت کنفاریگی اپنے سرور عالم کے سامنے ایسی کلام کریں کہ اباجان مجھے تو عذر نہیں لیکن آپ کے داماد کی نسبت زنان قریش کہتی ہیں کہ وہ بڑے پیٹھ میں۔ ہڈیوں کے جوڑ نامزد واپ ہیں۔ اور

سے بچے ہیں۔ یہ تو ایک گنوار لڑکی سے بھی امید نہیں ہو سکتی۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۶ میں ہے۔ کتاب کشف الغمہ میں حضرت امام باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب فاطمہؑ نے رسول خداؐ سے جناب ایثر کی شکایت کی کہ جو کچھ وہ پیدا کرتے کرتے ہیں۔ فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس کے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہؑ طامع و جریہیں تھیں کہ جناب ایثر کا خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنا بھی ان کو ناپسند تھا۔

جب شیعہ جناب سیدہ کی نسبت ایسی ناپائیدار حرکات کی نسبت کرتے تھے تو یہ سچ نہیں کہ جو ایک مولیٰ دنیا دار کی بہوشیوں کیلئے بھی باعث خرم ہے۔ تو یہ لوگ بات کا بیٹنگڑا بنا کر فک کی چند جھوٹ کیلئے جہاد سیدہ کو کچھ یوں میں پھرنے لگے کہ حضرت عمرؓ سے دست و گریبان ہونے لگی حضرت ابو بکرؓ نے خیر خمناک ہوئی کی روایات کیوں نہ وضع کریں۔

فیصلہ کی کتابوں میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے فک حضرت فاطمہؑ کو دیکر سیدہ بھی تحریر کر دی تھی۔ جیسا کہ جلاء العیون اردو ص ۱۵۱ میں ہے۔ ”بروایت دیگر ابو بکرؓ نے نامہ لکھا۔ اور جناب فاطمہؑ کو دیا۔ عمرؓ نے راستہ میں دست مبارک جناب فاطمہؑ سے نامہ لیکر اس نامہ پر تھوکا اور پھاڑ ڈالا۔“

جب تم تسلیم کرتے ہو کہ حضرت ابو بکرؓ نے فاطمہؑ کو فک دیکر نامہ بھی لکھ دیا تو پھر بھی تم جناب صدیق کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ عجب حسان فراموش ہو خدا تمہیں ہدایت کرے جناب سیدہ کی رضا مندی حضرت ابو بکرؓ سے۔ شیعہ کی مغیر کتاب حجاج السالکین میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جناب سیدہ کو راضی کر لیا۔ اور اپنے فیصلہ حضرت ابو بکرؓ کو تسلیم کر لیا۔ پھر جب صاحب حق راضی ہو گئے تو اب ناحق والے کیوں شور

مچا رہے ہیں۔ روایت یوں ہے۔ اَبَا بَكْرٍ لَمَّا رَأَى أَنَّ فَاطِمَةَ انْعَبَضَتْ عَنْهُ وَفِي حُجْرَتِهِ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي أَمْرِ مَدَنٍ كَبُرَ ذَلَالَتُهُ عِنْدَ مَا سَادَ امْتِرَاضُهَا فَأَتَاهَا فَقَالَ لَهَا صَدَقْتَ يَا ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ فِيمَا ادَّعَيْتِ وَلَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ يَوْمَ يَنْصَبُهَا فَيَقْطَعُ لِفَقْرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ بَعْدَ أَنْ يُعْطَى مِنْهَا قَوْلُكُمْ وَالصَّانِعِينَ فَقَالَتْ أَفْعَلُ فِيهَا مَا كَانَ ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ يَفْعَلُ فِيهَا فَقَالَ وَلَكَ اللَّهُ عَلَى أَنْ أَفْعَلُ فِيهَا مَا كَانَ يَفْعَلُ أَبُوكَ فَقَالَتْ وَاللَّهِ لَفَعَلَنْ فَقَالَ وَاللَّهِ لَا فَعَلَنْ فَقَالَتْ اللَّهُمَّ أَشْهَدُ فَرَضِيَتْ بِذَلِكَ وَأَخَذَتْ لِعَهْدِ

عَلَيْهِ وَكَانَ أَبُو نَكْرٍ يُعَلِّمُهُمْ مِنْهَا فَهَوَّاهُمْ فَقَطَّعُوا الْفُقَرَاءَ وَالْمَسْكِينُ (ابوبکر نے جب دیکھا کہ جناب فاطمہ ان سے کشیدہ خاطر ہو گئی ہیں اور بات کرنا چھوڑ دی ہے تو یہ امر ان پر شاق ہوا اور جناب سیدہ کو رضامند کرنے کی غرض سے ان کے پاس گئے۔ اور کہا آپ اپنے بیشک سچ کہا ہے اے بنت رسول! لیکن میں نے رسول خدا کو دیکھا ہے کہ آپ دن کی پیداوار کو تقسیم کر دیا کرتے تھے محتاجوں، مسکینوں اور مسافروں کو دیدیا کرتے تھے۔ جبکہ پہلے تم اہلیت کو خرچ دیدیتے تھے اور کام کرنے والوں کو بھی اس سے دیتے تھے جناب فاطمہ نے کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسا میرے والد ماجد رسول خدا کیا کرتے تھے تو ابوبکر نے کہا میں خدا کو اہ کرنا ہوں کہ ایسا ہی کرو بخدا جسے جناب رسول خدا کیا کرتے تھے۔ جناب سیدہ نے فرمایا بخدا تم ایسا ہی کرو گے ابوبکر نے کہا کہ خدا کی قسم ایسا ہی کروں گا جناب فاطمہ نے کہا خدا یا اس پر گواہ رہنا پھر جناب سیدہ اس بات پر رضامند ہوئیں اور عبد اللہ یا ابوبکر پہلے انکو خرچ دیا کرتے تھے۔ اور بعد میں غبار و مساکین کو دیتے تھے)

اب ہم فک کے متعلق مکمل بحث کر چکے ہر ایک ذی بصیرت شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسول خدا کا قبضہ فک پر متولیانہ تھا آپ صرف امین تھے۔ اور بطور خازن فک کی آمدنی جمع کر کے اپنے اہلیت کو سالانہ قوت دیکر باقی غبار و مساکین امت پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ دایرۃ الاصلاح لاہور نے ایک مختصر رسالہ اس بحث میں لکھا ہے۔ ذیل میں چند کلمات اس رسالے سے درج کر کے اس بحث کو بند کیا جاتا ہے۔ وہ ہوتا

مستغنی بخت۔ اب ہم نقلی بخت کو چھوڑ کر اس معاملہ میں عقلی بخت کرتے ہیں۔ کہ کیا رسول خدا نے فک سچ حضرت زہرا کو ہیہ کر دیا تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی بڑی جاگیر جسکی آمدنی (قبول ضعیف) ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ بیان کی جاتی ہے۔ پیغمبر خدا نے حضرت فاطمہ کے سپرد کر دی ہو اور مسلمانوں کی ضروریات کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا ہو کیا یہ اسوہ حسنہ رسول سے توقع کی جا سکتی ہے کہ مسلمان تو روٹی سے محتکج ہوں گھر دل مستغنی ہو کر اصحاب صفہ کا لقب پائیں کفار کے حملوں کے ایک لحظہ بھی چین نہ پڑے۔ بلکہ خود رسول کا یہ حال ہو کہ صبح کے طعام کے بعد نان نشینہ کیلئے توکل پر بہارا ہو اہانت المؤمنین کیلئے میں بسر کر رہی ہوں۔ تو مسلم فاقوں کے پریشانی کی توقع کریں اور رحمہ للعالمین جو کسی مسلمان کی ذرہ بھر تکلیف سے بھی بچیں ہو جاتے تھے۔ یہ سب کچھ ٹھنڈے دل سے برواشت کرتے ہیں۔ اور اتنی بڑی جاگیر سے نہ تو خود اور نہ کسی اور مسلمان کو متمتع ہونے دیں بلکہ اسے اپنی اولاد کے عیش و آرام کیلئے مخصوص کر دیں کیا اس رسول پر حق کیلئے جو فقیر و محتاج غبار کا سہارا غلام و غلام

مواہجہ و تھکوالی۔ اور اخلاق حمیدہ کا مجسم تھا یہ تمام باتیں محالات و غیر ممکنات نہ تھیں کیا وہ اپنی
غریب یا تنگ اس قدر سختی المزاج ہو گیا تھا کہ ان سے دکھ سکھ سے اسے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ
کرتا تھا سو محض تفریح و تانی اور اپنی اولاد کیلئے کرتا تھا۔ کیا احسان کا یہی بدلہ تھا۔ کہ وہ ہمارے جنہوں
فی سبیل اللہ ایسے گھروں اور مالوں کو راہ خدا میں قربان کیا ہجرت کے مصائب برداشت کئے اور خوشی
سے قدر و فائدہ قبول کر کے ہمیشہ سلام کیلئے خوش رکھ رہے۔ ناک جوین کو بھی ترسے اور مول کریم کا
ابو کریم اپنی صاحبزادی کے سوا کسی پر نہ برے کیا اس سالار عظیم نے جس کے خیال میں انتہائی درجہ کی
وسالت اور اولوالعزیز تھی۔ اور جو گرفتہ مسلمین کی خیر خواہی اور ہمدردی کا دھندہ دار تھا یہ ہمید کیا
سکتا ہے کہ وہ ان تمام اغراض و مقاصد سے جو اس کے پیش نظر ہوں غماض کو کام میں لاکر اور امر
الہی سے تجاوز کر کے تمام کے حقوق بلاوجہ کھ کر دے کیا ممکن ہو سکتا ہے کہ اس نے مانہ کے مسلمین
بمقام رسالہ لوح حق سے کہ باوجود اس طرح ایسے انصافی کے جو ان کے حق میں اڑکھی گئی سو ذرہ بھی
متاثر نہ ہوتے ہوں۔ کیا دشمنان اسلام ان محلات کی موجودگی میں بیگانہ بل اس امر کا اعلان نہ کریں گے
کہ وہ نبی جس کا مذہب خود غرضی اور نفس پروری کا ذریعہ اور اپنا راہ خلاق مکارم کی تکمیل کا ذریعہ بنا۔
نور بانند میدان عمل میں اس کے خلاف کرے کیا ہم حضرت یونس یا خاتون جنت کے خلاق و
اسوہ حسنہ سے یہ امید کر سکتے ہیں۔ کہ ان کج باب کی بیماری امت تو اس رنج و مصیبت میں گرفتار ہو
اور وہ اتنی بڑی صاحب جاگیر ہو کر ذرہ بھر بھی امداد نہ کریں۔

سہ اترال طعن۔ حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے۔ لست بخیر کھرو علی فیکھ قیلو فی اقلو
(میں تمہارے لئے بہتر نہیں ہوں جبکہ علیؓ تم میں موجود ہیں۔ مجھے واپس کرو واپس کرو)
اس نے فضیلت حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکرؓ پر نہایت ہوتی ہے۔ اور افضل کی موجودگی میں
خلد نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ اولاً یہ نہ صرف شیعہ کی گھڑت ہے۔ اہلسنت کی کسی مستند کتاب میں اسکا وجود نہیں
اگر غمضت کی کسی کتاب میں یہ قول ابو بکرؓ درج ہوتا تو ہم پر جواب یہی ضرور ہوتی۔ واذ فیلس
ثانیاً صحابہ کرام کے اس قسم کے اقوال اپنی کمال ہیئت نفی اور زہد و انقیاد کی وجہ سے ہوتے تھے جیسا
کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا وزیر میرا میرے لئے نہیں ہے تمہارے حق میں میرے لئے ہے۔ اے اپنے نفس پر
روئے ہو ترجیح دیا کرتے تھے۔ انا و لا غیر کا دم بھرتا و نیا داران مغرور النفس کا خاصہ ہوتا ہے
اگر یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ ان کے دل میں طمع خلافت و حکومت ہرگز نہ تھی یہ باور گراں اہل حق
و عند نے بالا جماع انکی گردن پر رکھ دیا اور انہوں نے اس جو اسکا انجام دیا۔ غرض اس قول سے
یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکرؓ پر فضیلت تھی۔ یا آپ خلافت کے
نااہل تھے۔ ایسے کہ بعضی کے کلمات کہنے والے کی عظمت شان پر زلالت کرتے ہیں
تواضع کند ہو کر شہدے کریں کہ نہ ہر شاخ پھر پھر نہ

موجود و شیطانی اوصاف میں بزرگان خدا باوجود کمال و جلال خود کو کبھی کبھی سمجھتے ہیں۔ بکر و نخوت
 ہی شیطان کا بیڑہ غرق کیا اور تواضع اور شکستہ المزاجی کو جس سے ہی حضرت آدمؑ مقبول بارگاہ
 ازدی ہوئے۔ رازدہ شد ابلیس از مستکبری ز گشت مقبل آدمؑ از مستغفری فتی
اٹھو ال طعن۔ ابو بکرؓ نے اپنے نفاق کا خود اقرار کیا ہے۔ اور ایسا شخص قابل
 نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ یلعن متقدمین شیوہ نہیں سوچا۔ بلکہ اجل کے نتیجہ یہ طعن اپنی جہاں کو جسے ایجاد کیا ہے
 چنانچہ مناظرہ کنندیاں ضلع میا زوالی میں شیعوں کے مناظر مرزا احمد علی امرتسری نے نہ اعتراض کیا تھا۔
 ہم وہ حدیث لکھتے ہیں جسکی بنیاد یہ طعن کیا گیا ہے۔ حدیث یوں ہے۔ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأَسَدِيِّ
 وَكَانَ مِنْ كِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّيَانِي بَكَرٌ وَهُوَ يَمْكِي فَقَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ
 نَافِقٌ حَنْظَلَةُ يَا أَبَا بَكْرٍ نَكُونُ حِينَئِذٍ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرُونَا يَا نَافِرُ الْحَيَّةَ كَانَا مَرَّيَانِي
 عَيْنَ كَاذِبٍ جَعَلَنَا عَاقِبَتَنَا الْأَمْرَ وَاجٍ وَالصِّغَةَ وَكَسِينَا لَكُنَّا إِذَا قَالَ قَوْلُ اللَّهِ أَنَا لَكَ الْإِنْفِطِقُ
 يَا أَلِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْنَا نَمَارَاكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ
 نَافِقٌ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكُونُ حِينَئِذٍ تَدْكُرُنَا يَا نَافِرُ وَأَجْعَلُكَ حَقِّي كَانَا مَرَّيَانِي عَيْنَ
 فَانْدَمَّا جَعَلَنَا عَاقِبَتَنَا الْأَمْرَ وَاجٍ وَالصِّغَةَ وَكَسِينَا لَكُنَّا إِذَا قَالَ قَوْلُ اللَّهِ لَوْ تَدْكُرُونَ
 عَمَلِكُمْ لَمَّا لَتِي تَقْوَمُونَ بِمَا مِنْ عِنْدِي لَصَاحِبُكُمْ الْمَلِيكَةُ فِي بَحَالِيسِكُمْ وَهَلْ فَرَسْتُمْ
 وَفِي صُرَاكُمُ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ مَسَاعِدٌ وَسَاعِدٌ حَنْظَلَةُ اسدي سے روایت ہے جو کتاب رسول اللہ
 تھا۔ ابو بکرؓ کے پاس سے گذر رہا تھا۔ ابو بکرؓ نے پوچھا حنظلہ کچھ کیا بولتا ہے اس نے کہا ہے ابو بکرؓ
 حنظلہ منافق ہو گیا ہے ہم رسول خداؐ کے پاس تھیں جب ہمیں دوزخ و جنت کی یاد دلائی گئی تو ہم نے ہم
 خود دیکھے ہیں کہ جب ہم گھر کو جاتے ہیں اور اپنے اہل و عیال سے ملتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں
 ابو بکرؓ نے کہا بخدا اسے حنظلہ میری جی بھی یہی حالت ہے۔ چل رہا ہوں خدا کے پاس صلیب ہم حضورؐ کے پاس
 گئے۔ جب آپؐ کے حنظلہ کو دیکھا تو پوچھا اسے حنظلہ تمہیں کیا بولا۔ کہا حضورؐ حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔
 ہم آپؐ کی خدمت میں تھیں جبکہ آپؐ ہمیں دوزخ و جنت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم نے انھوں کو دیکھا
 پھر شب گھر کو جاتے ہیں اور اہل و عیال اور بال بچوں سے ملتے ہیں ہم بہت کچھ بھول جاتے
 ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تمہاری وہ حالت بدتر ہے جو میرے پاس دیکھنے کی قوت ہوتی ہے۔ تو
 فرستے تمہاری جھلیکی تمہارے بستروں تمہارے رتھوں پر اگر تم سے مصافحہ کر لیں اسے حنظلہ
 حالت تبدیل ہو رہے ہیں گاہے جینیں گاہے جیناں آں روایت سے صحابہ کرامؓ کے کمال زبرد
 تورج کا پتہ چلتا ہے۔ کہ آپؐ کی خواہش یہی ہوتی کہ ہمیشہ ہماری حالت وہی رہی جو حضورؐ کے پاس
 کے وقت ہوتی ہے۔ کہ دنیا و مافیہا سے بچر ہو جائے ہیں۔ اور جنت دوزخ انھوں سے ہو جائیں۔

نہیں ہے۔ بلکہ تاخرین شیعہ کا اختراع کردہ ہے۔ چنانچہ کنندیاں میں مرزا احمد علی ہمدانی نے نفس ناطقہ علامہ حائری نے یطعن پیش کیا تھا۔

جواب

تقدیمین شیعہ کسی قدر شرم و حیا سے بھی کام لیتے تھے لیکن آجکل کے شیعہ

بے حیا یا شرم و حیا پر چڑھا ہوا ہے۔

کے مصداق ہو کر ایسی بے گئی باتیں کہ عربی کی نہ فارسی نہ ترکی نہ تال کی نہ نغمہ کی نہ سُر کی ہانک دیا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اصل حقیقت کو بے نقاب کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ معترض اس طعن کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں۔

ترندی میں ایک حدیث یوں لکھی ہے:-

عَنْ حَظَلَةَ الْأَسَدِيِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَرَّ بِأَيِّ بُكَيْرٍ قَهْوِيٍّ فَقَالَ مَا لَكَ يَا حَظَلَةُ قَالَ نَافِقٌ حَظَلَةُ يَا أَبَا بَكْرٍ كُنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْكَرُ نَابِلُ النَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّمَا فِي عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا حَافِسْنَا الْأَمْرَ وَاجَّ وَالضَّيْعَةَ وَكَيْسِيَا كَثِيرٌ قَالَ فَوَاللَّهِ أَنَا لَكَ دَلِيلٌ خَلَقَ مِنَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْطَلَقْنَا فَمَّا سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا حَظَلَةُ قَالَ نَافِقٌ حَظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْ عِنْدَ قَدِيرٍ نَابِلُ النَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّمَا فِي عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا حَافِسْنَا الْأَمْرَ وَاجَّ وَالضَّيْعَةَ وَكَيْسِيَا كَثِيرٌ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُونُوا مَوْتًا

حفظہ اسدی سے مروی ہے۔ جو حضور علیہ السلام کے کاتبوں میں سے تھا کہ وہ ابو بکرؓ کے پاس سگڑا رہا جب کہ وہ روز ہاتھ دبو بکرؓ نے پوچھا۔ تجھے کیا ہوا کہ حفظہ منافق ہو گیا ہے اے ابو بکرؓ ہم رسول خدا کے پاس ہوتے ہیں جبکہ آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم دوزخ و بہشت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پھر جب گھروں میں آتے ہیں۔ عورتوں اور کام کاج کے شغل میں ہو جاتے ہیں۔ اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں ابو بکرؓ نے کہا بخدا میرا بھی یہی حال ہے۔ چل رسول خدا کے پیچھے چلیں۔ ہم دونوں رسول خدا کے پاس گئے۔ آپ نے دیانت کیا حفظہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا حضور حفظہ منافق ہو گیا ہے۔ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں۔ آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں گویا ہم آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ پھر جب ہم گھر کو جاتے ہیں۔ بال بچوں اور کام کاج میں مصروف ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اگر تم رجال ہو

عَلَىٰ الْحَالِ الَّتِي تَقُومُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي
لَصَاحَتَكُمْ لِلْمَلِكَةِ فِي فَجَائِلِكُمْ وَعَلَىٰ
فَمَا شِئْتُمْ فِي طَرَفِكُمْ وَلَكِنْ يَخْطِلُهُ سَاعَةٌ
وَسَاعَةٌ (صحیح ترمذی ص ۱۲۱)

جو میرے پاس تمہاری حالت ہو جاتی ہے۔ تو فرشتے
تم سے تمہاری مجلسوں میں آکر لگے تمہارے بستروں پر اور
راستوں میں مصافحہ کریں لیکن اسے غلطہ ساعت
بساعت حالات بدلتے رہتے ہیں۔

نادان معترض نے اس حدیث سے ٹھوکر کھا کر یہ طعن پیدا کیا ہے حالانکہ اس قسم
کی احادیث ان کی مستند کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ آگے بھی بیان ہوگا۔
اب اہل انصاف غور کریں کہ اس واقعہ سے غلطہ اور حضرت ابو بکرؓ کے نفاق کا ثبوت
ملتا ہے یا ان کا کمال ایمان اور خوف و خشیت الہی ثابت ہوتی ہے۔ کہ باوجود ان انوار
وبرکات لوٹنے کے جو حضور علیہ السلام کی پاک صحبت سے انہیں میسر تھے۔ خوف
خدا کی یہ حالت تھی۔ کہ صرف اس بات پر وہ کانپ رہے تھے۔ کہ جب حضور انور کی
مجلس کے اٹھ کر اپنے گھروں میں آتے ہیں۔ تو دنیا کے کام و دھندوں میں شاغل ہو جاتے
ہیں۔ ٹہرے کہ اس کا مواخذہ نہ ہو۔

اب شیعہ سوچیں کہ کیا تمہارے بڑے بڑے لمبے القاب و خطاب و لقب مجتہد بھی
یہی خشیت الہی دل میں رکھتے ہیں۔ کھلا و حاشا زردے پلاؤ کھا کر رات ہے تو غفلت
میں پڑے گوز چلتے رہتے ہیں۔ دن ہے تو مریدوں میں بیٹھے تھوڑے فاصلے پر رہتے ہیں۔
نہ آداب قرآن نہ دایہ صلاح و نہ حواں یک طرفہ کی طرف میں دیر پا
بجائی ہم تو دعا کرتے ہیں کہ ایسا اتفاق ہم کو بھی نصیب ہو۔ لیکن یہ
ایں سعادت بزور بازو نیست نہ تانہ بخشد خداے بخشندہ

کاش جاہل معترض کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا۔ تو ایسا بیہودہ اعتراض کرنے کی جرأت
نہ کرتا۔ اسی مضمون کی حدیثیں ہر دل کافی میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ص ۱۲۱ میں ہے۔
دَخَلَ عَلَىٰ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُحَمَّدُ بْنُ
أَعْيُنٍ فَلَمَّا هَمَّ حَمْرًا قَالَ لَا تَجْعَلْ
حَلِيَّةَ السَّلَامِ أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ
بَنَاءٍ أَمْتَعَنَّا بِإِيجَابِ نَاتِيكَ فَمَا نَحْرُجُ مِنْ
عِنْدِكَ حَتَّىٰ نَرَاكَ قُلُوبُنَا وَتَسْلُو أَنْفُسُنَا

حمران بن اعین امام محمد باقرؑ کے گھر گیا جب اٹھے
لگا تو کہا اے امام خدا آپ کی مراد ان کے اوڑھیں
آپ کے ذات سے نفع بخشے ہم آپ کے پاس آتے ہیں
تو آپ کی خدمت سے اٹھتے وقت ہمارے دل بڑے
نرم ہوئے ہوتے ہیں۔ اور دلوں کو دنیا سے قطع

عَنِ النَّبِيِّ وَهَوَّوْنَ عَلَيْنَا مَا فِي أَيْدِي النَّاسِ
 مِنْ هَذَا وَأَمْوَالُهُمْ فَخَرَجَ مِنْ عَيْنِكَ
 فَإِذَا صَرَفَ مَعَ النَّاسِ وَالتَّجَارِ حَبِيبَ الدُّنْيَا
 قَالَ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا هِيَ
 الْقُلُوبُ مَرَّةً تَصْعَبُ وَمَرَّةً تَسْهَلُ ثُمَّ
 قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا أَنَا مُحَمَّدٌ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَآلِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ
 اللَّهِ نَحْنُ نَحْنُ عَلَيْنَا الْيَقَاقُ قَالَ فَقَالَ وَ
 لَمْ تَحْضُرْ ذَالِكَ قَالُوا إِذَا لَنَا عِنْدَكَ
 قَدْ كُنَّا وَرَعَيْنَا وَخَلْنَا وَتَسَيَّبَ الدُّنْيَا
 وَنَرَاهَا نَاحِي كَانَا كَعَيْنِ أَخِي وَكَهَيَّةِ
 قَالُوا سَرَّ وَخَرَجَ عِنْدَكَ فَإِذَا هَرَجْنَا مِنْ
 عَيْنِكَ وَدَخَلْنَا هَاهُنَا الْبُيُوتُ وَمَنَا
 الْأَوْلَادُ وَبَنَاتُ الْعِيَالِ وَالْأَهْلُ بَكَدُوا
 أَنْ تَهْوَلَ عَنِ الْحَالِ الَّتِي كُنَّا عَلَيْهَا عِنْدَكَ
 حَتَّى كَانَا لَمْ نَكُنْ عَلَى شَيْءٍ أَفْتَحْنَا عَلَيْنَا
 أَنْ يَكُونَ ذَالِكَ فَيُفَاقَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ كَلَامٌ هَذِهِ
 خَطُوبَاتُ الشَّيْطَانِ فَيُرْغَبُكُمْ فِي الدُّنْيَا
 وَاللَّهُ لَوَدَّ رُؤُوسُكَ عَلَى الْحَالِ الَّتِي وَفَّقْتُمْ
 أَنْفُسَكُمْ بِهَا الصَّاحِبَاتُ لَكُمْ الْمَلَائِكَةُ وَمَسِيَّتُمْ
 عَلَى الْمَلِكِ

ہو جاتا ہے۔ اور مال و متاع دنیا کو ہم تھیر سکتے ہیں
 حب آپ کے پاس سے نکل کر لوگوں اور بیوی باریوں
 سے ملے ہیں۔ پھر ہمیں مال دنیا سے محبت ہو جاتی
 ہے۔ امام م نے فرمایا۔ دل کبھی سخت ہو جاتے ہیں
 اور کبھی نرم پھر کہا۔ اصحاب رسول کہتے تھے یا رسول اللہ
 ہمیں اپنے منافق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آپ نے
 فرمایا کیوں۔ اصحاب نے کہا حب آپ کی خدمت
 میں ہوتے ہیں۔ اور آپ ہمیں چند نصیحت کرتے
 اور ترغیب اور ترمیم کرتے ہیں۔ ہم ڈر جاتے
 ہیں۔ اور دنیا بھول جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ گویا اپنی
 آنکھوں کے آخرت اور پشت اور دوزخ کو دیکھ
 لیتے ہیں۔ پھر حب آپ سے اٹھ کر نکلتے ہیں۔ اور
 گھر دل میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اولاد کو پیار
 کرتے ہیں۔ اور اہل و عیال کو دیکھتے ہیں۔ تو یہ
 حالت ہو جاتی ہے کہ گویا ہماری وہ حالت
 جو آپ کے حضور میں ہوتی ہے تبدیل ہونے لگے
 ہے کیا آپ ہم پر نفاق کا اندیشہ کرتے ہیں۔
 حضور نے فرمایا۔ مگر نہیں۔ یہ شیطانی دوسوئے
 ہیں۔ وہ نہیں دنیا کی رغبت دیتا ہے۔ بخدا اگر
 تم اس حالت پر رہو جو تم نے ذکر کیا ہے۔ تو
 آسمان کے فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔ اور تم
 بانی پر چلنے لگو۔

دوسری حدیث کتاب مذکور کے صفحہ میں ہے۔

عَنْ جَمْرَانَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
 إِنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 حِمْزَانَ رَوَايَتُ كِتَابِہِ۔ امام محمد باقر سے کہ ایک شخص

وَاللّٰهُ فَقَالَ يَا سُرُّوْلَ اللّٰهِ اَنْتَ نَاقُصٌ مِّنْ نَّاقِصَاتِ مَا نَاقُصْتُمْ مَّا نَاقُصْتُمْ وَكُنَّا نَاقُصْتُمْ مَّا نَاقُصْتُمْ
 اَنْتَ نَاقُصٌ مِّنْ نَّاقِصَاتِ مَا نَاقُصْتُمْ مَّا نَاقُصْتُمْ وَكُنَّا نَاقُصْتُمْ مَّا نَاقُصْتُمْ
 الْعَدُوَّ وَالْحَاضِرَ اَتَاكَ فَقَالَ لَقَدْ مَنَّ عَلَاقَتِكَ فَقُلْتَ اَللّٰهُ خَلَقَنِي فَقَالَ مَنْ
 خَلَقَ اللّٰهُ فَقَالَ اَرَى وَالَّذِي بَعَثَكَ بِاَحْمَقٍ لَكَ كَذًا فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ
 اَتَاكُمْ مِنْ قَبْلِ اَلْعَمَالِ فَلَمْ يَقُوْكُمْ فَاَتَاكُمْ مِنْ هَذِهِ الْوُجُوْهِ لِيَكُنْ يَسْزُوْكُمْ
 فَاِذَا كَانَ كَذًا فَلْيَدْكُمُ اَحَدُكُمْ اَللّٰهُ وَحْدَكَ -

میں نے نفاق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تو نے نفاق نہیں کیا۔ اور اگر نفاق کرتا۔ تو میرے پاس نہ آتا۔ پھر فرمایا بتا تو نے کیا دیکھا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ شیطان تیرے پاس آیا ہے۔ اور تجھے کہا ہے کہ کس نے تجھے پیدا کیا تو نے کہا خدا نے۔ پھر کہا خدا کو کس نے پیدا کیا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا۔ بخدا حضور یہی بات ہے۔ آپ نے فرمایا شیطان نے اعمال کے بارے میں تمہیں گمراہ کرنا چاہا ہے۔ وہ اس بات پر قادر نہیں ہو کہ پھر اس نے یہ طریق اختیار کیا ہے۔ تاکہ تمہیں لغزش دے جب ایسا ہو تو تم خدا کے وعدہ کا ذکر کیا کرو تاکہ شیطان دفع ہو جائے۔

ان دو احادیث نے جو شیہ کی سند کتاب اصول کافی سے بروایت ائمہ اہل بیت مذکور ہیں۔ حدیث حنظلہ کی تشریح کر دی ہے۔ جن کا مضمون بعینہ وہی ہے۔ جس سے بھی سمجھ زائد ہے۔ کہ اصحاب کرام کمال خوف الہی کے ذرہ ذرہ باتوں سے کانپ جاتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہو کر استفسار کیا کرتے تھے۔ کہ ایسے دوسو سو سے ہماری رہائی حالت میں کچھ خلل تو نہیں آجاتا۔ حضورؐ ان کی تسلی فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم تمہاری رہائی حالت میں ان باتوں سے کچھ تیسر نہیں ہوا۔ اور جن کے رہائوں میں کچھ خلل ہو۔ ان کو ہماری سرکار میں آنے اور استفسار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہ معمولی شیطان کی حرکات ہیں۔ جو ایک ڈاکو چور کی طرح تمہارے خزانہٴ ایمان کو غارت کرنا چاہتا ہے۔ اعمال کی وجہ سے تو تم پر اس کا کچھ بس حل نہیں سکتا۔ کہ تمہیں بھسلا سکے۔ ناچار دلوں میں دوسو سو ڈالنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسی خفیف حرکات سے اس کو کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے تم لوگ راسخ الایمان۔ صالح الاعمال ہو۔ اور یہی تمہارے کمال ایمان کی علامت ہے کہ شیطان کے ایسے حملوں کے وقت تم حصن حصین دربار رسالت کی پناہ لے لیتے ہو۔ امید ہے کہ

معرض کی کسی قدر تشفی ہوگئی ہوگی۔ ہاں ہم یہ بھی لکھیں کہ خاصا بن خدا کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ باوجود عدم صدمہ و ذنب کے وہ خود کو گنہگار کہتے ہیں۔ اصول کافی ص ۱۷ میں ایک حدیث ہے کہ **وَاللّٰهُ مَا يَنْجُو مِنَ الذَّنْبِ اِلَّا مَنْ اَقْرَبَ بِهِ** (بخدا گناہ سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو گناہ کا اقرباری ہو) دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام جو بغیر معصوم تھے۔ کہتے ہیں **وَمَا اَبْسَ لِيْ فِىْ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَا مَآرَءَ بِالسُّقُوْةِ** (میں اپنے نفس کو میرا نہیں سمجھتا کیونکہ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے) کیا معرض اس سے یہ استدلال کریں کہ حضرت یوسف علیہ السلام معاذ اللہ گناہ سے میرا نہ تھے۔ بلکہ نفس آثارہ کے تابع حکم تھے) ایسا خیال کرنا ایک معصوم نبی کی نسبت کفر ہے۔

ہاں یہ تو بتاؤ کہ حضور نبی آخر الزمان کو تو تم معصوم مانتے ہو لیکن اصول کافی ص ۱۷ میں ایک حدیث ہے **عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كُنْتُ سَأُلُّ اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهُ عَنْ رَجُلٍ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً** (ہام جعفر صادق کا قول ہے کہ آنحضرت دن میں ستر دفعہ اللہ عزوجل سے طلب مغفرت کرتے تھے) کیا اس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ الیاذن اللہ آپ گنہگار تھے۔ اس لئے طلب مغفرت فرماتے تھے۔ پھر جناب امیر علیہ السلام جن کو شیعہ معصوم سمجھتے ہیں۔ اپنی خطاؤں کا اشعار ذیل میں اقرار فرما کر طلب مغفرت کرتے ہیں۔

وَقَدْ كُنْتُ بَلَّائِيْ فَمَا جَلِيْتُ زَادَ الْكُفْرُ فِىْ الشَّرْحِ اَلْحَمْدُ لَكَ يَا كَافِرًا حَمْدًا جَدِيْدًا جَلِيْدًا يَنْتَفِىْ عَنْكَ اَلْذُّمُّ مِنْ جَلِيْدٍ بَقِيَتْ لِنَاسٍ بَقِيَتْ لِيْ اَوَّارِيْ وَلَسْتُ اَلنَّاسُ اِنْ لَمْ تَكُنْ
 یہ گناہ میرے لئے مصیبت ہیں اور میرا چاہا ہو گیا ہے قیامت میں ان کا بوجھ میرے سر پہ ہوگا۔
 ابھی یہ حضور میں رہا ہو اگر ابھی میری گنہ گاری پر رحم کرے مجھ پر
 فضل کی امید میری خطا سے بڑھ کر ہے۔

تو گمجے اچھا سمجھتے ہیں اور یہ سب برا ہو اگر تو مجھے نشانہ کرے
 اب بتاؤ ان اشعار سے ایک خارجی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام نہ صرف خطا کا بلکہ شرائک اس (بدترین ظالم) تھے۔

شیعہ معرض کو اگر ذہنی عقل ہے۔ تو سمجھ سکتا ہے کہ اس کی اس منطق کی زبردستی اس کے مذہب پر اور پیغمبر کے مذہب (جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام) پر پڑتی ہے۔ ذرہ بھوش سمجھے یہ
 اے چشمِ اشکبار زدا دیکھ تو سہی ز یہ گھر جو یہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

بات یہ ہے کہ محبوبان حضور کبریائی اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ منتہائے غیر متناہی جو واجب العطا یا سے ان کو حاصل ہیں۔ گناہ سمجھ کر بہرقت یا عتراف قصور اس کی بارگاہ سے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب ص ۵۴ میں اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ مِثْلُ مِثْيَاتِ الْكَافِرِينَ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقررین کی بدیاں متصور ہوں گی)

اب اس طعن کا ہر طرح سے دفعہ ہو چکا ہے۔ یہ مطاعن حضرت صدیق اکبر کے متعلق تھے۔ اب وہ مطاعن لکھے جاتے ہیں۔ جو شیعوہ صاحبان اپنی حجالت سے فاروق اعظمؓ کی نسبت کیا کرتے ہیں۔

نوال طعن (حدیث قرطاس)

بخاری کی حدیث ہے۔

قَالَ بَنِي عَبَّاسٍ يَوْمَ الْحَمِيسِ وَمَا يَوْمُ
 الْحَمِيسِ اسْتَدْبَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 وَجَعَهُ فَقَالَ أَيَتَوَنَّى كُتُبُكُمْ كِتَابًا
 لَنْ تَضَلُّوا بَعْدَ كَاتِبِكُمْ أَفَتَنَا سَرَحُوا وَكَ
 وَتَبَعِي عِنْدَ نَبِيِّ تَنَا مَرَحَ فَقَالُوا لِمَا أَتَاهُ
 فَجَسَّاسُفَهُمْ وَقَدْ هَيَّوْا يَرْدُونَ عَنْهُ
 فَقَالَ دَعُونِي فَإِنِّي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا
 تَدْعُونِي إِلَيْهِ وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثِ أَجْرَجُوا
 الْمَشْرُكِينَ مِنْ خَيْرِ سِرَّةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا
 الْوَفْدَ وَتَحْوِ مَا كُنْتُ أَجِيزُهُمْ وَسَلَّتْ
 عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ نَسِيَتْهَا۔

ابن عباس نے کہا جمعہ کا دن اور وہ کیسا دن
 تھا کہ اس میں آنحضرت کو حد کی شدت تھی آپس فرمایا
 لاؤ میرے پاس تمہیں ایک تحریر رکھ دوں کہ تم کبھی اس کے
 بعد نہ گمراہ ہو سکو حاضرین آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ
 نبی اکرمؐ پس جھگڑنا نہ چاہتے تھے اور کہنے لگے آپ کا کیا
 حال ہے کیا آپ ہجرت (دیتا ہے) کرنے کو ہیں آپ نے فرمایا
 تو کرو ان لوگوں نے آپ کے سوالات شروع کئے پھر اپنے
 قراباں مجھے چھوڑ دو کیونکہ سرچ المسد میں ہوں اس کے بہتر چلنے کی
 طرف تم مجھے بلارہے ہو پھر آپ نے تین حدیں کیں (۱) یہ کہ کافرا
 مشرکین کو خیرہ عرب کا باہر نکال دو (۲) کہ وہ مذکور میری طرح غلے
 دیتے نہ تیسری سے ابن عباس نے سکوت فرمایا کہ میں نے بھول گیا

این عباس نے کہا جمعرات کا دن اور وہ کیسا دن
 تھا کہ اس میں آنحضرت کو حد کی شدت تھی پس فرمایا
 لاؤ میرے پاس تمہیں ایک تحریر لکھ دوں کہ تم بھی اس کے
 بعد نگرہا ہو سکو حاضرین آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ
 نبی اکرمؐ پاس پہنچنا نہ چاہتے اور کہنے لگے آپ کا کیا
 حال ہے کیا آپ ہجرت (دیتا ہے) کرتے کو ہیں آپ کے دوست
 کو کروانہ لوگوں نے آپ کے سوالات شروع کئے پھر اپنے
 فرمایا مجھے چڑو کیونکہ سب اللہ میں ہوں اس کے بہتر چھٹی
 طرف تم مجھے بارہویہ پکار رہے تین حدیں کس (۱) یہ کہ کافرا
 تشریف کو خیرہ عرب کا یہ کھانڈو (۲) کہ مذہب کو میری طرح ملے
 یہ تہ نہایت سیر سے ابن عباس سکوت فرمایا کہ میں نے جوں

توضیح

بخاری میں یہ حدیث باختلاف الفاظ متعدد جگہ مذکور ہے کسی جگہ ہے: اِيتُونِي بِالْكِتَابِ

وَالْوَجْ وَالذَّوَاتِ (میرے پاس شانہ اور دو ات یا سختی و دو ات لاؤ) ایک جگہ ہے
 فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ عَلَيْهِ الْوَجُّ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ
 اللّٰهِ (بعض نے کہا حضور کو اس وقت تکلیف ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے
 اور ہر کتاب اللہ کافی ہے ایک جگہ یوں ہے) فَقَالَ مُحَمَّدٌ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى
 اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَلَيْهِ الْوَجُّ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ
 فَاَخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاَخْتَصَمُوا مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرَأَ بَقِيَّةَ الْكِتَابِ لَكُمْ رَسُولُ
 اللّٰهِ صَلَّيْهِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَضَلُّوا بَعْدَ مَا قَوْلُهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا لَمْ يَلْعَلِ
 وَلَا اخْتَلَفَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ قَوْمُوا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ
 فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ اِنَّ الشَّرِيعَةَ كُلَّ الشَّرِيعَةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ
 وَبَيْنَ اَنْ يَكْتُبَ لَكُمْ ذَالِكِ الْكِتَابِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ وَلَعَلَّهُمْ
 (ترجمہ) عمر نے کہا حضور کو اس وقت تکلیف ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے
 کتاب اللہ ہمیں کافی ہے پس گم والوں نے اختلاف شروع کر دیا۔ بعض کہتے تھے کہ
 حضور کو کاغذ و ایسی تحریر لکھیں کہ اس کے بعد تم کہیں گے کہ نہ ہو جاؤ۔ بعض وہ بات
 کہتے تھے جو عمر کہتے تھے۔ جب شور و غل مچ گیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ چلے جاؤ بعد اللہ کہتے
 ہیں مصیبت بڑی مصیبت تھی۔ جو حضور اور لوگوں میں تحریر کے متعلق روکاؤٹ پڑ گئی۔
 کیونکہ شور و غل زیادہ ہو گیا تھا)

خلاصہ طعن شیعہ

- اس حدیث کے متعلق شیعہ صاحبان حضرت عمرؓ پر حسب ذیل طعن کرتے ہیں۔
- (۱) عمرؓ نے قول آنحضرتؐ کو رد کیا۔ حالانکہ آپ کا قول بحکم آیت و ما یمنطق الا امر سرسرجی تھا۔ اور رد و حجتی کفر ہے۔
 - (۲) عمرؓ نے قول آنحضرتؐ کو نہ بیان سے تعبیر کیا۔ یہ کمال گستاخی اور بے ادبی ہے۔
 - (۳) عمرؓ نے رسولؐ کے حضور میں رفع صوت کیا۔ جو بحکم آیت ولا ترفعوا اصواتکم الخ ممنوع تھا۔
 - (۴) وصیت میں روکاؤٹ ڈال کر ختی امت تلف کیا۔ وصیت لکھی جاتی تو موت کی بھلائی پتی

جواب

اول۔ یہ حدیث جتنے فرق سے مروی ہے۔ سب میں آخری راوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ حالانکہ جس وقت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت ان کی عمر صرف تیرہ سال کی تھی۔ کیونکہ آپ ہجرت سے تین سال پہلے یعنی ۱۹ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۱۱۸ء میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور تیرہ سال کے نابالغ بچے کی کبھی شہادت کب قابل قبول ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضورؐ کی مرض الموت کے وقت تمام اصحاب اور اہل بیت رسولؐ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ناممکن ہے۔ کہ ایسے نازک وقت میں یہ سب لوگ موجود نہ ہوں۔ پھر جب ان اکابر صحابہ سے جن میں حضرت علی المرتضیٰؑ بھی شامل ہیں کوئی بھی اس واقعہ کی روایت نہیں کرتا۔ تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابل ماعت ہو سکتی ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ ایسے موقع پر بڑے بڑے حضوری شخاص پاس ہو کر تے ہیں۔ اور چھوٹے بچوں کو وہاں جگہ ملنی بھی مشکل ہوتی ہے۔ پھر جب روایت کے اعتبار سے یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے۔ ناقابل اعتبار ہے۔ تو اس پر شیعہ صاحبان کے اس قدر ہوائی قلعے تعمیر کر کے حضرت عمرؓ جیسے جلیل الشان خلیفہ کے خلاف الزام قائم کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔ دوم۔ الزامات جو حضرت عمرؓ کے ذمے عاید کئے جاتے ہیں۔ الفاظ حدیث میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ سب کے بڑا الزام جو حضرت عمرؓ کے ذمے ٹھکرایا جاتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ انہوں نے قول آنحضرتؐ کو ہدیان سے نسبت دی۔ لیکن حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ جس لفظ سے شیعہ صاحبان خوش قسمتی سے ہدیان کا معنی لیتے ہیں وہ اہجر ہے۔ لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے۔ کہ یہ لفظ حضرت عمرؓ نے کہا۔ حدیث میں فقالوا ما شأنہ اجملاً استغفروا لکھا ہے۔ یعنی حاضرین نے یہ لفظ کہا۔ پھر اس جمع کے صیغہ کا فاعل واحد (عمرؓ) کو قرار دینا۔ شیعہ حضرات کی بے علمی کی دلیل ہے۔ یہ اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد

نیز اہجر کا معنی ہدیان کرنا شیعوں کی ذیل جہالت کی دلیل ہے۔ معنی عبارت یہ ہے کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں۔ آپ کے

دیانت تو کرو۔ اگر ہجر کے معنی ہدیان کے جائیں۔ تو استقامت کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس مختل ہو گئے ہیں۔ اور ہدیان (بہکی باتیں) کہہ رہا ہے۔ تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس سے پوچھو تو وہی کہ تمہارے اس کلام کا مفہوم کیا ہے۔ کیا مجنون کو مجنون یقین کرنے کے بعد کبھی کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ تمہارا تو وہی تمہاری اس بڑ کا مطلب کیا ہے۔ غرض لفظ استقامت کا اہل فہم کو سمجھانے کے لئے کافی ہے۔ کہ یہاں اچھا کا معنی وہ نہیں ہے جو شیعہ کرتے ہیں۔ بلکہ اس کا معنی یہی ہے کہ کیا آپ کا یہ وقت دنیا سے ہجرت (رحلت) کا ہے۔ کہ آپ ایسی شدتِ درو کی حالت میں کھنے کی تکلیف برداشت فرمانا چاہتے ہیں کہ پھر یہ موقع نہیں مل سکتا جب اس لفظ کا وہ معنی ہی نہیں ہے جو ہمارے شیعہ دوست سمجھ رہے ہیں۔ تو پھر وہ سارے ہوائی قلعے جو اسی لفظ کی بنیاد پر تعمیر کئے جاتے ہیں۔ یکسر مسمار ہو جاتے ہیں۔

علامہ ازیں اگر ہجر کا معنی لغرض محال ہدیان بھی کئے جائیں۔ تو چونکہ لفظ آہجر میں ہجو استقام موجود ہے۔ اور یہ استقام انکاری ہو گا۔ تو پھر بھی شیعوں کا مدعا پورا نہیں ہو سکتا مطلب قابل کا یہ ہے۔ کہ جو کچھ حضور فرما رہے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ آپ ہدیان نہیں کہہ رہے ہیں۔ اس لئے آپ سے دیانت کرنا چاہئے۔ کہ کیا اس تحریر سے حکم دہی کسی ضروری مسئلہ کا فصل مقصود ہے یا بطور استحسان حضور کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں۔ جو باری بھی ہو سکتا ہے۔ یا اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے جب حضور کچھ اقامہ ہو جائے۔

اور حدیث سے یہ ظاہر ہے۔ کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فرق میں منقسم ہو گئے تھے۔ بعض صراحت کرتے تھے۔ کہ قلم دوات کا غذا حاضر کیا جائے بعض قولِ عمرؓ سے اتفاق کر کے کہتے تھے۔ کہ مسایل دین و دنیا کی تکمیل بدریہ قرآن کریم ہو چکی ہے۔ کوئی امر باقی نہیں ہے۔ اس لئے حضور کو ایسے وقت میں تکلیف میں ڈالنا عشاقِ ذاتِ احمدؐ ہی گوارا نہیں کر سکتے پھر ان دو فرق میں ایک طرف حضرت علیؓ اور بنو ہاشم بھی ضرور ہونگے۔ اور وہ الزامات جو بلا وجہ حضرت عمرؓ کے ذمے لگائے جاتے ہیں۔ ان کے ذمہ وار جناب امیر علیہ السلام اور جملہ بنو ہاشم بطریقِ اولیٰ ہونگے۔

اگر حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداروں نے کاغذ قلم دوات حاضر کر کے فرمانِ نبویؐ کی تعمیل نہ کی۔ تو جناب امیر علیہ السلام کا فرض تھا۔ کہ فوراً اشیاءِ مطلوبہ حاضر کر کے تحریر لے لیتے۔

کیا وہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جناب نے جس امر کے لئے کاغذ قلم و دوات طلب فرمائے تھے۔ وہ کوئی ضروری امر تھا۔ اور وحی حق کے ذریعہ اس کا حکم ہوا تھا۔ یا ویسے مصلحتاً حضور کو کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ اور پھر وہ صلاح ملتوی ہوگئی۔ مثلاً کہتے ہیں کہ اس وقت خیال خلافت علیؑ نہ تھے۔ اس کے متعلق وصیت لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن بات شیعہ کے تحت برخلاف ہے۔ کیونکہ اس سے شیعہ کے باقی تمام استدلال پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو بزخم غدیر حضورؐ نے خلافت علیؑ کا اعلان فرمایا۔ نہ اور کوئی حدیث یا آیت اس وقت تک خلافت علیؑ پر نص تھی۔ تب ہی تو آپ کو یہ فکر دستگیر ہوئی۔ کہ خلافت علیؑ کی وصیت لکھ دی جائے۔ شیعہ نے اپنا یہ خیال ظاہر کر کے کہ حضورؐ خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ باقی استدلالت کی خود تردید کر دی۔ اور وصیت تحریر ہی نہ ہوئی۔ شیعہ حضرات کو ناکامی پر ناکامی کا سامنا ہوا۔

نہ خدا ہی ملانہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

علاوہ ازیں اگر یہ تحریر ضروری اور حکم وحی تھی۔ اور محض چند اشخاص کے خلاف رائے کے باعث حضورؐ اس ضروری حکم الہی کی تعمیل سے قاصر ہوئے۔ تو آپ کے ذمے سخت الزام عائد ہوتا ہے۔ کہ آپ نے فرض تبلیغ رسالت میں کوتاہی کی۔ اور حضرت علیؑ اور دیگر اہل بیت کے ذمے یہ الزام ہے۔ کہ انہوں نے چند جنسی اشخاص کی مخالفت کی وجہ سے رسول پاکؐ کی امداد نہ کی۔ کہ وہ گھر کے لوگ ہو کر کاغذ قلم و دوات حاضر نہ کر سکے اور اس بات کی شکایت حضورؐ کو بہ نسبت حضرت عمرؓ وغیرہ کے حضرت امیر علیہ السلام اور ان کے متعلقین پر زیادہ ہونی چاہیے۔

مردم از دست غیر ناکندند و سعدی از دست خیرشتن فریاد

اور سببات کا قطعی ثبوت کہ وہ تحریر کوئی ضروری امر نہ تھا۔ یہ ہے۔ کہ حضورؐ اس کے بعد چار روز تک زندہ رہے۔ اور افاقہ بھی ہوتا رہا۔ لیکن پھر نہ کاغذ قلم و دوات طلب فرمایا۔ نہ کوئی تحریر کی۔ دوسرا ثبوت اس کا حدیث میں موجود ہے۔ کہ ان دو کفریوں سے حضورؐ نے اس فریق کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ جو حضورؐ کو یہ تکلیف نہ دینا چاہتے تھے

دوسرے فریق کو آپ نے ڈانٹ دیا۔ کہ مجھے بیوجہ تکلیف نہ دو۔ لہذا یہاں علیہ
 فقال دعونی فلذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ حاضرین نے آپ کے بار بار
 سوال شروع کئے۔ آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ میں جس حال میں ہوں اس کے بہتر ہے۔
 جس کی طرف تم مجھے مدعو کرتے ہو یعنی تم جو مجھے تھوڑے کرنے کے لئے بازو ق کر رہے ہو۔
 یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ الفاظ حدیث شیعہ کے مدعا کے سخت برخلاف ہیں جن سے
 بصراحت مفہوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کچھ تھوڑے کرنا نہ چاہتے تھے۔ نیز اگر یہی فرض کر لیا جائے
 کہ حضورؐ کی خلافت کے متعلق تھوڑے کرنا چاہتے تھے۔ تو شیعہ اس حدیث سے یہ کس طرح
 دلیل کیڑ سکتے ہیں۔ کہ خلافت علیؑ کی ہی وصیت لکھنا مقصود تھی۔ ممکن ہے۔ کہ خلافت
 صدیق اکبرؐ لکھنا منظور ہو۔ اور چونکہ بنو ہاشم کو حضورؐ کا رجحان معلوم تھا۔ کہ امامت
 نماز پر بھی آخری وقت ابو بکر صدیقؓ کو ہی مامور کیا گیا۔ اسی لئے کاغذ قلم و دوات پیش
 کرنے سے اہل بیت نے تامل کیا۔

حدیث میں اختلاف اور شور و غل کو اہل البیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ الفاظ
 قول ملاحظہ ہوں۔ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا (اہل بیت نے اختلاف کیا اور
 جھگڑنے لگے) پھر تعجب ہے۔ اور تو سب جبکہ اہل البیت سے حضرت علیؑ فاطمہؑ اور حسینؑ
 مراد لیے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہل البیت سے حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداران مراد
 لئے جا کر اختلاف اور جھگڑا کا ان ہی ذمہ وار قرار دیا جاتا ہے یا للعجب۔ غرض الزلات مذکور
 کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کرنا شیعہ کی سخت بے انصافی ہے۔ جبکہ حدیث میں تناسخ و
 اختصاموا قالوا وغیر سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس تنازع اور جھگڑا
 اور رفع صوت رد قول رسولؐ مخی تلفی است میں جملہ حاضرین حجرہ جن میں علیؑ رضی اللہ عنہ اور بنو
 ہاشم وغیرہ بھی تھے سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصود ہے تو سب کا نہیں تو کسی کا بھی نہیں

حسین کا گناہ اللہ

ہاں یہ قصور حضرت عمرؓ کا ہے۔ کہ انہوں نے عشق محبت رسولؐ کی وجہ سے رائے پیش
 کر دی کہ جب یہ ستم اترے گا کہین کا کوئی امر ایسا باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو۔
 اور اللہ تعالیٰ نے باصراحت فرمادیا ہے۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ آج تمہارا دین کامل

و کس ہو گیا ہے۔ تو پھر حضور اقدس کو ایسی نازک حالت خستہ مرض میں تکلیف میں
 ڈالنا شایانِ ذات والا کو مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ علیؑ کی رائے زرین سے نہ
 اکثر حاضرین نے بلکہ حضور رسول پاکؐ نے بھی اتفاق فرمایا کہ تحریر کی صلاح ملتوی
 فرمادی۔ اور باوجودیکہ چار یوم تک حضور زندہ رہے اور مرض سے افاقہ بھی ہوتا رہا
 پھر بھی اس کا ارادہ نہیں فرمایا۔ کیا حسبنہا کتاب اللہ کہنا کوئی جرم تھا۔ اگر یہ کوئی
 کبیرہ جرم ہے۔ تو تمام مسلمان اس کے ترکیب ہیں۔ جو کتاب اللہ کو ایک کامل و مکمل
 کتاب ہدایت اور مسائل دین و دنیا کے لئے کافی وافی سمجھتے ہیں۔ انہوں دشمن کی نچو
 میں ہنر بھی بڑا عجب ہے۔ یہ ہنر چشمِ عداوت بزرگتر عیب ہے۔

رد قول رسول

اگرچہ رد قول رسولؐ کی ذمہ داری زیادہ تر اہل بیت رسولؐ کے ذمے عائد
 ہوتی ہے۔ لیکن اگر بغرض محال اس کا ملزم حضرت عمرؓ کو ہی قرار دیا جائے۔ تو چونکہ
 اقتضائے محبت و عشق اور نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اس لئے یہ دخل جرم نہیں ہو سکتا۔
 اور اگر ہر حالت میں خواہ کسی نیت سے ہو۔ رد قول رسولؐ جرم ہے۔ تو اس جرم کے ترکیب
 جناب امیر علیہ السلام بھی متعدد دفعہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مستند کتاب حیا القلوب
 جلد ۱ ص ۹۹ میں ہے۔ کہ جب غزوہ حدیبیہ میں صحابہ نہ کھنا سمجھیں ہوئے۔ اور امیر المومنین
 علی المرتضیٰؑ کو اس کے کھنے کا حکم دیا گیا۔ اور آپؑ نے محمد رسول اللہؐ کو دوسری طرف
 سے اعتراض ہوا کہ اگر ہم آپؐ کو رسول مانتے تو جہاں اسی کیا تھا۔ آپؐ محمد بن عبد اللہؑ
 اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ محمد بن آنرا و محمد بن عبد اللہ بنو یس چنانچہ اوسیلوید حضرت
 امیر فرمود کہ نام ترا از پیغمبری ہرگز منوخواہم کرو۔ حضرت رسولؐ بدست خود آنرا منو کرو۔
 (ترجمہ ۱) اے علیؑ اظہار محمد رسول اللہؐ کو مٹا کر بجائے اس کے محمد بن عبد اللہؑ لکھ دو۔
 جبکہ مخالف کہتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے کہا کہ میں آپؐ کا نام پیغمبری سے کبھی منو
 نہ کروں گا۔ تو آپؐ نے کاغذ کبیر پر پنے ہاتھ سے اس کو مٹا دیا)

ابا شیعہ حضرات انصاف سے بتائیں۔ کہ کیا یہ رد قول رسولؐ اور آپؐ کا عدول حکم نہ تھا
 مگر جناب امیر علیہ السلام اقتضائے عقیدت و محبت سے رسولؐ کی اس تعمیل حکم سے انکار

کرنے پر مجرم نہیں بن سکتے۔ تو حضرت عمرؓ کو کہیں اس پر الزام دیا جاتا ہے حالانکہ وہاں تو جناب رسولؐ نے اپنے طرز عمل سے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہاں جناب امیر علیہ السلام کے خلاف رائے آپؐ نے کاغذ لکھ کر خود اس لفظ کو جس کے طے سے جناب امیرؓ نے انکار کیا تھا۔ قلمزن کر دیا۔

دوسرا واقعہ برزخ میں مرتضیٰ (علم الہدیٰ) اپنی کتاب در النہر میں یوں لکھتے ہیں
 عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ أَبِيهِ أَمْرِئِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ السَّلَامِ أَنَّهُ قَالَ
 قَدْ أَكْثَرَ النَّاسُ عَلَى مَا رَأَيْتُ الْعَبْطِيَّةَ لَمْ أَرِ أَبَاهُ هَيْمَ بْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ عِمٍّ لَهَا قَبْلِي كَانَ يَمُورُهَا وَيَخْلِفُ إِلَيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خُذْ مِنْ هَذِهِ السَّيْفِ وَأَنْظُرْ لِي فَإِنْ وَجَدْتَهُ عِنْدَهَا فَاقْتُلْهَا نَلَمَّا أَقْبَلْتُ
 نَحْوَهُ عَمَّ أَمْرِيئُ لَهَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَنَاقِي عَلَيْهَا ثُمَّ مَهَنِي بِنَفْسِهِ عَلَى قَوْفٍ وَشَعْرًا
 بِرَجْلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عَجُوبٌ أَمْسَحَ عَيْنَيْهِ لَهَا لَمْ يَرِ جَالًا قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا قَالَ فَخَرْتُ
 السَّيْفَ وَرَجَعْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
 يَصْرَفُ عَنَّا الرِّجْسَ أَهْلُ الْكَيْسِ (ترجمہ محمد بن حنفیہ اپنے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ سے
 روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ماریہ قطیام ابراہیم بن نبی علیہ السلام پر نسبت ان کے
 بھانجے زاد بھائی قطبی کے اعتراض کیا جو اکثر ان کے پاس آتا جاتا تھا۔ تو حضور علیہ السلام نے
 مجھے حکم دیا کہ تلوار بوند کر تجھے اس کے پاس بے اسے قتل کر دو۔ جب میں اس قطبی کے پاس گیا۔ اور
 اس نے میرا ارادہ بھرا۔ تو ایک کھجور کے دھت پر چڑھ کر نیچے سر کے بل گر پڑا۔ اور پاؤں اوپر
 کو اٹھائے۔ میں نے اسے دیکھا۔ کہ وہ صاف عجوب (مقطوع النسل) ہے۔ مردوں کی اس
 کی کچھ بھی علامت نہیں ہے بس میں نے تلوار میان میں کر دی۔ اور واپس ہو کر حضورؐ کے
 پاس گیا۔ اور ماجرا بیان کیا۔ تو حضورؐ فرماتے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے اہل
 بیت کو جس سے پاک کیا ہے۔)

اس حدیث سے پایا جاتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے حکم رسولؐ کی تعمیل نہ کی۔ اور
 قطبی کو تلوار سے قتل نہ کیا۔ بلکہ اس کی حالت کو دیکھ کر تلوار میان میں کر لی۔ جب اس صورت
 میں جناب امیر علیہ السلام پر نافرمانی رسولؐ کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مصلحت اسی
 میں سمجھتے تھے۔ کہ تعمیل حکم میں ایک بیگناہ کی مفت جان جاتی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے جب

مصلحت اس نازک حالت میں یہی سمجھی کہ حضورؐ کو جو بوجہ تکلیف نہ پہنچائے۔ تو انہوں نے کیا قصور کیا۔

(نوٹ) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضورؐ کے ازدواج مطہرات ہی اہل بیتؑ میں خیر و برکت کا منبع تھا۔ اور یہ قیطیکہ حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا۔

تیسرا واقعہ: شیعہ کی مقبرہ کتاب ارشاد القلوب دینی نے اور محمد بن بابویہ نے اہل بیتؑ میں یہ روایت لکھی ہے: **إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى فَاطِمَةَ سَبْعَ دَرَاهِمٍ وَكَأَنَّهَا أَعْطَاهَا عَلِيًّا وَفَرِيحَةً أَنَّ يَشْتَرِي لَهَا أَهْلَ بَيْتِهِ طَعَامًا فَقَدْ حَلَبَهُمُ الْجُوعُ فَأَعْطَاهَا عَلِيًّا وَقَالَتِ ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ تَبَتَّاعَ نَسَائِكَ فَأَخَذَهَا عَلِيٌّ وَخَرَجَ مِنْ بَيْتِهِمْ لِيُشَاعَ طَعَامًا لَهَا أَهْلَ بَيْتِهِ فَسَمِعَهُمْ رَجُلًا يَقْرَضُ أَمْلًا الْوَفَى فَأَعْطَاهُ الْمَنَاسِكُ** (ترمذی)۔ رسول پاکؐ نے فاطمہؑ کو سات درہم دیئے۔ اور فرمایا۔ علیؑ کو درہم تاکہ اپنے اہل و عیال کے لئے غلہ خرید لائے۔ کہ وہ گرسنہ شکم میں جناب سیدہؑ نے حضرت علیؑ کو وہ درہم دیکر فرمائش رسولؐ کی اطلاع کر دی۔ آپؐ وہ درہم لیکر غلہ خریدنے گئے۔ تو ایک شخص کو یہ آواز کرتے سنا کہ کون شخص ہے جو غنی راست وعدہ کو قرض دیدے۔ آپؐ نے وہ درہم اس کے حوالہ کر دیئے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت رسول پاکؐ کے اس ارشاد کی کہ ان درہم سے گھر کے آدمیوں کے لئے غلہ خرید کیا جائے جو بھوک سے لاچار ہیں تعمیل نہ کرتے ہوئے وہ درہم ایک سائل کو دیدیئے۔ کیا یہ فرمان نبویؐ کی مخالفت نہیں ہے۔ اور رد قول رسولؐ کا جرم امیر علیہ السلامؑ پر عائد نہیں آتا۔ اگر جناب امیر علیہ السلامؑ کا یہ فعل ایسا نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اور ان کو معلوم تھا کہ صاحب حق حضرت زہراؑ اور حسینؑ اس سے ناراض نہ ہونگے۔ نہ جناب رسولؐ ناخوش ہونگے۔ تو انہوں نے تعمیل حکم رسولؐ کے بجائے مصلحت اسی میں سمجھی کہ سائل کی حاجت روائی کی جائے۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے پرمصلحت سمجھ کر کہ رسول پاکؐ کو اس تعمیل حکم سے بجائے خوشی کے تکلیف اور وقت بھری۔ اور اس تکلیف کے ٹالنے پر جناب والا آخر کار ناخوش ہونگے۔ ایسا کر دیا۔ تو کونسی خطا کی بغرض شیعہ ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں بخل امید باور نہیں ہوتی۔ جو ان پاک نفوس اصحاب کرامؑ پر طعن کرتے ہیں۔ اس کے مورد خود بنتے ہیں۔ آخر ان کو کہنا پڑتا ہے۔

نخل امید نہ اکبار بھی سرسبز ہوا ۱۰ لاکھ ارمان کسے پھولنے پھیلنے والے

خلاصہ جواب

اقل تو یہ حدیث صرف ایک نابالغ طفل سے مروی ہونے کی وجہ سے درائتاً تحت نہیں ہو سکتی۔ دوم حدیث سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت عمرؓ نے رسولؐ کو ہدیان کی نسبت دی۔ کیونکہ لفظ اچھا میں ہجر کہتے ہدیان لینا سیاق و سباق عبارت کے مخالف ہے۔ بلکہ سیاق و سباق کا ہی اقتضار ہے کہ یہاں دنیا سے ہجرت کرنا مراد ہے۔ اولاً اگر اچھا کا معنی ہدیان ہی لیا جائے۔ تو یہاں استفہام انکاری ہونے کی وجہ سے نفی ہدیان ہو رہی ہے۔ اور کسی حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس سے سمجھا جائے۔ کہ قابل اس لفظ کے حضرت عمرؓ ہیں۔ حسبنا کتاب اللہ کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام کا یہ فرمان فیصلہ خلافت کھنے کے لئے نہ تھا۔ ایسا ہو۔ تو شبہ کا ادعا نقص خلافت حضرت علیؓ کی تمام عمارت گر جاتی ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ کہ نبی علیہ السلام کوئی دینی ضروری امر کے متعلق کچھ کھنا چاہتے تھے۔ ورنہ حضورؐ پر الزام آتا ہے۔ کہ آپؐ نے تبلیغ حکم الہی میں قصور کیا حضور علیہ السلام کی رائے میں رائے عمرؓ زیادہ پسند تھی۔ اسی وجہ سے دوسرے فریق کو ڈانٹ کر کہا کہ مجھے دق نہ کرو۔ اور پھر چار یوم زندہ رکھ کر کچھ تحریر نہیں فرمائی۔ اگر کاغذ قلم و دات حاضر نہ کرنا تا فرمانی حکم رسولؐ میں داخل ہے تو اس کے مجرم بن سبت حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و دیگر اہل بیت زیادہ ہیں۔ کہ اس وقت نہیں تو بعد میں ہی یہ چیزیں مہیا کر کے تحریر چاہل کرتے۔ اگر ہر بات میں قول رسولؐ کے ظاہری الفاظ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ تو حضرت علیؓ امر تقضیٰ نے متعدد دفعہ فرمان نبویؐ کی مخالفت کی اس لئے اس بھاری جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے آپؐ خلافت و امامت کے اہل نہیں رہتے بشیہ حدیث قرطاس سے خلافت حضرت علیؓ پر دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ حدیث ان کے تمام استدلال کی تردید کر دیتی ہے۔ شیہ بیچارے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی خرافات سے باز نہیں آتے۔ افسوس اسے

ہرگز نہ ہوئے مضر سخن کے آگاہ نہ لامل ولا قوۃ الا بالشر

دسواں طعن

حضرت عمرؓ نے سداۓ جناب سیدہ کی سخت ترین کی۔ ان پر دروازہ گر کر پلایا
توڑ دیں۔ ان کو کوڑوں سے پٹیاں کم مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ ان کا گھر جلا دیا جانا
امیر علیؓ لام کے گلے میں رسی ڈالکر ان کو گھسیٹ لے گئے۔ اور بڑوہ بیت ابو بکرؓ کر لیا

جواب

یہ سب باتیں یہود و خرافات ہیں۔ جن کو نقل و نقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ اگرچہ
بظاہر اس یادہ گوئی سے حضرت عمرؓ کی تنقیص خان مطلوب ہے۔ لیکن درحقیقت یہ
تو میں اہل بیت رسالت کے لئے ایک سخت پاجیا نہ ناپاک حملہ ہے۔ کیا عقل سلیم نہیں
بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ جناب سیدہ خاتون جنت سخت جگر رسولؐ کی طرف کوئی نظر
اٹھا کر بھی دیکھے۔ تو شیر میدان حضرت علی المرتضیٰؓ اپنی زود جہ مخمرہ جگر گوشہ رسولؐ کی تو میں
دیکھ کر خاموش بیٹھے ہیں کیا اس کو صبر کہہ سکتے ہیں۔ یا غایت درجہ کی بے غیروہ ہے۔ ایک
بھگتی تک بھی جیتے جی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی عورت کی ہتک کی جائے۔ خدا
سختی سے ایسا ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی۔ تمام بنو ہاشم و امام رسولؐ اور سخت جگر رسولؐ کی
حاجت کے لئے تلوار لیکر اٹھ کھڑے ہوتے۔ نہ خلافت رہتی نہ خلفاء۔ نہ وہ محشر برپا ہو جاتا
کیا ایسی حرکت کو کہ پھر کوئی شخص اپنے ارادہ شکن خلافت میں کامیاب رہ سکتا تھا۔ ابھی
ابھی رسولؐ خدا جدا ہوئے ہیں۔ طالع فراق رسولؐ سے پر جوش ہیں۔ کلچے دل رہے ہیں پھر
خاندان رسالت کی بے ادبی کو کوئی مسلمان برداشت کر سکتا تھا۔ اور جناب خیر خدا تو ایسی دولت
کب گوارا کر سکتے تھے۔ کہ ان کے گلے میں رسی ڈالکر گھسیٹا جائے۔ اور جبراً بیت لیجائے
شیعہ سبارہ میں عجیب و غریب قصے تراش کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اہل بصیرت
ان کی ان باتوں کو نہ سمجھ سکتے کہ ان کو دھتکار دیتے ہیں۔

جلال العیون اردو ص ۶۸ میں درج ہے۔ بسند معتبر بیا جناب صادقؑ سے روایت کی ہے
کہ حسن وقت ابو بکرؓ نے جناب امیرؓ سے غصب خلافت کی جناب امیرؓ نے فرمایا کیا رسولؐ خدا
نے میرے اطاعت کا تجھے حکم نہیں دیا۔ ابو بکرؓ نے کہا نہیں۔ اگر مجھے حکم اطاعت دیتے تو میں
اطاعت کرتا جناب امیرؓ نے فرمایا۔ اگر اب تو پیغمبرؐ کو دیکھے۔ اور وہ تجھے کو میری اطاعت کا
حکم دیں۔ میری اطاعت کر چکا۔ ابو بکرؓ نے کہا ہاں۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ میرے ہمراہ مسجد قبا
میں چل۔ جب مسجد قبا میں پہنچے۔ ابو بکرؓ نے دیکھا۔ حضرت رسولؐ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضرت نماز سے فارغ ہوئے جناب امیر نے عرض کی یا رسول اللہ ابو بکرؓ کو انکار ہے۔ کہ آپ نے میری اطاعت کا حکم لے نہیں دیا۔ جناب رسول خدا نے ابو بکرؓ سے کہا۔ میں نے مکرر تجھے علیؓ کی اطاعت کا حکم نہیں کیا اس کے حکم کی اطاعت کر۔ ابو بکرؓ نے خائف و ترسان معاذرت کی۔ راوی میں عمرؓ کو دیکھا۔ عمرؓ نے کہا اے ابو بکرؓ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ حضرت رسولؐ نے مجھ سے ایسا فرمایا ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ وہ گروہ ہلاک ہے۔ جو تجھے ایسے احمق کو اپنا سردار کرے۔ مگر تو نہیں جانتا کہ یہ سب بنی ہاشم کا سحر ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کو اس قدر نفی۔ کہ جناب رسول خدا کو مسجد قبا میں ابو بکرؓ کے سامنے زندہ لاکھڑا کیا۔ پھر وہ اپنی قوت و عجز سے ابو بکرؓ کے گلوں کو کیٹوں سے کھینچ کر لیتے۔ دوم جب ابو بکرؓ نے مدت حیات میں اپنے مال و اموال اہل بیت علیہ السلام پر قربان کر کے خدا اور رسول خدا کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ تو کیا قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کی زور کرامت سے رسول خداؐ کو زندہ دیکھ کر اور آپ سے یہ ارشاد مستتر کہ اطاعت علیؓ تجھ پر فرض ہے۔ عمرؓ یا کسی اور شخص کے کہنے پر قول رسولؐ سے انحراف کرتے۔ یہ سب کچھ یا رسول خداؐ کی گھڑت ہے۔ کہ خلفاء اسلام کو بدنام کر کے مخالفین مذہب کو اسلام اور مائے اسلام پر طعن و تشنیع کا موقعہ دیتے ہیں۔ اس ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا علاج۔ خدا ہی ہدایت کرے۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے۔ رستی پر آ خدا کو مانکر

گیا رسول طعن

عمرؓ نے ایک حاملہ عورت کو بچہ زنا سنگساری کا حکم دیا تھا جناب امیر علیہ السلام نے کہا۔ اِنْ كَانَ ذَاكَ عَلَيْهَا سَبِيلٌ لِّنَسْأَلِكَ عَلَى مَا فِي بَطْنِهَا سَبِيلٌ (اگرچہ تجھے اس کی ذات پر حکم دینے کا حق ہے لیکن اس کے بچہ شکم کو نہڑ دینے کا تجھے اختیار نہیں ہے عمرؓ نے حضرت علیؓ کی اس اطلاع پر سنبل متوی کی۔ اور کہا۔ لَوْ لَا عَلِيُّ لَهْلَأَ عُمْرُ (اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو گیا ہوتا) جب وہ دینی مسائل سے جاہل تھے تو خلافت کا استحقاق کس طرح رکھتے تھے۔

جواب

بات یہ ہے۔ کہ عورت محضہ مزنیہ پر حرم زنا ثابت ہو گیا تھا جس کی منہاجم ہے۔ اس کے

حمل کا جناب امیر علیہ السلام کو کسی وجہ سے علم تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کو یہ معلوم نہ تھا کیونکہ بیٹ کی بات (حمل) کا حال جب تک زیادہ مدت نہ گزر جائے۔ سوائے خدائے علیم کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب امیر علیہ السلام نے بتا دیا کہ یہ حاملہ ہے۔ تو آپ نے سزا ملتی کر کے جناب امیر علیہ السلام کی اس اطلاع ہی کا شکریہ ان الفاظ سے ادا کیا کہ آج اگر علیؓ حمل کی مجھے اطلاع نہ دیتے۔ اور سزا نافذ ہو جاتی۔ تو کچھ شکم پر اس کا اثر پڑنا وہ مر جاتا اور مجھے جیسے اس بات کا بعد میں علم ہوتا۔ مجھے اس قدر شیخ و امنوس ہوتا کہ گویا میری ہلاکت کا باعث ہوتا۔ نادان معترض کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے جناب فاروق اعظمؓ کی صاف باطنی و خشیانہ الہی اور بے نفسی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ سے آپ کو ہرگز کچھ کمورت نہ تھی۔ وہ آپ کو نیک مشورہ دیتے۔ آپ قبول کر کے ان کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ اگر فیما بین عداوت و دشمنی ہوتی۔ تو ایسے واقعات پیش نہ آتے۔

بارضوالطعن

ایک روز عہد خطیبہ میں لوگوں کو گرائے مہر سے منع کر رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک عورت کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ اے عہد خدا فرماتا ہے۔ ایتیم احدلن قسطا فلا تاخذوا منه شیئاً (اگر عورتوں کو گرائے خدا نے بھی مہر میں دیدہ۔ تو واپس نہ کرو۔) اس پر خلیفہ نے تسلیم خم کر دیا اور کہا۔ کل الناس ائقہ من عمر حتی المحدثات (سب لوگ عمر سے زیادہ نقاہت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ستورات بھی) تو جب ایک عورت بھی علم و نقاہت میں آپ سے زیادہ تھی۔ آپ امامت و خلافت کے قابل نہ تھے۔

جواب

سے برائیں فہم و ادراک باید گریست

نادان معترض جس بات کو باعث طعن قرار دیتا ہے۔ اہل عقل و دانش اس کو کمال وصف سمجھتے ہیں۔ کہ باوجود اس جلال و جبروت کے جو فاروق اعظمؓ کو حاصل تھا۔ اور قیصر و کسریٰ کے محل صرف آپ کا نام سن کر لرز رہے تھے۔ ان کی بے نفسی اور انخساری کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک اونٹ عورت سر دربار ٹوک دیتی ہے۔ اور قرآن کی آیت کو استدلال پیش کرتی ہے

تو خلیفہ وقت قرآن پاک کے اب کے لحاظ سے اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔
اور عورت کی حوصلہ افزائی اور دیگر اشخاص کو استنباط معانی قرآن کی ترغیب کی غرض سے
کہتے ہیں کہ عمر کو ادعاء افتخار الناس ہونے کا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک عورت بھی یہی کہتی
ہے۔ کہ قرآن میں تذکرہ کر کے استنباط سبکی کر سکے۔

اگر حضرت عمرؓ کی جگہ کوئی دنیا پرست مغرور انسان ہوتا۔ تو اس جاہ و جلال کے ہوتے
کوئی شخص سرور بار اس کی قطع کلام کرتا۔ تو جانبر ہونا مشکل تھا یہی اصول مساوات ہے
جس پر اسلام کو ناز ہے۔ یہی وصف ہے۔ جو فاضل حق میں پائی جاتی ہے۔
راندہ شدہ ایسے از مستکبری و گشت مقبل آدم از مستغفری
معرض جس کی اس نے کو تعصب نے اندھا کر رکھا ہے حضرت عمرؓ کی اس بے نظیر وصف
کو دخل معائب سمجھتا ہے۔

حضرت عمرؓ باوجود افتخار الناس ہونے کے خود کو سب سے نفاہت میں کتر سمجھتے تھے
جیسا کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ باوجود افضل الناس ہونے کے خود کو تر الناس کہتے ہیں۔
یظن الناس بی خیر و ائقی بلفتر الناس ان لم تقف عتی

حقیقت میں عورت کا سوال بے محل تھا۔ اور اس کا استدلال صحیح نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ
یہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ سب سے زیادہ آیات قرآن کے معانی سمجھنے والے رسول پاک تھے لیکن
آپ نے اپنی بیٹیوں کے مہر بہت معمولی بندھوا دیے۔ اور آپ کا ارشاد ہے۔ کہ عظم
بئر کثیر یسوءھن صداداً (بہت بڑی بابرکت عورت وہ ہے جس کا مہر کم باندھا جائے)
اور گرانے مہر کے نتائج ہمیشہ آخر کار خراب نکلتے ہیں ختمہ و فساد مقدمہ بازی تک
نوبت پہنچتی ہے۔ اپنے قدر سے بڑھ کر جو شخص دکھلا دے کے لئے حق مہر زیادہ مقرر
کر دے جس کی ادائیگی کی اس کو قدرت نہیں ہے۔ آخر کار رُسوا ہوتا ہے۔ اسلام نے ہر ایک
معاملہ میں کفایت شعار اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ آیت قرآن کا یہ مفہوم نہیں ہے
کہ مہر میں قنطار گر افتخار خزانہ ہی مقرر کیا جائے۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص
نادانی سے ایسا کر بیٹھے۔ تو پھر دیکر اس کو واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہر چند عورت
کا استدلال صحیح نہ تھا۔ نہ اس کا اعتراض بجا تھا۔ خلیفہ وقت نے عورت کی یہ فقاہت
دیکھ کر کہ آیت قرآن سے استنباط کا ملکہ رکھتی ہے محض اس کی دیکھنی اور حوصلہ افزائی

کے لئے اس کی داد دی۔ تاکہ آئندہ کے لئے بھی اس کو اور دیگر اشخاص کو قرآن پاک میں تدبیر کا اشتیاق پڑے۔ اور لوگوں پر یہ بھی ظاہر ہو کہ جانشین رسول ہر ایک فرد بشر کو دئے ہو یا اعلیٰ رائے زنی کا اختیار دے رکھا ہے۔ سبحان اللہ۔ جلیل القدر کمال نادانی سے ہنر کو عیب سمجھ رہا ہے۔

چشم بر اندیش کہ بر کندہ باد : عیب نماید ہنرش در نظر
جناب امیر علیہ السلام کی نسبت اسی طرح کا ایک قصہ مشہور ہے۔ چنانچہ ابن جریری اور ابن عبد اللہ نے محمد بن کعب سے یوں روایت کی ہے۔ سَأَلَ سَجْلٌ عَلِيًّا فِي مَسْئَلَةٍ فَقَالَ فِيهَا فَقَالَ الرَّجُلُ كَيْفَ هَلَكْتَ أَوْ لَكِنَّ لَكَ أَوْ كَذَا أَقَالَ عَلِيٌّ أَصَبْتُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عِلْمٌ (جو ایک شخص نے علی المرتضیٰ سے کچھ مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ تو اس شخص نے کہا اس کا جواب یہ نہیں بلکہ اس طرح ہے۔ آپ فرمانے لگے۔ تو نے ٹھیک کہا۔ اور ہر دانا کے اوپر کوئی دانا ہوا کرتا ہے۔)

یہ بھی واضح ہو کہ کسی جزوی بات میں اگر کوئی شخص کسی سلم بزرگ سے زیادہ واقفیت پیدا کرے۔ تو اس بزرگ کی شان میں اس سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سلیمانؑ کا فیصلہ درست نکلا۔ حالانکہ حضرت سلیمانؑ اس وقت نبی نہیں تھے کیا اس سے حضرت داؤدؑ کی نبوت و خلافت میں کچھ نقص واقعہ ہو گیا تھا حاشا وکلا۔

تیسرا سوال طعن

صحیح مسلم میں ہے۔ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُفَرِّقُوا مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ صَدَاقَةِ مَنْ آيَمْنَا بِكَ كَاذِبًا أَوْ مَعَاذِ اللَّهِ مَا بَيْنَنَا وَاللَّهِ يَعْلَمُ أَنَّهُ نَصَادِقِي بَايَعْتُمُ أَتَيْتُمُنِي بِالْحَقِّ ثُمَّ تَوَقَّى أَبُو بَكْرٍ فَلَمَّا أَتَانَا قَالَا سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا كُنِيَ بَكْرًا آيَمْنَا فِي كَاذِبًا أَوْ مَعَاذِ اللَّهِ مَا بَيْنَنَا وَاللَّهِ يَعْلَمُ أَنَّهُ نَصَادِقِي بَايَعْتُمُ أَتَيْتُمُنِي بِالْحَقِّ شَيْءٌ كَتَبْتُمْ فِيهِ أَنَّ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ و عباسؑ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کو کاذب۔ آثم۔ خائن سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اور جو ایسا ہودہ قابلِ خلافت کیسے ہو سکتا ہے۔

جواب

۱۰ قصہ مذکور ہے کہ حضرت داؤدؑ کے بھائی اسیر بن ہوئے تھے۔ حضرت سلیمانؑ ان کا

یہ طعن متعدد میں شیعہ کو نہیں سوجھا کیونکہ ان میں کسی قدر ماوہ القضاٹ موجود تھا۔ اور شرم وغیرت سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن متاخرین شیعہ ان سب باتوں سے پاک ہیں۔ اور قاضی مائتت پر عمل پیرا ہیں۔ اس جگہ حضرت عمر تمیمیہ کے طور پر حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کو کہتے ہیں۔ کہ جو فیصلہ ابو بکرؓ نے مطابق فرمان نبویؐ کیا۔ یا میں نے اس فیصلہ کو بحال رکھا کیا تم لوگ ابو بکرؓ کو اور مجھ کو سبارہ میں کاذب۔ آئم۔ غادر خائن سمجھتے ہو۔ حالانکہ خدا جانتا ہے۔ کہ میں اور ابو بکرؓ اپنے دعوے میں سچے باتر ارشد حق کے متبع ہیں۔ یہ روزمرہ کا محاورہ ہے۔ کہ جو شخص اپنے دعوے میں فی الواقعہ سچا ہوتا ہے۔ وہ اپنی بریت کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ کیا تم مجھے کوئی چور بد معاش۔ ڈاکو سمجھتے ہو۔ کہ میں نے تمہاری کچھ چیز دبا رکھی ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ جب تم جانتے ہو۔ کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ تو مجھ پر سب بات کا اشتباہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں نے تمہاری کوئی چیز لے لی ہو۔

دوم۔ حدیث میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؓ کی معیت میں آکر یہ الفاظ کہے تھے۔ اَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَاذِبِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ۔ (میرے اور اس (علیؓ) جھوٹے۔ آئم۔ غادر۔ خائن کے مابین فیصلہ کر دو) حضرت عباسؓ نے بھی جوش میں آکر یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ کیا یہ شخص (حضرت علیؓ) کاذب۔ آئم۔ الخ ہے کہ تم اس کے دعوے کو درست نہیں سمجھتے ہو۔ اس لئے جواب میں بھی وہی الفاظ حضرت عمرؓ نے اپنی اور حضرت ابو بکرؓ کی نسبت دوہرا لئے۔ تاکہ حضرت عباسؓ کا جوش فرو ہو۔ کہ اگر حضرت علیؓ کاذب۔ آئم۔ الخ نہیں ہے۔ تو ہم بھی تو ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اپنے دعوے میں صادق تاجِ رشد و ہدایت ہیں۔ پھر تم ہمارے درست فیصلہ اور قضا کے خلاف جو مطابق فرمان رسولؐ پاک ہے۔ کیوں ہمارے احتجاج بلند کرتے ہو۔ کیا معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت عباسؓ عمر رسولؐ نے جو الفاظ کاذب۔ آئم۔ غادر۔ خائن اپنے برابر زادہ حضرت علیؓ کی نسبت استعمال کئے۔ فی الواقعہ وہ ان کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر یہاں کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ فی الواقعہ حضرت عباسؓ و علیؓ شیخین کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے۔ شرم! شرم! شرم!!!

لاندہوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں ڈ ہے اعتراف اوروں پر اپنی خبر نہیں

جو دہواں طعن

میزان الاعتدال میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا۔ **يَا حَدِيثُ يَا لَهِ يَا لَهِ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ** (اے خلیفہ خدا میں منافقوں سے ہوں) تو پھر حضرت عمرؓ خلیفہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔

جواب

اول میزان الاعتدال میں اس حدیث کو ضعیف و موضوع قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے راوی زبیر بن وہب کی نسبت لکھا گیا ہے۔ **فِي حَدِيثِهِ خُلُقٌ كَثِيرٌ زَبَدٌ كَثِيرٌ** (مرد میں بہت غلغل ہے) اور اس روایت کو جھوٹ اور محال کیا گیا ہے۔ شیخہ کی حیثیت قابلِ داد ہے۔ کہ سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے **فَاَنْتُمْ بِلَوْلِ الصَّلَاةِ اَوْ اَنْتُمْ شَكَرْتُمْ** سے آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ دوم اگر روایت صحیح بھی ہو۔ تو جبکہ طعن ۸ میں مفصل بحث ہو چکی ہے۔ خوف و خشیت الہی سے خاصانِ خدا اپنے آپ کو کس طرح خلاق سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے آپ کو شر الناس کہل دیا۔ کما مر ذکرہ۔ اس اعتراض کا مفصل جواب دیکھنا ہو۔ تو طعن ۸ کے جواب کو پڑھنا چاہئے۔ جہاں شیخہ کی کتب حدیث سے اسی مضمون کی متعدد حدیثیں لکھی گئی ہیں۔ کہ دوستانِ رسولؐ جب دنیا کے کاروبار میں مصروف ہو کر دوبار رسالت سے لمحہ بھر غیہ حاضر ہو جاتے تھے۔ تو اسکو نفاق سے تعبیر کرنے لگتے۔ اور انحضرتؐ سے استفسار کرتے تھے۔ اور حضورؐ ان کی تسفی فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمہارے کمال ایمان کی یہ علامت ہے۔ کہ تھوڑی تھوڑی باتوں سے تمہارے دلوں پر خوفِ الہی طاری ہو جاتا ہے۔ اور تم میری بارگاہ میں دوڑے آتے ہو۔ ورنہ منافقوں کو دوبار رسالت سے کیا کام۔ کاش اجاہلِ معرض کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا۔ تو ایسے وہی تباہی اعتراضات کرنے سے خرماتا۔ بندہ خدا منافق تو اسے کہا جاتا ہے۔ جو

لَا اَصْلَ كَافِي صَلَاسٍ هِيَ التَّوَضُّعُ الْيَدِ رَاحِبٍ مِنَ الشَّرَفِ يَسْتَلْزِمُ قَلِيلَ الْمَعْرِفَةِ مِنْ غَيْرِهِ وَيَسْتَقِلُّ الْعَرَفَ مِنْ نَفْسِهِ وَيَكِلُ النَّاسَ كَالِهَمِ خَيْرًا مِنْهُ وَانَّهُ شَرٌّ فِي نَفْسِهِ وَهُوَ تَامُ الْاَمْرِ (ترجمہ) تمہارے بہت نیکی کو کمتر جانے۔ اپنے سے تمام لوگوں کو اچھا سمجھنے۔ اور یہ کہ وہ سب سے بدتر ہے۔ اس کو کہتے ہیں کمالِ ایمان +

کرتا ہوا اس کو واقعی خطا کار اور گناہگار سمجھتا ہے۔ مگر ایک سیاہ باطن رافضی ان
عائقانہ رموز کو کیا جانے

تو خود مے نشوئی باگ دہل را در رموز سرسلطان را چہ دانی

پندرہواں طعن

حضرت عمرؓ نے غزوہ حیدریہ میں کہا اے رسولؐ جب سے اسلام لایا ہوں۔ مجھے شان نبوت
میں ایسا کبھی شک نہیں ہوا۔ جیسا آج ہوا ہے۔

جواب

ہم نے تو کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا۔ مولانا عبدالشکور صاحب نے انجم میں اس کے معلق
ضیعہ کو پانسو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر کسی معتبر کتاب حدیث سے یہ قول
دکھلا دیں۔ اس لئے جب تک معترض حوالہ نہ دکھائے۔ جواب کی ضرورت نہیں ہے۔
دوم اگر اقتضائے بشریت سے ایک مہینہ کمال کو کسی معاملہ میں تردد پیدا ہو اور وہ پھر
فی الفور رفع ہو جائے۔ تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے مومن
کمال نے رب العزت سے اجیار اموات کا نشان اطمینان قلب کے لئے طلب کیا۔ کیا ان
کے کمال ایمان میں اس سے کچھ نقص واقعہ ہوا۔

ہم شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ سے منقولہ حدیث کی ایک ایٹ
پیش کئے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دفعہ خلیفہ منصور
کی اہل میں جا رہے تھے۔ خلیفہ بڑے جاہ و جلال سے ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ اور
آگے پیچھے سب سواروں کی گارد تھی۔ لیکن حضرت امامؑ ایک گدھے پر سوار ہو کر خلیفہ سے
باتیں کرتے جاتے تھے۔ آپ کے ایک خاص الخاص شیخ نے آپ سے استفسار کیا۔ جبکہ
آپ اپنے دو تھانہ ہر شریف لائے۔ الفاظ حدیث یوں ہیں۔ فَلَمَّا رَجَعْتُ مَعْرِي اَتَانِي
بَعْضُ مَوَالِينَا فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُكَ فِي مَوْكِبِ ابْنِي جَعْفَرٍ وَانْتِ
عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ عَلَى قَمِيْسٍ وَقَدْ اَشْرَفَتْ عَلَيْكَ يَكْلُمُكَ كَمَا تَكَلَّمَ نَحْنُهُ فَقُلْتُ
يَبْنِي وَبَيْنَ نَفْسِي هَذَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَيَّ الْخُلُقِ وَصَاحِبُ هَذَا الْاَمْرِ الَّذِي يُشْكِي
بِهِ وَهَذَا اَخْرَجْتُ بِالْجَوْرِ وَيَقُولُ اَقْلَادُ الْاَنْبِيَا عَوَيْسُفُكُ الدَّمَاءُ فِي الْاَمْصِرِ

بِمَا لَا يُحِبُّ اللَّهُ وَهُوَ فِي مَوَاقِفِهِ وَأَنْتَ عَلَى حَاسِرٍ قَدْ خَلَعْتَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا حَتَّى
خَفْتُ عَلَى وَفِيٍّ وَنَفْسِي قَالَ فَقُلْتُ لَوْ سَأَلْتُ مَنْ كَانَ حَوْثِي وَبَيْنَ يَدَيَّ
وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَا حَقَّقَتَهُ وَاحْتَقَرَتِ مَا
هُوَ فِيهِ فَقَالَ أَلَا نَسْكُنُ قَلْبِي (ترجمہ: حضرت امامؑ نے فرمایا جب میں گھر میں
واپس آیا۔ تو یہ ایک خاص محب شیعہ مجھے ملا۔ اور کہنے لگا۔ میں آپ پر قربان۔ بخیر میں نے آپ کو
منصور کی اہل میں دیکھا ہے۔ آپ گدھے پر تھے وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اور آپ کی طرف
جھانک کر باتیں کر رہا تھا۔ گویا آپ اس کے ماتحت ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ
(امام) خدا کی طرف سے اس کی مخلوق پر رحمت ہے۔ اور صاحب حکم ہے جس کے حکم کی ہم
اتباع کرتے ہیں۔ اور یہ دوسرا (منصور) ایک ظالم شخص ہے جو اہل بیت رسول کو قتل کرتا اور
زمین میں خوریزی کرتا ہے۔ جو خدا کو پسند نہیں ہے۔ پھر تعجب ہے کہ وہ لاؤش کے ساتھ
جا رہا ہے۔ اور آپ گدھے پر ہیں۔ اس وجہ سے میرے دل میں شک پیدا ہو گیا حتیٰ
کہ مجھے اپنے زمان کا خوف ہو گیا۔ امامؑ فرماتے ہیں۔ پھر میں نے اسے کہا۔ کاش تو
ان فرشتوں کو دیکھتا جو میرے گرد و پیش اور دائیں بائیں جا رہے ہیں تو منصور اور اسکی
جاہ و جلال کو پہنچ سمجھتا۔ اس شیعہ محب امامؑ نے کہا۔ اب میرے دل کو تسلی ہو گئی ہے
بتلائے! امام صادق علیہ السلام کے خاص انخاص محب شیعہ نے تو یہاں تک کہیدیا کہ مجھے
آپ کی امامت کے متعلق ایسا شک واقع ہو گیا۔ کہ مجھے اپنے دین و ایمان کا بھی اندیشہ ہو گیا
ہے۔ لیکن جب امامؑ نے زور کرامت سے اس کو صف ملا لیا کہ کھادی تو اسے پورا اطمینان
ہو گیا۔ کیا وہ شیعہ محب امامؑ اس شک کی وجہ سے کافر ہو گیا تھا۔ یا حضرت امامؑ نے اسے
فتوے کفر دیدیا تھا۔ نہیں وہ پہلے سے بھی ایمان میں مضبوط ہو گیا۔ سو اسی طرح سے اگر
حضرت عمرؓ نے بھی کہیدیا ہو۔ اور پھر اعجاز نبویؐ سے ہدایت مزید اطمینان قلب کا باعث
ہوا ہو۔ تو یہ تو نور علی نور ہے۔ ایسا شک ہر کسی کو نصیب ہو۔ شیعہ بیچارے ان نجات کو
کیا سمجھیں جب عقل ہی نہیں ہے۔

ہزاروں نکتے یہاں بال سے بھی ہیں باریک تو کہ جس کی عقل ہو مٹی وہ اس کو کیا جانے
حضرت عمرؓ کے مطاعن کے جواب ہو چکے۔ اب حضرت عثمانؓ پر جو مطاعن کئے جاتے ہیں
ان کی فہرست شروع ہوتی ہے۔

سوالوں طعن

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلا دیا ہے۔ اور اس لئے توہین کلام اللہ کے جرم کے مرتکب ہوئے۔ ایسا شخص قابلِ خلافت نہیں ہو سکتا ہے۔

جواب

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلا دیا نہیں۔ بلکہ قرآن کو جمع کر کے حفاظت کلام اللہ کا ثواب حاصل کیا۔ حضرت عثمانؓ کے اس احسان عظیم کی دنیا کے اسلام قیامت تک گرویدہ احسان ہے۔ اگر آپ اسلام کی یہ خدمت نہ کرتے۔ تو قرآن پاک میں بھی شیعہ لوگ ایسی ہی تحریف کر دیتے۔ جیسے یہودیوں نے انجیل و تورات کی تحریف کر دی ہے۔ آپ نے قرآن کو تو جمع کر دیا۔ البتہ غیر قرآن جو از قسم تفسیر لوگوں نے قرآن میں شامل کر رکھا تھا۔ ان کو جلا دیا۔ اور سوائے اس صورت کے کلام اللہ کی حفاظت مشکل تھی بلکہ شیعہ متعرض کو کچھ اپنے گھر کی بھی خبر ہے۔ کہ بقول ان کے کہ اہل بیت نے قرآن سے کیا سلیک کیا۔ حضرت علیؓ نے تو قرآن کو جمع کرنے کے بعد ایسا گم کیا۔ کہ اس کا کہیں پتہ ملنے لگی مشکل ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آپؐ نے اپنی اولاد کے سپرد کیا۔ اور آخرامام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ آیا۔ لیکن وہ بقول شیعہ قرآن کو لیکر کہیں ایسے بھاگ گئے۔ کہ تلاش کرنے سے بھی کہیں کھوج نہیں چل سکتا۔ حضرت عثمانؓ نے تو وہ حصہ جلا یا ہو گا۔ جو قرآن نہ تھا۔ لیکن حضرت امیر علیہ السلام اور ان کی ذریت نے قرآن کو کہیں غائب غلہ کر کے اس کا نشان ہی بٹھا دیا۔ کیا اس سے بڑھ کر توہین کلام اللہ ہو سکتی ہے؟ کہ وہ قرآن جو خلق خدا کی ہدایت کیلئے تھا۔ اور جس کے جمع و ترتیب کی ذمہ داری بقول شیعہ جناب امیر علیہ السلام نے اٹھائی تھی۔ جمع کر کے نہایت بیدردی سے گم کر دیا گیا۔ جس کا کوئی ورق تک ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتا۔ شیعہ بیچارے مجبوراً اسی غلط ملط سنیوں کے قرآن سے کام لے رہے ہیں۔ اسی کو نماز دن میں پڑھنا ہوتا ہے۔ اسی کی تعلیم اپنے اطفال کو دلائی پڑتی ہے۔ اسی کا ثواب اپنے مردوں کی روضوں کو بخشوایا جاتا ہے۔ شیعہ بجائے اس کے کہ انہیں اہلیت کو کوہیں۔ کہ انہوں نے جمع کردہ علیٰ تیو سو سال سے ان سے چھپا رکھا ہے۔ انہیں حضرت عثمانؓ کو مطعون کرتے ہیں جن کی بدولت ان کو قرآن ملا۔ (غلط اور ناقص ہی ہے) اس کے

بڑھ کر کفرانِ شمت کیا ہو سکتا ہے۔ شیعہ بیچاروں کی حالت قابلِ رحم ہے۔ نہ اس قرآن پر ایمان رکھ سکتے ہیں۔ نہ اس کو چھوڑ سکتے ہیں۔
 دو گونہ رنج و غلابت جان مجنوں رازِ بلائے صحبت لیلۂ فرقت لیلۂ

توہین قرآن کا ایک واقعہ

اصول کافی میں ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت یوں پڑھی
 وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَقَصَّوْنَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِمْ عَزَّةَ قَوْلَهُمْ نَحْنُ مُسْلِمُونَ وَيَقُولُوا قَوْلَهُمْ نَحْنُ مُسْلِمُونَ
 اُن تَكُونُ امَّةً كَرَامِيٍّ مِنْ اُمَّتِكُمْ۔ قَالَ قُلْتُ جُعِلَتْ فِدَاكَ اَيُّ امَّةٍ كَانِ
 وَاللّٰهُ اَيُّ امَّةٍ كُنْتُ فَاِنَا نَقَرَاءُ امْرِي قَالَ فَقَالَ مَا امْرِي وَاَوْ عَلِيٍّ بَيْدَاكَ نَظَرَهَا
 راوی کہتا ہے میں نے حضرت امام سے پوچھا کیا یہ آیت ہے۔ آپ نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم
 اُمّت ہے۔ پھر میں نے کہا ہم امّی بنی ہاشم کے ہیں۔ آپ نے کہا امّی بنی ہاشم ہے پھر آپ نے
 (جوش میں آ کر) ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور قرآن کو زمین پر پھینک مارا۔

اب دیکھئے۔ اس سے بڑھ کر توہین قرآن کیا ہو سکتی ہے کہ صرف اتنی بات پر کہ قرآن میں
 بجائے اُمّت کے امّۃ اور امّی کی بجائے امّی بنی ہاشم لکھا تھا۔ آپ نے غصے میں آ کر قرآن
 کو زمین پر ٹپک دیا۔ کیا شیعہ حضرات اس کا کوئی جواب دینگے۔ کہ امام معصوم کا یہ فعل صریح
 توہینِ کلامِ پاک نہیں ہے۔

شتر وال طعن

حضرت عثمان نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ منورہ میں بلا لیا۔ حالانکہ آنحضرت نے اسکو
 اس کی شتر اتوں کی وجہ سے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ اور تخمین نے بھی اس کو واپس
 آنے کی اجازت نہ دی تھی۔

جواب

عضو صلعم نے حکم کو اس لئے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ کہ اس کی منافقین اور کفار سے
 دوستی تھی۔ اور احتمالِ ختمہ و فساد تھا۔ اور چونکہ حکم بنو امیہ سے تھا۔ اور شیخین تیمارِ عدوی

سے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی۔ کہ مبادا عراقی
عداوت جو زمانہ جاہلیت سے ان قبائل میں چلی آتی تھی۔ پھر عود کرے۔ اور حکم کسی قسم
کی شرف و فساد کا باعث ہو۔ لیکن حکم چونکہ حضرت عثمانؓ کا رشتہ دار ابن العاص تھا۔ اور نیز مرض
الموت میں حضرت عثمانؓ نے رسول پاک سے سفارش کر کے اس کا قصور معاف کر لیا ہوا
تھا جس کی اطلاع شیخین کو نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے عہد خلافت میں اس کو واپس
بلا لیا تھا۔ کیونکہ اس کے عفو قصور اور اجازت دخول مدینہ کا ان کو ذاتی علم تھا۔ اور حکم نے اس
سے بعد کسی قسم کا کوئی فتنہ نہ کیا۔ وہ ایک ضعیف العمر بڑھا پیر فروت ہو چکا تھا کسی
قسم کے شور و شر کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ اس لئے اس کے واپس بلائے میں کچھ حرج نہ تھا

اٹھارہواں طعن

حضرت عثمانؓ نے مروان بن الحکم کو اپنا وزیر اور میر منشی بنا رکھا تھا جو بڑا مفید تھا۔
چنانچہ اسی کی شہادت آخر کار شہادت آنجناب کا باعث ہوئی۔ جب آپ نے محمد بن ابوبکر
کو بشورہ حضرت علی المرتضیٰؑ کا حکم صبر بنا کر روانہ کیا تھا۔ پیچھے سے مروان نے جو میر منشی تھا
ایک دوسرا خط حضرت عثمانؓ کی موہر لگا کر ایک سوار کے ہاتھ دیکر بھیج دیا۔ کہ محمد بن ابوبکر
مصر میں انکو قتل کر دیا جائے۔ خط پکڑا گیا۔ اور محمد بن ابوبکر واپس آئے۔ اور فتنہ فساد
ہوا شہادت حضرت عثمانؓ وقوع میں آئی۔

جواب

مروان بن حکم نے عہد نبویؐ یا عہد خلافت شیخین میں کوئی فتنہ نہ کیا تھا جس
سے معلوم ہو سکتا کہ وہ مفسد و شریر ہے۔ اور اہل سنت والجماعہ کے نزدیک حضرت عثمانؓ
کوئی عالم الغیب نہ تھے۔ کہ آئندہ کے حالات ان کو معلوم ہوتے۔ انہوں نے صلہ رحمی کے
لحاظ سے اس کو ملازم رکھ لیا۔ آخر کار اس نے شرارت کی۔ لیکن شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کیا
جواب ہے۔ کہ مروان کے متعلق باوجود اس کی شرارت ظاہر ہو جانے کے جنگ جمل میں جب
وہ گرفتار ہو گیا تھا حسنینؑ نے جناب امیر علیہ السلامؑ کے پاس سفارش کی۔ اور اسے چھوڑ دیا۔
جیسا کہ بیچ البلاغہ میں ہے۔ اُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اسِيرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَفْعَمَ الْحَسَنُ
وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَكَلَّمَا فِيهِ فَخَلَّى سَبِيلَهُ مَرْوَانُ جَمَلٍ فِي

گرفتار ہو گیا۔ اور اس نے حسنینؑ سے سفارش چاہی۔ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی۔ اور اسے چھوڑ دیا گیا۔

خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے عہد امارت میں زیادہ جیسے ولد الزنا کو قاس کا امیر بنا رکھا تھا۔ اور اس کی بہت کچھ عزت افزائی کی گئی تھی۔ لیکن اس بد نہاد نے آخر کار کفری کی۔ اور محبان اہل بیت پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ حالانکہ شیعہ کے نزدیک جناب امیر علیہ السلام کا مکان و مایکون بھی حاصل تھا۔

نیز آپ نے عبد الرحمن بن ملجم کو اپنی بیعت سے شرف فرمایا۔ اور اس پر طرح طرح کے احسان کئے۔ چنانچہ جلاء العیون اردو ص ۱۹۹ میں ہے۔ اس وقت عبد الرحمن بن ملجم ملعون بھی آیا۔ کہ حضرت سے بیعت کرے حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا مرتبہ سوم میں حضرت سے اس نے بیعت کی۔ جب اس نے بیٹھ پھری حضرت نے پھر اسے بلوایا۔ اور تمہیں دیں۔ کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا۔ اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لے لے۔

اس ملعون نے جو بیعت جناب امیرؑ کر کے مریدان خاص میں اپنا نام کھوایا تھا۔ جناب ممدوح کو آخر کار شہید کیا۔ تو جب امیر علیہ السلام نے بقول شیعہ عالم الغیب ہو کر ایسے ملعون کی بیعت قبول فرمائی۔ اور اس پر طرح طرح کے احسان بھی کرتے رہے۔ جیسا کہ آپ نے اخیر میں اسے فرمایا۔ اے بد بخت تو نے امر عظیم پر اقدام کیا۔ آیا میں تیرا امیر تھا کہ مجھے ایسی مرادی۔ میں تجھ پر ہرمان نہ تھا۔ آیا تجھے اوروں پر میں نے اختیار نہیں کیا۔ آیا تجھے میں نے احسان نہیں کیا۔ اور لوگوں سے زیادہ عطا نہیں کی۔ آیا لوگوں نے مجھ سے نہیں کہا کہ تجھے قتل کروں۔ اور میں نے تجھے اسید نہ پہنچایا۔ اور تیرے ساتھ زیادہ عطا و بخشش کی کیا شیعہ کچھ جواب دے سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام جو بقول ان کے انجام کار سے واقف تھے کیوں اس بد نہاد پر اس قدر احسانات کئے۔ اور ہر بانی کرتے رہے۔ اور عطا و بخشش فرماتے رہے پھر حضرت عثمانؓ پر کیا طعن ہے جو علم غیب بھی نہ رکھتے تھے کہ انہوں نے مردان کو کیوں ملازم خاص رکھا۔

انیسواں طعن

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بخشش میں دن بے گور و کفن پڑی رہی۔ اور نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔

جواب

اول تو یہ بات سراسر بہتان و افتراء ہے۔ جب آپ کے بڑے بڑے مقتدر رشتہ دار حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، حضرت معاذیہؓ، عمرو بن العاصؓ موجود تھے جنہوں نے طلب قصاص میں جنگ ہائے عظیم کئے۔ اور نیز صد ہا زر و خراج و جان نثار غلام بھی تھے۔ تو یہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ آپ کی بخشش تین روز بے گور و کفن پڑی رہی ہو۔ اگر فرض کر دے کہ ایسا ہی ہوا۔ تو اس سے ان کی شان اقدس میں کیا کمی ہو سکتی ہے۔ کیا شہداء و کربلا کے ساتھ کفار و کفار نے اس سے بڑھ کر سلوک نہیں کیا۔ بلکہ مرثیہ خوان لوگ تو بڑے آب و تاب سے مجلسوں میں جھوم جھوم کر واقعاتِ اہانت و ذلتِ اہل بیت (شہیدانِ کربلا) بیان کیا کرتے ہیں کیا اس سے معاذ اللہ ان کی شان والا میں کچھ نقص واقع ہو سکتا ہے۔ ایسے اعتراضات کرنے کے وقت شیعوں کو یہ خیال کر لینا چاہئے کہ کیا اس سے ہم پر تو زور نہیں پڑتی۔ مگر ان کا تو یہ اصول ہے کہ پرانی شکون کے لئے اپنی ناک کھڑا دیجائے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی بخشش مبارک بڑی عزت و احترام سے جنت البقیع میں دفن کی گئی جو دفنِ اندامِ مطہرات و اولادِ امجاد و اکثر اصحاب یا صفا ہے۔ اس امر کی تصدیق شیخ کی مستند تفسیر جامع عباسی باب دوم میں درج ہے۔

غرض حضرت عثمان غنیؓ وہ برگزیدہ خلیفہ رسولؐ تھے جن کو دوسری دامادی رسولؐ مقبول کا خضرِ حامل تھا۔ آپ کے مالِ طیب سے اسلام کو بہت بڑی مدد ملتی رہی۔ آپ کے عہدِ خلافت میں جانبِ غربِ اندلس تک اور جانبِ شرقِ کابل و بلخ تک اسلامی مقبوضات کی وسعت ہوئی۔ اور بڑی و بھری جنگِ عظیم ہو کر اہلِ روم کو سخر کیا گیا عراق و عجم و فراسان پر رنگینِ السلطنت ہوئے۔ پس آپ کی شہادت پر ترقیِ اسلام کا خاتمہ ہو گیا۔ عہدِ امارت جناب امیرِ علیہ السلام میں صرف خانہ جنگیاں ہی ہوئیں۔ اور بہت سے اسلامی نفوس حفاظ و اصحاب نے جامِ شہادت نوش کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی منقبت میں یوں درافشانی کی ہے۔

نبی کی بہن کے تھے عثمان بیٹے تو ہو کیا اس سے بڑھ کر نجابتِ عثمانی کی

سب اسلاموں کی ہوئی دوسرست و ہوئی نفع بخش ایسی دولت غنی کی
 ہوئی دولت اک۔ دوسری دیدی میٹی و یہ دل میں بنی کے تھی وقت غنی کی
 بنی نے سفارت پہ گئے سو بھیجا و تولی ہاتھ اپنے سے حیت غنی کی
 علی ان کے ہنزلف ہمہ اف تھی سالی و یہ بیطین سے تھی قرابت غنی کی
 ہے اوراق تیاخ میں ثبت استک و قجاعت علی کی سفارت غنی کی

(دائرتہ الاملا ح لاہور)

مطاعن صحاب ثلاثہ پر مدلل بحث ہو چکی۔ آپ کے فضائل بشہادت کتاب (سرد
 کتب شیعہ ثابت کر دیئے گئے۔

اب ہم تھوڑا سا تذکرہ اس امر کا کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام اور ان کے
 اہل بیت کو صحاب ثلاثہ سے کہا تک محبت و پیار رکھا کہ زندگی میں تو ان سے خیر و شکر
 رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے اسمائے گرامی پر اپنی اولاد کے نام رکھے۔ تاکہ
 اگر ان کی صورتیں سامنے موجود نہ ہیں۔ تو ان کے نام بھار کر ان کی یاد تازہ کرتے ہیں

صحاب ثلاثہ کے نام پر فرزندان علی کے نام

کتاب معتبرہ تواریخ فقیہین سے ثابت ہے۔ کہ جناب امیر نے اپنے ایک صاحبزادہ کا
 نام ابو بکر رکھا۔ جو لیلے بنت مسعود کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ ایک صاحبزادہ کا نام
 عمر رکھا۔ جو حبیبہ بنت ربیعہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک کا نام عثمان رکھا
 جو ام البنین بنت حرام بن خالد سے متولد ہوئے تھے۔ ایک صاحبزادی کا نام المؤمنہ
 زوجہ رسول خدا کے نام پر میمونہ رکھا۔ دوسری دو صاحبزادیوں کے نام رقیہ و ام کلثوم
 رکھا جو رسول پاک کی دو صاحبزادیوں کے نام تھے۔ جو حضرت عثمان رضی کی زوجیت
 میں آئی تھیں۔ ایسا ہی حضرت قس نے ایک صاحبزادہ کا نام ابو بکر رکھا جو آپ کی منکوحہ
 اہلبیہ سے تھا۔ ایک کا نام عمر رکھا۔ جو آپ کی جاریہ (کنیز) کے شکم سے پیدا ہوا تھا۔ یہ دونوں
 حضرت امام حسین رضی کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ علی بن اقیاس امام زین العابدین
 نے بھی اپنے ایک فرزند کا نام عمر رکھا۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم نے بھی اپنے ایک
 صاحبزادہ کا نام عمر رکھا۔ اور ایک کا نام ابو بکر رکھا۔ حضرت امام رضا نے اپنی دختر کا نام عائشہ

رکھا۔ اور حضرت امام علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی نورانی کاپی نام رکھا۔

اب شیعہ حضرات سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر جناب امیر علیہ السلام اور ان کے
فرزند ان گرامی کو حضرات ثلاثہ اور ازواج مطہرات سے محبت و پیار نہ تھا۔ تو اپنی اولاد کے
نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے تو اعدا کی بات ہے کہ قوت شدگان سے جو بزرگ
واجب الاحترام اور ذی خرافت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام تبرکۃ اولاد کا رکھا جاتا ہے۔
کوئی شخص دشمن کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہیں رکھیگا۔ چنانچہ واقعہ کر بلا کو بدتمیں گذر
گئیں۔ لیکن اب تک کسی مسلمان نے اپنے فرزند کا نام یزید یا قسمر نہیں رکھا۔ یہ ایک
ایسی زبردست دلیل ہمارے ہاتھ میں نصیحت و خطرات اصحاب ثلاثہ ثابت کرنے کے لئے
ہے۔ جس کا کوئی جواب شیعہ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ بس تمام نزاع کے فیصلہ
کے لئے یہی ایک بات کافی ہے۔ بشرطیکہ شیعہ صحابہ میں کوئی صاحب انصاف موجود ہو یہ
اداسے دیکھ کر جاتا رہے۔ گلہ دل کا ذوالبس ایک نگاہ پر پھیل رہا ہے فیصلہ دل کا۔

لطیفہ

ہمارے ایک شیعہ دوست حکیم حمید علی نامی جہلم میں رہتے ہیں جو شیعوں کے
لیڈر بنے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے ان کے سامنے اس امر کا تذکرہ کیا کہ جناب امیر
علیہ السلام نے اپنے فرزندوں کے نام اصحاب ثلاثہ کے نام پر کیوں رکھے۔ آپ تھوڑی دیر
خاموش ہو کر کہنے لگے۔ کہ اس لئے ایسا کیا۔ تاکہ ان بیٹوں کے نام لیکر ہر وقت گالیاں
دیا کریں۔ میں نے کہا۔ آپ تو خدا اللہ عالم الغیب تھے۔ اور آپ کو معلوم تھا کہ آپ کے
نحت جگر امام حسینؑ کو زیرِ بیل و خون قسمر بد بخت کے ذریعہ شہید کر دیا۔ اس لئے آپ کو اپنے
بیٹوں کے نام یزید اور قسمر رکھ دینے چاہئے تھے۔ تاکہ ان کو گالیاں دیکر دل کی بھڑاس
نکالتے رہیں۔ نیز اگر یہی منطق درست ہے۔ تو اب آپ ہی اس کمی کو پورا کر دیں۔
اپنے عزیزوں میں سے کسی کے نام یزید و قسمر رکھا کر خوب تبرا بازی کیا کریں۔ بس
آپ خاموش ہو گئے۔ افسوس یہ لوگ ان مقدس نفوس کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ گالی گلیج
کرنا مومنوں کی شان سے براصل بعید ہے۔ کافی حد تک کی حدیث دیکھو۔ منافق کی علامات
میں سے ایک یہ علامت بھی گئی ہے۔ اذمخاصم فحشاء (جب مجھ کو تباہی بخش گئی تو کتا)
جناب امیر علیہ السلام تو وہ پاک باطن تھے کہ اپنے دشمن قاتل ابن ملجمین پر بھی رفق و مدارا

کرنے کی سفارش فرمائی۔ جیسا کہ جلال الدین علیہ السلام اور دو جلد احکام میں ہے۔
 جناب امیر علیہ السلام نے اپنے قاتل کی امام حسنؑ سے سفارش کی۔ اور ارشاد کیا کہ اسے
 کھانا پانی دو۔ اور اس کے پاؤں میں زنجیر نہ ڈالو۔ بلکہ اس کے ہمراہ رفیق و مدار کرو۔ اور
 جب میں دنیا کے رحلت کروں۔ اس پر ایک ضربت سے قصاص کرنا۔ اور جسم اس کا
 آگ سے نہ جلانا۔ اور مشلہ نہ کرنا۔ یعنی ہاتھ پاؤں مکان ناک اور جمیع اعضا اس کے
 نہ کاٹنا کہ جناب پیغمبرؐ نے فرمایا۔ مشلہ ہرگز نہ کرو۔ اگرچہ سگ درندہ ہو۔ اور اگر میں اچھا
 ہو گیا۔ سزاوار زیادہ ہوں۔ کہ اسے عنق کر دوں۔ اس لئے کہ ہم اہل بیت کرم و عفو و رحمت
 میں پھر تعجب ہے۔ کہ محمدؐ جیسے شیعہ آپ کی نسبت یہ خیال کریں۔ کہ اپنے بیٹوں کے
 نام اصحاب کے نام پر اس لئے رکھے تھے۔ کہ ان کو گالیاں دیکر دل کے بخار نکالتے ہیں
 جب زندگیاں ہیں تو ان کی رحمت سرائی کرتے رہے۔ وظایف لیتے رہے۔ غنائم سے حصہ وصول
 کرتے رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ ان کو نیک مشورے دیتے رہے۔
 اپنی نعت جگر حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی۔ تو ان کی وفات کے بعد گالیاں دینی کو نہی جو ان فردی
 ہے۔ خبر یہ ایک لطیفہ تھا جو درج کیا گیا فی الواقع اس کا جواب شیعہ کے پاس ہرگز نہیں ہے

شیعہ سے چند سوالات

اہم شیعہ اصحاب سے چند سوال کرتے ہیں۔ امید ہے کہ کوئی صاحب جواب باصواب
 سے مطلع کرینگے۔ اور اگر جواب نہ دیکیں۔ اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو خدا را راہ راست
 پر آجائیں۔ اور اصحاب رسولؐ کی بدگوئی سے باز آجائیں۔

(۱) پہلا سوال یہی ہے۔ کہ اگر اصحاب ثلاثہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے۔ ان کو اہل بیت سے
 بغض و عداوت تھی۔ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہل بیت نے اپنی اولاد کے نام
 ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔

(۲) اگر نفوذ باللہ وہ کافر و منافق تھے تو رسولؐ پاک نے اپنی بیٹیوں کے ناطے ان کو
 کیوں دیئے۔ اور ان کی بیٹیاں اپنی زوجیت میں کیوں لیں۔ حالانکہ قرآن نے اس کو صریح
 ممانعت کر دی ہے کہ کفار کو ناطے دیئے جائیں۔ یا ان سے لئے جائیں۔

(۳) اگر معاذ اللہ وہ کافر و منافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کیوں

حضرت عمرؓ کو نوحاح کر دی۔ اگر کہا جائے کہ انہوں نے جبراً چھین لی۔ تو آپ کی شجاعت و غیرت پر حریف آتا ہے۔ اگر رضامندی سے دی۔ تو ان کی افضلیت ثابت ہوتی ہے (۴) اگر وہ منافق دکانہ تھے۔ تو جناب رسولؐ ایک اور حضرت امیر نے ان سے لڑ لی

کیوں نہ کی۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ** (اے نبیؐ کافروں اور منافقوں کے بھاد بھیجئے۔ اور قاتلوں کو قتل نہ کرو حتیٰ کہ نہ ہوں فتنہ کرے۔ **يَكُونُ الَّذِينَ يُلَاقُونَكَ مِنَ الْكَافِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** (اور کافروں سے قتال کیجئے۔ تاکہ فتنہ مٹ جائے۔ اور دین تم پر چھو جائے)

(۵) جب بقول شیعہ اصحاب ثلثہ نے جناب امیر علیہ السلام سے خلافت چھین لی۔ نہ کہ ربایا۔ جناب سید کی سخت ہتک کی۔ جناب امیر علیہ السلام نے کیوں تلوار نہ اٹھائی اگر کہو صبر کیا۔ تو پھر سوال ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ کے کیوں جنگ کر کے صد ہا مسلمانوں کی جانیں تلف کرائیں۔ اور پھر صبر کا حکم تھا۔ تو حضرت امام حسینؑ نے کیوں یزید سے لڑ کر اپنی اور محصور بچوں کی جانیں قربان کیں

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ثُمَّ لَا يَجَاوِزُ فَتَاكَ إِلَّا قَلِيلًا** (منافقوں کو غلبہ نبیؐ کی ہمت میں زیادہ عرصہ ٹھہر نہیں سکتے) حالانکہ اصحاب ثلثہ زندگی میں جناب رسولؐ کے مصاحب خاص رہے۔ اور بعد وفات بھی ان کو ایسی مجاہدت (مہم نشینی) حاصل ہے۔ کہ دوبارہ آپ کے پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا۔

(۷) قرآن میں ہے **لَا تَجِدُنَا عَدُوًّا وَحَدَّثَ وَعَدًا** (میں نے ان کو دوست بنائے رکھا حتیٰ کہ سفر و حضر میں آپ کے رفیق رہے۔ اور پھر بعد وفات رسولؐ جناب امیر علیہ السلام کیوں ان سے یارانہ لگائے۔ ہے۔ اگر کہو کہ بے بس تھے۔ تو پھر وہاں سے ہجرت کیوں نہ کی۔ جو ایسے موقع پر فرض ہو جاتی ہے۔

(۸) قرآن میں ہے۔ **إِنَّا لَنَنْصُرُكُمْ سَلْمًا وَالْكَافِرِينَ أَمْثَلًا** (ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو نصرت بخشا کرتے ہیں) اگر اصحاب ثلثہ مومن نہ تھے۔ تو کیوں نصرت الٰہی بخشے ان کے شامل حال رہی۔ قصہ و کسرے کی حکومت الٹ دی۔ ملک بھر میں سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک سرکر میں منظر و منصور ہوئے حتیٰ کہ خلافت بھی انہیں کو ملی۔

(۹) اگر خلافت صحاب ثلاثہ حق نہ تھی۔ تو حضرت شہر بانو بنت یزید جو دروغ خیز و خائن تھے جو غنیمت میں قنید ہو کر آئی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے امام حسینؑ کو دیدی تھی۔ آپ نے کیوں قبول کی۔ جبکہ یہ غنیمت درست اور حلال ہی نہ تھی۔ تو امام معصومؑ نے کیوں عطیہ نادرست اور ناجائز میں تصرف کیا۔ جو منافی عصمت ہے۔

(۱۰) جب متعہ آتا ہوا خواب کا کام ہے۔ کہ متعی مرد اور متوعہ عورت جب غسل کرتے ہیں۔ تو ہر ایک قطرہ کے ششتر فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو ان کے لئے قیامت تک استغفار کیا کرتے ہیں۔ تو ایک اہل بیت کیوں اس کا ثواب سے محروم رہے۔ کتب شیعہ کے ثابت ہے۔ کہ کسی امام نے متعہ نہیں کیا۔

(۱۱) کتب شیعہ کے ثابت ہے۔ کہ علی المرتضیٰؑ کے قین فرزند جن کا نام ابو بکرؓ عرف عثمانؓ تھا۔ وہ بھی امام حسینؑ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ مریضوں میں ان کا نام کیوں دکر نہیں کیا گیا۔ جبکہ وہ علی المرتضیٰؑ کے فرزند جناب سیدہ کے بطن سے تھے۔ اور اپنے بھائی جناب امام حسینؑ پر انہوں نے اپنی جانیں قربان کر دی تھیں۔

(۱۲) کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلامؑ نے قرآن جمع کر کے صحاب کو دکھلایا تھا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو آپؑ نے کہا اب تم لوگ اس قرآن کو تاقیامت نہ دیکھو گے۔ وہ قرآن اس وقت کہاں ہے۔ اگر وہ ہدایت خلق کے لئے تھا۔ تو اس کے اتنا عرصہ گم رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ اور ایسے قرآن سے مسلمانان عالم کو کیا فائدہ ہے اگر امام غائب علیہ السلامؑ نے اس کو چھپا رکھا ہے تو کیا وہ کتاب ہدایت چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں۔

کافی کلینی میں تصریح ہے۔ کہ رسول پاکؐ کے فوت ہونے ہی تمام صحاب سوائے تین چار کے اسلام سے پھر گئے۔ پھر بعثت رسولؐ اور نزول قرآنؐ سے کیا فائدہ ہے۔ کیا خدا نے فرقہ ان تین چار آدمیوں کے لئے آتا ہوا سامان کیا۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلامؑ صرف ان ہی تین چار بزرگوں کے اجراع سے خلیفہ ہوئے۔ تو آپؑ امیر المؤمنین نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ آپؑ تو صرف ان تین چار کے امیر ہوئے۔

کیا کوئی شیعہ بزرگ ان چند سوالات کا کوئی معقول جواب دینگے ہیں تو امید نہیں ہے۔

سہ ماہی کے کسی موقع پر اولاد جناب امیر علیہ السلامؑ کا نقشہ اندیشہ کرنا کے امور فریستہ و سرچ کر گئے۔

عاشق ہوئے ہیں یا رکے ہم کس اسید پر ڈو جزا و تار سا کوئی امید ہی نہیں
اصحابِ ثلاثہ کے متعلق کافی بحث ہو چکی ہے۔ اب ہم ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ

یوں تو حضرت شہید کی زبان طعن سے انسان تو کیا خدا اور رسولؐ کو بھی نہیں بچے لیکن
اصحابِ ثلاثہ کے بعد زیادہ غیظ و غضب شیعہ اصحاب کو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے ہے
اور آپ کے خلاف چند الزامات لگائے گئے ہیں جن کا جواب دینا فرض ہے۔
پہلا طعن۔ قرآن میں ہے۔ وَقَدْ كَانَ فِي بَيْوتِكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ كُنْتُمْ تُخْرِجُونَ الْجَاهِلِيَّةَ
الْأُولَىٰ (اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلا کرو) حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا اس حکم کی مخالفت کی۔ کہ معرکہ کا رزار میں نکل کر شریک جنگ ہوئیں۔ جہاں تک
ہزار ہا کی تعداد میں نامحرم اشخاص موجود تھے۔

جواب۔ نادان معترض جسکو تدبر فی القرآن نصیب نہیں۔ آیات قرآن کے
منہ کرتے وقت ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے کیا اس کا یہ معنی ہے کہ گھر کی چار دیواری
میں عمر بھر ایسی محبوس و قید رہیں کہ گھر سے باہر نہ نکلا کسی دینی ضرورت کے لئے بھی جائز
نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ حضرتؓ ازواجِ مطہرات کو حج و عمرہ کے لئے ساتھ لے جایا کرتے تھے
یکے جانے۔ عیادت مرض۔ تعزیت قریبی میت کی ممانعت نہ تھی۔ غزوات میں بھی
ساتھ جانے کی اجازت تھی۔ پھر آیت سے مخالف کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ آیت
کا منہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں بے حجاب ہو کر زیورات اور زرق
برق لباس پہنے بازاروں میں پھرتی تھیں۔ اب اس طرح بے پردہ بھرنا جائز نہیں
ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت سے اس کی تشریح ہوتی ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّلَّذِينَ
آمَنُوا بَنَاتُهُنَّ بِمَنَازِلِهِمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حُلَاهُنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَزْوَاجُ
يُحَرِّمْنَ فَلَا يُؤْذِينَ وَلَا يَأْتِيَنَّ اللَّهَ عَفْوَ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (اے نبی! اپنی عورتوں کو بیویوں
اور رومنوں کی عورتوں کو کہہ دیجئے کہ اپنے مندر پر چادر (نقاب) ڈال لیا کریں۔ یہ اس بات
کے قریب تر ہے۔ کہ پہچانی جائیں۔ اور ایذا نہ اٹھائیں) حدیث میں ہے کہ اس آیت کے

نزل کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اِذْ نَ لَکُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِکُنَّ (اب تمہیں اجازت دی گئی ہے کہ اپنی حاجت کے لئے نکل سکو)

حضرت عائشہ صدیقہؓ چونکہ مظلوم خلیفہ عادل کے قصاص کے لئے سفر میں نکلتے پر مجبور ہوئی تھیں۔ اس لئے آپ کا یہ سفر جہاد۔ حج و عمرہ کے سفر کی طرح ایک نئی ضرورت تھی جس پر طعن نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کے ساتھ آپ کے اقارب میں سے عبداللہ بن ابی بکرؓ آپ کے حقیقی ہمیشہ زادہ اور طلحہ بن عبداللہؓ آپ کے بہنوئی۔ ام کلثوم بنت ابوبکرؓ زبیر بن العوامؓ دوسرے بہنوئی۔ اسما بنت ابوبکرؓ اور ان کی اولاد سب محرم تھے علاوہ ان میں آپ ام المومنین ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی ماں اور سب ان کے فرزند تھے۔ اس لئے آپ کے اس سفر پر مضرت ہونا ضیعہ کی سخت حماقت ہے۔ ابن قتیبہ اپنی تاریخ میں جو شیعہ کی معتمد علیہ ہے۔ رقمطراز ہے۔ کَمَا بَلَغَتْ بَيْعَةُ عَلِيٍّ اَمْرًا اَنْ يَّعْمَلَ لَهَا هَوْجٌ مِنْ حَدِيدٍ وَجُعِلَ فِيهَا مَوْضِعُ الدَّخُولِ وَالْخُرُوجِ فَخَرَجَتْ وَاَبْنَاءُ الطَّلْحَةِ وَالزُّبَيْرِ مَعَهَا (جب حضرت عائشہؓ کو بیت علی المرتضیٰؓ کی اطلاع ملی۔ حکم دیا کہ آپ کے لئے ایک آہنی کجاوہ بنایا جائے۔ اور اس میں دھل ہوئے اور نکلنے کا رستہ رکھا جائے پس آپ نکلیں جبکہ طلحہؓ و زبیرؓ کے فرزند آپ کے ہمراہ تھے) اب بتلائے۔ ایک اہم دینی ضرورت کے لئے اپنے محرموں کے ساتھ سفر کرنے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جب کہ بروہ کا بھی ہتھام کیا جائے۔

غالباً شیعہ صاحبان اہلسنت پر ایسے اعتراض کرنے کے وقت اپنے گھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراءؓ گھر سے باہر نکل کر حضرت حمزہؓ سے دست و گریبان ہوئیں۔ فَاخْتَفَتْ بِتِلْكَ بَيْتِهَا وَجَعَلَتْ بَيْنَهَا وَبَيْنَهَا (جناب سیدہ نے حمزہؓ کا گریبان پکڑ لیا۔ اور اپنی طرف کھینچا) کیا ایک پردہ نشین خاتون کو ایک نامحرم شخص سے یوں دست و گریبان ہونا جایز ہے۔ شیعہ یہ بات کہ بھی قائل ہیں کہ جناب سیدہ نے باغ فدک کے لئے دربار خلافت میں اصالتاً جا کر دعوے کیا۔ یہ بھی شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غصب خلافت و دیگر حقوق پر جناب امیر علیہ السلام خاتون جنت کو سوار کر کے مہاجرین و انصار کے گھر بہ گھر پھرے کیا یہ باتیں

دوسرا طعن حضرت عائشہؓ نے جناب امیر سے بغاوت کی اور جنگ کیا۔ حالانکہ خلیفہ کی بغاوت جائز نہیں۔ اور جرم کبیرہ ہے۔

جواب۔ اسی قسم کا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر بھی عائد ہوتا ہے کہ حکم **وَأَمَّا رَأْسُكَ أَفَمَا تَرْفَعُ** (رسولؐ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں) جب حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کی ماں تھیں۔ آپ کو ان سے جنگ کرنا ہرگز جائز نہ تھا۔ قرآن میں ہے **وَلَا تَقُلْ لَهُمَا آيَاتِ** (ماں باپ کو اُن تک بھی نہ کہو)

حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ وجدل طرفین کی کسی بدینتی پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے اور ان کے طرفدار حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لئے ان کے قاتل امیر علیہ السلام سے مانگتے تھے۔ امیر علیہ السلام ان کے شرف اور کے اندیشہ سے ان کو حوالہ نہ کر سکے۔ دوسری طرف سے سمجھا گیا کہ شاید قتل عثمانؓ میں آپ کا بھی کچھ ہاتھ ہو۔ حالانکہ جناب امیر علیہ السلام اس الزام سے پاک تھے جس کا اہل بار بار آپ بذریعہ خطوط و خطبات کرتے رہے۔ اسی طرح جناب امیر علیہ السلام اور ان کے معاونین نے خیال کیا کہ دوسرا فریق خلیفہ سے باغی ہو کر جنگ کرنا چاہتا ہے۔ طرفین سے سو کہ کی جنگ ہوئی بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ آخر کار صلح و صفائی ہوئی حضرت عائشہؓ نے اپنے لئے پریشیمان ہوئیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے ان کو بڑی عزت و تکریم سے گھر پہنچایا۔ اور دلی صفائی ہو گئی۔ اب اس بات پر طعن کرنا خود مورد طعن بنتا ہے۔ اعتراض ہر دو فریق پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ فساد جو ابکم فساد جو ابکم۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے مومنوں کی ماں ہیں۔ آپ کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے۔ کہ آپ کے جہرہ میں آپ کی گود میں حضورؐ کا وصال ہوا۔ آپ کی نسبت قرآن کریم میں آپ کی بہت کے متعلق آیات نازل ہوئیں۔ اور آپ کے تاذفین (طاغینین کو عتاب ہوا) پھر جو لوگ حضرت صدیقہؓ کی بدگوئی کرتے ہیں۔ وہ خدا و رسولؐ سے دشمنی رکھتے

حاشیہ ص ۱۲۷ (۱) حق الیقین ص ۱۲۷ میں ہے تمام قرآن جمع کیلئے بعد اس کے تا طہ و تنقیح کا اتمہ تمام کر تمام اہل بدینہ دران لوگوں کے گھر گیا جنہوں نے کراہ دین میں سجدہ گشش کی تھی۔ اور ان کو قسم دی کہ میرے حق کی اعانت کریں۔ اور ان کو اپنی نصرت و اعانت کے لئے طلب کیا۔ مگر ان میں سے چار شخصوں کے سوا کسی نے میرا قول قبول نہ کیا۔ اور وہ چار شخص یہ ہیں سلمان و ابوذر و مقداد و عمار (رضی اللہ عنہم)

ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْكُمْ۔

تیسرا طعن۔ حضرت عائشہؓ نے روضہ مطہرہ میں اپنے باپ اور حضرت عمرؓ کو دفن کر نیکی اجازت دی۔ حالانکہ اس مکان کی آپ اکیلی مالک نہ تھیں۔ تمام ورثہ کا حق تھا۔
جواب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ازواج مطہرات کو الگ الگ مکان دیکر ان کو ان کا مالک کر دیا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ حجرہ جو دفن رسولؐ و خلفاء رسولؓ ہے۔ حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا جو ان کی ملکیت تھا۔ اس لئے ان کو اختیار تھا۔ کہ اپنے باپ اور حضرت عمرؓ کی وہاں مزارات کی اجازت دیں۔ اگر عائشہؓ نفی ملکیت نہ تھی۔ تو حضرت امام حسنؓ نے اپنی فرار کے لئے حضرت عائشہؓ سے کیوں اجازت طلب فرمائی۔
 (یہ روایت کتب شیعہ میں موجود ہے) قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حجرات زوجہ مطہرات کی ملکیت تھے۔ جہاں وہ بستی تھیں۔ قرآن میں ہے۔ **وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ** (تم اپنے مکانوں میں بیٹھی رہو) اگر بیوت ازواج کی ملکیت نہ ہوتے تو فی بیوت النبیؐ ہوتا۔ غرض یہ اعتراض نہ تو جناب امیر علیہ السلام نہ دیگر ائمہ اہل بیت کو سوجھا اب شیعہ ایسے بیہودہ اعتراضات اٹھاتے لگے ہیں۔ ہم تو یہی کہہ چکے ہیں۔

کون سنتا ہے کہانی تیری امیر غلط تو کیوں غل میں لئے پھرتا ہے طیر غلط اب ہم حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کو شیعہ صاحبان سخت ملعون کرتے ہیں

حضرت امیر معاویہؓ

شیعہ صاحبان حضرت معاویہؓ کو بہت گوسہ کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام سے جنگ کی۔ اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ کہ یہ ناگوار واقعہ طرفین کی اجتہادی رائے کی وجہ سے ہوا۔ وہ باہم جدی بھائی تھے۔ اصحاب رسولؐ تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا تب وحی بھی تھے۔ حضورؐ کے سالاحی تھے۔ آپ کی شان میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ حضورؐ سے آپ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں پھر اس ایک واقعہ سے جس کا خاتمہ صلح پر ہوا۔ آپ کو بُرا کہنا۔ اپنے نامہ عمل کو سیاہ کرنا ہے۔ بھائیوں کے درمیان تنازعات ہوا کرتے ہیں۔ اور صلح و صفائی بھی ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن ایک جنبی شخص کا حق نہیں ہے۔ کہ اس تنازعہ عملی وجہ سے ایک کو بُرا بھلا کہے۔

حضرت یوسفؑ پر ان کے بھائیوں نے کس قدر ظالم توڑے۔ اور تکلیف دی تھی لیکن

خبر یوسف مرنے ان کی خطا کو محاکمہ کر دیا۔ باہم بخلگیر ہوئے۔ ایسا ہی یہ واقعہ ہے۔
 دیکھنا یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اس بارہ میں کیا فتویٰ دیا ہے۔ ان کو مسلمان
 اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ یا کافر و منافق۔ اور ان کو لعن طعن کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا اس سے منع
 فرمایا ہے۔ سو آپ نے ایک گشتی چٹھی بدستخط خاص تحریر فرما کر مختلف بلاد و امصار میں
 شائع کی تھی جو بیچ البلاغہ مطبوعہ بھران ص ۲۲ میں ہے۔ درج ذیل کی جاتی ہے۔
 جس کے امیر علیہ السلام کے خیالات کا پتہ ملتا ہے۔ جو امیر معاویہ اور ان کی جماعت کی نیت
 بعد واقعہ جنگ تھی۔ وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُتِبَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ بِمَقْصُودِهِ
 مَا جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ صَفَيْنَ وَكَانَ بَدْءُ أَهْلِ بَنِي الْأَنْبِيَاءِ وَالْقَوْمِ مِنْ
 أَهْلِ الشَّامِ وَالظَّاهِرِ أَنَّ مَرْبَنَا وَاحِدٌ وَعَوْنُنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدٌ وَلَا يَسْتَزِيدُ
 هُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللهِ وَالْقَضَائِقِ بِرِسُولِهِ وَلَا يَسْتَزِيدُ وَنَنَا الْأَهْلُ وَاحِدٌ
 إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَرَجَاتٍ وَفَنَنْبَأُكُمْ (ترجمہ حضرت علیؑ نے ایک خط لکھی
 چٹھی لکھ کر مختلف بلاد و امصار میں مشہر فرمائی۔ اس میں جنگ صفین کا واقعہ یوں درج تھا۔
 کہ ہمارے معاملہ کی ابتداء یوں ہے۔ کہ ہماری اور اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی، اور یہ
 ظاہر ہے کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا اور ایک رسول ہے۔ اور ہمارا اسلام میں
 جو کچھ بھی گھڑا ہے۔ ہم ان سے دوبارہ اعتقادات توحید و رسالت کچھ زیادتی نہیں
 چاہتے۔ اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں۔ بات ایک ہی ہے
 اختلاف صرف خون عثمانؓ کے متعلق تھا۔ حالانکہ ہم اس الزام سے بری ہیں)
 حضرت امیر علیہ السلام کا یہ مکتوب امر متنازعہ کے متعلق ایک قاطع النزاع صریح
 فیصلہ ہے کہ آپ نے اس میں بالقرص صریح تحریر فرمایا کہ ہمارا اور اہل شام حضرت
 معاویہ اور ان کے گروہ کا اسلام اور ایمان کے بارہ میں کوئی جھگڑا نہیں ہوڑا۔
 وہی خدا اور رسول ان کا ہے۔ جو ہمارا ہے۔ اور اسلام بھی ہر ایک فریق کا ایک
 ہی ہے۔ اور اعتقادات میں بھی کوئی نزاع نہیں ہے۔ ہم ان کو توحید و رسالت
 میں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ اور وہ ہم کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارا اور ان کا
 صرف یہ اختلاف تھا کہ انہوں نے اپنے خیال میں حضرت عثمانؓ کے قتل کا ذمہ دار
 ہمیں قرار دیا۔ حالانکہ ہم اس الزام سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

بتلائے ایسے صریح فیصلہ کے بعد حضرات شیعہ ہم سے کیا ثبوت چاہتے ہیں جناب
امیر علیہ السلام جن سے جنگ ہوئی۔ وہ تو تمام اسلامی عقائد میں امیر معاویہؓ کو اپنے جیسا چکا
مسلمان سمجھتے ہیں۔ لیکن شیعہ صاحبان بر خلاف فیصلہ جناب امیرؓ ان کو منافق و کافر قرار
دیتے ہیں۔ اب ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ قول امیرؓ کو معتبر سمجھا جائے یا شیعہ کو
ہر ایک منصف شخص اس مکتوب کے پڑھنے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو ایسا ہی کامل
الایمان سمجھیکا جیسے جناب امیر علیہ السلام ان کو سمجھتے تھے۔ ہاں جن کے دلوں پر خدا
نے موہ کر دی ہے۔ وہ مجبور ہیں۔

اگر حضرت معاویہؓ معاذ اللہ فاسق و منافق ہوتے تو حضرت امام حسنؓ ہرگز ان کی بیت
نہ کرتے۔ بلکہ تلوار اٹھا کر ان سے مقابلہ کرتے جیسا کہ بعد میں امام حسینؓ نے نہایت
لعین سے مقابلہ کیا۔ اہل انصاف کے لئے اس قدر بحث اس بارہ میں کافی ہے۔ ہاں خدا
کا کوئی علاج ہی نہیں۔

اب مطاعن کی بحث ختم ہو چکی فضائل صحابہ کرام کا ثبوت قرآن کریم اقوال ائمہ اہل بیت
سبحانہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا شیعہ کے عجیب و غریب حیرت انگیز سائل بھی بیان ہو چکے
جن کو ناظرین پڑھ کر حیران ہونگے۔ کہ اس عجیب و غریب مذہب کی آخر ابتداء کس طرح ہوئی
اس لئے اب اس کے متعلق بھی کچھ تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کی یہ حیرت رفع ہو جائے۔
کتب تاریخ میں تصریح ہے کہ اس مذہب کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے

عبداللہ بن سبا

یہ شخص ملک یمن (عُتْمَان) کا باشندہ تھا یہودی تھا۔ بعد ازاں اسلام لایا لیکن اندر سے
اسلام کا سخت دشمن تھا۔ یہ تحریب اسلام کی جدوجہد میں سرگرم تھا۔ اور اسلام لانے کی تحریض
ہی یہ نہ تھی کہ دوستوں کے بھیس میں دشمنی کر کے تاریخ طبری میں اس کا حال یوں لکھا
ہے عبداللہؓ مدینہ میں مسلمان ہوا۔ تاکہ حضرت عثمانؓ سے اس کی کچھ عزت کریں۔ مگر حضرت
عثمانؓ نے کچھ بھی اس کے حال پر توجہ نہ کی۔ اس لئے وہ بنصب انہی حضرت عثمانؓ کی
غائبانہ برائیاں کرتا تھا۔ اس لئے مذہب رجعت کا ایجاد کیا ہے۔ (لمحضر ترجمہ تاریخ طبری
باب اول)

شیعہ کی مستند کتاب الطواق الحامیۃ بحث امامت میں سید بن خفصہ سے یہ روایت درج
 اِنَّهُ قَالَ مَرَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّقْضُونَ اَبْنَاءَ
 وَعَمَرَ وَخَيْرَتٍ عَلَيْنَا وَقُلْتُ لَوْ اَفْهَمُ
 يَسْرَفْتُ اِنَّكَ تَضْمُرُ مَا عَلَنُوا مَا جَنَزُوا
 عَلَيَّ ذَاكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ سَبَّاهُ وَكَانَ
 اَوَّلَ مَنْ اَظْهَرَ ذَاكَ فَقَالَ عَلِيُّ اَعُوذُ
 بِاللَّهِ رَجَمَ مَا اللَّهُ وَخَيْرَتُهُ وَآخِرَتُهُ
 بِيَدِي وَادَّخَلَنِي الْمَسْجِدَ فَصَلَّى النَّبِيُّ
 ثُمَّ قَبَضَ عَلِيَّ بِحَبِيبَتِهِ وَحَمِيصَتَا يَدَيْهِ
 دُمُوعُهُ تَجَاوَسَتْ عَلَى حَبِيبَتِهِ وَجَعَلَ يَنْظُرُ
 لِلْبَقَاعِ حَتَّى اجْتَمَعَ النَّاسُ ثُمَّ خَطَبَ
 فَقَالَ مَا بَالُ قَوْمِيذْ كَرُمُونَ اَخَوِي
 سَرُّوهُنَّ اللَّهُ وَزَيَّرُوهُنَّ وَصَاحِبِيهِ
 وَسَيِّدِي اَقْرَبِي وَاَكْبَرِي الْمُسْلِمِينَ وَ
 اَنَا بَرِيءٌ مِمَّا يَنْ كَرُمُونَ وَعَلَيْهَا عَاقِبُ
 صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ بِالْحَيْدِ وَالْوَفَاءِ وَالْحَيَّةِ فِي أَمْرِ اللَّهِ
 يَا مَعْزُومِينَ وَيَنْهَيَانِ وَيَفْضِيَانِ وَ
 يَغَاقِبَانِ لَا يَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ اِيَّاهُمَا سَرَّيْلًا يَجِبُ كَيْفَ هُمَا حَبَالِمَا
 يَرَى عَزَّوَجَلَّ فِي أَمْرِ اللَّهِ فَقَبَضَ وَهُوَ عَمَّا
 سَاطِئَ رَأْسِ الْمَوْتِ رَا ضَوْتُ قَاتِلَا وَرَأَى
 أَمْرَهُمَا وَسَيَّرَ تَهْمَا أَيْ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى وَآمَرَ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ مَوْتِهِ
 فَقَبَضَ عَلِيَّ ذَاكَ رَجَمَ اللَّهُ قَوْلَهُ

راوی کہتا ہے میں ایک گروہ کو لانچ خنجر کی تحقیق
 شان کرتے تھے میں نے حضرت علیؑ کو اظہار دی۔
 اور اگر کہا کہ اگر تم خفیہ طور سے ان لوگوں کے متفق
 نہ ہو۔ تو ان کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔ بعد اللہ
 بن سبہ پہلا شخص ہے جس نے اپنا خفیہ باطن ظاہر
 کیا حضرت علیؑ نے کہا میں ان لوگوں سے پناہ مانگتا ہوں
 خدا خنجر پر رحمت کرے۔ پھر آپؑ میرا ہاتھ پکڑ کر
 مسجد میں داخل کیا خود ہم پر چڑھے۔ پھر ابی بکر
 مٹھی میں پکڑ لی۔ اور وہ مفید تھی۔ آپؑ اس پر کراؤ
 پر گرنے لگے۔ آپؑ مسجد کے مکانات رکھنے لگے
 حتیٰ کہ لوگ جمع ہوئے پھر خطبہ شروع کیا۔ کیا حال ہے
 اس گروہ کا جو رسول اللہ کے دو بھائیوں۔ آپؑ دو
 ذیروں آپؑ دیاروں و پیش کے دو سواروں کا
 کے دو باپوں کا امانت سے ڈر کرتے ہیں میں ان کی
 اس جرأت سے سبز ابرہوں۔ اور میں انہیں بیات پر
 سزا دے گا۔ رسول خداؐ کے دو صحابہ تھے جو جود بہد
 اور وفاداری سے احکام الہی کی تبلیغ کرتے تھے۔ ہر
 ذیہ کرتے اور فصل خصوصیات کرتے اور ہجر میں کو
 سزا دیتے تھے۔ رسول خداؐ ان کی رائے کے برابر
 کسی کی رائے نہ سمجھتے تھے۔ اور ان کی محبت کے برابر
 کسی کی بدعت تصور نہ کرتے تھے کیونکہ آپؑ ان کا رفیق
 مستور و مضبوط پایا آپؑ راضی گئے اور تمام مسلمان ان
 کے بھی ہوئے انہیں اپنے کام و دستور حضرت کی خوبی ہارک
 آپؑ کی زندگی پر بجا نہ کیا اور آپؑ کی وفات کے بعد بھی آپؑ
 کی پوری تبلیغ کی یہ بیات پر دونوں کی وفات ہوئی۔

خَلَقَ الْخَبَّةَ وَبَرَأَ النَّفْسَ لَا يَجْهَرُ الْإِنْسَانُ
مُؤْمِنٌ فَافْضِلْ وَلَا يَغْضُظْهَا إِلَّا شَقِيٌّ مُكْرَمٌ
وَجْهًا قَرِيبَةً وَبَعْضُهَا مَرْبُوقٌ -

اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں لکھا ہے - کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا -
لَعَنَ اللَّهُ مَنْ أَضْمَرَ لَهَا إِلَّا الْحَسَنَ الْحَجَّيْلُ
وَبَيَّرَ ذَلِكَ أَنْشَاءَ اللَّهِ ثُمَّ سَأَلَ إِلَى
ابْنِ سَبَاقِيسَ إِلَى الْمَدَائِنِ وَقَالَ لَا تَسْأَلُنِي
فِي بَلَدٍ أَكْبَدَ -

ان روایات سے ثابت ہوا کہ بعض عداوت صحابہ کا بیچ اسی یہودی عبد اللہ بن سبا کا ہوا ہے۔ اس نے اپنے ہم خیال آدمی پیدا کر لئے تھے۔ اور ان کو کہتا تھا کہ امیر علیہ السلام کا حقیقتاً مذہب یہی ہے۔ بظاہر تقیہ کر کے ان کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس امر کی شکایت جناب امیر علیہ السلام تک پہنچی۔ تو آپ لا حول پڑھنے لگے۔ اور مسجد میں عام مجمع کے سامنے برسرِ ممبر ایک فصیح خطبہ پڑھ کر فضائلِ شیخین کا اعتراف فرمایا۔ کہ وہ رسول کے بھائی ماست بازو۔ یارانِ غار۔ سردارانِ قریش جملہ مسلمانوں کے روحانی باپ تھے۔ ان کے دشمنوں سے میں سخت بیزار اور انہیں سزا دیتے پر تیار ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخین نے رسول پاک کا پورے طور پر حق صحبت ادا کیا۔ اور تبلیغِ احکامِ الہی اور امر و معروف اور نہی منکر کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ حضور ان کی رائے کو ہر حالت میں ترجیح دیتے تھے۔ اور ان سے سب سے بڑھ کر محبت و پیار فرماتے تھے۔ حضور ان سے راضی و خوشنود ہو کر فوت ہوئے۔ اور کافہ المسلمین ان کے کارناموں پر خوش و خرم رہے۔ انہوں نے رسول پاک کی زندگی اور بعد وفات پورے طور پر اتباع کی۔ اور سرِ موسیرت الرسول سے تجاوز نہ کیا۔ حتیٰ کہ اسی پر ان کی وفات ہو گئی۔ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اس مبلغ خطبہ میں بالآخر خلفیہ طرز پر فرمایا کہ جو شیخین سے محبت رکھے۔ وہی مومن کامل ہے۔ جو برضیب ان سے بعض وعناد رکھے۔ وہ خارج از اسلام کھلا کافر ہے۔ کیا شیخ صاحبان جناب امیر علیہ السلام کے اس صریح فیصلہ پر صا در کھینکے۔ یا اس کو بھی تقیہ نامرئیہ پر محمول کرینگے۔

دوسری روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ نے اس نابکار ابن سبہار کو اس جرم پر
 کردہ لوگوں کو شیخین کی بدگونی کی تعلیم دیتا تھا۔ ملک بدر فرما دیا۔ اور اس کے لئے یہ سزا تجویز کی
 کہ وہ مردود عمر بھر کسی ایک بستی میں رہنا نہ پائے۔ تاکہ اپنی شر پھیلا سکے۔ بلکہ ہمیشہ در بدر
 رہنا۔ اچھا کرے۔

ایک اور روایت کتب شیعہ سے بھی جاتی ہے جس سے اس امر کا ثبوت ملتا
 ہے کہ اس مذہب کا بانی درحقیقت وہی ابن سبہار ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ مجتہد فاضل
 سترگرمی اپنی تصنیف منہج المقال میں لکھتا ہے۔

فَاتَّخَذُوا إِلَىٰ عِبَادَةِ اللَّهِ نَسَبًا كَانُوا يَكُونُونَ
 أَهْلًا لِّلْعِلْمِ إِنَّ عِبْدَ اللَّهِ إِنْ سَبَّاهُ كَانُوا يَكُونُونَ
 وَأَعْلَمُ وَوَإِلَىٰ عَلَيْهِمْ وَكَانَ يَقُولُ وَهُوَ
 عَلَىٰ تَقْوِيَّتِهِ فِي يَوْشَعَ وَصِيٍّ مَّوْسَىٰ
 يَا لَعَلَّوْ فَقَالَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ يَحْكُمُ وَفَدَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي حِلِّيٍّ مِّثْلَ ذَلِكَ تَكَانَ أَقْلَ مِنْ أَشْهُرٍ
 بِالْقَوْلِ يَمْضِي إِمَامَةً عَلَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 وَأَخْلَاهُ الْبَرَاءَةَ مِنْ أَعْدَائِهِ وَكَاشَفَ
 مُخَالَفَتِهِ وَالْقَوْمُ هُمْ مِّنْ هَهُنَا قَالَ مَنْ
 خَالَفَ الشَّيْعَةَ أَصْلَ التَّشْيِيعِ وَالرَّافِضِ
 مِنَ الْيَهُودِيَّةِ۔

عبارت کشی رکھی ہوئی اصل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ
 بن سبہار یہودی تھا۔ اسلام لایا اور علیؑ کا محب
 بنا۔ وہ اپنے یہودیت کے زمانہ میں یوشع و صی
 موسیٰ کی نسبت غلو کرتا تھا۔ پھر اسلام کے بعد رسولؐ
 خدا کے فوت ہو جانے پر علیؑ کے بارہ میں ایسا
 خیال رکھتا تھا اور وہ پہلا شخص ہے جس نے
 فرضیت امامت علیؑ کا اعلان کیا۔ اور ان کے
 اعداء سے تبرک کیا علیؑ کے مخالفین کو برا کہتا
 اور انکو کافر قرار دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین
 شیعہ کہتے ہیں کہ تشیع اور رافضی کی اصل بننا
 یہودیت پر ہے۔

اس روایت نے جو فاضل مصنف منہج المقال نے بحوالہ رجال کشی بیان کی ہے۔ سارا
 بجا ملتا ہی پھوڑا ہوا۔ کہ عبد اللہ بن سبہار ایک الی شیعہ تھا۔ یہودیت کے وقت یوشع خلیفہ
 موسیٰ کی نسبت غالباً نہ اعتقاد رکھتا تھا۔ اسلام کے بعد وفات رسولؐ حضرت علیؑ کی نسبت
 یہاں غلو کرنے لگا۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ امامت علیؑ (خلافت بلا فصل) کی
 فرضیت کا پہلا اعلان عبد اللہ بن سبہار کی طرف سے ہوا۔ اور لعنت و تبرک سنت کا بھی
 وہی امام ہے۔ سببات کا بھی احترام ہے۔ کہ ان ہی وجوہات سے شیعہ کے مخالفین (اہل سنت)

کہتے ہیں کہ تشیع ورفض کا بانی و موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ اور رفض و تشیع یہودیت کی ایک شاخ ہے) مبارک مبارک

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جو سر پر چڑھ کے بولے
حضرات شیعہ کو جب کہا جائے کہ مذہب پاک شیعہ کا موجد عبداللہ یہودی ہے۔ وہ سخت گھڑ کر بڑا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ ان حضرات کو روایت بالآحضرت کے دل سے غور کرنا چاہئے۔
بہر حال بقول سمجھئے ساتھ انھار کے پردہ میں کچھ اقرار بھی ہے۔

شیعہ حضرات لاگو چھپائیں۔ حق ریزان جاری۔ اس امر کلپران کو اعتراف کرنا پڑا ہے۔ کہ
جیشک عبداللہ بن سبا یہودی نے موالات علیؑ کے بھیس میں حضرات شیخین کے بغض و عناد
کی تعلیم خفیہ و علانیہ کی۔ جلا وطن کی سزا بھی پائی۔ جناب امیر علیہ السلام نے برسرِ مہم اس کو
اور اس کی ذریت کو پھٹکار بھی کی۔ لیکن جو حضرت کا تخم بوجھا۔ اس نے اسخربار و رہنما تھا
پہلنقیہ کی صورت میں مریدان ابن سبا سب صحابہ کرتے رہے۔ اب علانیہ ہونے لگی
اعاذنا اللہ منہ۔

شیعہ کے مختلف فرقے

چونکہ بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا کی اصل غرض تخریب اسلام اور مسلمانوں میں اتفاقی
بیدار کرنا تھی۔ اس نے اپنے زمانہ جلا وطنی میں مختلف بلاد میں مختلف قسم کی تعلیم دی بعض
کو یہ کہا کہ علیؑ خدا ہیں۔ انسان کی شکل میں دنیا میں آئے۔ بعض کو کہا کہ وہ نبی ہیں۔ وہی
ان کے پاس آتی تھی۔ لیکن غلطی سے جبرائیلؑ محمدؐ کے پاس لے گیا تھا۔ بعض کو کہا کہ وہی
نبی ہیں۔ اور خلیفہ بلا فصل۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ کے بے تعداد فرقے پیدا ہو گئے
ان کی تفصیل تحفہ اثنا عشریہ و دیگر کتب مبسوط میں موجود ہے لیکن ہم نے چونکہ اسی قدر
بیان کرنا ہے جس کا ثبوت کتب شیعہ میں موجود ہو۔ اس لئے ہم کل فرقات کی تشریح کرتا
ہم زوری نہیں سمجھتے۔ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ ایسے بھی شیعہ ہیں۔ کہ جو جناب امیر علیہ السلام
کی الوہیت کے قائل ہیں بعض ان کی نبوت کے معتقد ہیں۔ اور زیادہ وہ ہیں۔ جو ان کو
وہی نبیؑ اور خلیفہ بلا فصل مانتے ہوئے ان کی تعریف میں وہ غلو کرتے ہیں۔ کہ رسول پاک
سے بھی ان کو زیادہ فضیلت دیتے ہیں۔ بلکہ خدائی صفات سے ان کو متصف گردانتے ہیں
حق الیقین اردو صکت میں ہے۔ کہ ان بزرگواروں کے غریب اسوال و محاسن صفات

اور حالات غیب کی خبر دینے اور تمام عجوبوں کے سبب جو کہ ان کے سبب مشاہدہ کرتے تھے۔ غالبوں میں سے بعضوں کو ان کی پیغمبری کا اور بعضوں کو ان کی خدائی کا اعتقاد ہے۔

اسی کتاب کے ص ۱۳ میں ہے بعض غالبوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ نے ائمہ ہدی کو پیدا کر کے خلقت عالم کو ان بزرگواروں پر چھوڑ دیا۔ پھر اس کتاب کے ص ۱۵ میں یوں لکھا ہے بعض غالبان شیعہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلعم اور ائمہ ہدی میں حلول کیا ہے یا ان کے ساتھ متحد ہوا ہے۔ یا ان کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

نیز حق الیقین ص ۱۷ میں ہے بعض غالبوں کا یہ قول ہے کہ حضرت امیر حضرت رسول سے افضل تھے۔

حق الیقین کی ان روایات سے ثابت ہوا کہ شیعہ میں ایسا فرقہ بھی موجود ہے۔ جو جناب امیر علیہ السلام کو پیغمبر بلکہ خدا مانتے ہیں۔ ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ امیر علیہ السلام بلکہ تمام اہل بیت مخلوق خدا کے جملہ امور کے کفیل ہیں۔ رزق دینا۔ نفع و نقصان پہنچانا۔ موت و حیات سب ان کے اختیار میں ہے۔ خدا سے صرف ان کو پیدا کیا ہے۔ پھر مطلق ہو گیا اور خلق کے کل اختیارات ائمہ اہل بیت کو مل گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا معتقد ہے کہ خدا نے رسول اور حضرت علیؑ اور ائمہ اہل بیت میں حلول کیا ہے۔ اور ان سے متحد ہو گیا ہے۔ یا ان کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ ایک فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جناب امیرؑ حضرت رسول سے افضل ہیں۔ حق الیقین میں تصریح ہے کہ یہ سب شیعہ بیان علیؑ میں اور ان کے اور دیگر ائمہ ہدی کے معجزات اور صفات قدرت اور علم غیب کے مشاہدات ان درجہ سے ان کی الوہیت کے قائل ہوئے ہیں بقول شخصے

لے باوصیاں ہمہ آوردہ شدت

یہ ساری ہر بانی یہودی یعنی صنعانی (ابن سبار) کی ہے جس نے اس نئے نئے مذہب کی ایجاد کر کے اپنی تاثیر صحبت اور تعلیم ظاہری و باطنی سے اپنے متبعان (شیعہ) میں یہ سپرٹ پیدا کی۔

اور سچ پوچھو۔ تو بعض نہیں بلکہ تمام شیعہ جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہل بیت کو اگر خدا نہیں تو ضرور ایک خدا ضرور مانتے ہیں۔ کیونکہ کافی کلینی میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ ائمہ

ہوئے۔ علم ماکان و مایکون رکھتے ہیں۔ مزاجینا ان کے اختیار میں ہے۔ چاہے میں۔
چاہے زندہ رہیں۔ آسمان وزمین و اقیانیا کا ان کو کلی علم ہے۔ حق الیقین حدیث میں جناب
امیر علیہ السلام کا قول درج ہے۔ کہ باول اور عدد و برق نور و ظلمت ہوا اور پہاڑ اور دریا سوچ
چاند سب کچھ میرے تابع حکم میں۔ ایسا بتائیے! خدا کی کوئی صفت باقی رہ جاتی ہے۔ غرض
وہ تمام خیالات جو دوسرے فرقوں میں پائے جاتے ہیں۔ خرقہ اما سیدہ۔ اثنا عشریہ کی کتب
حدیث و تفسیر میں اس کی تصدیق موجود ہے۔

ہمارے ملک کے شیعہ کے اعتقادات غالی شیعوں کے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔
وہ اٹھتے۔ بیٹھتے۔ چلتے۔ پھرتے یا اللہ کہنے کے بجائے یا علیؑ کا ورد پکارتے ہیں۔
اللہ لام علیکم کی بجائے انہوں نے مسلمانوں سے الگ جو سلام بنا لیا ہے۔ یا علیؑ کا ذکر
اس سے ان کے اس عقیدہ کی کہ وہ حضرت علیؑ کو خدا کے کم نہیں سمجھتے پوری تصدیق
ہوتی ہے۔ اور آپ کی نبوت یا افضل النبی ہونے کا یقین تو رگ وریشہ میں سمایا ہوا ہے
چنانچہ اخبار ذیل ان کے اندرونی صحیح خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

۱۱۔ عَلَیُّہِ السَّلَامُ فَاِنَّہٗ هَا عَیْنُ حَیْہِمْ ہا یعنی جبریلؑ اس نے غلطی کر کے نبوت علیؑ کو نہ دی
۱۲۔ جبریلؑ کہ اندر بر فانی بیچوں تو دیکھیں محمدؐ شد مقصود علیؑ بود کی طاعت اصل مقصود تو علیؑ تھے۔
چونکہ شیعہ کے تمام فرقے اسی یونیورسٹی کے درس یافتہ ہیں۔ جو عبداللہ بن سباؓ سے قائم کی۔
اس لئے معتقدات میں ان کا متحد ہونا قدرتی اور لازمی بات ہے۔ غرض یہ سب کچھ ہر بانی اسی
استاذ ازل (ابن سبا) کی ہے۔

مرض و قمار کہ قدر راہ نمودے دارو نہ آخر اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست
خدا ہمیں ایسے مشرکانہ خیالات سے بچائے۔ اور تمام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق
بخشے۔ آمین خم آمین۔

شیعہ کا اوجائے قدامت

شیعہ کہتے ہیں کہ ہمارا وجود قدیم سے ہے۔ تمام منیر شیعہ تھے۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰؑ
سب شیعہ تھے۔ رسول پاکؐ بھی شیعہ تھے۔ سب میں فہم و ادراک بائد گریست۔ ان کو
اتنی سمجھ نہیں کہ شیعہ خارجی کا وجود تو اس وقت سے ہے جب بقول ان کے منصب خلافت

ہوا جو لوگ تین روکے کو مانتے۔ اور ایک حضرت علیؑ کو نہیں مانتے۔ وہ خارجی اور جو ایک حضرت علیؑ کو مانتے اور تین کو نہیں مانتے وہ شیعہ اور ماضی کہلاتے ہیں۔ پھر پہلے پیغمبروں نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ کا شیعہ ہونا چاہئے یعنی دار و جب نہ حضرت علیؑ تھے نہ باقی یاران نبیؑ۔ اور حضرت رسولؐ پاک اگر شیعہ ہوتے تو تین یاروں کو ان کے دربار میں جگہ ہی کاہے کو ملتی۔ وہ رسولؐ کے شام و سحر کے رفیق۔ سفر و حضر کے ہمدم کیڑوں ہوتے۔ حضورؐ ان کو اپنی بیٹیاں نہ دیتے نہ ان کی بیٹیاں لیتے۔ یہ تو فیصلہ ہو گیا۔ کہ آپ شیعہ نہ تھے۔ ورنہ یہ تین بزرگواران یاران نبیؑ نہ کہلاتے۔ ہاں حضرت علیؑ بھی شیعہ نہ تھے۔ ورنہ ان کے شیرکار۔ ہر امر میں ان کے معین و مددگار نہ بنے رہتے۔ ان کے پیچھے نازیں نہ بڑھتے۔ غنائم سے حصہ نہ لیتے۔ اپنے فرزندوں کے نام ان کے ناموں پر نہ رکھتے۔ اپنی بیٹی ام کلثوم خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کو نکاح نہ کر دیتے۔ ان کی مدح و توصیف میں رطب اللسان نہ رہتے۔ غرض دربار و مقصود میں بھی دربار مصطفویؐ کی طرح شیعیت کو جگہ نہیں ملی بلکہ آپ جمع عام میں برسبر ہر صاحب رسولؐ کی تعریف کر کے شیعیت کی مذمت فرماتے رہے۔ ہر چند تلاش کرو۔ شیعیت کا سراخ چلتا ہے۔ تو اسی ابن سبا سے جس کو جناب امیر علیہ السلام نے دھتکار کر مدینہ رسولؐ سے نکال دیا تھا۔ اور ملک ملک مارا مارا پھر تار ہا۔

اب ہم قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں شیعیت کی نسبت کیا فیصلہ ہے شیعہ بڑا ناز کیا کرتے ہیں کہ ہمارا نام قرآن مجید میں بھی ہے۔ لیکن سنیوں کا نام نشان قرآن میں نہیں ملتا۔ یہ معلوم نہیں۔ کہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ شیعہ لکھا ہے۔ اس سے مراد کفار اشرار ہیں اور بس۔ اور قرآن پاک کی ورق گردانی کریں۔ پھر شیعہ تفاسیر سے اس کا معنی تلاش کریں۔ شاید شیعہ حضرات میں سے کسی کو سمجھ آ جائے۔ کہ یہ مخوس نام قرآن میں نیکیوں کی بجائے بدوں کے حق میں استعمال ہوا ہے۔

لفظ شیعہ کی مذمت قرآن میں

- (۱) اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْ اَهْلَهَا شِيْعًا (پارہ ۲۰ پاؤ ۱) یعنی فرعون نے زمین میں غرور کیا۔ اور شیعہ فرعون کی رعیت کا نام ہے جس کا سرگروہ فرعون ہے (شیعو مبارک)
- (۲) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَنْهَوْنَكَ تُوْا شِيْعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِىْ شَيْءٍ (پارہ ۸ پاؤ ۲)

یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو مکمل ٹھوکرے کر دیا۔ اور ہو گئے شیعوہ کے میرے
حبیب تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیعوہ کی مستند تفسیر عمدة البیان جلد ۱ ص ۳۷ میں اس کا خلاصہ یہ لکھا ہے۔ کہ اس جگہ
شیعوہ کا لفظ یہود اور نصاریٰ وغیرہ کفار پر استعمال ہوا ہے۔

(۳) قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا بَاسًا مِّنْ قَوْلِكُمْ أَؤَمِنُ أَمْرُكُمْ
أَوْ يَكْلَسُكُمْ شَيْعًا (پارہ ۲، پاؤں ۳) یعنی اس بات پر قہر ہے۔ کہ بھیجے تم پر عذاب اور میرے
یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔ یا تم کو شیعوہ یا کرا پس میں لڑائے یعنی ایسے
عذاب میں اللہ تم کو خراب کرے۔ عمدة البیان جلد ۱ ص ۳۵ میں ہے۔ کہ یہاں شیعوہ
کا لفظ خبیروں۔ فتنہ بازوں اور فسادوں پر استعمال ہوا ہے۔

(۴) وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا (پارہ ۲، پاؤں ۲)
یعنی اے لوگو نہ ہو تم ان شیعوں کے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا
عمدة البیان جلد ۳ ص ۱۱ میں لکھا ہے۔ کہ یہاں شیعوہ مشرکوں بہت پرستوں اور
مخالفان دین۔ یہود۔ نصاریٰ وغیرہ کو کہا گیا ہے۔

(۵) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شَيْعِ الْأَوَّلِينَ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ
يَسْتَهْزِئُونَ (پارہ ۳، پاؤں ۱) یعنی ہم بھیج چکے ہیں۔ اے رسول تجھ سے پہلے اگلے شیعوں
میں اور نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے ان سے ٹھٹھے۔ عمدة البیان جلد ۱ ص ۳۷
میں ہے۔ کہ اس آیت میں شیعوہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے۔ جو خدا کے پیغمبروں اور رسولوں
کو ٹھٹھے محول کر نیا لے کا کرتے۔

(۶) مَّا فَعُولٌ بِأَشْيَاءِ عِمَامِ الْأَئِمَّةِ كَانُوا فِي شَكٍّ مَّرِيبٍ (یعنی ایسا کیا گیا اگلے شیعوں
کے ساتھ شیک وہ بندگان اور تہمت کرنے والے تھے عمدة البیان جلد ۳ ص ۱۱ میں ہے
کہ یہاں شیعوہ ان کافروں کو کہا گیا ہے۔ جو خانہ کعبہ گرانے آئے تھے۔ اور جن پر عذاب لڑا گیا)

(۷) وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاءَ عَمَّكُمْ (پارہ ۳، پاؤں ۲) یعنی ہم نے ہلاک کیا ہے اگلے شیعوں
کو۔ اشیاء جمع شیعوہ کی ہے عمدة البیان جلد ۳ ص ۱۱ میں ہے۔ یہاں شیعوہ کافروں کو کہا گیا ہے
(۸) قَوْلًا لِّمَنْ لَّمْ يَخْشَ اللَّهَ لَعَلَّ الشَّيَاطِينَ لِمَا يُخْضِرُونَ خَوَلَّ جَهَنَّمَ جَهَنَّمًا۔

(پارہ ۶، پاؤں ۳) یعنی تم ہے تیرے رب کی کہ قیامت کو ہم ضرور حشر کریں گے ان کو شیطانوں

کے ساتھ پھر حاضر کرینگے۔ انہیں کو گردا گرد و درخ کے جب وہ نراؤں کے بل جلیکے
 آینگے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عَدِيًّا (پھر ہم نکالیں گے
 و درخ میں ڈالنے کو پہلے ان شیعوں سے جو ہوگا۔ ان میں سے بہت سخت خدا سے
 کسرش یعنی کفار و شیاطین سے جو بڑا کافر و نافرمان شیعہ ہوگا۔ پہلے ہم اس کو و درخ
 میں ڈالینگے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے۔ فرمایا اللہ عزوجل نے کہ ان شیعوں
 میں سے جو بڑا کسرش ہوگا پہلے ہم اس کو و درخ میں ڈالینگے۔

ان تمام آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق کفار۔ مشرکین۔ فتنہ باز۔ فساد یوں۔ یہودیوں
 کسرش شیطان صفت گروہ پر ہوا ہے۔ پھر شیعہ خود ہی غور کریں۔ کہ کیا وہ اس لفظ کا مصداق
 بنا چاہتے ہیں۔ لفظ شیعہ پر ناز ہے تو لیجئے ان آیات کا مصداق بنا گوارا کیجئے۔
 آخر قرآن کے الفاظ تو ہیں۔ بقول شخص سے

کہیے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی ڈگوواں نہیں پڑاں سے نکلے ہوئے تو ہیں
 ہاں وہ آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق بظاہر اچھے معنی میں نظر آتا ہے جس سے شیعہ
 اپنی قدامت پرستدال بھی کیا کرتے ہیں۔

وَلَهُذَا آمِنٌ شِيعَتُهُ وَهَذَا آمِنٌ عَدُوُّكَ (پارہ ۲۰ پاؤ ۲) یہ اس کے گروہ سے ہے
 اور یہ اس کے دشمنوں سے (شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہاں شیعہ کا معنی دوست و رفیق ہے۔
 جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے رفقاء کو بھی شیعہ کہا جاتا تھا۔ لیکن یہ
 محض شیعہ کی نا فہمی اور عدم تدبر فی القرآن کا نتیجہ ہے۔ وہ پہلا شخص گو حضرت موسیٰ
 کے قبیلے بنی اسرائیل میں سے تھا مگر منافق و مشرک تھا۔ اور اسی گروہ میں سے تھا۔ جو
 اس سے پہلے گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تھے۔ بلکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اسی کا نام
 سامری تھا۔ جو گوسالہ پرستوں کا استاد تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے پہلے دن
 بھی اسی شیعہ کو لفظ حجرین میں شمار کیا۔ پھر دوسرے دن تو اس کی نسبت صاف صاف
 فرما دیا۔ إِنَّكَ لَهَوِيٌّ مُّبِينٌ (یعنی تیرا ایک مفسد بدخواہ بظاہر گمراہ ہے پھر یہاں بھی لفظ شیعہ کا

اگر اہل کتاب یا منافقین علیٰ فہم انہی انہی میں (موسیٰ نے کہا ہے رب جیسا تو نے جب فضل کیا میری کبھی
 گنہگار نہ کیا وہ گمراہ ہو گا) یعنی بنی اسرائیل کے ایک مفسد بدکار کی بدولت سے یہاں شیعہ کی نسبت کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ
 سے کہ صبح فی اللہ ہنئہ خاتمہ لکھ کر قبیلہ خاندانہ انہی انہی میں سے تھا کہ وہ صبح خاتمہ لکھ کر موسیٰ انہی انہی
 قبیلہ میں (صبح کو موسیٰ انہی انہی میں سے تھا) یہاں کہ وہی شخص نظر آیا جسے کل درمائی تھی اس نے زیادہ کر دیا ہے۔
 موسیٰ نے کہا تیرا ایک تو میرے گمراہ ہے) یہ وہی شیعہ تھا جس نے پہلے روز ایک اشتغال دلا کر ایک آدمی مراد والا۔ دوسرے روز پھر بیس طرح

اسے چلاتا ہوا آپ کو کسانے کے لئے آیا تو آپ نے اسے کہہ دیا۔ ہٹ جاؤ تم ایک مفسد صریح گمراہ آدمی ہو

اچھے شخص پر نہیں۔ بلکہ مجھے شخص پر اطلاق ہوا ہے۔ یہ شخص موسیٰ کا دوست نادر دشمن (مستحق) تھا جس کی وجہ سے آپ کو شہر چھوڑ کر دین کی طرف بھاگ جانا پڑا۔ بڑی صعوبت سفر و راحت کرتے ہوئے۔ ایک نیک موشعہ کے ہاں جا کر پناہ لی۔ کئی سال اپنے وطن سے جلا وطن رہے۔ غرض اس آیت سے بھی شیعہ کا مدعا پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی تردید ہوتی ہے۔

(۲) وَانْ مِنْ شَيْعَتِهِ اِبْرَاهِيمَ اِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقُلُوبٍ سَالِمَةٍ اِذْ قَالَ لِرَبِّهِ
 ذَقُوْمِي مَاذَا تَعْبُدُوْنَ (یعنی اس کے گردہ میں سے تھا ابراہیم جب کہ ایا رب اپنے
 کی طرف سلامت دل لیکر) شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہاں شیعہ کا لفظ ابراہیم (پنجم پر اطلاق
 ہوا ہے) اور ابراہیم شیعہ تھے۔ لیکن یہ بھی ان کی خوش فہمی اور قرآن رانی کا نتیجہ ہے۔
 معنی آیت کا یہ ہے کہ ابراہیم کا تو کہ قوم شیعہ (کفار) میں ہوا جس سے نکل کر آپ اپنے
 رب کی طرف صاف دل ہو کر آگئے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خود شیعہ تھے بلکہ
 مطلب یہ ہے۔ کہ قوم شیعہ یعنی اس قوم سے نکل کر آپ ہدایت یافتہ ہو کر اپنے رب کے پاس
 آگئے۔ جو نوح کے مخالف گمراہ قوم چلی آتی تھی۔ اور نوح کے وعظ و نصیحت سے ان کو
 کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ یہ اس آیت کی تصدیق ہے جس کا مضمون ہے کہ اے رسول تجھ سے پہلے
 اگلے شیعوں میں بھی ہم رسول بھیج چکے ہیں۔ جو پیغمبروں کو ایذا پہنچاتے تھے۔

یہ دونوں آیات بھی پہلی آیات کی طرح شیعہ کے سخت مخالف ہیں۔ ہاں ان کی کچھ فرق ہے
 سرگز نہ ہوئے مغرضین سے آگاہ و لا حول ولا قوۃ الا باللہ
 شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سنیوں کا قرآن میں کہیں ذکر ہی نہیں۔ اس لئے ہم فقط سنت کی

قرآن میں لفظ سنت کی تعریف

(۱) سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَقُوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (عمرۃ البیان
 جلد ۳ ص ۱۱) ہے کہ سنت طریقہ اللہ کا ہے۔ جو چلا آیا ہے اگلے پیغمبروں میں۔
 (۲) يَرْسِلُ اللّٰهُ رُسُلًا يَكُوْنُ مِنْكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَكُوْنُ عَلَيْكُمْ
 (پارہ ۵ ہدایا) عمرۃ البیان جلد ۳ ص ۱۱ ہے۔ ہدایت کو جسے اللہ کو طریقہ ان لوگوں کے
 جو پہلے تم سے مثل ابراہیم اور اسمعیل کے گذرے۔

(۳۰) سُنَّةٌ مِّنْ أَمْرِ سَلَمْنَا قَبْلَكَ مِنِّي مَّا سَلَمْنَا وَلَا تَحْدِثْ لَنَا سُنَّةً جَدِيدًا (سنت طریقہ ان رسول کا ہے جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے۔ اور نہ پائیگا تو میری سنت و دستور میں تفاوت یعنی سب رسولوں میں اسی طرح میری سنت کا طریقہ چلا آیا ہے عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۲۸۵ میں ہے۔ طریقہ رکھنا ان رسول کا کہ تحقیق بھیجا ہم نے ان کو تجھ سے پہلے پیغمبر کے کہ جو کوئی پیغمبروں کو جھٹلا دے۔ تو ہم ہلاک کرتے ہیں اس کو۔ اور نہ پائیگا تو اسے محمد واسطے اس سنت اور طریقے ہمارے کے پھر جانا۔

(۳۱) سُنَّةُ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ تَحْدِثْ لَنَا تَبْدِيلًا (پاکہ ۲۷ پاؤں) عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۲۸۵ میں ہے یعنی سنت طریقہ اللہ کا ہے۔ اس کو کوئی تغیر کرنے والا نہیں ہے۔

(۵۱) قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (پاکہ ۱۳ پاؤں) گزر چکا طریقہ پہلوگوں کا۔

(۶۱) أَلَا إِنَّ تَأْتِيهِمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (پاکہ ۱۵ پاؤں) عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۲۸۵ میں ہے یعنی شیطان کو طریقہ خدا کا ہلاک کرنا والا اگلے لوگوں کو۔

(۷۱) سُنَّةُ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَاكَ الْكَافِرُونَ (عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۲۸۵ میں ہے۔ سنت طریقہ اللہ کا ہے اس کے اگلے بندوں میں چلا آیا ہے۔

(۸۱) قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (کفار کو کہہ دیجئے اگر وہ باز آجائیں۔ ان کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگر انہوں نے پھر وہی گناہ کیا۔ تو پہلوں کا طریقہ گزر چکا ہے یعنی خدا ان سے وہی لوگ کر چکا۔ جو پہلے سے اس کا دستور چلا آتا ہے۔

(۹۱) فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّةَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَحْوِيلًا (یعنی وہ نہیں دیکھیں گے۔ مگر پہلوں کے طریقہ کو اور خدا کے طریقہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی)

ان تمام آیات قرآن میں لفظ سنت کی خدا یا رسول کی طرف اصناف ہے پھر سنی اور اہل سنت وہ لوگ ہیں۔ جو سنت الرسول کے پیرو ہیں یہی رسولی گروہ متبع السنۃ ہے۔ اسی کی تاکید رسول پاک اور ائمہ ہدے کرتے رہے۔ کہ سنت الرسول کو کہی نہ چھوڑنا لیکن آج دعیان اسلام سے ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو جہالت سے لفظ سنت اور السنۃ پر تمسخر کرتے ہیں۔

ہم اس امر کا ثبوت کتب شیعہ سے دینا چاہتے ہیں۔ کہ رسول پاک اور اہل بیت
سنت الرسول کی اتباع کی ہدایت فرماتے رہے۔

اتباع سنت کی تاکید

(۱) جلال الصیون اردو جلد ۱ ص ۲۷ میں ہے۔ شیخ مفید و شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ
جب حضرت رسول نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی۔ اور حضرت کو معلوم ہوا کہ اب
زمانہ رحلت قریب ہے ہمیشہ خطبہا کے مبلغ فرماتے تھے۔ اور لوگوں کو اپنے احکام کی نفی
اور اپنے بعد فتنہ دہن کرنے سے منع فرماتے اور ڈراتے تھے۔ اور وصیت فرماتے تھے۔ کہ
میرے طریقہ اور سنت سے دست بردار نہ ہونا۔

(۲) کتاب مذکور جلد ۱ ص ۲۷ میں جناب امیر کی آخری وصیت کے الفاظ میں درج ہیں
سیری وصیت تم سے یہ ہے۔ کہ خرب بخداوند نرگوار نہ لانا اور کسی چیز کو اس کی عبادت
میں خرب نہ کرنا۔ اور سنت و طریقہ حضرت رسول کو ضائع نہ کرنا۔

(۳) پنج البلاغہ ص ۱۲ میں ہے میں تم کو دو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک خدا کو واحد
سجود و سیری محمد کی سنت کو ضائع نہ کرنا۔

(۴) کتاب مذکور ص ۱۲ میں ہے۔ امام وہ ہے جو سنت نبی کا عامل ہو۔
اسی کتاب کے ص ۱۲ میں ہے۔ وہ امام قرآن و سنت پیغمبر کو زندہ کرے گا۔

(۵) فروع کافی جلد ۲ ص ۱۲ میں ہے فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي (جو شخص
سیری سنت سے روگردان ہو وہ مجھ سے نہیں ہے۔)

دیکھئے رسول پاک اور جناب امیر علیہ السلام نے جو وصیت بوقت وفات فرمائی۔ وہ اتباع
سنت الرسول ہے۔ امام کی تعریف ہی یہی بیان کی کہ جو سنت نبوی کا عامل ہو اور جو سنت
پیغمبر کو زندہ کرے۔ پھر جو لوگ لفظ سنت یا اہل سنت پر مسخر کرتے ہیں۔ وہ رسول پاک اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال پاک کو جھٹلاتے ہیں۔ بیشک بقول رسول و ائمہ اہل بیت نہایت
کتب شیعہ وہی فرقہ حق ناجی ہے۔ جو اہل سنت کہلاتا ہے۔ ہاں شیعہ کی سہری قرآن سے
پڑھ چکے ہو۔ اور یہ بھی لفظ شیعہ کا اطلاق قرآن میں جا بجا فرعون کی گروہ کفار و مشرکین۔
یہود و نصاریٰ پر ہوا ہے پھر تعجب ہے کہ شیعہ یہ کہتے ہوئے انہیں شریعت کہتے ہیں کہ شیعہ کا

ذکر قرآن میں ہے۔ لیکن اہل سنت کا قرآن میں نام و نشان تک نہیں۔ ٹھیک ہے۔
ادل ہی سے بشر کو ہے غبت خلافت لیتا تھا کام نہ کا شکم مٹاتا ہے

شیعوں کی احادیث

اس سے پہلے ہم کافی بحث کرائے ہیں۔ کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ اور جس
قرآن جمع کردہ علی پر ان کا ایمان ہے۔ وہ ابھی غار سے باہر نہیں نکلا۔ اور ظاہر ہے۔ تاروق
از عراق آورده شود مارگزیدہ مردہ شود۔ لاکھوں شیعے اس قرآن کی انتظار میں مر گئے۔ اور کروڑوں
آئندہ مرینگے۔ لیکن اس سوہوہ قرآن کا ملنا محال۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ حدیث کا
سر پاشیہ کسے ہاں کہاں تک پایا جاتا ہے ہم دلائل سے بیان کریں گے۔ کہ حدیث صحیحہ کی طرف
سے بھی ان بیچاروں کو صاف جواب ہے۔ اول اس لئے کہ روایت حدیث ایسے ملے ہیں۔ کہ
ان کے مسغفروں پر ائمہ اہل بیت کو اعتبار نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ ہدے کو سخت کُست کہا۔
ائمہ نے ان کو کوسا۔ کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ وہ عمداً ائمہ ہدے پر جھوٹ باندھتے اور
جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر ان سے منسوب کیا کرتے تھے۔

راویان حدیث

احادیث شیعہ کا بہت بڑا راوی زرارہ بن اعین ہے۔ کتاب کافی کی ثلث احادیث اسی کی روایت
سے ہیں۔ اور منجملہ مبشرین بالجنت ہے (دیکھو رجال کشی ص ۱۱۱) اس کی نسبت امام جعفر صادق فرماتے
ہیں نہ ستر امرأة شمس من آل محمد ولا تصارعی (رجال کشی ص ۱۱۱) یعنی زرارہ یہود و نصاریٰ سے
بھی بدتر ہے۔ یہ بھی فرمایا کنز بختی و اللہ لعن اللہ ستر امرأة (رجال کشی ص ۱۱۱) خدا کی
لعنت ہو زرارہ پر اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے (یہی زرارہ صاحب ہیں۔ جنہوں نے
حضرت امام محمد باقر کو بڑھاپے علم کہا۔ جیسا کہ اصول کافی ص ۵۵ میں ہے۔ کہ زرارہ کو امام
ممدوح سے ایک سلا میں تکرار ہو گئی۔ جب امام نے زرارہ کو اس پر تہنیک۔ تو کہنے لگا
شیخ کلا علم لک یا خصوصاً (اس بڑھے کو خصوصیت کا علم نہیں ہے۔

رجال کشی کی بعض روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ زرارہ پر امام نے اور امام پر زرارہ نے لعنت
کی (معاذ اللہ) دوسرا راوی ابو بصیر ہے جس نے امام جعفر صادق کو طماع بتایا جس پر کہتے

نے اس کے منہ میں پیشاب کر دیا۔ امام موسیٰ کاظم کے علم کو ناقص کہا (تفہیم ص ۱۷۸)
 ایک اور راوی مختار بن ابی عبیدہ میں جن کی نسبت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: کُنْ اَلْحَسَنَ
 یَکْدُ بَعْلَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ (مختار امام زین العابدینؑ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ یعنی ان کے
 نام پر جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ایک اور راوی حدیث حکم بن عتیہ ہے۔ زرارہ نے
 امام جعفر صادقؑ سے کہا: کہ حکم بن عتیہ نے آپ کے والد سے یہ روایت کی ہے۔ کہ انہوں
 نے فرمایا نماز مغرب نزداف سے دسے پڑھو۔ اس پر امام صادقؑ نے تین بار قسم کھا کر فرمایا
 مَا قَالَتْ اَبْنِیْ هَذَا اَطْلَعْتُکَ عَلَی الْحَکَمِ بْنِ عُبَیْدَةَ عَلَی اَبِی عَلَیْهِ السَّلَام (رجال کشی ص ۱۳)
 (میرے باپ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا۔ حکم بن عتیہ نے میرے والد پر جھوٹ باندھا ہے)۔
 امام صادقؑ فرماتے ہیں: کَانَ لِلْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَنْ اَبِی یَکْدُ بَعْلَ عَلَیْهِ وَکَانَ
 لِلْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَنْ اَبِی یَکْدُ بَعْلَ عَلَیْهِ وَکَانَ الْحَسَنُ یَکْدُ بَعْلَ عَلِیِّ بْنِ
 الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ وَکَانَ الْمُخِیَّةُ بْنُ مَعْبُودٍ یَکْدُ بَعْلَ عَلِیِّ بْنِ (رجال کشی ص ۱۴)
 یعنی امام حسنؑ کے لئے ایک کذاب تھا جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ایسا ہی ایک اور کذاب
 تھا۔ جو امام حسینؑ پر جھوٹ باندھتا تھا۔ مختار امام زین العابدینؑ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اور
 مغیرہ بن سعید میرے والد امام محمد باقرؑ پر جھوٹ باندھنے والے تھے) پھر بتائیے۔ جب
 ایک ایک امام کے لئے ایک ایک شخص ایسا مقرر تھا جس کی ڈیوٹی امام والا مقام کی
 جھوٹی حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں مستہر کرنے کی تھی۔ چنانچہ حسینؑ اور امام زین العابدینؑ
 اور امام محمد باقرؑ حضرت صادقؑ نے ان کذابوں کی تشہیح کر دی۔ تو پھر احادیث ضعیفہ کا اعتبار
 کیا رہا۔

اور سنئے! امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کذابین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 کَانَ بَنَاتُ یَکْدُ بَعْلَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ قَاذِیَّةُ اللَّهِ حَرَّةُ الْحَدِیْدِ
 وَکَانَ مَغِیْرَةُ بْنُ مَعْبُودٍ یَکْدُ بَعْلَ عَلِیِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَاذِیَّةُ اللَّهِ حَرَّةُ الْحَدِیْدِ
 وَکَانَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشِیْرٍ یَکْدُ بَعْلَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ مُوسَى عَلَیْهِ السَّلَامُ قَاذِیَّةُ اللَّهِ
 حَرَّةُ الْحَدِیْدِ وَکَانَ أَبُو الْخَطَّابِ یَکْدُ بَعْلَ عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَاذِیَّةُ
 اللَّهِ حَرَّةُ الْحَدِیْدِ وَالَّذِیْ یَکْدُ بَعْلَ عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ (رجال کشی ص ۱۵)
 یعنی بنان امام زین العابدینؑ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا خدا اسے گرم لوہے کا غدا بچکھائے

خیرہ بن سعید امام باقرؑ پر محمد بن بشیر موسیٰ رضی اللہ عنہما پر ابو الخطاب امام صادقؑ پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ خدا ان کو گرم روئے کا عذاب چکھائے۔ اجد مجھ پر محمد بن فرات جھوٹ باندھا کرتا ہے) دیکھئے امام صادقؑ نے تو صرف امام باقرؑ تک ان پر جھوٹ باندھنے والوں کی فہرست دی تھی۔ لیکن امام رضاؑ نے اپنے زمانہ تک کے کذابوں کی تشریح کر دی۔ جو اپنے اپنے وقت کے امام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ پھر بقول شخصے سے ایں خانہ تمام آفتاب است

جب تمام روایات کی حالت یہ ہو کہ انہوں نے ائمہ کرام پر جھوٹ باندھنے۔ ان کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہو۔ تو پھر احادیث شیعہ کا کیا اعتبار کیا جاسکتا ہے قرہی وجہ ہے۔ کہ ایسی ایسی احادیث کتب شیعہ۔ کافی تہذیب و اعتبار وغیرہ میں بھری ہیں جو کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ کہ اللہ طاہرین نے ایسا فرمایا ہو۔
(کما مر تفصیل)

اب ناظرین خود ہی خیال فرمائیں۔ کہ قرآن تو پہلے ہی سے گم تھا۔ حدیث کا بھی اعتبار جاتا رہا۔ تو مذہب شیعہ کی تمام بنیاد ہی متزلزل ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ ربانی کید کی کاندھڑی ہے۔ کہ جنگل زارہ۔ ابو یوسف مختارہ وغیرہ جیسے سرگرم مہمل گئے جو کونہیں مجتہد ائمہ کرام کی طرف سے حدیثیں گھڑ کر ربانی مذہب کی تردید کراتے تھے۔ چونکہ شیعہ مذہب میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں۔ نہ اسناد کا اور نہ تک پہنچنا ضروری ہے۔ روایت حدیث کے لئے راوی کا اتنا ہی فرض ہے۔ کہ کسی امام کے ذمے لگا کر روایت سبکدوش ہو جائے۔ اس لئے یہ طوفان بے تیزی برپا ہو گیا۔ تھیہ (جھوٹ) جزو ایمان سمجھا گیا۔ متعدد ک فضیلت کی حدیثیں بنائی گئیں۔ تخریہ داری باعث نجات تصور کیا گیا۔ توسل علیٰ ہذا۔

روایت حدیث

شیعہ کے ہاں روایت حدیث کا بھی عجیب طریق ہے۔ الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر لینے کا بھی اختیار دیا گیا ہے۔ اور جس حدیث کو بیٹھے سے سنا ہو وہ باپ سے اور جو باپ سے سنی ہو۔ وہ بیٹھے سے روایت ہو سکتی ہے۔ یہ بھی اختیار ہے کہ حدیث کے الفاظ یا نہ ہو یا تو اول و آخر اور میان کے کچھ الفاظ لکھ کر حدیث کی روایت کی جائے۔ انہی کی کتابیں

کوئی حدیث بھی ہوئی ملجائے۔ تو صاحب کتاب کی طرف سے بغیر دریافت کے روایت کر سکتے ہیں۔ اور جو شخص کوئی حدیث سچ جھوٹ روایت کر دے۔ اس کی روایت قبول کر لینا جائز ہے سچ ہو تو راوی کو ثواب ورنہ مردی عند کو گناہ ہوگا۔ یہ حملہ امور احادیث ذیل سے ثابت ہیں۔

(۱) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع أَسْمَعُ الْحَدِيثَ مِنْكَ فَأَنْزِلُهُ وَأَقْصُ قَالَ إِنْ تَرَيْتُ مَعَانِيَهُ فَلَا بَلَدَ لِي بِهِ (اصول کافی ص ۱۷۸) محمد بن مسلم نے کہا میں نے امام جعفر سے دریافت کیا کہ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو کیا مجھے اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے۔ آپ نے کہا اگر معانی مطلوب ہیں تو کچھ حرج نہیں۔
(۲) عَنْ أَبِي بصيرٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع الْحَدِيثُ أَسْمَعُكَ عَنْكَ أَمْ رَوِيهِ عَنْ أَنْبِيَائِهِ أَوْ أَسْمَعُكَ عَنْ أَبِيكَ أَمْ رَوِيهِ عَنْكَ قَالَ سَوَاءٌ أَلَا أَلَا تَرَوِيهِ عَنْ أَبِي أَحَبُّ إِلَيَّ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع بِحَيْثُ مَا سَمِعْتِ مِنْي فَأَمْ رَوِيهِ عَنْ (اصول کافی ص ۱۷۸) امام بصیر نے امام جعفر سے کہا جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو۔ وہ آپ کے والد سے اور جو آپ کے باپ سے سنوں وہ آپ کے روایت کر سکتا ہوں۔ یا نہ آپ نے کہا دونوں سے روایت کرنا کیساں ہے۔ مگر میرے والد سے روایت کرنا بہتر ہے۔

(۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع يَجْعَلُنِي الْقَوْمُ فَيَسْمَعُونَ مِنِّي حَدِيثًا بِكُمْ فَأُضْحِكُ وَلَا أَقْوِي قَالَ فَأَقْرَأْ عَلَيْكُمْ مِنْ أَوَّلِهِ حَدِيثًا وَمِنْ وَسْطِهِ حَدِيثًا وَمِنْ آخِرِهِ حَدِيثًا (اصول کافی ص ۱۷۸)
عبد اللہ نے امام جعفر سے کہا۔ میرے پاس لوگ حدیث سننے آتے ہیں۔ اور میں بیان کر احادیث پر قادر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کہا اہل و آخر اور درمیان سے حدیث بیان کر دیا کرو۔

(۴) عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَمْرٍو الْحَمَلَالِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي الْحَسَنِ الرِّضَاءِ ع أَلَسْتُ جُلَّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ يُعْطِي الْكِتَابَ وَلَا يَقُولُ أَمْرًا عَنِّي يَجُوزُ لِي أَنْ أَمْرَ وَيَكُ عَنْهُ قَالَ إِذَا عَلِمْتَ أَنَّ الْكِتَابَ لَكَ فَأَمْ رَوِيهِ عَنْهُ (اصول کافی ص ۱۷۸)
(احمد بن عمر حملا نے امام رضا سے پوچھا۔ ایک شخص نے میرے احباب کے کوئی کتاب ہی ہو

اور یہ نہ کہا ہو۔ کہ مجھ سے روایت کر کیا مجھے اس سے روایت کرنے کا اختیار ہے یا نہ۔ آپ نے کہا کہ اگر تجھے معلوم ہے کہ کتاب اسی کی ہے۔ تو اس سے روایت کرنا جائز ہے۔
 (۵) عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا أَحَدٌ تَكَلَّمَ بِحَدِيثٍ فَاسْتَنْدِلَ
 إِلَى الذِّمِّيِّ حَدَّثَ تَكْرُفًا كَانَ حَقًّا فَلَكُمْ قَرَانٌ كَانَتْ كَذِبًا فَافْطَلِكُمْ (صواعق مقلبت)
 امام جعفر نے کہا امیر علیہ السلام کا قول ہے۔ کہ جب تم سے حدیث بیان کی گئی ہو۔
 تم اس کے راوی تک اس کا اسناد نہ چاؤ۔ اگر وہ حدیث سچی ہو۔ تو تمہیں ثواب
 ہوگا۔ جہوئی ہو تو اس کا گناہ بگردن رادی ہے۔

اب دیکھئے! اسناد حدیث میں اس قدر بے پرواہی کرنا روا ہو تو حدیث کا کیا اعتبار
 (صواعق مقلبت) میں روایت حدیث چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ اول منافق۔ دوم
 عطل صادق فی الوہم۔ سوم مصیب فی الروایۃ اور حدیث منسوخ۔ چہارم مصیب فی الروایۃ
 اور حدیث غیر منسوخ۔ پھر جب منافق اور عطل اشخاص سے بھی روایت حدیث جائز
 ہو تو حدیث کس طرح مستحکم بن جائیگی۔ علاوہ انہیں چونکہ شیعہ مذہب میں تقیہ جائز بلکہ
 باعث ثواب ہے۔ اس لئے یہ بہتہ نگنا مشکل ہے۔ کہ راوی نے حدیث کو سچے دل سے
 سچ سمجھ کر بیان کیا ہے۔ یا کسی خوف یا مصلحت سے تقیہ جھوٹ نکھریا ہے۔

ایمہ الن میت پر جھوٹ کا الزام

ایک مسئلہ کے تین متعارض جواب۔ اول میت کے لئے روایت حدیث شیعہ نے یہاں تک
 بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق تین مختلف اشخاص کو الگ الگ
 مختلف متعارض جواب دیئے ہیں جن میں سے ایک سچ ہو سکتا ہے باقی سب جھوٹ
 چنانچہ احادیث ذیل سے جو اصول کافی حد تک میں درج ہیں۔ اس کا انکشاف ہوتا ہے۔
 (۱) عَنْ مَنِصُورِ بْنِ عَدَاةٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ مَا بَالِي أَسْأَلُكَ عَنْ
 الْمَسْئَلَةِ فَتَجِيبُنِي فِيهَا بِأَجْوَابٍ ثُمَّ يُحْيِيكَ غَيْرِي فَتَجِيبُهُ فِيهَا بِجَوَابٍ
 آخَرَ فَقَالَ إِنَّا نُجِيبُ النَّاسَ بِزِيَادَةٍ وَنَقْصَانٍ (مناصوبین خادم کہتا ہے میں نے
 امام جعفر علیہ السلام سے کہا۔ کیا وجہ ہے کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ اور
 آپ مجھے اس کا جواب دیتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے شخص آکر وہی مسئلہ پوچھتا ہے۔ اور

اس کو اس کے خلاف جواب دیتے ہیں۔ آپ نے کہا ہم لوگوں کو بڑا گھٹا کروا رہے ہیں
 (۲) عَنْ نُسْرَةَ ابْنِ أَغْبَنِ عَنْ ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَأَجَابَنِي تَمَّ
 جَاءَهُ كَرَجْلٍ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَأَجَابَهُ بِخِلَافٍ مَا أَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ أُخْرَى فَأَجَابَهُ
 بِخِلَافٍ مَا أَجَابَنِي وَأَجَابَ صَاحِبِي فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ قُلْتُ يَا ابْنَ نُسْرَةَ
 مَا جَلَدَانِ مِنَ أَهْلِ لُبَّاقٍ مِنْ نَبِيْعَتِكُمْ فَمَا لَيْسَ لَكُمَا قَابِضَتِ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
 بِخِلَافٍ مَا أَجَبْتَ بِهِ صَاحِبَهُ فَقَالَ يَا نُسْرَةَ رَأَيْتَ هَذَا أَحَدُكُمَا وَابْقَى لَنَا وَلكُمْ
 وَكُلُوا جَمْعًا عَلَى أَحَدٍ لَصَدَقَ كَلِمَةُ النَّاسِ عَلَيْكُمَا وَكَانَ أَقْلٌ لِبَقَائِنَا وَ
 بَقَاءُكُمْ ثُمَّ قَالَ قُلْتُ يَا ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ شَيْعَتُكُمْ كَوْنُكُمْ تَقُولُ عَلَى الْأَسِنَّةِ
 أَوْ عَلَى النَّاسِ لَمْ تَضُواوْهُمْ يَخْرُجُونَ مِنْ خِشْيَاكُمْ مُخْتَلِفِينَ قَالَ فَأَجَابَنِي بِمَثَلٍ
 جوابِ ابْنِ ابْنِ (نزار بن اعیان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ
 پوچھا۔ جس کا جواب انہوں نے مجھے دیا۔ پھر دوسرے شخص نے اگر وہی مسئلہ ان سے
 پوچھا۔ اس کو میرے برخلاف اور جواب دیا۔ پھر ایک تیسرے شخص آگیا۔ اور وہی مسئلہ
 پوچھا۔ اس کو مجھ سے اور اس دوسرے شخص بھی مخالف جواب دیا۔ جب وہ دونوں چلے
 گئے۔ تو میں نے پوچھا حضور یہ دونوں عراقی مرد آپ کے شیعہ ہیں۔ جنہوں نے اگر ایک
 ہی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے دونوں کو مختلف جواب دیئے۔ آپ نے کہا۔ اسے نزارہ
 یہی بات ہمارے لئے بہتر ہے۔ اور ہماری انتہائی بقا کا باعث ہے۔ اگر تم ایک ہی
 بات پر متفق ہو جاؤ۔ تو لوگ ہمارے بارے میں تم کو سچا سمجھ لیں گے۔ اور یہ امر ہماری اور
 تمہاری زندگی کے لئے مضر ہوگا۔ نزارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے جعفر علیہ السلام سے
 عرض کی۔ کہ یہ لوگ تمہارے (راخ الاعتقاد) شیعہ ہیں۔ اگر تم ان کو نیزوں پر یا آگ
 پر برا گویا کر دو۔ تو کبھی پیچھے نہ ہٹینگے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ آپ سے یہ لوگ مختلف متقاضن
 جواب سن کر جانتے ہیں۔ پھر امام جعفر علیہ السلام نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ان کے والد نے دیا
 تھا۔ ناظرین غور کر سکتے ہیں۔ کہ ایسے معصومین کی نسبت کوئی یقین کر سکتا ہے۔ کہ وہ ایک ہی مسئلہ
 میں تین ایسے متخاص کو جو ان کے راسخ الاعتقاد مرید (شیعہ) ہوں۔ تین مختلف متقاضن جواب
 دیں۔ (مثلاً ایک کو کہیں کہ یہ حیر حرام ہے۔ دوسرے کو کہیں حلال ہے۔ تیسرے کو کہیں نہ
 حلال ہے نہ حرام) یقیناً ان تینوں میں سے ایک سچ ہوگا۔ دوسرے جھوٹ اور ایسا جھوٹ کہنا

موجب درازیئے عمر اور باعث بقائے حیات سمجھا جائے پاک لوگوں کے منہ کے کبھی
جھوٹ نہیں نکل سکتا ان کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ اَلصِّدْقُ قَوْلُهُ وَ اَلْكَذَّابُ
لِحَالِك (راستی موجب نجات اور جھوٹ باعث ہلاکت) اگر بغرض محال ایسے اہل بیت کا
یہ حال تھا کہ راستی کی کوئی پابندی نہ تھی۔ بلکہ مصلحت وقت کے مطابق جھوٹ سچ کہہ دیتے
تھے تو پھر ان کی احادیث کا کیا اعتبار ہو گا اور وہ کیونکر قابل عمل ہونگی۔ جب ایک ہی
مسئلہ میں دو مختلف احادیث ایک ہی راوی سے مروی ہوں۔ تو حکم اِذَا اَعَارَضْنَا سَاقِطًا
دو دنوں پایہ اعتبار سے ساقط ہو جائیگی۔

اہل السنۃ سے عداوت

ایک اور بات بھی از بس عجیب ہے۔ جو نہ اہل بیت اور ان کی اہلیہ ہے کہ ان کا فتوے
ہے کہ اہل سنت کا قول کیسا ہی کتاب اللہ اور سنت الرسول کے مطابق کیوں نہ ہو۔ اسکی
مخالفت ہی کرنا چاہئے۔ جیسا کہ صول کافی ص ۳۱ میں ہے قُلْتُ فَإِنْ كَانَ الْخَبْرَانِ
عَنْكَمَا الْمَشْهُورَيْنِ قَدْ سَرَا هُمَا الثِّقَاتُ عَنْكَمُ قَالَ يُنْظَرُ مَا وَاقِعَ حُكْمُهُ
حُكْمُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَخَالَفَ الْعَامَّةُ فَيُؤْخَذُ بِهِ وَيُتْرَكُ مَا خَالَفَ حُكْمَهُ
حُكْمُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ قَالَ جُعِلَتْ فِدَاكَ أَسَ اَيَّتَ مِنْ كَانَ الْخَبْرَانِ عَرَفَ حَقَّهُمَا
وَكَيَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَجُعِلْنَا الْخَبْرَيْنِ مُوَافِقًا لِّلْعَامَّةِ وَالْآخِرُ مُخَالَفًا لَهُمْ يَأْتِي
الْخَبْرَيْنِ يُؤْخَذُ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَّةَ فَفِيهِ الرَّشَادُ فَقُلْتُ جُعِلَتْ فِدَاكَ فَإِنْ
وَأَقْبَهُمَا الْخَبْرَانِ جَمِيعًا قَالَ يُنْظَرُ إِلَى مَا هُمْ أَكْبَلُ حُكْمُهُمْ وَقَضَاهُمْ فَيُتْرَكُ
وَيُؤْخَذُ بِالْآخِرِ (راوی نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا کہ اگر دو حدیثیں آپ سے مشہور
ہیں۔ اور ان کے راوی بھی ثقہ اشخاص ہیں۔ تو کس کو لیا جائے۔ کہا جس کا حکم کتاب اللہ
و سنت الرسول کے مطابق ہو۔ اور عامہ (اہل سنت) کے مخالف ہو اس کو لیا جائے۔ اور
جو کتاب و سنت کے مخالف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔ راوی نے کہا۔ اگر دونوں حدیثیں
کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں۔ اور ایک اہل سنت کے مطابق دوسری ان کے مخالف
ہے۔ ہم کس کو لیں۔ کہا جو اہل سنت کے مخالف ہو اس کو لینا بھلائی ہے میں نے کہا۔
اگر دونوں حدیثیں اہل سنت کے قول کے مطابق ہوں۔ کہا پھر یہ دیکھا جائے کہ کس سے

جس کی طرف ان کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے۔ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اور دوسری پر عمل کیا جائے) جلسے غور ہے۔ کہ اہل بیت کو اہل سنت سے اس قدر دشمنی تھی۔ کہ اگر ان کا قول مطابق کتاب اللہ اور سنت الرسول بھی ہو۔ اور اسی کے مطابق ایسے کی حدیث بھی ہو۔ تو پھر بھی حتی الامکان اس کی مخالفت ہی کرنا چاہتے تھے۔ عداوت و حاشا۔ پاک لوگوں کی کسی سے عداوت نہیں ہوتی۔ جہاں حق مل گیا۔ سر جھکا دیا۔ انظار الی ما قبل لا الی من قال ایک سلم مقولہ ہے یہ سب کچھ سبائی کمیٹی کے ممبران کی گھڑت ہے۔ جو اسلام میں تفرق کی بنا ڈانے کے لئے ایسے ایسے خرافات نکھدینے لگے۔

نے فروخت حکم آمد نے اصول و شرم بایک ار خدا و از رسول
اب ہم شیعہ کے بعض مسائل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے تقریب داری۔ ماتم۔
سینہ کوئی اور مرثیہ خوانی کا مسئلہ ہے جس کو شیعہ نے باعث نجات سمجھ رکھا ہے۔

تقریب و مرثیہ خوانی

واضح ہو کہ اسلام میں بدعات محرم کی ایجاد اختراعات شیعہ سے ہے۔ جو سنت یزد تازہ کرنے کے لئے سال بسال ماہ محرم میں کبجاتی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ شیعیاں جین تیکھے نجات اخروی کے لئے اس قدر کافی ہے۔ کہ سال بھر میں ایک دفعہ غم حسینؑ میں سینہ کوئی کر لیں۔ مائیں لوگ بغیر کسی پریشانی کے سیدھے جنت میں چلے جائینگے۔ اور ان سے نہیں لایا جائیگا۔ کہ تم نے دنیا میں نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ وغیرہ فرائض ادا کئے ہیں یا نہ۔ شیعہ کا یہ مسئلہ عیسائیوں کے مسئلہ صلیب سے کم نہیں ہے۔ جیسا کہ ان کا اعتقاد ہے۔ کہ مسیح ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حضرات شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ شہادت امام حسینؑ ہے۔ ہمارے لئے صرف اتنا ضروری ہے۔ کہ اس واقعہ کی یادگار میں مجلس قائم کر کے خوب روئیں اور پیٹیں۔ ہم بکھنے جائینگے۔ اور جنت ہمارے ہی لئے ہے۔ مسٹیوں کی کیا مجال کہ حقیقت کا نام بھی لے جائیں۔

ہم نے قرآن و حدیث اور دینی کتب کو چھان مارا۔ ہمیں اس مسئلہ کا کہیں کھوج نہیں مل سکا۔ شیعہ کی اپنی کتاب میں بھی اس مسئلہ کی سخت مخالفت ہے۔ پھر معلوم نہیں۔ کہ شیعہ نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا۔ لا ہے ہم شیعہ بھائیوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ تقریب و مرثیہ خوانی کا شروع

کس منبر یا امام سے ہوا۔ اگر کسی نبی یا امام یا اصحابی نے اس کی ابتدا ثابت نہیں ہے۔ تو اسناد پر غور کیا۔ کہ یہ سب کچھ بدعتِ محمدیہ سے ہے۔ اور بس۔ اگر کہا جائے کہ واقعہ شہادتِ حسین سے بعد اس کی ایجاد کی ضرورت ہوئی۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ اس سے پیشتر بھی کئی بزرگانِ دین شہید ہوئے ہیں۔ پھر کیوں سلفِ صالحین نے یہ سادہ نہیں کیا۔

جناب امیرِ علیہ السلام نہایت بیدردی سے مسجدِ خاندہ میں شہید کئے گئے جنہیں نے ان کے غم میں مجالسِ ماتم قائم نہیں کیں۔ پھر حضرت امام حسنؑ بھی نہرِ خورانی سے شہید کئے گئے حضرت امام حسینؑ نے اپنے بڑے بھائی کے غم میں کبھی ماتم نہیں کیا۔ حضرت زین العابدینؑ نے محشرِ خیز واقعہ کر بلا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انہوں نے بھی ماتم نہیں کیا۔ نہ پیشے رو بننے کی رسم ادا کی ایسا ہی دیگر ائمہ عظام نے بھی کبھی تفریغ نہیں کیا۔ پھر ان سے بڑھ کر کس شخص کو شہداء کر بلا کا غم ہوگا۔ کہ بغیر سوانگ نکالنے کے تسکین نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں پہلا سائیکہ عظیم فانات رسولِ مقبولؐ کا ہوا۔ مگر اہل بیتؑ نے یا صحابہؓ نے کبھی نوحہ۔ بکا اور مرثیہ خوانی اور سینہ زنی کی رسم ہونے نہ دی۔ پھر کیونکر کہا جائے۔ کہ یہ نبی بدعت باعثِ فزادہ اور موجبِ نجات ہو سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جا بجا قرآنِ کریم میں مومنین کو صبر کی ترغیب دی ہے۔ اور مومنوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچ جائے۔ وہ صبر کے کام لیتے اور معاملہ خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔ وَكَثِيرًا مِّنَ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ مِّصْيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ (اے رسول! ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیکھے۔ کہ جب انہیں کوئی دکھ درد پہنچتا ہے۔ کہتے ہیں ہم بھی خدا کے لئے ہیں۔ اور ہماری بارگشت اسی کی طرف ہے)

مسلمانوں کو ارشاد ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَأَنْتُمْ كَالْكَبَائِتِ كَلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاغِبُونَ (صبر اور نماز کے وسیلہ سے مدد مانگو۔ اور یہ صبر و نماز بڑی شاق ہے ہاں ان ڈرنے والوں پر جن کو اسباب کا یقین ہے۔ کہ وہ اپنے رب کے ملنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں)

پھر معلوم نہیں ستر آں سکس پارہیں یہ آیت کبھی ہے۔ کہ کوئی واقعہ ہائیکہ (مصیبت)

پیش آجائے۔ تو سوانگ بنا کر خوب جزع فرزع کرو۔ کیڑے پھاڑو۔ رخسارے طہا پھل
سے لال کرو۔ سینہ کوٹ کوٹ کر لہو لہان کرو۔ شاید اس قرآن میں یہ حکم ہو۔ جو ستر و ہنر
ایہ کا ہے۔ اور جو ابھی کسی گوشہ غار میں مدفون ہے۔ یہ قرآن تو آیات صبر کے پڑھے۔ اور
کسی ایک جگہ بھی جزع فرزع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اصول کافی ص ۳۸۸ میں یہ حدیث بھی ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ كَلَّ الصَّبْرُ مِنَ الْإِيمَانِ
بِمَنْزِلَةِ النَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ فَإِذَا ذَهَبَ النَّاسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ كَذَلِكَ إِذَا
ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْإِيمَانُ (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ صبر ایمان کے
سر کے جا بجا ہے۔ جب سر کٹ جائے۔ توجہ دیکھا رہ جاتا ہے۔ ایسا ہی جب صبر
چھوڑ دیا جائے۔ ایمان جاتا رہتا ہے) پھر جو لوگ برخلاف اس حدیث کے جزع فرزع
کرتے اور روئے پیٹتے۔ سینہ کوٹی کر کے بے صبری دکھاتے ہیں۔ بشہادت حضرت
امام موصوف وہ بالکل بے ایمان ہیں۔ ایہ اہل بیت نے جزع فرزع سے یہاں تک
منع فرمایا ہے۔ کہ مصیبت کے وقت رازوں پر مانتا رہنا بھی موجب ضبط اعمال قرار
دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فروغ کافی جلد ص ۳۸۸ میں درج ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَ إِحْبَابُكَ لِأَخِي (اب برخلاف اس کے جو لوگ
منہ پر ٹھانچے رسید کرنا اور یہ کوئی کرنا موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ وہ امام صادق ؑ کے قول کی
تکذیب کرتے ہیں)

اس بارہ میں قول فیصل جناب امیر علیہ السلام کا ایک قول ہے۔ جو پنج البلاغہ ص ۳۸۸
میں یوں درج ہے۔ وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَهُوَ يَكُونُ غَسْلَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْمِيلُهُ بِأَيْدِي النَّاسِ وَأَنْتَ وَأَهْلُ بَيْتِكَ قَدْ انْقَطَعَ بِمَوْتِكُمْ مَا لَمْ
يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكُمْ مِنَ النَّبِيِّ وَالْأَنْبِيَاءِ وَأَخْبَارِ السَّمَاءِ خَصِيصَتُكُمْ حَتَّى
حِزَّتْ مُسْلَبَاتُكُمْ سِوَالِكُمْ وَنَحْمَتُكُمْ حَتَّى صَارَ النَّاسُ فِيكُمْ سَوَاءً وَلَوْ كُنَّا
أَنْتَ أَمْرٌ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتُ عَنِ الْجَزَعِ لَا فَعْدَ نَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّعُونِ۔
(امیر علیہ السلام نے رسول پاک کے غسل اور تحمیل کے وقت فرمایا۔ میرے ماں باپ آپ
پر خدا ہوں۔ آپ کی وفات سے وہ امور منقطع ہوئے ہیں۔ جو کسی اور کی وفات سے نہ ہو
سکتے تھے۔ وہ امور نبوت اور اسلامی دینی ہے۔ آپ ایسے خاص ہوئے۔ کہ ماسوا سے

فتح کر دیا۔ اور آپ کا مقصد ایسا عام ہوا کہ تمام لوگ اس سے یکساں مستفیض ہو سکیں۔ اگر آپ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم اور جزع و فزع سے منع نہ کر دیا ہوتا۔ تو آج ہم آپ کی وفات پر اتنا ریتے کہ رطوبت بدن خشک ہو جاتی) دیکھئے! جناب امیر علیہ السلام کا ایسے دردناک موقعہ وفات رسولیؐ پر جزع و فزع چھوڑ کر صبر سے کام لیتا۔ اور اس کی وجہ رسول پاکؐ کے امربالصلوٰۃ و تنہی عن البجزع کو دلیل پیش کرنا اس امر کی فیصلہ کن دلیل ہے۔ کہ بعد الرسولؐ اور کسی شخص کی وفات یا شہادت پر جزع و فزع کرنا اور صبر نہ کرنا دیکھنا ہرگز جایز نہیں ہے۔ کیونکہ وفات رسولیؐ سے بڑھ کر کوئی سخت صدمہ مسلمانوں کے لئے بالخصوص اصحاب و اہل بیت رسولیؐ کے لئے ہو نہیں سکتا۔ اور جیسا غم حضور علیہ السلام کی وفات سے حضرت علی المرتضیٰؑ کو تھا۔ کسی اور شخص کی وفات سے کسی غیر شخص کو نہیں ہو سکتا۔ پھر ایسے دردناک وقت میں جزع و فزع اور سینہ کوئی تو کیا آنسو بہانے تک کو بھی خلاف صبر تصور کر کے صبر و تحمل سے کام لیا گیا۔ تو پھر کس طرح کسی اور شخص کی وفات یا شہادت پر اس کے خلاف ردنا پیٹنا اور سینہ زنی کرنا روا ہو سکتا ہے۔ یہ کسی ایسے دیہے شخص کا فیصلہ نہیں ہے۔ بلکہ جناب امیر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام کے فیصلہ جات ہیں۔ جن پر شیعہ مذہب کی دار و مدار ہے اس لئے شیعہ کو ان کے سامنے تسلیم خم کرنے سے ہرگز چارہ نہیں ہو سکتا۔

گُل و گُل ہیں کا گلہ بل خوش لہجہ نہ کر کر تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

رسول پاک کی وصیت و بارہ ممانعت جزع و فزع

اس بارہ میں ناظر فیصلہ آنحضرتؐ کی آخری وصیت ہے جو بوقت وفات آپؐ نے اپنی فکر گوشہ حضرت فاطمہؑ کو فرمائی۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب جملار العیون ارد و جلد اصلاۃ میں لکھا ہے ”اے فاطمہؑ واضح ہو کہ پیغمبر کے لئے گریبان چاک نہ کرنا چاہئے۔ اور بال نوچنے نہ چاہئیں۔ اور دوا دلا نہ کہنا چاہئے۔ لیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے پر ایم کے مرنے میں کہا۔ کہ آنکھیں روتی ہیں۔ اور دل درد میں آتا ہے۔ اور میں نہیں کہتا ہوں کہ موجب غضب پروردگار ہو۔ اور اے ام سلمہؓ میں تجھ پر اندوہناک ہوں۔“

نیز اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۱ میں یوں لکھا ہے۔

آئین یا بویہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسول نے وقت وفات جناب سیدہ کے کہا۔ اے فاطمہ جب میں مر جاؤں۔ اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ توجہا۔ اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا۔ اور داہلا نہ کہنا۔ اور مجھ پر نوہ نہ کرنا۔ اور نوہ کرنے والوں کو نہ بلانا؟

اس سے زیادہ صریح فیصلہ ممانعت ماتم کے متعلق کیا ہو سکتا ہے۔ کہ حضور اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہ کو وصیت فرماتے ہیں۔ کہ میری وفات کا تم کو صدر عظیم ہو گا۔ لیکن جہاں کی طرح خزع و فزع مت کرنا۔ نہ سر پٹنا نہ گریبان چاک کرنا۔ نہ داہلا کرنا نہ نوہ کرنا نہ نوہ گروں کو گھروں میں داخل ہونے دینا۔ اگر یہ امور باعث ثواب ہوتے۔ تو حضور علیہ السلام بجائے ممانعت کے جناب سیدہ کو اذن عام دیتے۔ کہ اپنے والد صغار و د عالم کا ماتم خوب زور شور سے کرنا۔ خود بھی سر پٹ کر اور سینہ زنی کر کے قیامت برپا کرنا۔ اطراف سے نوہ گروں کو جمع کر کے خوب حق ماتم ادا کرنا۔ جب آپ نے ان امور سے سخت ممانعت فرمادی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ جملہ حرکات ممنوع ناجائز۔ و داخل مصیبت ہیں۔ ان کے کرنے سے بجائے ثواب کے غلاب ہوتا ہے۔ بلکہ نیت کو بھی ایذا دہوق ہے۔ چنانچہ جلاء العیون ص ۱۱ میں ہے۔ کہ آنحضرت نے جو آخری وصیت الہیہ و محاب کو فرمائی۔ اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

”پس تم لوگ فوج فوج اس گھر میں آنا۔ اور مجھ پر صلوات بھیجا اور سلام کرنا۔ اور مجھ کو نالہ و فز یا و گریہ و زاری سے آزار نہ دینا۔“
ایک اور حدیث فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں یوں درج ہے۔

امام جعفر صادق کا فتوے کفر

حضرت امام جعفر صادق نے ماتیموں کے لئے فتوے کفر صادر فرمایا۔ ہے چنانچہ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الصَّبْرَ وَالْبَلَاءَ يُسْتَبَقَانِ إِلَى الْمُؤْمِنِ قَبْلَهُمَا وَالْبَلَاءُ وَهُوَ صَبْرٌ وَأَنَّ الْجَنَحَ وَالْبَلَاءَ يُسْتَبَقَانِ إِلَى الْكَافِرِ قَبْلَهُمَا وَالْبَلَاءُ وَهُوَ جَزَعٌ (امام صادق ؑ نے فرمایا۔ صبر اور مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں۔ اسے مصیبت آجاتی ہے۔ اور وہ صبر کرتا ہے۔ اور گھبرائٹ اور مصیبت کا فر

کے پیش آئی ہے۔ اور اسے مصیبت آجاتی ہے۔ اور وہ جرع فزع کرنے لگتا ہے۔
 اس حدیث میں حضرت امام نے مومن اور کافر کی شناخت یہ بتلائی ہے کہ مومن کو
 مصیبت آجائے۔ تو اس پر وہ صابر ہوتا ہے۔ لیکن جب کافر کو مصیبت پیش آجائے
 تو وہ جرع فزع کرنے لگتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب صاف یہ ہے
 کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن ہے۔ اور جو جرع فزع کرے وہ کافر ہے۔

جرع کی تعریف

جرع کی تعریف بھی حضرت امام نے بتلا دی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے عَنْ جَابِرٍ
 عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لَهُ مَا الْجُرْعُ قَالَ أَشَدُّ الْجُنْحِ الصَّاحُ بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيلِ
 وَكُظْمُ الْوَجْهِ وَالصَّدُّ مِرَاجَةً الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِي وَمَنْ أَقَامَ النَّوَاحَةَ فَقَدْ
 تَرَكَ الصَّبْرَ وَأَخَذَ فِي غَيْرِ طَرِيقِهِ (جابر کہتا ہے میں نے حضرت صادق سے پوچھا
 جرع کیا ہے۔ فرمایا انتہائی جرع ویل و عویل کی پکار کرنا۔ اور منہ پر ٹھاپے لگانا۔ سینہ نہ زنی کرنا
 بال نوچنا ہے۔ اور جس شخص نے نوحہ (ماتم) کیا۔ اس نے صبر چھوڑ دیا۔ اور غیر شرع کام کیا)
 یہ بات الم نشرح ہے۔ کہ ماتمی لوگ یہ جملہ حرکات ویل و عویل کیا کرتے۔ منہ پٹنے۔ سینہ
 کو ٹٹے اور بال اکھڑتے اور نوحہ کرتے ہیں۔ اس لئے حسب فتوے امام والا مقام یہ کافر ہی
 اور خلاف شرع کام کر رہے ہیں۔ کیا ماتمی لوگ ان صریح احادیث ایمر اہل بیت کو بغور
 پڑھکر اس فعل خلاف شرع سے باز آئیں گے۔

ہم نے ممانعت ماتم پر قول خدا اور قول رسول قول جناب امیرؑ اور اقوال امام جعفر
 صادقؑ پیش کر دیئے ہیں۔ کہ خدا و رسول خدا نے صبر کا حکم دیا۔ اور جرع سے منع کیا
 ہے۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے قول و فعل سے اختیار صبر و ترک جرع کا فتوے
 دیدیا ہے۔ پھر حضرت صادقؑ نے تو صریح الفاظ میں جرع کی تشریح فرما کر فتوے دیدیا
 ہے۔ کہ جرع فزع کرنے والے سب کافر ہیں۔ ایسا ہی جناب امام حسینؑ نے بھی اپنے عمل

جانب صفحہ ۳۱۴ ایہ بھی شیخ کی مست کتاب حدیث فزع کا جلد ۲ ص ۱۱۱۔ کمال اللہ بن عبد اللہ بن عباس
 لِقَاطِلِهِ لَا تَجْمَعُ عَلَى وَجْهِهِ وَلَا تَرَجِي عَلَى شَعْرِهِ وَلَا تَلْدِي بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيلِ عَلَى نَاحِيَتِهِ
 (رسول نے بوقت وفات حضرت فاطمہؑ کو فرمایا میری وفات پر نہ پٹنا بال اکھڑنا اور نہ نوحہ کرنا)

سے بتا دیا کہ خواہ کیسی ہی مصیبت پیش آئے جس کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔ چنانچہ فرمود
 کافی جلد اس کتاب میں ہے۔ لَمَّا أَصِيبَ أُمَيَّرُ الْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ
 إِلَى الْخُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ بِأَمْدَانِ فَلَمَّا قَرَأَ الْكِتَابَ قَالَ يَا لَهَا مِنْ
 مُصِيبَةٍ مَا أَعْظَمَهَا مَعَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ مَنْ أَصِيبَ
 مِنْكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَلْيَنْزِلْ رُفْعَ صَابِ فِي فَاتِكُمْ لَنْ تَصَابَ بِمُصِيبَةٍ أَعْظَمَ مِنْهَا
 وَصَدَقَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ (جب جناب امیر کی شہادت کا واقعہ ہوا۔ حضرت
 امام حسینؑ نے اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ کو آپ کی وفات کی اطلاع بھیجی جب امام حسینؑ
 نے خط پڑھا۔ فرماتے ہوئے کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا
 ہے کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پیش آجائے۔ وہ میرے واقعہ دیکھ وفات کی مصیبت
 کو یاد کرے۔ کیونکہ وفات رسولؐ سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت نہ ہوگی۔
 اور حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے) یعنی حضرت امام حسینؑ نے اس خبر وحشت اثر کو سن کر
 ذرہ بھر جھنجھ و فزع نہ کی۔ بلکہ جبر و شکیبائی سے کام لیا۔ اور یہ فرمایا کہ وفات رسولؐ سے بڑھ کر
 بقول آنحضرتؐ مسلمانوں کے لئے کوئی مصیبت نہیں ہے پھر جب اس پر بھی صبر کا حکم
 ہے۔ تو پھر کس مصیبت پر بے صبری کرنا جائز ہو سکتا ہے۔

امام حسینؑ کی آخری وصیت

شیخ کی معتبر کتاب انوار البصائر جلد ۲۹ میں ہے کہ جناب سید الشہداء امام حسینؑ
 نے کہ بلائے مسئلے میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا کہ اے بہن جو میرا حق تم پر
 ہے۔ اسی کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفاقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں
 تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا۔ کہ تم فاطمہ زہراؑ کی بیٹی ہو جیسا
 انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اسی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا
 اس سے زیادہ واضح دلائل اس امر کی کہ فہمدا کہ بلا کی مصیبت میں منہ پیٹنا سینہ نہ کوئی کرنا
 ناجائز ہے۔ اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود سید الشہداء نے اپنی ہمشیرہ کو آخری وقت میں وصیت
 فرمادی کہ میری شہادت پر جھنجھ و فزع نہ کرنا نہ منہ پیٹنا نہ بال نوچنا۔ نہ گریبان چاک کرنا
 بلکہ ایسا ہی صبر کرنا جیسا جناب سیدہ نے وفات رسولؐ پر صبر کیا۔ پھر جو لوگ اس کے خلاف

امام حسینؑ میں اس قدر طوفان بے تیغی برپا کرتے ہیں کہ عورتیں مرد جمع ہو کر سیدہ کوٹنے منہ پیٹنے
کے واسطے کی دوائی سے زمین ہلا دیتے ہیں۔ یہ سیدہ الشہداء حضرت امام حسینؑ کے حکم کی
نافرمانی کرتے اور خدا و رسول کو ناراض کرتے ہیں۔ نہ ہی اگر بھوتو پھر تم سے خدا سمجھے۔
فی زمانہ جو رواج ہو گیا ہے کہ مجلس ماتم میں جوان مرد اور جوان عورتیں زرق برق پوشاکیں پہنے
انگھلیں میں کاجل لگائے بالوں کو مسٹر تیل لگا کر کشگی پٹی کئے ایک دوسرے کی دید بازی کے
لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور راگ ممنوع میں شر اور تال سے مرثیہ خوانی ہوتی اور سیدہ زنی کی
جاتی ہے۔ اور تغزیہ پر نذر و نیاز جڑے گئے جاتے سجدے ہوتے عرصیاں گزاری جاتی
ہیں۔ یہ سب شرک و بدعت ہے۔ جس کی مخالفت نہ کتب اہل السنۃ بلکہ کتب اہل تشیع
میں بھی بالشریح لکھی ہے چنانچہ خلیعہ کی ایک نہایت معتبر تفسیر عمدۃ البیان مطبع یوسفی
دہلی کے صفحہ ۲۷ میں ذیل آیت **وَلَكِن لَّوْكَفِّرُنَا خَيْرٌ لِّكَ مَا هُوَ**۔

یہ آیت حقیقت میں امام حسینؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس واسطے کہ جو کچھ آیت میں ہے
وہ ان کے صل پر صادق آتا ہے۔ اور دوسرے شخص کو ہم ایسا نہیں کہتے ہیں۔ اور یہ معرکہ
آنحضرتؐ کا بڑا معرکہ ہے۔ اور ردناؤ لانا ان کی مصیبت پر ثواب عظیم رکھتا ہے۔ لیکن اکثر
آدمی محرم میں بدعت کر کے ثواب کو ضائع کرتے ہیں۔ باجے بجاتے اور بجاتے ہیں۔ اور مرنیوں
میں جھوٹی روایتیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں۔ اور غلو اور تغویض کی بدلیوں
کو مجلسوں میں بیان کر کے لوگوں کے ایمان کو فاسد کرتے ہیں۔ اور جو راگ کہ شرع میں ممنوع
ہیں۔ اس میں مرنیوں کو پڑھتے ہیں۔ اور عورتیں بلند آواز سے مرنیوں کو پڑھتی ہیں۔ اور ناظم
ان کی آواز کو سنتے ہیں۔ ان امور میں مومنین کو اجتناب لازم ہے۔ اور تغریوں پر محتاج
آدمی تو اپنی احتیاج کی مانند ہے۔ اور یا کاغذ کی روٹی کتر کر مانند ہے۔ اس مرد
سے کہ اگر میری آسودگی اور فراغت ہوئی۔ تو میں چاندی کی روٹی گھڑا کر تغزیہ پر چڑھاؤں گا
اور بے اولاد آدمی کا غذا لٹکا کر تغزیہ پر مانند ہے۔ اس ارادہ سے کہ اگر
ہمارے بیٹا پیدا ہوگا۔ تو ہم چاندی کا لٹکا گھڑا کر تغزیہ پر چڑھاؤں گے۔ اول کہ یہ
تصویر انسانی ہے۔ اور تصویر کے بنانے سے اجتناب لازم ہے۔ اور سوا اس کے حاجت
کا طلب کرنا بردردگار سے چاہئے کہ وہ قاضی الحاجات ہے۔ نہ غیر اس کا۔ ہاں حضرات
اربابہ معصومین علیہم السلام سے شفاعت کا چاہنا کہ خدا تعالیٰ ہماری حاجت بر لاوے اور

ان کے واسطے دعا مانگنا موجب قضا کے حاجت اور باعث حصول مقصد ہے جیسے کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اور بعض جہلاء تعزیر کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ طریق کفار و مشرکین کا ہے۔ اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ اور تعزیر اور عظیم پر زیارت کا پڑھنا نہ چاہیے۔ البتہ اگر کر بلا، محلے کی طرف منہ کر کے حضرت امام حسینؑ کے روضہ کی نیت سے زیارت پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے۔

دیکھئے سیدہ عمار علی جو ایک غالی شیعہ ہے۔ وہ بھی اپنی کتاب میں بدعات تعزیر کی سخت مذمت کرتا ہے کیا شیعہ ان بدعات سے باز آئیں گے۔

یہ ماتم بھی عجیب ہے کہ دھول بجا کر گتہ بازی کی جاتی ہے۔ تعزیر کے ہمراہ شاہان بزاری کا جگٹھا ہوتا ہے جو سو یا برہنہ تعزیر کے آگے سلامی کرتی جاتی ہیں۔ دیدہ باز لوگ اس دلفریب منظر کو غیبت سمجھ کر حظ اٹھاتے ہیں۔ کیا یہ یزیدی گروہ کے جشن کی نقالی نہیں ہے۔ جنہوں نے جناب امام حسینؑ کو شہید کر کے دھول دیا اور بجائے اور محفلہائے شادمانی قائم کیں۔ ہاں ہمیں یہ تو بتایا جائے کہ قاتلان حسینؑ کون رک تھے۔ یہی مخلصان شیعہ تھے جس پر کتب شیعہ بالاتفاق شاہد ہیں۔

قاتلان حسینؑ شیعہ تھے

شیعہ کی کتابوں میں بالضرر صریح لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو اہل کوفہ نے جو شیعیا علیؑ کا مولد و مسکن تھا۔ بے قہر و تاکید دی خطوط لکھ کر بلوایا۔ آپ نے پہلے اپنے عزیز و بھائی حضرت امام مسلمؑ کو مدانہ کیا۔ ان کو مدہ ان کے صغیر السن دو صاحبزادوں کے بڑی سیدہ سے شہید کیا گیا۔ پھر جب امام والا ہمام پہنچے۔ آپ کو بھی انہی شیعوں نے جو آپ کی بیعت کر چکے تھے۔ شہید کیا۔

شیعیان کوفہ کی خط و کتابت

شیعہ کی مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ رامپور ص ۲۵ میں لکھا ہے۔ وَكَانَ أَهْلُ الْكُوفَةِ هَلَاكًا مُعَاوِيَةَ وَعَرَفُوا خَبَرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاجْتَمَعَتِ الشَّيْعَةُ وَالْبُلُوكُ إِلَيْهِ تَمَرُّسًا حَوْلًا لِكِتَابِ مَعَ حَبِيبِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَحَبِيبِ اللَّهِ بْنِ وَالِيٍّ خُزَّاجًا مُسَرَّعِينَ حَتَّى قَدِمُوا عَلَى الْحُسَيْنِ بِمَكَّةَ لِعَشْرِ مَضَيْنٍ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ مَضَانِ

(جب امیر معاویہ کی خبر وفات اہل کوفہ کو پہنچی۔ اور امام حسین کی ہجرت مکہ کا حال معلوم ہوا تو تمام شیعہ نے مجتمع ہو کر بالاتفاق آپ کی طرف خط لکھا۔ اور عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن ابی مرثدہ کے ہاتھ وہ خط روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد وڑھتے ہوئے مکہ معظمہ میں۔ ارہامہ رمضان کو امام صاحب کی خدمت میں جا پہنچے) یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔ کہ ایک دن میں چھ سو خطوط آپ کے پاس جا پہنچے۔ اور بالآخر ان خطوط کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ مذکورہ میں ہے۔ **فَوَرَدَ عَلَيْنَا فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ سِتَّةٌ مِائَةً كِتَابٌ وَتَوَاتُرَتْ الْكُتُبُ حَتَّى اجْتَمَعَ جُنْدٌ اثْنَا عَشَرَ آلْفَ كِتَابٍ** یعنی امام صاحب کے پاس متواتر خط شیعوں کے مختلف جگہ سے بارہ ہزار جمع ہو گئے۔ اور شبی نے روایت کی ہے۔ **وَبَإِيعَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ يَقُومُ أَهْلُ كُوفَةَ عَلَى أَنْ يُخَارِبُوا مَنْ حَارَبَ وَيَسْلُومُوا مَنْ سَلَّمَ** یعنی چالیس ہزار کوفہ کے شیعہ ان نے امام صاحب کی بیعت اس بات پر کی۔ کہ اگر وہ لڑینگے۔ تو ہم لڑینگے۔ اگر وہ صلح کریں۔ تو ہم صلح کریں۔ ان کے تابع دار اور مطیع ہیں۔ آخر الامام صاحب نے مجبور ہو کر ان کی آرزو کے مطابق خط روانہ کیا۔)

فَعِنَا ذَلِكَ رَدَّ جَوَابَ كِتَابِهِمْ بِمَنْحِهِمُ بِالْقَبُولِ وَيَعِدُهُمْ بِمَنْحِهِمُ عَنِ الْوُصُولِ (یعنی امام صاحب نے ان کے خطوط کا جواب مطابق ان کی دل خواہش کے روانہ فرمایا۔ اور وعدہ بہت جلدی کوفہ میں تشریف فرما نے کا دیا۔ اور سفر کوفہ کا قصد مسلم امام صاحب کا ہوا) امام شیعہ کی معتبر کتاب خلاصۃ المصابیہ ص ۱۱۱ میں ہے۔ کہ جب امام حسین عظیم اعدائے مرقوم مطہر رسول خدا صلعم سے جدا ہوئے۔ تیسری تاریخ شعبان کو مکہ معظمہ میں کوفیان پر دغا دینے والے علی الاصل حضرت کی خدمت میں بھیجے۔ بعض ناموں کا مضمون یہ تھا۔ **كَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامٌ قَاتِلٌ لَعَلَّ لِلّٰهِ اَنْ يَجْعَلَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ** یعنی اے حضرت ہم امام دیشوا نہیں رکھتے۔ جلدی تشریف لایے۔ شاید خدا حق کو ہمارے ہاتھ پر جاری کر دے اور شیت بن ربیع وغیرہ شیعہ نے بایں طور خط لکھ کر روانہ کیا۔ **اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اُخْصِرَتْ اَلْبَحَاثُ وَابْتُعَتْ اَلْاَسْرَارُ قَاتِلٌ مَّ عَلَيْنَا لَكَ جُنْدٌ عَلَى جُنْدٍ وَالسَّلَامُ** (یعنی بعد حمد و صلوات کے تحقیق صحرا و بیابان سبز و خوشی میں ہیں۔ اور درخت میوہ جات بارور ہیں۔ پس آپ ہماری طرف تشریف لائے۔ کہ فوج کثیر آپ کی نصرت و امداد کے لئے

ہیا ہے۔ اور شب روز انتظار کرتے ہیں حج نیز کتاب مذکور ص ۶ میں لکھا ہے۔
 کہ جب امام علیہ السلام کو راستہ میں خبر شہادت امام مسلم منکی ہوئی۔ تو آپ نے تمام شکر
 جمع کیا۔ اور فرمایا۔ وَقَدْ خَلَا لَنَا شَيْعَتُنَا فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ فَلَا تَهْرَافُوا فَلْيَقْرَأُوا
 فِي غَيْرِ حَرْجٍ كَيْسَ عَلَيْهِ ذِرَّ مَا مَرَّ النَّحْلُ اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کو ذیل
 و خوار کرنے والے شیعہ ہی لوگ تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا۔ کہ بیشک ہمیں ہمارے شیعہ
 نے ہلا کر خوار کیا۔ اور نصرت سے ہاتھ اٹھالیا۔ پس اب جو چاہے واپس چلا جائے۔
 جو چاہے ہمارے ساتھ ہے جو چلا جائے اسے کچھ حرج نہیں ہوگا۔ اس کے آگے لکھا
 ہے کہ امام صاحب سے یہ بات سنکر بہت سے دنیا پرست لوگ آپ سے علیحدہ ہو گئے
 جو مدینہ کے آپ کے ساتھ آئے۔ انہوں نے شہادت پائی۔

امام علیہ السلام نے بعد نماز جو خطبہ پڑھا۔ اس میں یہ الفاظ تھے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي
 لَهَافٍ لَكُمْ حَتَّى أَتُخَيِّرَ لَكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ كَارِهِينَ لِمَقْدَرٍ مِمِّي لَنَصْرَفْتُ عَنْكُمْ
 (اے اہل کوفہ میں نہیں آیا۔ مگر جب تمہارے بہت نامے میری طلب کو پہنچے۔ اگر تم
 عہد و پیمان پر ثابت ہو تو تازہ عہد کرو تا کہ مجھے اطمینان ہو۔ اور اگر تم میرے آگے
 سے منکر ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں پھر لوٹ جاؤں الخ)

شیعہ کا ایک خط

شیعہ کی مستند کتاب جلاء العیون جلد ۲ ص ۳۲ میں ایک خط شیعہ کوفہ کا بریں مضمون
 سطور ہے۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ یہ نامہ سلیمان بن ضرر و سیب بن خنجر
 و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مطاہر اور جمیع شعیان و مومنین اہل کوفہ کی جانب
 سے بخیریت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو۔ اور
 ہم اس نعمتہائے کاملہ خدا پر جو ہم پر ہیں۔ حمد کرتے ہیں۔ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں
 کہ اس نے آپ کے دشمن جبار و معاند کو کہ بغیر رضا مندی امت ان پر حاکم ہوا تھا۔
 ہلاک کیا۔ اور وہ سچور و عدوان امت پر حاکم ہوا۔ اور ان کے اموال میں ناقص تصرف
 کیا۔ اور نیکان امت کو قتل کیا۔ اور بد اطواروں کو نیکوں پر مسلط کیا۔ اور اموال
 خدا کو مالداروں اور جباروں پر تقسیم کیا۔ خدا اسے نفرین کرے جس طرح قوم ثمود پر نفرین

کی۔ اور واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی امام پیشوا نہیں پس آپ ہماری طرف توجہ کیجئے۔ اور ہمارے شہر میں قدم رکھ فرمائیے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کو آپ کی برکت سے ظاہر کرے۔ اور لعان بن بشیر حاکم نہایت ذلیل و خوار دارالامارہ میں بیٹھا ہے۔ اور ہم جمعہ وعیدین کو وہاں پڑھنے نہیں جاتے ہیں۔ اور جب آپ کی خبر تشریف آوری کی ہمکو ملیگی۔ تو ہم اسے کوفہ سے نکال دینگے۔

دوسرا خط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ غرض شیعوں اور فردیوں و مخلصوں کی طرف سے محمد امام حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ اباعد بہت جلد آپ اپنے دوستوں ہلو خواہوں کے پاس تشریف لائیے کہ جمع مردمان ولایت منتظر قدم مہینت لزوم ہیں۔ اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں۔ البتہ بہ تعجیل تمام ہم شتا قوں کے پاس تشریف لائیے۔ والسلام۔

امام حسین علیہ السلام کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ خط حسین بن علی کا مومنون مسلمانوں شیعیان کی طرف ہے۔ اباعد بہت قاصد دل اور بہت مار خطو آنے کے بعد جو تم نے مجھے خط ہا دجہ کے ہاتھ بھیجا مجھے پہنچا۔ تمہارے سب خطوط سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں مجھے نکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ بہت جلدی تشریف لائیے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو حق ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے ہار و پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں۔ کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے۔ بشورہ قتلا رو دانا یا بان و اشرف دوزرگان قوم لکھا ہے۔ یہ وقت میں انشاء اللہ بہت جلدی تمہارے پاس چلا آدنگا۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں امام وہی ہے جو درمیان مردم بکتاب خدا حکم اور آیت قیام کرے۔ اور قدم جادہ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے۔ اور لوگوں کو دین حق پرستقیم رکھے۔ (جلال العین ص ۳۲) اس تمام خط و کتابت کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ شیعیان کوفہ نے کس نیت و سماجت سے اراد تہذاتہ اور مخلصانہ خطوط لکھ کر امام علیہ السلام کو بلوایا۔ اور آخر انہی

بلانے والے مخلص شیعوں نے آپ کو تیغ جفا سے شہید کیا۔ جیسا کہ جلال العیون جلیلہ ص ۲۶ میں تصریح ہے۔

”پس بیس ہزار مردم عراقی نے امام حسینؑ سے ہجرت کی تھی۔ خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر کھینچی۔ اور تلوار ہجرت ہائے حسینؑ ان کی گردنوں میں نغی کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔“

اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے کہ امامؑ نے شیعیان کوفہ کو میدان کربلا میں کہا۔ کہ تم نے مجھے طلب کیا۔ اور اٹھارہ ہفت کے دم بھرے۔ اور اب میری جان کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ اور حالانکہ میری طرف سے کوئی ایسا بیوفائی کی بات یہ نسبت تمہارے واقعہ نہیں ہوئی۔

ماتم حسینؑ کی ابتدا

کتب شیعہ میں اس امر کی بھی تصریح ہے۔ کہ امامؑ مظلوم کو شہید کر دینے کے بعد ماتم حسینؑ کرنے والے بھی وہی آپ کے قاتل شیعہ غداران کوفہ تھے۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم حسینؑ میں ہے۔ کہ جب امام صاحب شہید ہو گئے۔ تو اہل کوفہ وغیرہ نے اس قدر ماتم کیا۔ کہ کسی کو ضبط کرنے کی تاب نہ رہی **فَجَعَلَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَنْوَحُونَ وَيَبْكُونَ** تب ابن حسینؑ نے فرمایا۔ **فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بِصَوْتٍ ضَعِيفٍ أَيْبَكُونْ مِنْ أَجْلِنا** **فَمِنْ ذَلِكَ يَوْمٍ قَتَلْنَا** یعنی جب شیعیان کوفہ نے ماتم برپا کیا تو فرمایا زین العابدینؑ نے باریک آواز سے اب تم لوگ روتے اور چلا تے ہو ہمارے لئے۔ یہ تو بتاؤ کہ ہمیں ذبح کس نے کیا۔ (یعنی تم ہی تو ہمارے قاتل ہو۔ پھر روتے چلاتے کا کیا منہ)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ میں ہے۔ کہ حضرت ام کلثومؑ نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے فرمایا **تَهَارَاتِ كَلْثُومُ أَطْلَعَتْ سَاءَ سَهَابٍ مِنَ الْحَمَلِ وَقَالَتْ لَمْ يَأْتِ أَهْلَ الْكُوفَةِ قَتْلُنَا** **بِرَجَائِكُمْ وَتَبَكُّنَا فِئَاءَكُمْ قَالُوا كَمْ بَيْنُنَا وَبَيْنَكُمْ اللَّهُ يَوْمَ الْفَصْلِ الْقَضَايَا**۔ (یعنی مائی صاحبہ ام کلثومؑ نے محل سے اپنا سر نکال کر فرمایا۔ کہ چپ رہو اے کوفیو تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا۔ اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ عجب ہے بر ذریعہ قیامت ہمارے اور تمہارے درمیان خدا خود فیصلہ کرے گا۔ اور بدکرداروں کو جہنم میں ڈال کرے گا)

خبر ماتم صفت میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا۔ اَيُّهَا النَّاسُ نَاشِدُكُمْ
لَدَيْهِ هَلْ تَعْلَمُونَ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ اِنِّى اَبْنِى وَخَدَّ عُمُوْكَ (یعنی اے گروہ مہولہ قسم ہے
مرد و گار کی ملکہ بچہ کہو۔ جو میں کہتا ہوں۔ کہ تم نے کس قدر خط میسرے والہ زبردگار کے نام تحریر
تھے پھر تم نے میرے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ظلم و ستم پر پھر باز دھلی۔

حضرت زینبؓ کا خطبہ

خبر ماتم صفت میں ہے۔ کہ حضرت زینبؓ نے جب اہل کوفہ کا رونائٹینا دیکھا۔ تو اپنے ایک
لبہ بڑھا۔ جس میں ان بیوہ فارشیوں کا کمان حسینؑ کو بددعا کی گئی۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى اَبْنِى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ الطَّيِّبِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَيَا اَهْلَ الْكُوفَةِ
تَكُوْنُوْنَ وَتَحْبُوْنَ اِىَّى وَاَللّٰهُ مَا كُنُوْا كَثِيْرًا وَاَصْحٰكُوْا اَقْلِيْلًا (یعنی فرمایا مائی صاحبہ
وہ حمد و صلوة کے کہ اسے اہل کوفہ اب تم روتے اور رقت کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے
مرد و تم بہت اور تھوڑے ہنسو (یعنی ہمیشہ روتے پٹتے رہو۔ اور ہنسی کبھی تمہارے نصیب
ہو) کسی پنجابی شاعر نے مائی صاحبہ کے خطبہ کا مضمون پنجابی شعروں میں حسب ذیل کیا ہے)

مائی صاحبہؓ کی بددعا

خاطر کارن اہل البیتاں گھولیاں خوب زبانوں
مرغیہ پڑھدے ڈھول جاندے ہے ہے شہزادیاں
کہیا فقیر لکھار لکھو کوچ کتا ندے آوے
دین و نیدے اندر دامت عزت ہے تساہی
بی بی کہیا چپ کروتاں دساں حقیقت ساری
واہ سبحان اللہ کیا مطلب بی بی کھول سنایا
پڑھاں درود رسول اللہ تے جسد اشان سوایا
جس نے خبراں صبر الیاں سائوں کھول سنایاں
شالار دمدے پٹدے چاؤ سارے اس جہاں
روز مشترک وقت تساو ایںویں رب نیکہاں

میں دن ماتم قائم کیتا کو فیاں بے ایماناں
خلیاں باہر میں الائے ماتم سخت اٹھایا
میں امام حسینؑ ولیدی شن کے ایضہ فرادے
تم والیاں بول الایا سن توں سید زادی
تمہرے برتیرے داکرے رو ندے زار و زاری
شن کے سخن ہوئے کادہ ساکت بی بی نے فرمایا
تمہرے کراں اس رمبی جس نے ملک کوسایا
میں نے سچیاں خبراں رختیں ظاہر کرد کھلایا
وہ عارف خداوندہ گئے سچے دلوں بجاؤں
میں سائوں کہے نہ ہو کہ نار بکے ہساؤ

پتی دعا قبول مانی دی گیتی پاک اپنی دیکھو جن تک سارا لوطہ ہے اندر گمراہی
چڑھ کے سال ایچ ماتم کروے رب تغیر نہ دے دل و جہنم تک امام مکرم سخت کرے

پہلا ماتمی زید ہے

اخبار ماتم میں یہ بھی لکھا ہے کہ سب سے اول ماتم زید عقیقہ کے گھر ہوا۔ اس لئے ماتم گویا
زید کی سنت ہے۔ باقی سب ماتمی اس کے متبع ہیں۔ چنانچہ اخبار ماتم ص ۹۶ میں ہے
لَمَّا جَلَسْنَا بَيْنَ يَزِيدَ رَأَى لَنَا وَالْطِفْلَانِ وَأَصْرًا بِأَهْلٍ لَيْتَ حُسَيْنَ أَنْ يَدُورَ
دَاسِرًا فَلَمَّا دَخَلَتِ التَّيْمَةُ دَاسِرَ يَزِيدَ لَمْ يَبْقَ مِنْ آلِ مَعَاوِيَةَ وَارِثِي
سُفْيَانَ أَحَدٌ إِذْ اسْتَقْبَلَهُنَّ بِالْبُكَاءِ وَالصَّارِخِ وَالنِّكَاحَةِ عَلَى الْحُسَيْنِ وَ
خَرَجَتْ هُنْدٌ حَتَّى شَقَّتِ الشَّرَّ وَهِيَ حَاسِرَةٌ فَقَالَتْ يَا يَزِيدُ مَرَّاسُ
بُنِ فَاطِمَةَ مَصْلُوبٌ عَلَى فَنَاءٍ بَاقٍ قَوْنَبُ أَيُّهَا يَزِيدُ فَعَطَا هَا وَقَالَ لَكُمْ
كَأَعُولِي عَلَيَّ يَا هِنْدُ كُ وَالْعَيْنُ مَا عَلَيْهِنَّ مِنَ الثِّيَابِ وَالْحُلِيِّ وَالْقَمَنِ
الْمَاتَمَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ أَيَّامٍ وَجَعَلَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَتَوَخَّوْنَ أَنْ يَكُونُوا فَقَالَتْ
تَرَيْتُمْ مَا هَذَا الْبُكَاءُ فَقَالُوا كَا جَلِ أَخِيكَ وَاسْتَأْذَنَتْ إِلَى النَّاسِ اسْأَلُوْا
فَسَلَّتِ الْكَاهِنَ قَامَرُ ثَعْلَبَاتِ الْأَنْفَسِ فَقَالَتْ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْحَمْدُ

(جب اہل بیت زید کے سامنے لائے گئے۔ بڑی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ اور
اہل بیت کے لئے حکم کیا۔ کہ میرے گھر داخل کئے جائیں۔ جب مستورات زید کے گھر
داخل ہوئیں۔ بنو سفیان کی تمام عورتیں روئے پیچھے لگیں۔ اور امام حسینؑ پر نوہ شروع
کر دیا۔ ہندہ زوجہ زید پر پردہ پھاڑ کر برہنہ بدن باہر نکل پڑی۔ اور کہنے لگی۔ اے زید
کیا جگر گوشہ فاطمہ (حسینؑ) کا سر مبارک نیزہ پر تانا ہو امیر کے گھر کے دروازہ پر
رکھا ہوا ہے۔ زید اپنی عورت کے پاس کود کر گیا۔ اور اس کو کپڑوں سے ڈھانچا۔ اور
کہا ہاں۔ تم اسپر ماتم کرو۔ کپڑے اور زیور اس پر اتار پھینکو۔ اور تین دن صاف ماتم کجی
رکھو۔ اس پر اہل کوفہ ماتم کرنے اور رونے پڑنے لگے۔ تو حضرت زینبؑ (ہمیشہ امام
حسینؑ) نے کہا۔ یہ شور و فغاں کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ تمہارے بھائی کا ماتم ہے
بی بی صاحبہ نے کہا۔ چپ کر دو۔ گھر بال چپ کر لئے گئے۔ اور شور بند ہوا۔ تو آپ

نصیح و بلخ خطاب پڑھنے لگیں۔ (جس میں بدو عارگی گئی)

شیخہ عزیز کریں کہ وہ ماتم کرتے ہیں کس کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور پہلا ماتمی کو شیخہ ہے
اور کس کے گھر سے پہلے یہ رسم شروع ہوئی۔ جب شیخہ کی متبرکتی تصریح ہے کہ ماتم
کو جو انوں کا پہلا امام یزید عفید ہے۔ تو ان کو شرم کرنا چاہئے۔ کہ کس کی تقلید کر رہے ہیں
ایک شاعر نے کیسا عبرت آموز مضمون اس کے متعلق نظم میں بیان کیا ہے۔

نظم اردو

ابن حیدر کو تھا کوفہ میں بلایا کس نے
سچ کہو جھوٹا نہ کہنا کہڑلا یا کس نے
دشت پر کرب و دلا میں تھا لٹا یا کس نے
نور زہرا کی شعاعوں کو بجھایا کس نے
آتش جو رو جفا سے تھا جلا یا کس نے
قتل کر رتبہ اسلام گھٹایا کس نے
سچ کہو خون پیغمبر کا بہایا کس نے
بہتی ندیوں سے تھا پھر مارا یا کس نے
خیمہ کو کرب و دلا میں تھا جلا یا کس نے
دشت پر خار میں لی لوٹ لوٹایا کس نے
حیف اس عہد محبت کو بجھایا کس نے
در بدر خاک بسر ان کو پھرایا کس نے
لکھ کے خط مکہ سے تھا انکو بلایا کس نے
خاک اور دھوپ ہیں تھا انکو گرایا کس نے
روش نورانی پہ تھا گھڑا اور ڈرایا کس نے
پے پے کہڑی کو تھا ان پہ چلایا کس نے
بیچ پاؤں کے گرا ان کو روڈ لایا کس نے
ہے جو ان کی مقبر کل کتب میں نکھا ہوا
قلب کے کوڑھی تھے وہ اور بد دعا تھے وہ سدا

بے ادب کون تھا اور ظلم کیا یا کس نے
کس نے خط بھیجے فدا کیھو کتا میں اپنی
کس سروے کے دو لارے پہ چلا کر خنجر
وہ حسین ابن علی تخت جگر پاک نبی
تھا جو گلزار محمد کا وہ تازہ پودا
نفر اسلام کو بل یوسف ثانی کو دہاں
قتل احمد تھا وہ لاریب جو تھا قتل حسین
کس نے تشنوں پہ کیا بند تھا پانی پینا
خانہ زہرا کے جلانے کی ہے تہمت کن پر
حضرت فاطمہ زہرا کے جگر کی دولت
ایک سو ایک سے دعوے تھا محبت بزرگ
ان تطہیر جو تھیں پر وہ شہباز امام
تھیں بیٹھے تھے بہ آرام جو مردان خدا
پر جبریل کے سایہ میں جو رہتے تھے سدا
ہو گیا تیروں سے چھلنی تھا وہ جسم اللہ
بوسہ گاہ پاک محمد تھے جو انور شفیقین
دوش سروڑ پر سواری تھے جو کرتے رہتے
تھا شیعان علی کا سبک سب جو رو جفا
دیکھ لو تم کوفہ کے وہ جلد شیعان علی

چلتے سب خطوات پر جن کے مختار حسین روتے ہیں اور سینہ کو پی سے نہیں ملنے دیا
کام اٹکا ہے یہی اباء اور اجداد سے چل بیٹے اس جہاں سے کرتے یہ آہ و بکا

ایک اور دلیل

ماتم کے ناجائز ہونے پر ایک اور روشن دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم پارہ ۲ میں ہے
وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْسِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ (یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں شہید
ہوں۔ ان کو مڑے سے مت کہو) نیز پارہ ۴ میں ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا (یعنی جو خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں۔ ان کی نسبت مڑے
ہونے کا گمان بھی نہ کرو) پھر سید الشہداء کو مڑہ قرار دیکر ان کا ماتم کرنا قرآن پاک
کی ان آیات کی تکذیب کرنا ہے۔ تعزیر کے عدم حوازی پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ
کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ص ۳۱ میں ہے۔ مَنْ جَدَّ قَبْرًا أَوْ مَثَلًا مَثَلًا فَفَسَدٌ
خَرِجَ عَنْ الْأَسْلَاحِ (یعنی جس شخص نے کسی قبر کی تجوید کی۔ یا اس کی مثال بنائی۔ وہ
اسلام سے خارج ہو گیا) جب بحکم حدیث قبر کی تجوید یا اس کی مثال بنانا بھی کفر ہے۔
تو پھر تعزیر بنانا بطریق اولیٰ موجب ضلالت ہوا۔

شیعہ کا استدلال

جب قرآن وحدیث اور کتب شیعہ پیٹنے اور سینہ کو پی کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور
شیعہ کو اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ تو بقول الغرانیق یُسْتَبْتُ بِالْحَشِيشِ
(اڈوبے کو تنکے کا سہارا) وہ عجیب مضحکہ خیز دلائل پیش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔
ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو جب بشارت فرزند کی دی گئی۔ فَصَلَّتْ
وَجْهَهَا (اس نے منہ پر ماتم رسید کیا) اس سے پیٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کوئی ان
عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت ملنے پر لوگ خوشی کیا کرتے
ہیں۔ یا ماتم۔ دوسری جگہ بیوی صاحبہ کے ہنسنے کا بھی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔
کہ ماتم کا ایک طریق ہنسنا کو نا بھی ہے۔ یہ آفریں باد بریں عقل و بریں دانش تو
سب لوگ جانتے ہیں کہ عورتوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ بات کرنے لگتی ہیں۔ منہ پر

تھو کہ لیتی ہیں۔ اسی دستور کے مطابق بیوی صاحبہ نے منہ پر ڈاکھ رکھا۔ حالانکہ
 آپ کو اس بشارت کے ملنے سے کمال مستی تھی۔ اور وہی قلبی سست ان کے ہنسنے
 باعث ہو سکتی ہے۔ لیکن شیعہ کی خوش فہمی قابلِ داد ہے۔ کہ اس سے جو آزار ماقم پر
 ارت مستللا کیا جاتا ہے۔

دوسری دلیل

شیعہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام فراقِ یوسف میں بہت روئے
 بنانچہ اٹھائے گئے۔ فرمایا ہے۔ **وَابْيَضَّتْ عَيْنَاكَ مِنَ الْحُزْنِ وَهِيَ كَظِيمٌ**
 یعقوب علیہ السلام کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں۔ اور ان کو بہت رنج تھا
 معلوم نہیں کہ اس آیت میں روئے پٹنے کا کس لفظ سے استدلال کیا جاتا ہے
 اور کس لفظ کا معنی روزنا پٹنا لیا جاتا ہے۔ یہ آیت ان کی دلیل نہیں۔ بلکہ ان کی
 صریح تردید ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت یعقوب کو یوسف کے فراق کا
 رنج و غم تھا۔ کہ غم کی وجہ سے انکا دماغ کمزور ہو کر بصارت جاتی رہی تھی
 شیعہ کا خیال صحیح ہو۔ **تَوَوَّنَ الْحُزْنَ** کی جگہ **مِنَ الْبُكَاءِ** والا صریح ہونا چاہئے
 حالانکہ آیت میں ایسا نہیں ہے۔ اگر روزنا پٹنا بصارت کے زوال کا باعث
 ہوتا۔ تو آج دنیا کے کل مائمی شیعہ جو زیادہ نہیں تو سال میں ایک دفعہ تو اس قدر
 بکا کرتے ہیں۔ کہ نمونہ محشر برپا ہو جاتا ہے۔ تمام اندھے نظر آتے۔ حالانکہ ہم نے
 مائمی مائمی ماتم کی وجہ سے اندھا ہوا ہوا نہیں دیکھا۔ یہ اس امر کا صریح ثبوت ہے۔ کہ
 مائمی لوگوں کے دلوں میں رنج و غم کا ذرہ بھی وجود نہیں ہے۔ ان کا یہ گریہ و بکا انکی
 سینہ کو بی و طمانچہ زنی صرف چاول پلاؤ ڈھانسنے کی خاطر ہے۔ اولیٰس۔ اگر
 شیعہ لوگ اس موقع پر دیگ نہ بچایا کریں۔ تو مجلس ماتم میں اُتو بولا کریں۔ صرف
 بلاؤ زردہ کی خاطر میراثی قلندر اور سنی وغیرہ ماتم حسین کے بہانہ سے جمع ہو جائے
 ہیں۔ اور مجلس کی رونق ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ کارنامہ نیرید کو اس شان و شوکت سے ہمیشہ تازہ کیا جاتا
 ہے۔ کہ روح نیرید کو اس سے کمال خوشی ہوتی ہوگی۔ اور یوں تو ذاکروں۔ مشربہ خوانوں
 نیرید علیہ ما علیہ کا ایسا احسان عظیم ہے۔ کہ اس کا شکر تہ ان سے ادا ہونا محال ہے

اگر زیرِ عصی یہ کرتا نہ کرتا۔ تو ان گھر گداؤں کو کون پوچھتا۔ ماہِ محرم ان لوگوں کے لئے گویا ماہِ عید ہوتا ہے۔ پہلے کے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ بیاضیں لے رات بھر مرثیہ یا دیکھا کرتے ہیں۔ حلق سنوارتے۔ منہ بناتے اور تال سر پکاتے رہتے ہیں۔ ادھر ماہِ محرم شروع ہوا۔ اُدھر ان پر چاندی برسے لگی۔ جا بجا ان کی آؤ کھجکت ہوئے لگتی ہے۔ روٹیاں نفٹ کی ملتی ہیں۔ اور روپے پیسے الگ الگ ان کو تو زبرد کے نام کی ماہِ شہرِ بنی بنی چاہئے اور اس کے نام کا سجدہ کرنا چاہئے۔

غرض کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ ماتم کی رسم کس پیغمبر یا کس امام یا ولی کی ایجاد ہے۔ اگر یہ ماتم باعثِ ثواب ہوتا۔ تو ایسے معصومین اس سے محروم نہ رہتے۔ جب کسی امام نے ایسا نہیں کیا۔ تو اس کو شیطانی ایجاد سمجھنا چاہئے۔ خدا کرے۔ شیعہ حضرات اس بدعتِ سیئہ سے باز آجائیں۔ اور سال بسال سوانگ بنا کر توہینِ اہل بیت کرنے سے اجتناب کریں واللہ ہو الباہدی۔

اب ہم ان اختلافی مسائل پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ جو ہمارے اور شیعہ کے مابین متنازعہ فیہ ہیں۔ اور شیعہ کی کتابوں سے ہی ان کے خلاف استدلال کریں گے۔

بعض اختلافی مسائل

چونکہ شیعہ کو ہر ایک امر میں اہلِ السنۃ والجماعت کی مخالفت کا حکم ہے۔ چنانچہ پہلے یہ حدِ نقل ہو چکی ہے کہ اگر اہلِ سنت کا قول مطابق کتاب اللہ بھی ہو۔ تو بھی حتیٰ اوسع ان کی مخالفت کرنا چاہئے۔ اس لئے معاملات میں عبادات میں ہر ایک بات میں شیعہ اپنی ٹیڑھ امینٹ کی مسجد دنیا سے الگ ہی بنانا چاہتے ہیں۔ ہم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ تو وہ کھول کر ہم چار تکبیر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ تو پانچ پڑھتے ہیں۔ ہم وضو میں پاؤں کو دھوئے ہیں۔ اور نہ مسح کرتے ہیں ہم سلام سنون السلام علیکم کہتے ہیں۔ تو بجائے اس کے یا علیٰ مدد پکارتے ہیں۔ ہم لمبوں کے بال کٹاتے اور ڈاڑھی بقدر قبضہ رکھتے ہیں۔ تو وہ موچیں بڑھاتے اور ڈاڑھی چٹ کر دیتے ہیں۔ ہم مساجد میں نماز کے لئے جاتے ہیں۔ تو وہ دارہ میں بیٹھ کر بھنگ رگڑتے اور حقہ ٹرخاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان چند اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے شیعہ کی کتابوں سے ان کو ان کی غلطی کا قائل

کرنا چاہتے ہیں۔ والہ التوفیق۔

پہلا مسئلہ (نماز درست بستر)

خیال ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر پڑھنے سے نماز ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ پر عقلی اور نقلی بحث کر کے قرآن و حدیث اور کتاب شیعہ سے استدلال کر کے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی مومنین اس کو بڑھکرا رہا ہے۔

عقلی دلیل

نماز عجز و نیاز کا نام ہے۔ اس میں جلسہ قعدہ قیام رکوع و سجود وغیرہ جملہ حرکات و سکنات اظہار عجز و انکسار کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اور غایت درجہ تذلل اور تنفیر مطلوب ہے۔ قرآن حکیم میں ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ بیشک نجات اُن مومنینوں کے لئے ہے۔ جو اپنی نماز میں خضوع و خشوع کرتے ہیں (دوسری جگہ ہے۔ وَ قُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ) خدا کی حضور میں ادب و انکسار سے کھڑے ہو) غرض نماز میں اصل مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے معبود کے سامنے مودبانہ کھڑا ہو کر ذات کبرائی کی عظمت و جلال کا احترام کرتے ہوئے زبان کے ارکان سے اپنی عاجزی۔ انکساری۔ خاکساری کا اظہار کرے تاکہ دیا رحمت باری جوش میں آ کر اس کی سیہ کاریوں اور گناہ گاریوں کو دھو ڈالے۔ اور اس کے لئے اعمال میں نیکی اور ثواب لکھا جائے۔

ہر ایک آدمی عقل سمجھ سکتا ہے۔ کہ طریق عجز و نیاز یہی ہے کہ دست بستہ کھڑے ہو کر اپنے رب العباد کے سامنے عرض و معروض کیا جائے۔ ہاتھ کھول کر اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔ اگر طریق ادب نہیں ہے۔ تم دیکھتے ہو معمولی انسانوں حکام و امراء کے سامنے بھی پیش ہو کر ہاتھ باندھ کر عرض کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک شاہی دربار کا یہی آئین ہے کہ غلام و خدمتگار اور پیشکار و اہل دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ کوئی بھوٹا بڑے یا واجب التعظیم بزرگ کو خط لکھنا شروع کرے۔ تو یوں لکھنا شروع کرتا ہے کہ دست بستہ سلام کے بعد یوں عرض ہے۔ کوئی قاصد کسی بزرگ کی طرف بھیجا جائے۔ تو کہا جاتا ہے کہ میری طرف سے ہاتھ باندھ کر عرض کرنا۔ پھر جب اعلیٰ سرکار

احکم احکامین کے دیباچہ میں دینی و دنیوی برکات حاصل کرنے کی تمنا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگیں۔ تو عرفاً و اصطلاحاً و شرعاً طریق ادب یہی ہے۔ کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں۔ یہ کوئی طریق ادب نہیں ہے۔ کہ ہاتھ کھولے ہوئے اگر کھڑے ہو جائیں۔ بلکہ یہ حدودِ جد کی گستاخی ہوگی۔ خضوع و خشوع اور قنوت اسی میں متصور ہے۔ کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھیں۔ ہاتھ کھولے ہوئے اگر کر سلیوٹ کرنا نصائے کی آیت ہے۔ اسلامی طریق اس سے جداگانہ ہونا چاہئے۔

نقلی دلائل

پہلی دلیل۔ قرآن میں ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَأْ (خدا کی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھ) نحر کا معنی کتب لغت میں ہاتھ باندھنے کا بھی ہے۔ چنانچہ علم لغت کی سب سے بڑی مستند اور متداول کتاب قاموس جلد ۱ ص ۳۳ میں باب الراف فصل النون میں ہے نَحْرُ الْمَرْجُلِ فِي الصَّلَاةِ اِثْتَصَابٌ وَهَذَا صَدْرُكَ اَوْ وَضَعُ يَمِينِكَ عَلَى شِمَالِهِ (نماز میں نحر کا معنی یہ ہے۔ کہ سینہ قلبہ رو سیدھا کر کے یا دائیں ہاتھ کو بائیں پرانہ کر کھڑا ہو) علم لغت سب کے لئے یکسان حجت ہے۔ اور اس سے کسی کو انحرار کی گنجائش نہیں ہے۔ آیت فصل میں چونکہ نماز پڑھنا صاف قرینہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں نَحْرُ کا معنی یہی ہے۔ کہ داہنا ہاتھ بائیں پر رکھ کر ہاتھ باندھے ہوئے نماز پڑھو امام فخر الدین رازی رحمہ نے تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۲ میں آیت مذکور کی تفسیر میں جناب مدنیہ العلم حضرت علی المرتضیٰ کا قول یوں نقل کیا ہے۔ حوالہ اشہر و وضعها علی النحر علی عادۃ الخاشع الخاضع (والنحر کا اشہر اور اظہر معنی یہی ہے۔ کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے۔ جیسے کہ خشوع و خضوع کا طریق ہے) ایسا ہی تقاسیر در منشور معالم التنزیل تیور المقیاس حسینی وغیرہ اور کتب حدیث بخاری۔ ترمذی۔ دارقطنی وغیرہ میں حضرت علی اور ابن عباس اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام کی روایات سے یہی معنی لکھا گیا ہے۔ پھر ایسی صریح اور صاف آیت کے ہوتے ہوئے دوسری کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی

دوسری دلیل۔ حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر خدا کے حضور میں پیش ہوئے۔ تو جوتیاں اتار کر نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور طریق ادب بھی بتایا گیا۔ اور ارشاد ہوا۔

وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (اور باندھ طرف اپنی اپنے ہاتھ
 ادب و نیاز سے) اس واقعہ کا قرآن کریم میں دو جگہ ذکر ہے۔ سورہ قیصص اور
 طہ میں۔ سورہ طہ میں نماز پڑھنے کا یوں ارشاد ہے۔ فَلَمَّا أَتَاهَا يُوسُفُ
 قَالَ أَنَا رَبُّكَ فَأَخْلَعَ قَعْلِيكَ أَتَىكَ بِالْوَادِ الْقَدَسِ طُوبَىٰ وَآلَا اخْتَارَكَ
 لَكَ يُسُفُ لِيَأْيُوحَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ
 لِذِكْرِي (پھر جب یوسفؑ اس آگ کے پاس آئے۔ تو آواز آئی۔ اے یوسفؑ میں
 میں تیرا رب ہوں۔ جو تیاں اتار دے۔ تو ایک پاک وادی میں ہے۔ میں نے
 تجھے چن لیا۔ تو سن جو وحی کی جاتی ہے۔ میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی دوسرا
 معبود نہیں ہے۔ میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز پڑھ)

دوسرے موقع پر سورہ قصص میں اسی واقعہ کا بیان ہوا ہے۔ جہاں عصا ڈالنے
 گریباں میں ہاتھ ڈالنے اور اس کے منور ہو کر نکلنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی جگہ
 وَاضْمِ الْيَدَ الْيُمْنَىٰ بھی مذکور ہے۔ چونکہ بعض آیات بعض کی تفسیر ہوتی ہیں۔ اس لئے
 اگرچہ اس جگہ اقد الصلوٰۃ مذکور نہیں ہے۔ لیکن حکم گویا وہی حکم یہاں بھی موجود ہے
 اور یہاں نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ضم ایک چیز کو دوسری چیز کے
 ساتھ جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ جناح کا معنی ہاتھ ہے۔ جو اس جس ہونے کی وجہ سے واحد
 اور جمع پر اطلاق ہوتا ہے۔ رہب کا معنی عاجزی کا ہے معنی آیت وَاضْمِ الْيَدَ الْيُمْنَىٰ
 ہے۔ کہ اپنے جسم سے اپنا ہاتھ ضم کرے عاجزانہ شکل بنا کر۔ اس سے ہاتھ کے ضم کرنے
 اور عاجزانہ صورت دکھانے کا تو صریح حکم ثابت ہوتا ہے۔ یہ امر کہ واسطے ہاتھ کو بائیں
 کے اوپر یا ندھنا چاہئے۔ سو چونکہ واسطے بائیں سے افضل ہے۔ اس لئے حکم يَدُ الْيُمْنَىٰ
 خَيْرٌ مِّنْ يَدِ الشُّمْلَىٰ (راویہ کا ہاتھ نچلے سے بہتر ہوتا ہے) واسطے کو اوپر اور بائیں
 کو نیچے رکھنا بھی ثابت ہو گیا۔ وہو المقصود۔

جو کہ قرآن کریم میں دو جگہ صریح حکم موجود ہے۔ کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے۔ اور

سورہ کوثر میں نوحیٰ سے مراد قرآنی لینا اس لئے درست نہیں ہے۔ کہ قرآنی کا حکم دینہ طیبہ ہوا
 جبکہ سورہ بقرہ مدنی میں لفظ وَالْهَدْيِ اور سورہ حج مدنی میں مَسْنُوكَا کے لفظ سے اس کا حکم ہوا
 لیکن سورہ کوثر لکھی ہے۔ قرآنی کے حکم سے پہلے ۹ سال تک میں دینہ نماز نازل ہو چکی تھی۔ ۱۲

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اس لئے مزید دلائل کی چڑاں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جن کی
خصم (شیعہ) کے لئے ان کی کتابوں سے بھی استدلال کی ضرورت ہے۔

تیسری دلیل شیعہ کی تفسیر کتاب فروع کافی جلد ۱ ص ۱۹ میں ہے۔ عَنْ شُرَاهِمَةَ قَالَ
إِذَا قَامَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي الصَّلَاةِ جَمَعَتْ بَيْنَ قَدَمَيْهَا وَلَا تَقْرَأُ بَيْنَهُمَا وَتُحْمَلُ
يَدَاهُمَا إِلَى صَدْرِهَا لِمَكَانٍ تَدْنِيهِمَا زِرَارَهُ سے روایت ہے۔ کہا جب عورت
نماز میں کھڑی ہو۔ اپنے دونوں پاؤں ملا کر رکھے۔ اور ان میں فاصلہ نہ ہو۔ اور دونوں
ہاتھ سینہ پر پستانوں کی جگہ باندھ لے۔ بعینہ یہی روایت علی الشرائع ص ۱۳۵ اور تہذیب
الاحکام جلد ۱ ص ۱۶۱ میں موجود ہے۔ پھر جب عورت کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا صحیح حکم
کتب شیعہ میں موجود ہے۔ تو مرد کیوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں۔ کیا صرف عورتوں کیلئے
نماز میں تذلل و انحسار کا حکم ہے۔ اور مردوں کے لئے اگر کر نماز میں فرعونیت دکھانا مطلب
ہے۔ کیا شیعہ اس کا کچھ جواب دے سکتے ہیں۔ احکام قرآن مردوں اور عورتوں کیلئے عبادت
میں یکساں ہیں۔ پھر کس قرآنی دلیل سے عورت کو ہاتھ باندھ کر اور مرد کو کھول کر نماز پڑھنا
ثابت ہے۔ هَاتُوا بُزُؤَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ رَاقِبِينَ۔

چوتھی دلیل۔ شیعہ کی کتابوں سے ثابت ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ
کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتاب لمعة البیضاء ص ۱۱۱ میں تصریح
ہے۔ تو اس وقت ناممکن ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی ہو۔ جب دیگر
امور میں بقول شیعہ تقیہ سے اوقات بسر کرتے تھے۔ تو اقتداء ابوبکرؓ میں بھی ایسا
ہی کرتے ہو گئے۔ پھر شیعہ کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ قیامت تک تقیہ پر
ماور ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتاب من لایحضرہ الفقہ کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے۔ کہ شیعہ
کو چاہئے۔ کہ اہل سنت و الجماعہ کے پیچھے تقیہ کر کے نماز پڑھا کریں۔ اس سے ان کو
بیکس گنا زیادہ نواب ملتا ہے۔ تو بالضرور پھر جو لوگ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ وہ
نواب تقیہ سے محروم رہتے ہیں۔

استدلال شیعہ

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں لکھا ہے۔ وَالطَّيُّبَاتُ عَلَىٰ كُلِّ قَدْ عَلِمَ صَلَواتُہ
وَسَبِّحْہ (پرندے صاف پاندھے عبادت خدا کرتے ہیں۔ خدا ہر ایک کی نماز و تسبیح

رو جانتا ہے) اور ظاہر ہے کہ پرندے ہاتھ کھول کر عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہئے۔

جواب

انسان اشرف المخلوقات ہو کر پرندوں کی اتباع کرے۔ یہ از بس عجیب باب ہے جو انی و انسانی عبادت میں ضرورتیں ہونا چاہئے۔ خدا ان بے تیزوں کو ہدایت کر کے ایسی بے تکی ہانکتے ہیں۔ پرندے تو اپنے بازوؤں کو ہلاتے ہیں۔ پھر شعیوں کو بھی بازو ہلاتے رہنا چاہئے۔ پرندے جدھر منہ آئے اڑتے جاتے ہیں۔ قبلہ کے پابند نہیں۔ لیکن انسان قبلہ کا پابند ہے۔ اور ہمیں ایک جگہ کھڑا رہنے کا حکم ہے وَ قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ (یعنی عجز و انکسار سے یکجا کھڑے ہو کر نماز گزارو) غرض انسان ہو کر لای عقل حیوانات چرند و پرند پر اپنے آپ کو قیاس کرنا۔ ذوی العقول کے لئے زیبا نہیں ہے۔ نہ یہ کوئی دلیل ہے۔ بلکہ مضحکہ اطفال ہے شیعہ کی دلائل کا کیا کہنا۔

دوسری دلیل۔ دوسری دلیل شیعہ کی یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف میں مسلمانوں کو حکم ہے لَا تَلْبِسُوا قَنَادِرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ (اپنے ہتھیاروں کو پکڑ رکھا کریں) یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہاتھ کھولے ہوئے ہوں۔ ہاتھ یا نہ کھلے ہتھیار کس طرح پکڑے جاسکتے ہیں۔

جواب

اول تو نماز خوف پر دوسری نماز کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ وہ بحالت مجبوری ہوتی ہے اس لئے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر ایک فرق لڑنے کو چلایا جاتا ہے۔ دوسری جماعت اگر نماز پڑھتی ہے پھر پہلی جماعت اگر بقیۃ نماز پڑھ لیتی ہے۔ لیکن صلوٰۃ امن میں ایک رکعت پڑھ کر کوئی ایسا عمل کریں۔ تو نماز باطل ہو جاتی ہے دوم شیعہ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ سپاہی ہاتھوں میں ہتھیار پکڑے نہیں رکھتے۔ بلکہ اکثر ہتھیار جسم کے بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور عہد رسالت میں تو ہتھیار ہی اسی قسم کے تھے۔ جو جسم کے بندھے ہوئے ہوتے تھے۔ تلوار مگرے بندھی رہتی تھی۔ تیرتر کش (جھولا) میں پڑے ہوئے جسم کے پیوست ہوتے تھے۔

ایسی صورت میں ہاتھ باندھ کر غازی نماز بھی پڑھ سکتے تھے۔ اور وَلْيَاْخُذْ وَلْيَاْخُذْ
 قَدْ اَسْلَمْتُمْ (تختیار پکڑ رکھنے کی تعمیل بھی ہو جاتی تھی۔ شیعہ کو ایسا استدلال کرتے
 سے شرم آنا چاہئے۔ مگر کیا کریں۔ الغریق یتشبث بالْحَشِيشِ (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا
 ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔

تیسری دلیل۔ شیعہ ایک یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ امام مالکؒ کے نزدیک ہاتھ
 کھول کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

جواب

یہ بھی شیعہ کا ایک دھوکہ ہے۔ حقیقت میں امام مالکؒ مجتہد مذہب نہیں۔ بلکہ ایک اور
 صاحب مالک بن عقیلہ (شیعی) ہیں۔ جنہوں نے اس مسئلہ پر بہت زور دیا۔ شیعہ ہم نامی کی
 وجہ سے اس مسئلہ کو امام مالکؒ کی طرف منسوب کر بیٹھتے ہیں۔ امام مالکؒ کی مشہور و متداول
 کتاب موطا امام مالکؒ موجود ہے۔ اس میں وضع الیدین احمد ہما علی لاخری حدیث
 موجود ہے۔ امام موصوف بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں ہم امام موصوف
 کے مقلد نہیں ہیں۔ کہ قول امام ہم پر حجت ہو سکے۔ یہ سب بوئے دلائل ہیں۔ شیعہ کو چیلنج
 دیا جاتا ہے۔ کہ ہماری کتب صحاح و معتبر کتب فقہ کے ایما اہل بیت۔ حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ
 امام حسینؑ کا مذہب ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ثابت کر دیں۔ بلکہ وہ اپنی کتابوں سے بھی
 ثابت نہیں کر سکتے۔ ہم نے قرآن و حدیث و کتب شیعہ سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا
 ثبوت پیش کر دیا ہے۔ کیا شیعہ حضرات کے کوئی صاحب انصاف ہے۔ جو ضد چھوڑ کر
 راہ راست پر آجائے۔

مسئلہ تکبیرات جنازہ

چونکہ تکبیرات جنازہ دوسری نماز کی رکعات کی بجائے ہیں۔ اور کوئی فرضہ نماز چار رکعات کے
 زیادہ نہیں۔ اس لئے شیعہ کا پانچ تکبیرات جنازہ کا قائل ہونا قول بلا دلیل ہے۔ ہم اس سے
 پہلے فروع کافی جلد ۴ کتاب الرضہ ص ۱۱۱ سے ایک طو لانی حدیث لکھ چکے ہیں۔ جس کا مفہوم
 یہ ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے عہد میں بھی وہی امور قیام رکھے۔ جو خلفائے ثلاثہ نے
 عہد میں نافذ تھے۔ نہ فلک و نہ آقا طہم کو روک سکے۔ نہ متعہ کی حلت کا فتوے جاری کیا۔
 نہ نماز تراویح موقف کر سکے۔ نہ یا بھیج تکبیرات جنازہ پر یا سکے۔ پھر جب جناب موصوف اپنے

(دارقطنی) اکدم پر جبرئیل نے منہ ملا لنگہ کے نماز جنازہ پڑھی۔ اور چار تکبیریں کہیں) اسی کتاب دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۱۹ میں حضرت انس کی روایت سے ایک حدیث ہے کہ حضرت اکدم پر چار تکبیریں پڑھی گئیں۔ رسول پاک کے جنازہ پر بھی چار تکبیریں پڑھی گئیں حضرت نے جنازہ اچھڑھٹنے جنازہ عمرہ پر حضرت حسن نے حضرت علی پر امام حسین نے حضرت حسن پر چار تکبیریں پڑھی تھیں)۔

اہل سنت و الجماعہ کی جملہ کتب حدیث و فقہ میں تصریح ہے کہ آخری عمل رسول پاک کا جنازہ نجاشی کے بعد چار تکبیر نماز جنازہ پر ہی رہا۔

جب کتب معبرہ فریقین سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آخری عمل آنحضرت کا چار تکبیر نماز جنازہ پر ہی رہا۔ تو اب شیعہ کو اپنی ضد چھوڑ دینا چاہئے۔ واللہ بہواہوی۔

تیسرا مسئلہ (پاؤں کا مسح)

ہر مذہب کے مسلمان وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن شیعہ عقل و نقل کے خلاف پاؤں کو دھونے کی بجائے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ منہ ماتھ جن پر نجاست پڑے گا بہت کم احتمال ہوتا ہے۔ تو دھوئے جائیں۔ لیکن پاؤں جن سے زمین پر چلتے ہیں۔ اور جن کے پلید ہونے کا زیادہ احتمال ہے۔ ان پر مسح کر لینا کافی سمجھا جائے جو اعضاء کھلے رہتے ہیں مثلاً منہ ہاتھ پاؤں چونکہ گرد و غبار پاک و پلید اڑ کر ان پر پڑا کرتا ہے۔ اور میل کھیل جم جاتی ہے۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے صفائی بدن کے لئے ان کا دھونا فرض قرار دیا ہے۔ لیکن سر چونکہ ہر وقت ڈھکا رہتا ہے اور جملہ اعضاء سے بلند تر ہے۔ اس کی نجاست کا احتمال کم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تبرید و مانع کے لئے اس کا مسح کر لینا کافی سمجھا گیا ہے۔ لیکن شیعہ چونکہ عقل کے دشمن ہیں۔ اور دیگر مسلمانوں سے خلاف کرنا ان کا شیوہ ہے۔ پاؤں کو دھونے کے بجائے ان پر مسح کر لیا کرتے ہیں۔ اور پھر اس پر بھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ پہلے دھویا کرتے ہیں۔ پھر بعد وضو مسح بھی کر لیا کرتے ہیں۔ (یا للعجب) خدا نے قرآن میں سب سے اول منہ دھونے کا حکم دیا ہے۔ لیکن شیعہ کا طرز عمل خلاف قرآن یہ ہے کہ منہ دھونے سے اول پاؤں دھویا

لے وضو کی فرضیت اس لئے ہے کہ اعضاء وضو دھونے سے دماغ کو فرحت ہوتی ہے۔ کھاسل دور ہو جاتا ہے اور انسان خوش و خرم کھڑا ہو کر بارگاہِ ایزدی میں اپنا عرض احوال کہنے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ طبی قاعدہ ہے کہ اطراف (ہاتھ پاؤں) دھونا باعث تفریح طبع اور دفع کھاسل ہوتا ہے۔ جب کسی کو کھار ہو تو طبی علاج یہ بھی ہو کہ پاؤں دھو کر لایا جائے جس سے بخارات دور ہو کر صحت خود کو کرتی ہے۔ پھر یہ عرض تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ منہ ہاتھ کے ماتھے پاؤں

بھی دھوئے جائیں۔ پاؤں چونکہ سر کے لئے ہے۔ قیادہ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔

کرتے ہیں۔

کافی کلینی کی حدیث

اس کے متعلق بھی فروع کافی جلد اول سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ **وَأَنَّ تَرْتِيبَ مَسْحِ مَا أَسَاكَ حَتَّى تَغْتَسِلَ بِرَجُلَيْكَ قَامِسٌ مِمَّا سَأَلَتْ شَمُّ أَغْوِيلٍ رَجُلَيْكَ** (امام صادق نے فرمایا۔ اگر سر کا مسح کرنا بھول جائے۔ اور پہلے پاؤں کو دھو ڈالے۔ تو سر کا مسح کر لے۔ اور بعد ازاں پاؤں دھو لے) اس حدیث سے بالہر اتر ثابت ہے۔ کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے اس لئے جناب امام نے فرمایا کہ اگر مسح سر کو بھول کر پہلے غلطی سے پاؤں دھوئے جائیں۔ تو پھر ایسا کرنا چاہیے۔ کہ سر کا مسح کر لیا جائے۔ اور ترتیب کی درستی کے لئے پھر دوبارہ پاؤں دھوئے جائیں۔ اگر پاؤں کا دھونا فرض نہیں تھا۔ بلکہ ازالہ نجاست منظور تھا۔ جیسا کہ شیعہ کہا کرتے ہیں۔ تو پہلے دھونے سے ازالہ نجاست تو ہو چکا تھا۔ مسح سر کرنے کے بعد مکرر پاؤں دھونے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اس حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے۔ اور یہ حدیث فذان شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حربہ ہے جس سے ان کے تمام استدلال پر پانی پھر جاتا ہے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے؟ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

فی الواقعہ کافی تمام مسائل کے تصفیہ کے لئے کافی ودافی ہے۔ ہاں انصافاً شرط ہے ضد کا کوئی علاج ہی نہیں۔

دارھی چٹ موچھیں دراز

اب جکل شیعہ بیان علی کا نشان امتیاز یہ ہے۔ کہ دارھی چٹ اور موچھیں دراز ہوتی ہیں۔ پس اسی حکم سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ جس کی دارھی سنون ہو۔ اور شوارب (موچھیں) کئی ہوتی ہوں۔ اس کو شیعہ حضرات غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے کتب شیعہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ تاکہ انہیں دیکھ کر اپنی حالت پر افسوس ہو۔ اور آئندہ اس سے باز آجائیں۔

(۱) شیعہ کی مستند کتاب حدیث من لایحضرہ الفقیہ میں ہے۔ **قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَهْمُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا النَّحْيَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْكَهْدَرِ** (رسول پاک نے فرمایا کہ

مومچیس کٹاؤ اور ڈاڑھی رکھو۔ اور یہودیوں سے مشابہت پیدا نہ کرو) (۲)
 قروح کافی جلد صاف نہیں ہے۔ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
 فِي قَدْرِ الْحَيَةِ قَالَ تَقْبِضُ بِيَدِكَ وَتَكْتُمُ مَا فَضَّلَ (امام صادق سے بعض اصحاب
 نے ڈاڑھی کی مقدار کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بقدر قبضہ رکھو۔ اور اس سے زائد کا ٹی
 (۳) اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں ہے عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ أَبِي الْحُسَيْنِ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ قِصْرِ الشَّوَارِبِ أَمْ أَفَرِّقُ السَّنَةَ قَالَ نَعَمْ (علی
 بن جعفر نے اپنے بھائی ابوالحسن سے روایت کی ہے۔ کہ ان سے دریافت ہوا کیا
 مومچوں کا کٹنا سنت ہے۔ کہا ہاں بیشک) (۴) پھر اسی کتاب کے صفحہ میں ہے
 عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَطْوِيَنَّ أَحَدُكُمْ شَارِبَهُ
 فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَتَخَذُ كَفْخَبَاءَ يُسْتَرْزَبُ (امام صادق سے روایت ہے کہ رسول
 پاک نے فرمایا۔ کوئی شخص تم میں سے مومچوں کو نہ بٹھائے۔ کیونکہ ان سے شیطان
 خیمہ بناتا ہے۔ جو اس سے پردہ کا کام دے (۵) اصول کافی صفحہ ۱۱۱ میں ہے
 يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَا جُنْدًا مَرَّوَانٌ قَالَ تَحَالَّ لَهُ أَقْوَامٌ خَلَقُوا اللَّحْيَ وَقَتَلُوا الشَّوَارِبَ
 (جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ مروان کا لشکر کون ہے۔ فرمایا وہ ایک قوم تھی۔ جو
 ڈاڑھی چٹ کرانے اور مومچوں کو تار دیتے تھے۔ ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں)
 شیعہ غور کریں۔ حدیث نمبر ۱۱ میں مومچیں کٹانے اور ڈاڑھی کھانے کا صاف حکم ہے۔ اور کہ
 جو ایسا نہیں کرتے وہ یہودیوں سے مشابہ بنتے ہیں۔ حدیث نمبر ۲ میں ڈاڑھی کی مقدار
 بتائی گئی ہے۔ کہ بقدر قبضہ اس کا رکھنا ضروری ہے۔ حدیث نمبر ۳ میں مومچیں کٹانا
 سنت نبوی قرار دیا گیا ہے۔ اور حدیث نمبر ۴ میں تو مومچیں کٹانی کی ایسی تاکید کی گئی ہے
 کہ رسولؐ نے فرمایا ایسی مومچیں شیطان کے خیمہ کے کام آتی ہیں۔ جن سے وہ پردہ بناتا ہے
 حدیث نمبر ۵ میں ڈاڑھی چٹ اور مومچیں دراز مروان کے لشکر کا حلیہ بتایا گیا ہے۔
 جو حضرات شیعہ۔ ان احادیث کے خلاف ڈاڑھی چٹ اور مومچیں دراز اپنا شعار بناتے
 ہوئے ہیں۔ وہ ان احادیث کی رو سے یہودی صفت سنت نبوی کے منکر شیطان کے

لہ جات القلوب جلد ۱ ص ۱۳۶ میں ہے۔ از سنیہائے ابراہیم است شارب را گرفتن دریش را بلند
 داشتن (مومچیں کٹانا اور ڈاڑھی رکھنا سنت ابراہیم سے ہے)

مددگار ہیں۔ کہاں ہیں وہ شیعہ مجال جو کہا کرتے ہیں کہ لمبے مٹھیں مولیٰ علیؑ کے شاہ پر ہیں۔ اور اس لئے ہم سنت علیؑ کے عامل ہیں۔ اگر تمہاری کتابیں سچی ہیں۔ اور تمہارے امام صادقؑ اور رسولؑ پاک کا قل سچا ہے۔ تو یہ لوگ سنت الشیطان کے عامل اور یہود و صفت خدا و رسولؑ کے نافرمان ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔
غضب تو یہ ہے کہ شیعہ علماء بھی وارطھی چٹ مٹھیں دراز نظر آتے ہیں۔ اور گویا وہ اس کو شعار اسلام سمجھتے ہیں۔ ایسے علماء سے خدا کی پناہ! جو ضلوا فاضلوا کے مصداق ہیں۔

بھنگ اور شراب

ہر خند شراب کی حرمت نص قرآن سے ثابت ہے۔ اور طحٰم خنزیر و شراب حرمت میں برابر ہیں۔ لیکن شیعہ حضرات سے بہت سے یہ فقیر شراب کے علوی ہوتے ہیں۔ اور اس کو شیرازہ سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ مریدان خوش اعتقاد کہتے ہیں کہ ہمارے مرشد جی کے پاس شراب کی بوتل لاؤ۔ تو دودھ خالص اور شرابا طور بن جاتا ہے۔ بہت سے صنعی شرابی پیرنڈرو نیار میں بھی شراب کی بوتل کی فرمائش کیا کرتے ہیں۔ اور بھنگ تو ملنگان مولیٰ علیؑ کا صبح و شام کا وظیفہ ہوتا ہے۔ ادھر بھنگ رگڑتے ہیں۔ ادھر نیرنگان دین کو لعنت و تیرا کہر نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں۔ کوئی منع کرے۔ تو کہا کرتے ہیں کہ ان ملکاتوں کو کیا پھر بھنگ اور چرس کے نشہ میں لمبے معرفت کی باتیں سوچتی اور عالم ملکوت کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے ذیل میں چند مسائل شراب و بھنگ کے متعلق ہم شیعہ کی معتبر کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ شاید کسی کو ہدایت ہو جائے۔ شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ۲ میں ص ۱۷۷ سے ص ۱۸۱ تک شراب کی خباثتوں شراب خمر کی برائیوں کا مفصل تذکرہ ہے چونکہ عربی احادیث ہیں۔ اس لئے ہم صرف شیعہ کی مستند تفسیر عمدة البیان مصنف سید عمار علی شیعہ سے ایک عبارت لکھتے ہیں۔ جو جامع و مانع ہے۔ اور ان تمام احادیث کا بخیر ہے۔ اور اردو خوان اصحاب اس کو پڑھ کر مستفید ہو سکتے ہیں۔ وہ ہوں گا۔

جناب صادقؑ نے فرمایا ہے کہ پیئے والا شراب کا اگر بیار ہو۔ تو اس کو پونچھنے کو نہ جائے اور اگر مر جائے۔ تو اس کے جنازہ پر مت جائے۔ اور اگر حاضر ہو۔ تو اس کو زکوٰۃ مت دو اور اگر عورت کو واسطے نکاح کے چاہے۔ تو نکاح اس سے مت کرو۔ اور جو شخص کہ اپنی

دختر کا نکاح کسی شرابی کے کوئے۔ تو اس نے گویا اپنی بیٹی کو دوزخ میں ڈالا ہے۔ اور فرمایا جناب رسول خداؐ نے کہ جو کوئی شرابی کو ایک لقمہ کھانے کو دیوے۔ یا ایک گھونٹ پانی کا دیوے۔ تو البتہ متحین کر لگیا۔ خدا اوپر اس کے قبر میں سانپ اور بچھو کہ طول ان کے زمان کا ایک سو دس گز کا ہو۔ اور کھلایا جائیگا قیامت کے روز دوزخیوں کے زخموں کا پانی۔ اور جو کوئی حاجت روائی کرے شرابی کی۔ گویا اس نے ایک ہزار مومن کو قتل کیا ہے یا خانہ کعبہ کو ستر مرتبہ ڈھایا۔ اور جو کوئی سلام کرے۔ اس پر تو لعنت کریں گے اس پر ستر ہزار قرشتے۔ اور لعنت کی ہے خدا نے شراب پینے والے کو۔ اور اس کے بچہ پڑنے والے کو اور اس کے پلانے والے کو اور اس کے اٹھانے جانے والے کو۔ اور جس کے پاس لے جائے اس کو۔ اور تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے کہ فرمایا جناب رسول خداؐ نے کہ جو کوئی ایک لقمہ بھنگ کا کھائے۔ یا ساہے کہ گویا اس نے خانہ کعبہ کو ستر بار ڈھایا۔ اور جو کوئی خانہ کعبہ کو ایک بار ڈھائے۔ تو ایسا ہے کہ گویا اس نے ستر پیغمبروں کو قتل کیا۔ اور قرآن میں جو شجرہ ملعونہ ہے۔ مراد اس سے بھنگ کا درخت ہے۔ (تفسیر عمدة البیان مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی جلد ۱ ص ۳۲)

ابا بھنگ اور شراب کی فضیلت آپؐ نے شیعہ کی مستند تفسیر سے سن لی ہے۔ آپؐ غور کریں کہ کتنے مجتہد اور شرابی مولیٰ علیؑ کے ملنگ اور پیر فقیر تھکتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان کے قلعہ و کعبہ اور شیعہ مذہب کے رکن اعظم اور متحدہ علیہ سمجھے جاتے ہیں۔ پھر کیوں نہ کہا جائے کہ اس مذہب میں روحانیت مطلق نہیں ہے۔ ورنہ ان لوگوں کو ایسے محرمات کے علانیہ استعمال سے کچھ خوف ہو۔

ترک صلوٰۃ

اگرچہ نماز عباد الدین اور اسلام کا اعلیٰ رکن ہے۔ اور مسلمان و کافر میں بابر امتیاز ہی نماز سمجھی جاتی ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان نماز سے ایسے لاپرواہ ہیں کہ گویا اس کی ضرورت کے قائل ہی نہیں۔ یہی نہیں کہ خود تارک صلوٰۃ ہیں۔ بلکہ نماز پڑھنے والوں پر سرخ کرتے اور پختیاں اڑاتے ہیں۔ دعوئے سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے شیعہ میں سے فیصدی شاید دو شخص بشکل مل سکیں۔ جو پانچ وقت نماز قائم کرتے ہوں۔ باقی سب بے نماز یا نماز میں سخت سست نظر آئیں گے۔ بلکہ شیعہ کا ایک فرقہ جو اپنے آپ کو مولیٰ علیؑ

کے لنگ کھلاتے اور عوام ان کو خدا رسیدہ اولیاء تصور کرتے ہیں۔ اور وارہ پڑھکر ہر وقت بھنگ رگڑا کرتے اور کبواس کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ ننگ دھڑنگ دھوقی باندھے علی علی پکارتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے تو نماز کا عمر بھر کبھی نام ہی نہیں لیا بلکہ جس شخص کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ لیں۔ اس سے ٹھٹھا کرتے اور سخت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بخشش نماز میں نہیں۔ بلکہ حبِ حنین میں ہے اور محفلِ حنین میں ماتم کرنا اور نوہ کرنا ہزار نماز سے افضل ہے۔ حالانکہ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کا فی جلد اول میں ہے۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ تَأْمِمْ الصَّلَاةَ کَافِرًا مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ (امام جعفر صادق کا قول ہے کہ تارک الصلوٰۃ کا فرمطلق ہے) پھر سچو لینا چاہئے کہ یہ عجبانِ خنیں اور مولے علی کے لنگ تارک الصلوٰۃ مفتوح امام جعفر کا فرمطلق ہیں۔

اب ہم تارک الصلوٰۃ کی فضیلت میں شیعہ کی ایک معتبر کتاب تحفۃ العوام جلد اول سے ایک نظم نقل کر دیں۔ تاکہ پڑھنے والوں کو عجبت ہو۔

نظم اردو

تو خون اس نے اپنا کیا بے چھری
تو گویا کہ خون اک نبی کا کیا
تو کہے کو اس شخص نے ڈھا دیا
تو ایسا ہے جیسا کہ اس شخص نے
کیا گن کھسے میں اے ہوشیار
بیاں کیا کروں اس کے حالات کا
یہ تو نے جو کی ترک میری نماز
غضب کا ہوا اب سزاوار تو
خدا اور اپنے لئے کر طلب
کہیں اور رہ جا کے اے بد عمل
سبک اور ضائع کرے جو نماز
بہت دور ہے حق کی رحمت سے وہ

نماز ایک جس شخص نے ترک کی
اگر دو نمازوں کا تارک ہوا
ہوئی تین وقتوں کی جس سے قضا
دیا چار وقتوں کو گر ہاتھ سے
رنا اپنی ماور سے ہفتاد بار
جو تارک ہوا بیخ اوقات کا
نہ اس کو کرتا ہے یوں بے نیاز
ہوا میری طاعت سے بیزار تو
بہت میں بھی بیزار ہوں تجھ سے اب
میرے آسمان وزمین سے نکل
یہ ارشاد کرتے ہیں شاہِ حجاز
نہیں مجھ سے اور میری امت سے وہ

یہ تو شیعہ کی کتابی باتیں ہیں۔ لیکن عملی حالت سخت قابل افسوس ہے۔ جہاں کہیں شیعوں کی آبادی ہے۔ مساجد ویران۔ دارے آباد ہیں۔ ہم نے دو جلسے مناظرہ کے دیکھے۔ ایک گنبدیاں ضلع میا نوالی۔ دوسرا چک بلی خان تحصیل گوجرانہ میں۔ ظہر کی نماز کا وقت میدان مناظرہ میں ہوا۔ تمام مسلمانوں نے نماز یا جماعت پڑھی۔ مگر شیعہ کے علماء اور مقتدی سب یوں ہی کھڑے رہے۔ کسی ایک متنفس نے بھی نماز ادا نہ کی۔ لیکن شیعہ کو تکلیف نماز برداشت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ صرف متعہ جیسا کار ثواب کرنے سے امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ علی المرتضیٰؑ۔ رسول پاکؐ کا درجہ مل جاتا ہے۔ عید غدیر کا ہی شیعہ کے ہاں (۱۸ ذی الحجہ) روز ایسا تبرک آجاتا ہے۔ کہ شیعیان علیؑ کے اس روز تمام صغیر و کبیر گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور نویندگان اعمال کو حکم ہوتا ہے۔ کہ شیعیان علیؑ اور عثمانؓ اہل بیت کے گناہ تین روز تک نہ لکھو۔ یعنی انھارہویں سے بیسویں تک (تحفہ العوام جلد ۲ ص ۱۶۱)

سید جنتی سے

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے۔ کہ اولاد سادات کے لئے توجبت واجب ہو چکی ہے۔ سید عبادت کرنے نہ کوئے کیسے ہی جرم کبیرہ کا مرتکب ہو جنت ہاتھ سے نہ جائیگی۔ گویا ان کو رب العزۃ سے جنت کا ٹھیکہ مل چکا ہے۔ زنا کرے۔ چوری کرے۔ واردات قتل و دقتی کا مجرم بنے۔ ورنہ خ کی آگ سید حرام ہے۔ اور جنت الفردوس کا وہ واحد مالک ہے۔ یہ اعتقاد عوام ہی کا نہیں۔ بلکہ اخص ان خواص شیعہ بھی خط رکھتے ہیں۔ لیکن ہم کتب شیعہ سے یہ سلسلہ بحوالہ احادیث بیان کر کے ان کی اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہیں۔

فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ ص ۹۹ میں ہے۔ عَنْ ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى النَّصَافِ قَالَ يَا بَنِي هَاشِمٍ يَا بَنِي مُطَلِبٍ إِنَّ سَأُولَ اللَّهِ رَيْكُمُ وَإِنَّ شَفِيعَکُمْ عَلَیَّ وَإِنَّ عَمَلِیَّ وَ لَکُمْ مَا جَلَّ مِنْکُمْ عَمَلُهُ لَا تَقُولُوا إِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ وَنَا وَسَنَدُ خَلْقٍ مُدْخَلُهُ فَلَا وَاللَّهِ مَا أَوْلَیَّائِیْ مِنْکُمْ وَلَا مِنْ غَیْرِکُمْ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَلِبِ إِلَّا أَمْتَقُون (ترجمہ۔ امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا صفا پر کھڑے ہو کر فرمائیے گئے۔ اے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب میں خدا کا رسول

ہوں۔ اور تم شرفقت کرنے والا ہوں۔ لیکن میرے عمل میرے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہونگے۔ یہ نہ کہنا کہ محمدؐ ہم میں سے ہیں۔ اور اس لئے ہم ان کی جگہ جنت میں جائینگے۔ بخدا میرے دوست تم سے یا اور لوگوں سے وہی لوگ ہیں۔ جو متقی پرہیزگار ہیں۔ یہ تو حضورؐ کا اپنے تمام قبیلہ بنو ہاشم و بنو عبد المطلب سے اعلان ہے کہ میری قرابت کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس گمراہی میں نہ رہنا کہ میرے طفیل تم مجھے جاؤ گے بلکہ اپنے اپنے اعمال کام آئینگے۔ اور میرے دوست تو وہی لوگ ہیں۔ جو نیک اعمال کرتے اور خدا سے ڈرتے ہیں۔ ہاشمی ہوں یا غیر ہاشمی۔

اب حضورؐ کا وہ فرمان سنئے۔ جو آپؐ نے مرض الموت میں اپنی دختر بلند اختر فاطمہ الزہراءؑ کے خطاب میں فرمایا چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۵۵ میں لکھا ہے۔
اے فاطمہ عمل کن و طاعت بجا آ۔ کہ بدو ن عمل من فائدہ بتو تو ائمہ مجتہدین۔
اے فاطمہ نیک عمل کرنا اور عبادت الہی سے غافل نہ ہونا کہ نیک اعمال کے بغیر میری قرابت سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکیگا۔

کیا سیدوں کا رتبہ جگر گوشہ رسولؐ زہر اربابوں سے زیادہ ہے کہ ان کو تو یہ ارشاد ہو کہ بدو ن اعمال صالح قرابت رسولؐ کوئی فائدہ نہ دیگی۔ اور یہ لوگ جنہوں نے نسبت سے اپنی حسب و نسب کھودی ہوئی ہے۔ اور میلی کشمیری سید سید ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس امر کی امید رکھ سکتے ہیں۔ کہ چوری۔ زنا۔ قتل و غارت کرتے ہیں۔ قیامت کو جنت کا پردانہ ملجائے گا۔ کلا و حاشا۔

نوحؑ کے بیٹے کو جو بنی کا فرزند بنی کا پوتا تھا۔ رسولؐ کی فرزند بنی کے کوئی فائدہ نہ بخشا۔ رسولؐ (نوحؑ) نے التجا بھی کی۔ اِنَّ اَنْبِیَّیْنَ مِنْ اَهْلِیْ (یا اللہ میرا بیٹا میری اہل ہے۔ اے نجات دہیں) لیکن دوبارہ بزدلی سے تنبیہ کے ساتھ جواب ملا کہ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ (اِنَّہٗ عَلٰی صَاحِبِ) (یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ اس کے اعمال اچھے نہیں)

پھر آج کل کے مشتبہ سید اہنی دور کی نسبت سے کس طرح توقع کر سکتے ہیں کہ بدو ن عمل صالح جنت کے مالک ہو جائینگے۔ ائمہ عظامؑ بھی ایسے شیعوں سے بیزار و غائب کرتے ہیں۔ جو اعمال بد کر کے امید رکھتے ہیں۔ کہ صرف محبت اہلبیتؑ ہمارے لئے کافی

وسیلہ ہے۔ ہم قیامت کو سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔
 اصول کافی ص ۱۱ میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ يَا جَابِرُ
 أَيْتَنِي مَنْ يَحْمِلُ الشَّيْعَ أَنْ يَقُولَ بِحَمْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ قَوْلَ اللَّهِ مَا شِيعَتُنَا
 إِلَّا مِنْ آلِ اللَّهِ وَأَطَاعَهُ وَمَا كَانُوا يُعَرِّقُونَ يَا جَابِرُ إِلَّا بِالتَّوَضُّعِ وَ
 التَّخَضُّعِ وَالْإِمَانَةِ وَكَثْرَةِ ذِكْرِ اللَّهِ وَالصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالزَّهَادِ
 وَالنَّجَاحِ لِلْجَبْرِائِلِ مِنَ الْفَقَرِ أَيْدِ وَأَهْلٍ لِمُسْكِنَةٍ وَالْغَاثِ مُيِّنٍ وَلَا يَسْتَامُ
 وَصِدْقِ الْحَدِيثِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَكَفِّ الْأَلْسُنِ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ
 وَكَانُوا أَمَنَاءَ عَشَائِرِهِمْ فِي الْأَشْيَاءِ قَالَ جَابِرُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ مَا
 تَعْرِفُ الْيَوْمَ أَحَدًا بِهَذِهِ الصِّفَةِ فَقَالَ يَا جَابِرُ لَا تَذْهَبَنَّ بِكَ
 الْمَدَنُ أَهْبُ حَسِبَ الرَّحْلُ أَنْ يَقُولَ أَحَبَّ عَلَيًّا وَالْأُولَاةُ ثُمَّ لَا يَكُونُ
 مَعَ ذَلِكَ فَعَلَا قُلُوبًا قَالَ إِيَّيْ أَحَبَّ رَسُولُ اللَّهِ فَرَسُولُ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ
 حَلِيٍّ ثُمَّ لَا يَتَّبِعُ مِيرَاثَهُ وَلَا يَمْلِكُ بِصِفَتِهِ لَا يَنْفَعُهُ حُبُّهُ إِلَّا كَشَيْئَا
 فَأَتَقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ عِنْدَ اللَّهِ لَيْسَ بَيْنَ اللَّهِ وَبَيْنَ أَحَدٍ قَرَابَةٌ
 أَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللَّهِ اتَّقَاهُمْ وَأَعْلَمَهُمْ بِطَاعَتِهِ (ترجمہ: جابر نے
 امام باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اے جابر! شیعہ بن یہی نہیں کہ
 کہہ دیا جائے کہ ہم محب اہل بیت ہیں۔ بخدا ہمارے شیعہ وہی لوگ ہیں۔ جو خدا
 سے ڈرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ شیعہ کی پہچان محض نیاز اور امانت
 اور یاد الہی ہے۔ اور نماز روزہ اور ماں باپ سے بھلائی کرنا۔ اپنے پیرونیوں
 کی امداد کرنا۔ جو غریب و مسکین۔ قرضدار و یتیم ہوں۔ سچ بولنا۔ قرآن پاک کی تلاوت
 کرنا۔ اور لوگوں کی بدگوئی سے اپنی زبان کو روکنا ہے۔ اور کہ وہ بڑے امین ہوں
 اپنے قبائل میں۔ جابر نے کہا اے فرزند رسول! اس صفت کے شیعہ آجکل نظر نہیں
 آتے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر! ہم نہ سی پابندی سے پہچانہیں سکتے۔ شخص گمان
 کرتا ہے کہ میں محب علی و اہل بیت ہوں۔ پھر ان کے طریقہ پر نہیں چلتا۔ اگر وہ
 شخص کہے کہ میں محب رسول ہوں۔ اور رسول علی سے بہتر ہیں۔ پھر رسول کی سیرت
 کی اتباع نہ کرے۔ نہ نیک عمل کرے۔ تو یہ محبت اسے نفع نہ دیگی۔ خدا سے دور۔

اور یہ سمجھو کہ خدائے پاک کی کسی شخص سے قرابت نہیں ہے۔ خدا کو وہی لوگ پسند
ہیں۔ جو بڑے متقی اور عبادت گزار ہیں۔

دیکھو اس حدیث میں امام والا مقام نے سچے شیعہوں کی شانخت کا معیار بتا
دیا ہے۔ کہ جو شکسہ المزاج و متواضع اور امین ہوں۔ یاد الہی میں ہمیشہ مشغول رہیں
نماز۔ روزہ کے سخت پابند ہوں۔ ماں باپ کے فرمانبردار۔ اپنے غریب پڑوسیوں کی
امداد سے دریغ نہ کریں۔ سچ بولیں۔ تلاوت قرآن ان کا وظیفہ ہو۔ کسی کی بدگویی نہ
کریں۔ حضرت امامؑ نے کھوکھو فرما دیا۔ کہ تراجمت علیٰ و اہل بیت کا ادعا کوئی فائدہ
نہیں دے سکتا۔ جبکہ اعمالِ نیرید کے سے ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ رسول پاک کا درجہ علیؑ سے
بھی بلند تر ہے۔ کوئی شخص یہ کہہ دے۔ کہ میں محبت رسول ہوں۔ لیکن اس کے اعمال
کفار کے سے ہوں۔ تو حب رسول اسے کیا فائدہ دیگی۔ جناب ممدوح نے یہ بھی بتا
دیا۔ کہ کنشش تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کی کسی سے کوئی قرابت نہیں ہے۔ اہل
وہی لوگ پسند ہیں۔ جو متقی اور عابد ہوں۔

اب شیعہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ کہ انہیں اوصاف بالا کے کوئی ایک صفت
بھی پائی جاتی ہے۔ اتقا و روح تو کجا۔ نماز و روزہ کا تو کبھی نام بھی نہیں لیا۔ سچ تو کیا
بولیں گے۔ تقیہ (جھوٹ) عبادت سمجھ رکھی ہے۔ بدگویی کا یہ حال ہے۔ کہ شام صبح
اصحاب و ازواج رسول پر لعنت و تبرا زبان پر جاری رہتا ہے۔ تلاوت قرآن کی
 بجائے بُترتال سے مرثیہ خوانی میں مصروف رہتے ہیں۔ جو سراسر توہینِ اہل بیت
ہے۔ کیا ان لوگوں کو دعوئے حب علی و جنین کچھ فائدہ دے سکتا ہے۔ کلامِ حاشا

ایں خیال است و محال است و جنوں

یہ لوگ قیامت میں امام حسینؑ نہیں بلکہ نیرید کے گروہ میں اٹھیں گے۔ کیونکہ ان کے اعمال
و اعمال سب کے سب وہی ہیں۔ جو نیرید اور اس کے اتباع کے تھے۔ سیدگیری کی
کہام نہ آئیگی۔ جبکہ اعمال درست نہ ہوں۔

نکاح

بڑا ہوگا بڑا ہوگا بڑا ہوگا بڑا ہوگا
قیامت میں خدائے پاک بس ان کے خفا ہوگا

خدا جانے روافض کا بُرا انجام کیا ہوگا
خدا کے پاک بند و شوکر کہتے ہیں دنیا میں

جرا کہتے تھے نبی کے دوستوں کو اور احباب کو
نبی کی بیویوں کو گالیاں دینا جھاکیا ہے
بڑا کہتے ہیں حضرت غوث اعظم کو یہ بد باطن
زباں پر ہے سدا و نیا میں ان کی درد لعنت کا
پیمبر میں ہمارے رحمۃ اللہ جالیس یا رو
نبی کے سخت دشمن ہیں جو دشمن میں صحابہ کے
عقیدت مومن کو ہے خدا کے پاک بندوں کے
بڑا کہتا جو نامعقول حضرت کے خلیفوں کو
رسول پاک کی ازدواج کو میں جو بڑا کہتے
محب بے پاک یکجا ہم نے ہے فرقہ رافضی کا
جواہل بیت کی تو میں کرتے ہیں سہرا جلاس
محرم میں ٹھٹھے سوانگ بھر کر جب انقض میں
مسلمان ہو کے یہ بدعات کرنا ہے بہت فتنہ
نہ سکھائی کبھی اسلام نے بدعات میں ایسی
علم اور تعزیر و لدل نبی بدعات میں ساری
قلندر و دوئم کچھ ماتم حسنین کرتے ہیں
عمر گندی بڑائی میں اور بڑائی کی کلمائی میں
وہ کیسی نامبارک اور ہوگی نامنرا مجلس
وہ نام پاک لینے کے نہ یہ پاک ہیں لائق
پر حق قرآن اور ارواح کو بخشو ہے یہ نیکی
اسی سے خوش ہوا اہل بیت اور خمدار کے دل
ابھی کر دایت اپنے بندوں کو ز فضل خود
دیکھو اب ختم کرد و نظم پرتا شیر اپنی کو

حقاً ان سے یقیناً شافع روز جزا ہوگا
مسلمان کب بھلا ایسا یہ بندہ بے حیا ہوگا
مگر حضرت کے والا شان کا نقصان کیا ہوگا
قیامت میں گلے میں طوق اخت کا پڑا ہوگا
انہیں پیارا وہی ہوگا جو سنت کے بچا ہوگا
جو مومن ہے سدا دل سے صحابہ کا فدا ہوگا
جو بدخواہ انخلا ہے بندہ وہ دوزخ میں پڑا ہوگا
بھلا کہا اس کے خوش یار و علی المرتضیٰ ہوگا
نہ خوش ان کے کبھی روح قبول فاطمہ ہوگا
نہ کوئی پاک بندہ سر سے ان کی تجبا ہوگا
یزیدی فوج نے ایسا نہیں ہرگز کیا ہوگا
تماشا رام لیلکا نہ ایسا دلربا ہوگا
کبھی راضی نہ ان بدعات کرتا اورے ہوگا
یہ شیطانی طریقہ ہے وہی موجد بنا ہوگا
رسوم شرک میں یہ سب نہ کچھ ان میں بھلا ہوگا
نہ کیوں خوش پھر بھلا روح شہید کر لایا ہوگا
عمر میں اپنی استخا نہیں ہرگز کیا ہوگا
کہ شامل جس میں یہ پیر از خیانت طاغی ہوگا
نہ اس ماتم کا تم کو دوستو کچھ فائدہ ہوگا
اسی سے خوش خدا اور سرور ہر دوسرا ہوگا
یقیناً فائدہ یار و ہمیں اس کے بڑا ہوگا
بھرتیری ہدایت کے نہ کوئی راہنما ہوگا
اتر ہوگا اسے دل درد سے کج بھرا ہوگا

(از تازیانہ کسنت)

اختلافی مسائل پر ہم بحث کر چکے ہیں۔ اور کتب شیعہ کے حواجالت سے اپنا مدعا ثابت

کیا جا چکا ہے۔ امید ہے کہ اہل انصاف ناظرین کی اس سے تسلی ہو جائیگی۔ اسلام کے تمام فرقوں سے نرا لے عقائد شیعہ کے ہیں۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہیں۔

شیعہ صاحبان بغض خلفاء ثلاثہ کی وجہ سے عقل بھی کھو چکے ہیں۔ اور ان کو سمجھ نہیں آتی۔ کہ یہ سبائی مذہب کہا تک اسلامی عقائد کی نقیض ہے۔

نقشہ اسلام حسب عقائد شیعہ

اس بات کو مخالفین اسلام بھی مانتے ہیں۔ کہ اسلام نے تھوڑے عرصے میں ایسی حیرت انگیز ترقی کی۔ کہ اقطاع الارض میں اس کی روشنی پھیل گئی۔ اور جس مہینہ میں نور اسلام پر توکلن ہوا۔ پھر اس میں ظلمت کفر کا ٹوٹنا محال تھا۔ اور یہی صداقت اسلام کی ایک روشن دلیل ہے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ شیعہ صاحبان اسلام کے دعویدار ہو کر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امامیہ اسلام (فدائہ ابی و امی) کی تبلیغی جد و جہد اور خدا کی پاک کلام قرآن کی تعلیم کا صرف یہ نتیجہ ہوا۔ کہ سچے مسلمان رسول پاک کے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف تین شخص ابوذر۔ مقداد۔ سلمان فارسی پیدا ہوئے۔ جو آخری دم تک اسلام نژادیت قائم رہے۔ باقی تمام مسلمان جن کی تعداد لاکھوں کی تھی۔ پرانے نام مسلمان تھے۔ جو رسول پاک کی وفات کے بعد یک لخت اسلام سے پھر گئے۔ اور اٹے خاندان نبوت کے جانی دشمن بن بیٹے۔ اس کے متعلق شیعہ کی معتبر کتب کے حوالے درج ذیل سنے جاتے ہیں۔

(۱) فروع کافی جلد ۲ کتاب التروضعہ ص ۱۱ میں ہے۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ رِدَاةٍ بَعْدَ النَّبِيِّ مِنَ الْأَثَلَةِ فَقُلْتُ وَمَنْ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ الْمَقْدَادِيُّ وَالْأَمُودِيُّ وَأَبُو ذَرٍّ الْغَفَّارِيُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ (امام محمد باقر سے روایت ہے۔ فرمایا رسول خدا کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے صرف تین مسلمان رہ گئے۔ راوی نے پوچھا۔ وہ کون؟ کہا مقداد۔ ابوذر اور سلمان فارسی)

(۲) حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱ میں ہے۔ بسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کر دیتا کہ مردم ہلاک شدند بعد از حضرت رسول مگر سلمان و ابوذر و مقداد (ترجمہ) امام صادقؑ سے بسند معتبر روایت ہے کہ جناب رسولؐ کی وفات کے بعد سب لوگ ہلاک ہو گئے مگر تیرہ ہو گئے)

صرف مسلمان اور ابوذر و مقداد مسلمان رہ گئے) ایسا ہی شیعہ کی دوسری کتابوں میں ہے اور یہ عقیدہ متفقہ ہے۔ اس لئے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ مسلمان کیسے تھے؟

مسلمان و مقداد کی ایمانی حالت

حیات القلوب جلد ۲ ص ۶ میں مسلمان و مقداد کی ایمان کی کیفیت عجیب لکھی ہے۔ کہ ایک کی حالت کی دوسرے کو خبر ہو۔ تو وہ فوراً کافر ہو جائے۔ عبارت یوں ہے در کتاب اختصاص بسند مقبرہ حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ حضرت رسولؐ فرمود کہ اے مسلمان اگر عرضِ حکم ترا بر مقداد ہر آئینہ کافر میشود (ترجمہ۔ کتاب اختصاص میں مقبرہ سند سے امام صادقؑ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے مسلمان اگر تیرا علم مقلد پر پیش کیا جائے۔ تو ضرور وہ کافر ہو جائے) اس کے بعد یوں لکھا ہے پس فرمود اے مقداد اگر عرض کنند صبر ترا بر مسلمان ہر آئینہ کافر میشود (پھر خطاب رسولؐ نے فرمایا۔ اے مقداد اگر تمہارا صبر مسلمان پر پیش کیا جائے۔ تو ضرور وہ کافر ہو جائے)

کیا خوب مسلمانی ہے

کہ مسلمان کے علم کی اطلاع مقداد کو ملے۔ تو وہ کافر ہو جائے اور مقداد کے صبر کی مسلمان کو خبر ملے تو وہ بھی کافر ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ بادے اسلام نے ایسے جنسکل تین مسلمان پیدا کئے تھے۔ جو بعد وفات رسولؐ مسلمان رہے۔ ان میں سے بھی دو ایسے دھلیل فقیہ تھے۔ کہ ایک کی حالت پر دوسرا مطلع ہو جائے۔ تو اسلام کو خیر باد کہہ دے۔ اب صرف ابوذر مسلمان رہ گئے۔ اس سے تو نہ صرف رسولؐ اور قرآن پاک ہی پر بلکہ خدا کے پاک پر بھی حرف آتا ہے کہ اتنا بڑا کارخانہ اسلام قائم ہوا۔ رسولؐ بھی خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے۔ اور حسب فرمان و مَا اَمْرُ مَسْلُکِکَ اِلَّا کَافَّةٌ لِّنَّاسٍ (ہم نے آپ کو ساری دنیا کا رسول بنا کر بھیجا ہے) رسولؐ بھی سارے جہان جن و انس کی ہدایت کے لئے اور نتیجہ اس تمام کارگزاری کا یہ ہوا۔ کہ صرف ایک مسلمان پیدا ہوا۔ کیا کوئی شخص شیعہ کا یہ عقیدہ درست مانکر مخالفین اسلام کے سامنے ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہو کر

حداقت اسلام پر بحث کر سکتا ہے۔ تقی ایسے بُرے عقیدے پر مسلمانوں غور کرو۔
اور پھر غور کرو۔

شیعہ سے ایک سوال

شیعہ بڑے مہربانی ہمیں یہ بتائیں۔ کہ ان بڑے نام مسلمانوں نے جنکو تم معاذ اللہ کافر و مرتد کہتے ہو۔ تو اسلام کی وہ خدایات کیں۔ کہ ملک کے ملک فتح کر کے زیر نگین اسلام کئے۔ لاکھوں۔ کروڑوں نفوس کو مسلمان کر کے ان کو کلیدِ توحید پر صیابا۔ ہزاروں مساجد تعمیر کرائیں۔ قرآن کی جمع و ترتیب میں اس قدر اہتمام کیا۔ کہ اصلی قرآن جو نازل ہوا تھا۔ یکجا جمع کر کے سورتوں۔ آیات کی ترتیب دی۔ اعراب لکھائے سینکڑوں حافظ تیار کئے گئے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن تمہارے ان مخلص و خالص مسلمانوں ابوذر مقداد۔ سلمان فارسی نے کون کون سی خدایات اسلام کیں۔ کن کن کفار کو مسلمان کیا۔ کون کون سے ملک فتح کئے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ تو یہی بتلایا جائے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کی انہوں نے کونسی امداد کی۔ کیا اس تازک وقت میں ان کی امداد کو پہنچے۔ جبکہ بقول فاسد تمہارے آپ کے گلے میں رسی ڈاکر پکڑ گھسیٹ کر بیعت ابو بکرؓ کے لئے لے جا رہے تھے۔ یا ان کی خلافت جو چھین لی گئی تھی۔ ان کو واپس دلانی۔ یا فک جو بزعم تمہارے حق نہ رہا۔ کا چھین لیا تھا۔ واپس دلایا۔ غرض کونسا ایسا کارنامہ ان تین سچے اور سچے مسلمانوں کا پیش کیا جائے۔ جس سے ان کی قدر و منزلت ظاہر ہو سکے۔ اگر ان تمام امور کے ایک بھی انہوں نے نہیں کیا۔ تو ان کی مسلمانی سے اسلام یا علیٰ لہ تعالیٰ کو کیا نفع ان سے تو وہ بڑے نام مسلمان ہی اچھے رہے۔ جنہوں نے ملک کے ملک فتح کر کے اعلیٰ کلمہ حق کیا۔ قیصر و کسرنے کے تخت اُٹ کر رسول خدا کی پیشینگوئیوں کو پورا کیا۔ اور گرانقدر وظائف و کبار اہل بیت کو مالا مال کر دیا۔ ہاں یہی بتاؤ۔ کہ حضرت مولیٰ علیؓ نے ہی بعد وفات رسولؐ کو نسا ایسا کار نمایاں کیا۔ جس پر اسلام و مسلمانوں کو فخر ہو سکے۔ اپنے عہد حکومت میں کتنے کفار کو تہ تیغ کر کے وسعت ممالک اسلام کی۔ ہم تو جہان تک تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ یہی پتہ ملتا ہے۔ کہ آپ کے وقت میں مسلمانوں پر تلوار چلی۔ ہزاروں جلیل القدر صحابی جن میں سینکڑوں حفاظ

قرآن تھے۔ شہید ہوئے۔ آپ کا عام زمانہ خانہ جنگیوں میں ہی گذرا۔ اور خدمت قرآن کا تو یہ حال ہے کہ قرآن جمع کر کے کہیں ایسا غائب قلم کیا۔ کہ شیعوں کی نظروں سے بھی اوجھل ہے۔ اگر ان چند برائے نام مسلمانوں (خلفائے ثلاثہ) کا وجود مسعود نہ ہوتا۔ تو دنیا میں آج ایک بھی مسلمان کلمہ توحید پڑھنے والا نظر نہ آتا۔ دنیائے اسلام ان نفوسِ مقدسہ (خلفائے ثلاثہ) کی تاقیامت گرویدہ احسان ہے۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر مصائب برداشت کر کے اسلام کو شرق سے غرب۔ جنوب سے شمال تک پھیلا دیا۔ تاہم ایزدی ان کے شامل حال تھی۔ اور فتح و نصرت ان کے پاؤں چومتی تھی۔ آؤ کچھ ہوش کرو۔ کفرانِ نعمت نہ کرو۔ اگر حضرت عمرؓ نہ ہوتے تو آج ایک سید بھی جو اولادِ حسینؑ بطنِ حضرت شہر بانو سے پیدا ہوئے۔ صفحہ دہر پر نہ ہوتے۔

شیعیانِ علیؑ

اب ہم شیعیانِ علیؑ سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ذرہ تم ہی بتاؤ۔ کہ تم نے اسلام یا ائمہ اہل بیت کی کیا کچھ امداد کی۔ اپنے عہد میں حضرت علیؑ لڑتے تہا را ہی روزگار دتے رہے ائمہ اہل بیت اپنے وقت میں تمہارے شاکی رہے۔ تم نے ہی جناب امیرؑ کو کوفہ میں جامِ شہادت پلایا۔ تم نے ہی حضرت سلم بن عقیل کو کوفہ میں بلا کر معصیۃ السنہ بچوں کے فوج کیا۔ تم نے ہی سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کو خطوطِ عقیدت لکھ کر دھوکہ و فریب سے بلوا کر معربالِ سچہ کر بلا میں شہید کیا۔ کیا کوئی ایسا کارنامہ پیش کر سکتے ہو۔ جو کلماتِ کاثبوت ہو کہ تم نے اسلام یا ائمہ عظام کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا۔ جناب امیر علیہ السلام کے ان خطابات نے جو بیج البلاغۃ میں بکثرت میں تمہاری ایمانی حالت اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ نمونہ ہم آپ کا ایک خطبہ بغیر ترجمہ بیج البلاغۃ درج ذیل کرتے ہیں۔ جو اس کے صفا میں ہے۔

خطبہ امیر علیہ السلام اپنے شیعوں کی مذمت میں

جو امر کہ گذر گیا۔ اور جو فعل مقدس اور شخص کر دیا ہے۔ میں اس پر خدا کی حمد کرتا ہوں اور اس امر بھی اس کی تحمید و تقدیس کرتا ہوں۔ کہ مجھے آپ کے ساتھ مبتلا کیا۔ اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے اور میری دعوت کو قبول نہ کرنے والے

اور میری دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ اگر تمہیں محاربہ دشمن سے ہلت
 دیتی ہے۔ تو تم لو دلعب اور ہوا و ہوس میں مشغول ہو جاتے ہو۔ اور تمہیں
 ساتھ لیکو دشمن سے جنگ کی جاتی ہے۔ تو مقابلے میں ضعیف و سست
 ہو جاتے ہو۔ اگر لوگ اپنے امام کے پاس جمع ہوں۔ تو تم میں تفرقہ پڑ جاتا
 ہے۔ اور اگر کسی مشقت و محنت کی طرف بلانیوالی آواز کو قبول بھی کرتے ہو۔
 تو پھر بہت جلدی تحیت قہقری کر جاتے ہو۔ تمہارے دشمن کے لئے
 کوئی مرنی باقی نہ رہے۔ وہ جہاد جو تمہارے ذمے واجب ہے۔ اس میں
 نصرت حاصل کرنے کے لئے جس چیز کا تم انتظار کر رہے ہو۔ وہ تمہاری موت
 اور ذلت ہے۔ تم جہاد اور نصرت میں سستی اور کالی سے کام لے رہے ہو۔
 اس کا انجام تو موت اور خواری ہے۔ قسم خدا کی اگر میرا روز موعود (موت) آج
 اور بیشک وہ ضرور آئیگا۔ تو وہ ایسی حالت میں میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ
 اندازی کرے گا۔ کہ میں تمہاری مصاحبت کے لئے دشمن ہو گیا۔ اور تمہارے سبب
 سے کسی قسم کی قوت و شوکت مجھے حاصل نہ ہوگی۔ تم میری زندگی تک مجھے
 برکت نہ رہو گے۔ مجھے دشمن سمجھو گے۔ اور تمہارے سبب سے میں صاحب
 شکت نہ ہو گا۔ خدا کے بندو کیا دین میں اتنی بندش کی قوت نہیں۔ کہ تمہیں ایک
 جگہ جمع کروے۔ کیا تمہیں اپنے اشرار و اقرآن کو بھی دیکھ کر حمیت اور غیرت
 نہیں آتی۔ جو تمہیں (مدافعت دشمن کے لئے) تیز و طرار کرے۔ کیا یہ مقام نصیحت
 نہیں۔ کہ معاویہ نہایت ہی سفیہ سمگرا دل کو بلاتا ہے۔ اور وہ بغیر کسی قسم کے حسد
 و انعام و بخشش کے اس کی متابعت کرتے ہیں۔ اور میں تمہیں انعام اور احسان
 کے ٹکڑوں کی طرف بلاتا ہوں۔ حالانکہ تم اہل اسلام کے خلف ہو۔ معقول انسانوں
 کی اولاد ہو۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو اور برابر مجھ سے اختلاف
 کئے جاتے ہو۔ میرا کوئی حکم تمہارے لئے ایسا کوئی صادر نہیں ہوا جو موجب
 خوشنودی ہو۔ اور تم اس پر رضامند ہو جاؤ۔ اور نہ کوئی ایسی چیز جو باعث غفلت
 ہو۔ اور تم اس پر اجتماع کرو۔ میرا کوئی امر و نہی خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند مگر
 اس سے لامحالہ انحراف کرو گے۔ اور یاد رکھو کہ بہترین شیاء جس کی ملاقات

کا چمے اشتیاق ہے۔ میری نزدیک موت ہے ویکٹو مکہ میں اس کے سبب سے
 تمہاری بیجا مخالفتوں سے نجات پا کر بہشت برین کی سیر کرو گے) میں نے تمہیں
 کتاب خدا کا سبق دیا۔ تمہاری تعلیم میں محبت و برادر کے ساتھ ابتدا کی تمہیں اس
 چیز کو پہنچا دیا۔ جس کا تم انکار کرتے تھے۔ جس سے تم جاہل تھے۔ میں نے تمہیں
 وہ چیز (شراب، معارف دینیہ، پاوی) ایسے تم اپنے نبیوں سے دور رکھتے تھے۔ جو
 تمہیں ناگوار خاطر تھی۔

اس خطبہ اور سچوتم دیگر خطبات سے پتہ ملتا ہے کہ خیاب امیر اپنے وقت کے
 شیعوں سے کس قدر ناان تھے۔ کہ ان کی مصاحبت پر موت کو ترجیح دیتے تھے
 وہ انکا کوئی حکم نہ مانتے تھے۔ اور ہر ایک کام میں نافرمانی کرتے تھے۔ ان کے
 وعظ و تذکیر کی ان کے دلوں پر مطلق تاثیر نہ ہوتی تھی۔ اور نہ انعام و اکرام ہی سے
 ان کے سنگین دل موم ہوتے تھے۔

شیعہ کا امام حسنؑ سے سلوک

ص ۲۶۶

جو سلوک شیعہ حضرات نے حضرت امام حسنؑ سے کیا۔ اس کا ذکر جلال العیون جلد ۱
 میں امام محمد وح کی زبانی یوں ہے۔

یہ لوگ دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا
 بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے عہد لوں۔ اور اپنا خون حفظ کروں۔ اور اپنے اہل و
 عیال میں امین ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔

اسی کتاب کے صفحہ میں ایک شیعہ کی گستاخی کا حال یوں درج ہے :-
 شیخ کشتی نے بے بد مغتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسنؑ
 اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا کہ اے سفیان بن ابی لیلیٰ
 کہتے تھے۔ اس نے کہا السلام علیک اے ذیل کنندہ مسلمانان۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۶ میں لکھا ہے۔ کہ جب آنجناب نے معاویہ سے صلح کا ارادہ
 کیا۔ تو شیعوں نے چراغ پار ہو کر یہ حرکت کی۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور
 کہا۔ (معاذ اللہ) یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہا بلوہ کیا۔ اور سب
 امام حسنؑ لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور

رواد و دش مبارک سے اتار لی۔ یہ تو حضرت امام حسینؑ کے بڑے بھائی سے دعویٰ کرنا
حبیب حسینؑ سلوک ہے۔

امام حسینؑ سے سلوک

خود سید الشہداء جناب امام حسینؑ سے تو وفاداری کی حد کر دی صاحب جلال ابوہریرہ
جلد ۱ ص ۲۷۹ میں یوں رقمطراز ہے:-

پس میں ہزار مزد عراقی لئے امام حسینؑ سے بیعت کی۔ اور جنہوں نے بیعت کی تھی۔ خود
انہوں نے تمہارا امام حسینؑ پر گھینچی۔ اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں
تھی کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔

اس سے پہلے ہم اخبار ماتم کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ شیعہ صاحبان نے ہی
تہایت بیدردی و بیرحمی سے حضرت امام حسینؑ کو ذلت کر بلا میں بھوکا پیاسا معہ مال
بچوں کے شہید کیا۔ مستورات کو بے ستر کیا۔ سر امام حسینؑ کو نیزہ پر چڑھا کر یزید کے پاس
لے گئے۔ اور وہاں جا کر ماتم حسینؑ برپا کر دیا۔ شیعہ کی فیملی بھی شریک ماتم ہوئی۔ یزید
عنید کے خاص حکم اور ہندہ زوجہ یزید کے اہتمام سے یزید پلید کے گھر میں دن
ماتم ہوتا رہا۔

یہ ہیں ان ماتیوں کے کروت۔ خدا بچائے اگر خدا نخواستہ آج کوئی مخالف اسلام
اسلام پر حملہ کر دے۔ اور پلاؤ زردہ پکا کر ماتیوں کے سامنے رکھ دے۔ تو یہ حجابان
حسینؑ جو صرف چادروں کے ماتمی ہیں۔ بیت المقدس کے باگ پر گولیاں چلانے سے کبھی ہٹ
نہ کریں۔ جب اس وقت یہ حالت تھی کہ ائمہ عظام کی مقدس صورتیں ان کے سامنے
تھیں۔ اور موثر و پردہ الفاظ میں ان کو وعظ سنانے جاتے تھے۔ اور ان کے
پتھر دلوں میں ذرہ تاثیر نہ ہوتی تھی۔ (جیسے کہ خطبات امیر نکمے جا چکے ہیں) تو
اب سینکڑوں سال کے بعد ان حضرات نے کیا محبت اسلام دکھائی ہے۔

بعد کے شیعہ

یہ تو زمانہ خیر القرون کے شیعوں کا حال ہے۔ بعد کے شیعوں کی نسبت کتاب
اصول کافی ص ۲۶۹ میں لکھا ہے۔ وَكَانَتْ الشَّيْعَةُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ أَبُو جَعْفَرٍ
وَهُمْ لَا يَعْزِفُونَ مَنَاسِكَ حَجَّجُمْ وَحَلَّاهُمْ وَحَرَّامَهُمْ (حضرت امام باقرؑ سے

پہلے شیعوں کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ احکام حج سے محض نا بلند تھے۔ اور حلال و حرام کی انہیں کوئی تمیز نہ تھی۔ امام باقرؑ نے انہیں احکام حج بتلائے۔ اور حلال و حرام کا بیان کیا۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ امام باقرؑ سے پہلے کے شیعہ کفار جاہلیت کی طرح احکام حج سے نا بلند اور حلال و حرام کی بھی تمیز نہ رکھتے تھے۔ امام باقرؑ نے ان کو حلال و حرام کی تعلیم دی۔ اور ضروری احکام سکھائے۔

شیعہ کی تقدیر حضرت صادقؑ کی وقت

اب شیعیت کی ترقی کا زمانہ یہ ہے۔ شیعہ کے نزدیک ان کے مذہب کی ترویج حضرت امام جعفر صادقؑ کے وقت میں ہوئی۔ بلکہ شیعہ صاحبان اس مذہب کو منسوب ہی امام ممدوح کی طرف کرتے ہیں۔ لیکن آپؑ نے جو اپنے وقت کے شیعوں کی حالت بتائی ہے۔ وہ سخت مایوس کن تھی۔ اصول کافی ص ۹۷ میں ہے۔

عَنْ ابْنِ سَابِثٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَأَبِي بَصِيرٍ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ أَنَّ أَجْدَادَكُمْ خَلَّوْا مَوَاطِنَ يَكْتُمُونَ حَدِيثِي مَا اسْتَخْلَفْتُ أَنْ أَكْتُمُ لَهُمْ حَدِيثِي (راوی کہتا ہے کہ امام صادقؑ ابو بصیر سے فرماتے تھے۔ اگر میں تم میں سے تین مومن بھی ایسے دیکھوں۔ جو میری حدیث کو مخفی رکھیں تو میں یہ سیکھی روانہ رکھوں۔ کہ میں ان سے اپنی حدیث چھپا رکھوں)

اس حدیث سے ثابت ہے۔ کہ جناب صادقؑ کے عہد میں جو بقول شیعیت کی ترقی کا زمانہ تھا۔ یہ حالت تھی۔ کہ جناب امام ہمامؑ کو ایسے تین شیعہ بھی نظر نہ آتے تھے۔ جو خالص الایمان اور قابل اعتماد ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپؑ سچی بات کسی کو نہ بتا سکتے تھے۔ بلکہ ایک سوال کے تین تین مختلف و متعارض جواب دیکر دفع الوقتی کرتے تھے۔ اسی صفحہ پر دوسری حدیث یوں ہے :-

عَنْ سَدِّ بْنِ الرَّضِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ لَهُ وَاللَّهِ مَا يَسْعَاكَ الْقَعُودُ فَقَالَ لِمَ يَا سَدِّ بْنُ الرَّضِيِّ قُلْتُ لِكُنْزٍ مَوْلَاكَ وَشَيْعَتِكَ وَأَنْصَارِكَ وَاللَّهِ لَوْ كَانَ لِمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَكَ مِنَ الشَّيْعَةِ وَالْأَنْصَارِ وَالْمَوَالِي مَا جَلَعَ فِيهِ تَيْمٌ وَلَا عَدِيٌّ فَقَالَ

يَا سَيِّدِي وَكَمْ عَسَى أَنْ يَكُونُوا قُلْتُ مِائَةَ أَلْفٍ قَالَ مِائَةَ أَلْفٍ قُلْتُ
 لَعَمْرُ وَمِائَتِي أَلْفٍ فَقَالَ مِائَتِي أَلْفٍ قُلْتُ نَعَمْ وَنَصَفُ الدُّنْيَا قَالَ
 فَسَلِّمْ عَلَيَّ خَيْرٌ قَالَ يَخْفَعُ عَلَيْكَ أَنْ تَبْلُغَ مَعْنَا إِلَى يَسْبُحَ قُلْتُ نَعَمْ
 فَأَمَرَ الْحَمِيرَ وَبَعَلَ أَنْ يُسَرَّ جَاءَ بَادِرْتُ فَرَكِبْتُ الْحَمِيرَ فَقَالَ يَا
 سَيِّدِي تَرَى أَنْ تَوْتِرَنِي بِالْحَمِيرِ قُلْتُ أَلْبَعْلُ أَرَأَيْتَ وَأَسْبَلُ قَالَ
 الْحَمِيرَ أَرَأَيْتَ أَنْ تَوْتِرَنِي فَرَكِبْتُ فَرَكِبْتُ الْحَمِيرَ وَرَكِبْتُ أَلْبَعْلُ فَمَضَيْنَا فِي
 الصَّلَاحِ فَقَالَ يَا سَيِّدِي أُنْزِلْ بِنَا نَصَلِّي ثُمَّ قَالَ هَذِهِ أَرْضُ سَجَبَةٍ
 لَا يَجُوزُ الصَّلَاحُ فِيهَا فَمَرَّ بِهَا إِلَى أَرْضِ حَمْرَاءَ وَنَظَرَ إِلَى عَلَامٍ بِرُءُوسِ
 جَدِّهِ فَقَالَ وَاللَّهِ يَا سَيِّدِي لَوْ كَانَتْ لِي شَبِيعَةٌ بَعْدَ هَذِهِ الْجَدِّ مَا
 وَسَعَنِي الْفُجُودُ وَتَوَلَّيْنَا وَصَلَّيْنَا فَلَمَّا فَرَغْنَا مِنَ الصَّلَاةِ عَطِشْتُ إِلَى
 الْجَدِّ فَعَدَّ ذَنُوبًا فَإِذَا هِيَ سَبْعَةُ عَشَرَ (سید صبری سے روایت ہے
 کہا میں امام صادق کے پاس گیا۔ اور ان کو کہا۔ بخدا آپ کو اب بیٹھ نہیں سہا
 چاہئے۔ فرمایا کیوں۔ میں نے کہا۔ اس لئے کہ آپ کے پاس غلام اور شیعہ اور
 مددگار کثرت سے ہیں۔ بخدا اگر جناب امیر کے پاس اتنے آدمی ہوتے۔ جتنے
 آپ کے پاس شیعے۔ مددگار اور غلام ہیں۔ تو بنو تیم و عدی خلافت نہ کرتے آپ
 نے کہا سید رکھنے ہوتے چاہئیں۔ میں نے کہا ایک لاکھ۔ امام نے کہا۔ ایک
 لاکھ میں کہا ہاں۔ اور دو لاکھ امام نے کہا اور دو لاکھ میں نے کہا ہاں۔ بلکہ نصف دنیا۔ پھر آپ
 خاموش ہو گئے۔ پھر کہا کیا تجھے گنجائش ہے۔ کہ میرے ساتھ باہر چلو میں نے
 کہا ہاں۔ آپ نے گدھے اور خچر کو کسے کا حکم دیا۔ میں جلدی گدھے پر سوار ہو گیا
 فرمایا۔ سید مجھے گدھا دے سکتے ہو۔ میں نے کہا خچر کی سواری اچھی اور تیز رفتار
 ہوتی ہے۔ فرمایا گدھے کی سواری ہلکی ہوتی ہے۔ میں اتر کر خچر پر سوار ہو گیا۔
 آپ گدھے پر سوار ہو گئے۔ ہم جلدیئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ امام نے فرمایا سید
 اتر و نماز پڑھ لیں۔ پھر کہنے لگے۔ یہ شور زمین ہے۔ یہاں نماز نہیں ہو سکتی
 پھر ہم ایک سرخ مٹی کی زمین میں گئے۔ اور آپ نے ایک لڑکا دیکھا۔ جو
 پھر میں چار ما تھا۔ امام نے فرماتے لگے۔ اگر میرے پاس ان بھڑوں جتنے بھی شیعہ ہوں

تو بیٹھ نہ رہوں۔ (جنگ کے لئے اٹھوں) پھر مجھے اتر کر نماز پڑھی جب نماز سے
خارج ہوئے۔ تو میں نے اُن بھیڑوں کا شمار کیا۔ تو ان کی تعداد سترہ تھی
اب آپ غور کریں۔ کہ جہاں شیعہ کی تعداد لاکھ دو لاکھ بلکہ نصف دنیا سمجھی جاتی
تھی۔ وہاں خالص مخلص شیعہ صرف سترہ تھے۔ اور زمانہ بھی صاحب المذہب
امام خدادی کا تھا۔ وہاں آجکل کے شیعہ کی کہانی حالت کا کیا ٹھکانہ۔ یہ سب
ڈوم۔ میرا سی۔ قلندر مسلکی۔ کنجر جو شیعہ بنکر محرم میں رونق افراں مجلس ماتم ہوا
کرتے ہیں۔ یہ سب چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر منتظران مجالس عزاء ایک سال
چاول پکانے بند کریں۔ تو دیکھیں۔ کتنے شیعہ ان علی سینہ کوئی کے لئے جمع
ہوتے ہیں۔

امام ہمدی کے نہ ظاہر ہو گیا سبب

چونکہ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ امام غائب علیہ السلام اس وقت تشریف
لائیں گے۔ جب ان کے مخلص شیعوں کی تعداد تین سو تک پہنچ جائیگی جو ان کے
باڈی گاڈ ہوں گے۔ اور اعداد اسلام سے ان کی نگہبانی کریں گے۔ باوجودیکہ علیہ
شیعیت کی تعداد اس وقت ہزاروں بلکہ لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے مگر حقیقت
یہی ہے۔ کہ سب برائے نام چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر سچے شیعہ ہوتے۔ تو کبھی
امام علیہ السلام تشریف لے آتے۔

امام کے ظہور کا وقت ہے

چونکہ اس وقت شیعوں پر سخت اعتراض ہو رہا ہے کہ ان کا قرآن جمع کردہ علی
کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کے متعلق مطالبہ برطانیہ ہو رہا ہے کہ شیعہ کہیں سے وہ
قرآن پیدا کریں۔ ورنہ ان کی کوئی مسلمانی نہیں۔ جبکہ ان کے ہاتھ میں کتاب
آسمانی نہیں۔ شیعہ بیچارے سخت پریشان ہیں۔ کچھ جواب بن نہیں سکتا۔
شیعوں کا عقیدہ ہے کہ وہ قرآن صاحب الام حضرت امام ہمدی کے پاس
موجود ہے۔ اور شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام بمعہ اپنے فرزندوں کے ایک غائب
ملک میں حکمرانی کر رہے ہیں۔

شیعوں کے قبلہ و کعبہ علامہ سید علی الحائری لاہوری کی ایک مصنفہ کتاب یہ المقصود

میں بہت سی حکایات درج ہیں کہ لوگوں نے وہاں جا کر آپ کی زیارت بھی کی
چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۵ سے صفحہ ۳۱ تک ایک قصہ لکھا ہوا ہے کہ چند کس
دریائی سفر کرتے ہوئے اس ملک میں جا پہنچے۔ اور وہاں پانچ بڑے بڑے شہر
دیکھے۔ جو امام کے فرزندان کے زیر حکومت تھے۔ ان میں سے بعض شہروں کا
طول و عرض دو ماہ کا راستہ بعض کا چار ماہ کا راستہ ہے۔ وہاں بڑے بڑے
شہر اور تجارت کی منڈیاں دیکھی گئیں۔ اور عجیب و غریب باغات و جنات تھیں جیسا
الانہار شاہد ہیں آئے۔ ان لوگوں نے امام کی زیارت بھی کی۔ اور سلام تازہ ہوا
(معلوم نہیں کہ اتنی بڑی آبادی جغرافیہ والوں کی آنکھوں سے آج تک کیوں
چھپی ہے۔ جنہوں نے زمین کا چپہ چپہ پیمائش کر کے جغرافیہ دنیا تیار کیا ہے۔
یہ سب داستانیں فرضی۔ بوستان خیال یا شیخ جلی کی گئیوں سے زیادہ وقعت
نہیں رکھتیں) پھر حال اگر امام اتنی بڑی سلطنت سے مالک دنیا کے کسی
حصہ میں رہتے ہیں۔ اور آپ گاہے گاہے اپنے خواص شیعہ کو ملتے بھی رہتے
ہیں۔ جیسا کہ حائری کی کتاب غایۃ المقصود میں ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اس وقت
کے شیعہ اس نعمت (زیارت امام) سے بالکل محروم ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے
کچھ نہیں ہو سکتی کہ یہ سب حلو مانڈے اور چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اصل شیعیت
کی ان میں بوتک نہیں ہے۔ ورنہ اگر اس وقت دنیا میں کوئی ایک بھی سچا شیعہ موجود
ہوتا۔ تو اس ارٹے وقت میں حضرت امام ضرور ان کی دستگیری کرتے۔ اور اصلی
قرآن اگر اس وقت ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔ تو اس کی نقل ہی کر اگر کسی خالص شیعہ
کی معرفت دنیا میں بھیج دیتے۔ تاکہ شیعہ بیچارے وہ قرآن دکھا کر سرخروئی حاصل
کرتے۔

ایک عجیب حکایت

اسی کتاب غایۃ المقصود کے صفحہ ۳۱ میں ایک عجیب حکایت لکھی ہے۔ جو قاضی
نور الدین شوشتری کی مجالس المؤمنین سے نقل کی گئی ہے۔ کہ ایک اجل فاضل اہل سنت
جو علامہ جلی کے استادوں میں سے تھا۔ اس نے مذہب شیعہ امامیہ کے روس
ایک مبسوط کتاب لکھی تھی۔ اور وہ کتاب مختلف مجالس میں سن کر شیعہ کو بھلاتا

تھا۔ اور اس خوف سے کہ کوئی شیعہ اس کی تردید نہ کر دے کسی شیعہ عالم کے ہاتھ میں وہ کتاب نہ دیتا تھا۔ شیخ حلی ہمیشہ اس کو کشش میں رہتے تھے کہ وہ کتاب ہاتھ آئے۔ تاکہ اس کی تردید کی جائے۔ ایک روز استاد ی شاگردی کا وسیلہ پیش کر کے کتاب عاریتاً دینے کی استدعا کی۔ استاد نے کہا کہ صرف ایک رات کے لئے کتاب دے سکتا ہوں۔ شیخ نے اس کو بھی غنیمت سمجھا۔ اور کتاب لے لی اور اپنے گھر میں لے گئے۔ تاکہ کچھ نہ کچھ رات میں نقل کر لیں۔ جب لکھنے لگے۔ تو نیند نے غلبہ کیا اور سو گئے۔ جناب مہدی علیہ السلام نمودار ہو گئے۔ اور شیخ کو فرمانے لگے۔ کہ کتاب مجھے دید۔ اور تم سو رہو۔ جب شیخ نیند سے جا گئے۔ تو دیکھا کہ کتاب ساری لکھی ہوئی موجود ہے۔ حالانکہ وہ کتاب ایک سال سے کم عرصہ میں نہ لکھی جاسکتی تھی۔ یہ حکایت فارسی میں ہے۔ میں نے سہولیت ناظرین کے لئے اس کا ترجمہ بحسنہ اردو میں لکھ دیا ہے۔ جو چاہے اصل کتاب دیکھ سکتا ہے۔ اس قسم کی حکایات عجیب و غریب اس لئے وضع کی گئی ہیں۔ کہ شیعوں کا اس بات پر اعتقاد جاری ہے۔ کہ ضرور امام مہدی اس وقت موجود ہیں۔ اور کبھی کبھی خاص لوگوں کو ان کی زیارت ہو جایا کرتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ باتیں درست ہیں۔ تو اس وقت شیعیان علی علیہ السلام کو کشش نہیں کرتے۔ کہ ملکہ شب بیداری کریں۔ اور مناجاتیں کر کے امام کی زیارت سے مستفید ہوں۔ اور منت و خواہش سے عرض و معروض کریں۔ کہ حضرت جی اس وقت بڑا آزادی کا وقت ہے۔ آپ ظہور فرمائیں۔ تو کوئی شخص آپ کا بال بیٹکا بھی نہیں کر سکتا۔ اور لاکھوں کی تعداد میں لشکر بند شیعہ جو گتکد باز بھی ہیں۔ آپ کی امداد میں موجود ہوں گے۔ تشریف لا کر شیعیت کی اشاعت فرمائیں۔ اور اگر خود تشریف نہیں لاسکتے۔ تو قرآن تو ہمیں مرحمت فرما دیں۔ تاکہ مخالفین کو دکھا کر ہم سرخروئی حاصل کریں۔ اور مخالفین کے قرآن کے پینٹ نہ رہیں۔ شیعوں کے قبلہ و کعبہ سرکار شریعت دار ہی اپنی روحانی کشش سے حضرت امام کو بلا لیں۔ یا لکھنؤ کے بڑے بڑے مجتہدین شیعہ ہی کو ہی جیلہ کریں۔ اور انہیں تو ایران کے بڑے بڑے مجتہد پویش مشائخ شیعہ ہی جیلہ و جہدہ کریں۔ اگر ایسا نہیں

کر سکتے۔ اور برگز نہیں ہو سکتا۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہو جائیگا کہ اس وقت ان نہروں لاکھوں نمائشی شیعوں میں خالص مخلص صلی شیعہ ایک بھی نہیں۔ شیعوں کو کشش کرو۔ اپنے سے یہ دھتکہ دور کرو۔ ورنہ ان عقاید شیعہ سے باز آ جاؤ صند چھوڑ دو۔ آخر مرنا ہے۔ اور خدا کے ہاں جواب دینا ہے۔ بزرگان دین کی سب دشتم سے باز آ جاؤ۔ اسی قرآن کے کامل و مکمل ہونے کے قائل ہو جاؤ طریق اہل سنت اختیار کر کے مسلمان کے سوا دھتکہ میں مل جاؤ۔ تاکہ نجات حاصل ہو وَمَا عَلَيْنَا الْاِلْبَاحُ۔

ہمارا کام کہہ دینا تھا یا رو۔ ہو تم مختار مانو یا نہ مانو کتاب بہت طویل ہو گئی ہے۔ اب ختم کرتا ہوں۔ اور صدق دل سے درگاہ الہ العالمین میں دعا کرتا ہوں۔ کہ میری اس ناچیز تحریر کو قبول عامہ کا شرف عطا ہو۔ اور قیامت میں میری مغفرت کا وسیلہ ہو۔ آمین ثم آمین یہ کتاب ان نایاب حملوں کی مدافعت میں ایک زبردست حربہ ثابت ہو۔ اور مسلمان بھائی اس کو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔ اللہم اغفر لی ولوالدتی ولاستاذی وجميع المؤمنين والمؤمنات۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ علامہ۔ خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین عفا عنہ دیر متوطن بھیجیں تحصیل چکوال ضلع جہلم۔ پنجاب۔ ۲۸ اگست ۱۹۲۵ء

فتوے تکفیر و فتن

از حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

روافض جو صحاب و ازواج رسول کو علانیہ گالیاں دیتے اور لعنت و تبرأ و بد زبان رکھتے۔ اور قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں۔ بلاشبہ کافر ہیں۔ ان کی تکفیر کے فتاوے علمائے ہند و پنجاب ہی سے نہیں۔ بلکہ علمائے حرمین یقین سے صادر ہو چکے ہیں۔ لیکن ذیل میں ہم صرف چند بزرگان اسلام اہل بلطن کی وہ تحریرات درج کرتے ہیں۔ جو انہوں نے روافض کی تکفیر کے متعلق لکھی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

کے دو مکتوب لکھے جاتے ہیں۔

ص ۱۱۲

از مکتوبات مترجمہ اردو

یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ مؤثر ہے۔ اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں۔ جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے ساتھ نفیض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتا ہے۔ لِيَقْبِطَ بِهِمُ الرِّجَالُ الْكَاثِرَاتُ۔ قرآن اور شریعت کی تبلیغ صحابہ نے ہی کی ہے۔ اگر ان پرخین لگائیں۔ تو قرآن اور شریعت پلٹن آتا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمانؓ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمانؓ مطعون ہیں۔ تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ حق تعالیٰ ان زندقوں کے ایسے اعتقاد سے بچائے۔ مخالفت اور جھگڑے جو اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہو گئے ہیں نفائی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں۔ کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا۔ اور امارہ پن سے آزاد ہو گیا تھا۔ اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر اسبارہ میں حق پر تھے۔ ان کے مخالف خطا پر۔ لیکن یہ خطا اجتہادی ہے۔ فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی مجال نہیں۔ کیونکہ خطا کر نیوا کے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے۔ اور بخت نیرید اصحاب سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کسی کو کلام نہیں۔ جو کام اس بدبخت نے کیا ہے۔ کوئی کافر بھی نہیں کرتا۔ اہلسنت والجماعت میں سے بعض علما نے اس کی لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے۔ تو اس لحاظ سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں۔ بلکہ اس کے رجوع اور توبہ کے احتمال پر ہے۔

مکتوب ۵

تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے۔ اور اپنی نجات کا دعوے کرتا ہے۔ لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ السلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تیز کے لئے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے۔ الذین ھمّٰ ما انا علیہ واصحابی یعنی فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں۔ جو اس طریق پر ہوں۔ جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

میں سے تھے۔ جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث امام ہم سے جدا ہو گیا۔ اور امام صاحب نے اس کے حق میں فرمایا۔ اَعْتَذِلْ عَنَّا (ہم سے جدا ہو گیا) اسی طرح باقی فرقوں کو خیال کرو۔ مَا اَمَنَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ مِنْ كَيْفٍ قَرَّرَ اَصْحَابَهُ (جس نے اصحاب کی تعظیم نہیں کی۔ وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا) کیونکہ انکا حسدان کے صاحب کے حد تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بڑے اعتقاد سے بچائے۔ اور نیز جو احکام قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ انہی کی نقل کے وسیلہ سے ہیں۔ جب یہ مطعون ہوں گے۔ تو ان کی نقل بھی مطعون ہوگی۔ کیونکہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں۔ پس ان میں سے کسی کا طعن دین کے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اگر طعن لگانے والے یہ کہیں۔ کہ ہم بھی اصحاب کی متابعت کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں۔ کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں۔ بلکہ ان کی راؤں کے متضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں۔ تو اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں۔ کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جبکہ بعض کا انکار ان کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت امیر نے خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عزت و تعظیم کی ہے۔ اور ان کو اقتدار کے لائق جانکر ان سے بیعت کی ہے پس خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انکار کرنا اور جناب امیر کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افتراء ہے۔ بلکہ یہ انکا درحقیقت حضرت امیر کا انکار ہے۔ اور ان کے اقوال و افعال کا صریح رد ہے۔ اور تفسیر کے احتمال کو حضرت اسد اللہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خل و بنا بڑی بیوقوفی ہے عقل صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتی۔ کہ حضرت اسد اللہ باوجود کمال معرفت و شجاعت کے خلفائے ثلاثہ کے بغض کو تیس سال تک پوشیدہ رکھیں۔ اور ان کے برخلاف کچھ ظاہر نہ کریں۔ اور منافقانہ صحبت ان کے ساتھ رکھیں۔ حالانکہ کسی ادنیٰ مسلمان سے اس قسم کا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی بُرائی کو معلوم کرنا چاہئے۔ کہ حضرت امیر کے حق میں تفسیر جائز بھی سمجھا جائے

تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے ثلاثہ کی کرتے تھے۔ اور ابتدا کے انتہا تک ان کو بزرگ جانتے رہے ہیں۔ اس کا کیا جواب دینے میں تقیہ کی گنجائش نہیں۔ حق امر کی تبلیغ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے۔ وہاں تقیہ کو دخل و نیاز نہ تھا۔ نبیؐ فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ مُؤَلِّمٌ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَأَنْتَ كَمَا كُنْتَ كَوَالِدٌ لِّبَعْضِكُمْ مِنَ النَّاسِ** (اے میرے رسول جو کچھ تجھ پر میرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ تو رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے پچائیگا)

کفار کہہا کرتے تھے کہ محمدؐ اس وحی کو جو اس کے موافق ہو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہو اس کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور اس کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ نبیؐ کو خطا پر مقرر نہ کیا جائز نہیں۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس جب خلفائے ثلاثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف آنحضرتؐ سے ظاہر نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم خطا اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔ اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر لکھتے ہیں۔ کہ تمام اصحاب کی متابعت دین کے اصول کے متعلق لازم ہے۔ اور ہرگز اختلاف نہیں رکھتے۔ اگر اختلاف ہے۔ تو فروغ میں ہے۔ اور جو ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے۔ وہ سب کی متابعت سے محروم ہے۔ ہر چند ان کا کلمہ شفیق ہے۔ مگر دین کے بزرگواروں کے انکار کی بدبختی احتمالات میں ڈال دیتی ہے۔ اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے۔ اور نیز شریعت کے پہنچانے والے سب اصحاب ہی ہیں۔ جیسے کہ ذکر ہو چکا۔ کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے۔ اور ایسے ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لیکر جمع کیا گیا ہے۔ پس بعض کا انکار منکر کے مادہ میں ثابت ہے۔ پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی امید ہے ؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **أَنْتُمْ مُنْذَرُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُؤُنَ بِبَعْضِ مَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ مِنْكُمْ آخِرَتِي فِي حَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ**

إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ کیا تم بعض کتاب سے ایمان لاتے ہو۔ اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس جو شخص تم میں سے ایسا کرتے ہیں۔ ان کی جزا سوائے اس کے اور کیا ہے۔ کہ دنیا میں خوار و ذلیل ہوں۔ اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف کھینچے جائیں۔ یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ درحقیقت جامع القرآن حضرت صدیق اور حضرت فاروق میں اور حضرت امیر جمع قرآن کے سوا ہے۔ پس سوچنا چاہئے۔ کہ ان بزرگواروں کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ (نور بالہد)

ایک شخص نے شیعہ کے ایک مجتہد سے سوال کیا کہ قرآن حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس قرآن کے حق میں کیا اعتقاد ہے۔ اس نے کہا میں اس کے انکار میں مصالحت نہیں دیکھتا کہ اس کے انکار سے تمام دین دھم برہم ہو جاتا ہے۔ دیگر عاقل آدمی ہرگز قرار نہیں دیتا کہ آنحضرت کے صحاب حضور کی حلت کے دن ۳۳ ہزار صحاب حاضر تھے۔ جنہوں نے صاف غبت سے حضرت صدیق کی بیعت کی۔ اتنے صحاب کا گمراہی پر اجتماع ہونا محال ہے۔ حالانکہ حضور نے فرمایا ہے۔ لَا يَجْمَعُ امَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ (امتی من عنیہ)

فتوے تکفیر روافض

(از دربار گولڑہ شریف)

روافض کے کفر کا فتوے جب درگاہ غوث اعظم حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے صادر ہو چکا ہے۔ جیسا کہ غنیۃ الطالبین ص ۱۷۱ میں بر دایت منافقین جبل و حضرت انس رضی اللہ عنہا بایں طور حدیث منقول ہے۔ سَيُجِئُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَكْفُرُونَ أَصْحَابِي فَلَا تَحْلِسُوا هُؤُلَاءِ تَشْكُرُونَهُمْ وَلَا تَوَاكُلُوهُمْ وَلَا تَنَاجَوْهُمْ وَلَا تَصَلُّوا عَلَيْهِمْ وَلَا تَقْرَأُوا لَهُمْ (آخر ذلک میں ایک قوم ہوگی۔ جو میرے صحاب کی تکفیر قرآن کریم کے پس تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو نہ ان کے ملکر بیٹھو نہ کھاؤ۔ نہ ان سے رشتہ بندی کرو۔ نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان کے ملکر نماز پڑھو) اس کے غوث وقت حضرت قیامہ عالم خواجہ پیر علی شاہ

صاحب مظلوم سجادہ نشین گولڑہ شریف سے بھیجی ہی توقع ہو سکتی تھی کہ اپنے جد امجد کی طرح روافض کی تکفیر کا فتوے صادر کریں۔ لیکن رافضی لوگ لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتے اور کہا کرتے ہیں کہ جناب پیر صاحب ممدوح شیعہ کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور ان کو کفر کا حکم نہیں دیتے۔ خاکسار نے ایک خاص عریضہ کے ذریعہ جناب مظلوم سے اس بارہ میں استفسار کیا جس کے جواب میں جناب ممدوح کے حکم سے ایک معزز و مقدر خاص حضوری جناب خان بہادر مولوی شیر محمد خان صاحب لاہوری نے ایک فتوے کی نقل بھیجی۔ جو دوبارہ تکفیر روافض و بارگولڑہ شریف سے صادر ہو چکا ہے۔ وہ وہنا

ترجمہ

السؤال

(۱) قاذف سیدۃ النساء حضرت عائشہ الصیقلہ علیہا (۲) منکر صحابہ بنیت خلیفۃ الحق والصلوٰۃ حضرت ابابکرؓ سید بنی و عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہما (۳) منکر بنات رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا (۴) محرف و منکر قرآن مجید سائب تخمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۵) بازو زدہ مردم از دین اسلام کا فرست یا نہ ارتباط نخل و استنکاح و اشتقاق طریق الفت و محبت بویں پیمودن و آمد و شد و راجع اس نشان کردن و مغیبت و رشاد بہا و صاحب نشان و موافقت و خسارت بطریق موافقت و صداقت چہ حکم دارد؟ و ہر کس با چنین شخص طرح صداقت و محبت اعلا زبوا و والات و صداقت جائز یا نہ از میان اثباتی اطمینان قلب فرماید و اسلام

حضرت عائشہ صدیقہ کزوف کر نیوالا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو صاحب رسولؐ نہ سمجھنے والا۔ رسول اکرمؐ کی دوسری بیٹیوں کو سوائے فاطمۃ الزہراءؓ کے نہ ماننے والا۔ قرآن موجود کا منکر اور اس کو محرف کہنے والا۔ لوگوں کو دین حق (طریق الہدایت و الجماعۃ) سے ہٹانے والا کا فر ہے یا نہ۔ ایسے شخص سے رشتہ بڑی نجات کرنا اس سے دوستی اور بارانہ گانا گنا۔ ایسے انتخاب کے غرضوں کی تسلیت۔ خدا دی و عفو نہیں ان سے شرکت۔ ان سے ملکر کھانا اور پینا بطور دوستی بھائی بندی جائز ہے یا نہ؟ اور جو شخص ایسے شخص سے محبت و پیار کرے۔ اس سے برتاؤ اور سلوک جائز ہے یا نہ؟

جواب شافی و دیکر پوری تسلی فرمائیں۔

یہ تحریر بخط خان بہادر مولوی شیر محمد خان صاحب مصنف کے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے تو

اجواب

شخصی یا فرقہ کے اوصاف و مسائل مذکور شدہ۔ خارج از دائرہ اسلام است یا چنی شخص یا فرقہ ضالہ باقتضائے محبت اللہ والبعوض اللہ اختلاط و ارتباط ممنوع است سبب شیخین عند الجہور کافر است و محرم و منکر کلام مجید از دائرہ اسلام خارج قاذف ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نیز منکر قرآن مجید است و الباقی کذا تک موالات و مصافحت یا چنی اشخاص قطعی ممنوع است۔

حررہ غلام محمد خطیب جامع مسجد حکیم قبلہ عالم (از گولڑہ شریف)

ترجمہ

جس شخص یا فرقہ میں یہ اوصاف ہوں۔ جو سوال میں مذکور ہیں۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص یا گمراہ فرقہ حسب اقتضائے محبت اللہ والبعوض اللہ اختلاط و ارتباط ممنوع ہے۔ شیخین کو برا کہنے والا جہور المسلمین کے نزدیک کافر ہے۔ اور قرآن کریم کا شکر اور تحریف کنندہ بھی مسلمانی سے خارج ہے۔ باقی امور کا بھی یہی جواب ہے۔ ایسے اشخاص سے برتاؤ کرنا اور اتحاد رکھنا بالکل ممنوع ہے۔

حضرت امام جعفر صادق کا فتوے

اصول کافی ص ۲۵۵ میں ہے عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَصْحَبُوا أَهْلَ الْبِدْعِ وَلَا تَجَالِسُوهُمْ وَتَتَخَيَّرُوا عَنْهُمْ أَتَانَسَ كَوَاحِدٍ مِنْهُمْ قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْأَمْرُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ وَفَرِيدِهِ (امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ فرمایا بدعتی لوگوں کی صحبت نہ کرو۔ اور نہ ان سے ملکر بیٹھو۔ ورنہ لوگوں میں تم انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ رسول پاک نے فرمایا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر موقوف ہے) جناب امام نے اس حدیث میں اہل بدعت سے برتاؤ کرتے ان سے دوستی پیدا کرنے۔ ان سے ملکر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ روافض جن کا بھنگ و شراب و خمر و عسل و شہادۃ شیعہ اور بزرگان دین کو برا بھلا کہنا پیشہ ہے۔ اہل بدعت ہیں۔ اس لئے سب فتوے حضرت امام مہامم ان سے مسلمانوں کو ہائیکٹ کر دینا چاہئے۔ ورنہ حکم حدیث ہذا وہ بھی انہیں جیسے سمجھے جائیں گے۔

دوسری حدیث۔ رسول کافی ص ۵۵ میں ہے عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 قَالَ مَنْ قَعَدَ عِنْدَ سَيِّدٍ أَوْ وَلِيٍّ أَوْ قَعَدَ عِنْدَ اللَّهِ (جو شخص ایسے لوگوں
 کے پاس نشست و برخاست کرے۔ جو خدا کے دوستوں کو سب کیا کریں۔ وہ خدا کا
 سخت نافرمان ہے) اس حدیث میں امام ممدوح سب سے شخص کے پاس بیٹھنے سے
 منع فرماتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ روافض نہ صرف سب خلفاء ثلاثہ ہی کرتے ہیں۔
 بلکہ سب اہل بیت سے بھی دیرینہ نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جناب امیر علیہ السلام کی سب
 کرنے کو بوقت ضرورت جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان سے بڑاؤ کرنے والا امام
 صادق کا نافرمان بنے تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا کہ روافض کی تکفیر قرآن مجید
 حدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت اور فتوے علماء نظام و باطن کے رو سے ثابت
 ان سے کسی قسم کا بڑاؤ کرنا۔ خدا و رسول کی نافرمانی میں داخل ہے۔ ان کے بالکل
 قطع تعلق کرنا چاہئے۔ ان سے ملکر کھانے میں۔ نشست و برخاست رکھنے
 نا طے رشتے کرنے۔ ان سے محبت و الفت۔ راہ و رسم رکھنے۔ ان کے جنازوں
 میں شامل ہونے۔ ان سے ملکر نماز پڑھنے و دیگر تعلقات قائم رکھنے سے سخت
 حماحت ہے۔ مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے دین و ایمان کو بچانا چاہئے
 زمانہ بڑا بیزین ہے۔ نجات اسی صورت میں ہے کہ سواد اعظم مسلمانوں کے
 بڑے گروہ کی جماعت سے علیحدگی نہ ہو۔ نہ دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔ وَآخِذْ عُواثَانِ اِنْجِزْ لِقَاءَ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَعِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
 خاکسار۔ محمد کرم الدین عفا عنه۔ تنوین بھیجیں تحصیل حلال ضلع جہلم
 صفر ۱۳۴۲ھ ستمبر ۱۹۲۵ء

قرآن کا معجزہ

کوئی شیعہ حافظ نہیں ہو سکتا

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ لَا يَسْرُ الْإِنَّمَاءُ الْمَطْمَرُونَ (اس کو ناپاک
 لوگ مسکتی نہیں کر سکتے) یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے سینوں میں جامعین

قرآن (خلفاء ثلاثہ) کا بعض بھرا ہوا ہے۔ ان میں خدا کی پاک کتاب کا نقش چم نہیں
 سکتا۔ قرآن پاک کا یہ معجزہ مانا ہوا ہے۔ کہ شیعہ میں کوئی حافظ قرآن نہیں ہو سکتا
 بارہا اہل سنت کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے۔ اور انعامی اشتہار بھی شائع ہو چکا
 ہیں۔ کہ شیعہ میں سے کوئی سرو میدان ایسا نکلے۔ کہ جو اہل سنت کے اس دعوے کو مائل
 کر سکے۔ لیکن کبھی کسی شیعہ کو اس کی جرأت نہیں ہو سکی۔ یوں تو گھر بچکر عوام میں
 شیعہ صاحبان یہ ڈینگ مار رہے ہیں کہ ہمارے ان بہت سے حافظ موجود
 ہیں۔ لیکن شیخین کے واحد آرگن رسالہ اصلاح ملت جلد ۲۲ ماہ جمادی الاخری
 ۱۳۸۶ھ ص ۲۲ میں ایک مضمون بعنوان شیعہ حافظ قرآن شائع ہوا ہے۔
 جس نے دھول کا پول ظاہر کر دیا ہے۔ اس مضمون میں ایڑی چوٹی کا زور مار کر
 تمام شیعہ دنیا کی مردم شماری پر سرسری نظر کرتے ہوئے تین اشخاص کا نام نکھا گیا
 ہے۔ جن کی نسبت حافظ قرآن ہونے کا دعوے کیا گیا ہے۔ وہ نام یہ ہیں۔
 حافظ مولوی فیاض حسین میرٹھی۔ حافظ میر کاظم ساکن دکنہ ضلع بجنور۔ حافظ
 مولوی کفایت حسین پشاور۔ یہ بات مسلم ہے کہ طول و عرض ہند و پنجاب میں یہاں
 لاکھوں کی تعداد میں شیعہ آباد ہیں۔ ان میں اگر بعض محال تین شخص حافظ ہوں بھی
 تو حکم التاؤد کا اعداد و اہل سنت کے دعوے کی تردید نہیں ہو سکتی بفضل خدا اہل سنت
 و جماعت میں لاکھوں کی تعداد سے حافظ قرآن اس وقت موجود ہیں۔ پھر شیعہ کیلئے
 دُوب مرسنے کا مقام ہے۔ ان کا رسالہ اصلاح بہت مبالغہ سے کام لیتا ہوا بھی حزن
 آمیز کی تعداد لکھ سکا ہے۔ لیکن یہ بھی اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کا تفسیر (جھوٹ)
 ہے کیونکہ ان تین میں سے آخری نام کفایت حسین کو ہم خود جانتے ہیں پھلوں کے
 ایک جلسہ میں اس کو چیلنج دیا گیا تھا۔ کہ میدان میں نکلا اہل سنت و جماعت کے مقابلہ
 میں ایک پارہ قرآن مجید سنا دے۔ لیکن کفایت حسین کو ہرگز اس کی جرأت نہ
 ہوئی۔ اور وہ راہ تورات و عاں سے بھاگ گیا۔ پھر حکیم بلی خان تحصیل گوجران
 ضلع راولپنڈی میں بھی یہی شخص شیعوں نے علماء اہل سنت سے مناظرہ کے لئے
 بلوایا۔ لیکن کھڑے ہو کر ایت کا ایک آدھ ہی ٹکڑا پڑھا وہ بھی غلط۔ لاکھاب
 وکایا جس الائی کیا پٹین۔ کو لاکھ طبا وکایا جس غلط پڑھا۔ ٹوکنے پر ایسا

شرمندہ ہوا۔ کہ فوراً ممبر سے اتر کر بھاگ گیا۔ اس کے متعلق اشتہار شائع ہو چکا ہے۔ جس کی کوئی تردید شیعہ نہیں کر سکے۔ اس لئے اصلاح کی پیش کردہ فہرست تھے جب ایک کی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ وہ ہرگز حافظ قرآن نہیں ہے تو باقی دو کا بھی حال سمجھئے۔ یہ صداقت مذہب اہل سنت و الجماعت اور ریالات مذہب شیعہ کے لئے ایک زبردست دلیل ہے۔ کہ سنی لاکھوں حافظ قرآن موجود ہیں۔ لیکن شیعہ میں سے کوئی ایک بھی حافظ نہیں ہے۔ اس کے متعلق ہمارے دوست غلام یسین تلہ گنگ نے مدت سے ایک انعامی اشتہار جاری کیا ہوا ہے جس کا ابھی تک کوئی عملی جواب نہیں دیا گیا۔ جو درج ذیل کیا جاتا ہے:-

انعامی اشتہار

ہر خاص و عام کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی حافظ کلام اللہ کا شیعہ مذہب میں ہو جائے۔ یا موجود ہو۔ تو اس کو مبلغ ۵۰ روپیہ انعام دیا جائیگا۔ بابت طبعیہ وہ شیعہ صحابہ ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ و حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کا منکر ہو۔ کیونکہ جو شخص صحابہ ثلاثہؓ کا منکر ہوتا ہے۔ وہ کبھی کلام اللہ کا حافظ نہیں ہو سکتا۔ بار بار تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ چونکہ کتب معتبرہ طرفین سے یہ ثابت ہے۔ کہ حضرات شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے۔ اس واسطے کوئی شیعہ کلام الہی کا حافظ ہو نہیں سکتا۔ اگر یہ بات غلط ہے۔ تو کوئی شیعہ مرد میدان بنکر دکھاوے۔ ورنہ ایسے باطل مذہب سے توبہ کرے۔ (فقہ شافعی عقلمند شیعوں کے واسطے یہ صحابہ ثلاثہؓ کا ایک روشن معجزہ ہے امید ہے کہ وہ جلد ہی توبہ کر کے نجات دارین حاصل کرینگے۔ یہ اشتہار متواتر سا ہوا سال سے شائع ہو رہا ہے۔ مگر کوئی شیعہ حافظ کلام اللہ اب تک پیدا نہیں ہوا اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔

المشاہدہ

شیخ حاجی غلام یسین سووا اگر تلہ گنگ ضلع اٹک

تصحیح

تمام اسلامی فرقوں کا ایمان ہے کہ قرآن شریف جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و
 صحابہ وسلم پر اترا تھا۔ وہی ہمارے ہاتھوں میں اب تک موجود ہے۔ اور اُسی ترتیب
 میں ہے۔ جس میں کہ حضور صلعم نے صحابہ کرام کو یاد کرایا تھا۔ لیکن برعکس اس کے
 شیعوں کا اعتقاد ہے کہ اس میں بہت کم کی کمی بیشی۔ تحریف و تبدیلی ہوئی ہے۔
 چنانچہ ان کی نہایت ہی معتبر کتاب اصول کافی ص ۱۷۱ میں ہشام بن سالم امام جعفر
 صادق سے روایت کرتے ہیں کہ جو قرآن جبرائیل علیہ السلام حضور پر لیکر آئے
 تھے۔ اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں۔ (یعنی موجودہ قرآن سے تین گنا) اسطرح
 اصول کافی میں یہ بھی مرقوم ہے کہ مصحف فاطمہ قرآن مجید سے سہ گنا ہے۔ اور
 اس میں قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ شیعوں کی ایک اور بڑی پایہ
 کی کتاب احتجاج مطبوعہ ایران کے ص ۱۱۱ سے ص ۱۱۲ تک میں تحریف قرآن
 ثابت کی گئی ہے۔ موجودہ قیسمے اس سے بھی دو قدم آگے بڑھے ہیں۔ چنانچہ
 ان کے مولوی احمد علی امرتسری نے اپنے رسالہ "انصاف" میں دعوے کیا ہے کہ
 اس قرآن مجید میں بخوبی غلطیاں ہیں۔ اور یہ کہ وہ بھی اس جیسا قرآن بنا سکتا ہے۔
 یہ رسالہ مولوی حایری لاہوری کا مصدقہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شیعوں کا ایمان
 قرآن شریف پر نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ تقیہ (جھوٹ) سے
 کام لیکر جس کا ان کے ہاں بڑا ثواب ہے۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے یہ
 کہیں کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہاں ان کا ایمان اس قرآن پر ہوگا۔ جو
 بقول شیعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کم کر دیا تھا۔ اور اب تک اسے امام غایب چھپا
 بیٹھے ہیں۔ (نیکامشورہ) پیشتر اس کے کہ شیعہ تقیہ سے ایمان بالقرآن کا
 دعوے کریں۔ ان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی مندرجہ بالا اور دیگر متنبہ کتب کو
 جن میں تحریف قرآن ثابت کی گئی ہے۔ دیاستانی دکھادیں۔ یا دیابڑ و کریں۔
 والسلام علی من اتبع الهدی

(از اشتہار خواجہ غلام حسین صاحب ملکہ گنگلی)

تقریظ کتاب

از جناب مولوی محمد حبیب شاہ صاحب ٹیس ملکہ گنگ ضلع الگ

دینی اسلام دنیا جس نے غفلت سے بھگادی ہے
 دینی دین خدا بنیاد رکھی جس کی احمد نے
 سلاطین نے اٹھایا سر مگر خود مٹ گئے آخر
 مسلمان نام رکھ رہے ہیں سیانے دام پھیلایا
 منافق نے دیا دھوکا عجب جاہل مسلمان کو
 بنایا فرض نے آزار دہندہ بھی جاہل کو
 علی کا حق چھپایا اور کسے استخاضہ اس کے
 کیا انھار قرآن سے مسلمان کی کا دھوکہ ہے
 دیا لقب جنیں خاین بنایا شاہ حیدر کو
 نبی کی بیبیاں ہیں اتھانٹا مومنین یارو
 بنایا سائید دنیا کی ادنیٰ چیز کی خاطر
 غرض کچھ اس طرح پھیلی ہے یہ طاعون بنیاں
 بہت علماء و فضلاء نے کئے چلے روکا دھوکے
 کوئی دن خاک منہ میں سیف سلوی نے ڈالی تھی
 پڑا تھا آریا نہ سر پر عیرت کا روافض کو
 دہلی غازی الاسلام پر فضل خدائی ہے
 مخالف تمام شکر لرزہ برائے نام میں ماسے
 کتاب لا جواب ایسی نہ دیکھی اور سنی پہلے
 لکھوں تقریظ اگر اس کی میری طاقت کے پاس ہے
 خدمت جس کو ہے مذہب کی یاد دہنے قیامت کا
 معنی اس کا عالم شہرہ آفاق فاضل ہے
 خطا ہر وہ جہاں میں اجر ہے اس جافشانی کا

کہ بس ایک اک عالم سے اٹھتے ہی کرادی ہے
 بلندی جس کی خود غرض منے سے ملا دی ہے
 حقانیت صداقت جملہ عالم سے منادی ہے
 رواج فرض دیکر اس کی جڑیں سے ہلا دی ہے
 نفاق باہمی کی آگ گھر گھر میں لگا دی ہے
 بد آراء سے شان عالم اقیب باکل ہی مٹا دی ہے
 پیغمبر نے حق تبلیغ پھر کیسے ادا کی ہے
 روافض نے تو دیوار سلطانی گرا دی ہے
 شجاعت فتح خیرہ اک خنجر چلا دی ہے
 براکتیں میں ان کو کیسے شیطان تو نوا دی ہے
 بتول پاک کی وہ شان استغفار گنوا دی ہے
 مسلمانوں کے ہر گھر میں قیامت ہی چلا دی ہے
 مرض بڑھ گیا جوں جوں اطباء نے دوا دی ہے
 مروجہ دہرے وہ ضرب کاری اب بھلا دی ہے
 مگر اب بھوکہ وہ مار پھر آندھی مچا دی ہے
 نکھی رز روافض سیف سنی کو بنا دی ہے
 دلوں پہ ان کے دہشت حق نے کچھ بکھیر دی ہے
 کہ ہستی مذہب باطل کی مٹی میں ملا دی ہے
 حقیقت فرض کی تصویر تفصیلاً بتا دی ہے
 سو اسکی جان دوزخ سے بفضل اللہ چھوڑ دی ہے
 کہ ہر اک معرکہ میں حق نے فتح سکودلا دی ہے
 حبیبِ ناتواں نے یہ موافق کو دغا دی ہے

یہ سہا سہا کی طرف اشارہ ہے جو حضرت مولف نے اس سے قبل تصدیق کر کے تاریخ کی اس کے جواب سے شہرہ آفاق بنائیں
 یہ تازیانہ سلف کی طرف اشارہ ہے جو جناب مولف کی دوسری لا جواب اضعیف ہے۔

قصیدہ تاریخیہ

از جناب ابوالفتح مولوی محمد رفیع الحسن صاحب (مولوی فضل ہاشمیرا) حضرت مصنف

عجب دھوم دنیا میں اس کی مچی ہے
دلایل زبردست حجت قوی ہے
ہر اک سطر اک موتیوں کی لڑی ہے
تصانیف شیعہ سے تائید بھی ہے
کہ جو حجۃ اللہ نے تصدیق کی ہے
جو مقبول قول جناب علیؑ ہے
لکھی میں علیؑ کی سند بھی لکھی ہے
مسائل کی شیعہ کے تشریح کی ہے
کہیں نقل از حملہ حیدری ہے
کہ شیعہ کی ساری بضاعت یہی ہے
روافض کے مذہب کی قلعی کھلی ہے
کہ حجت میں مخلوق سکھر پڑی ہے
جو بنیاد اسلام و ایمان کی ہے
بہت کچھ ہوئی اس میں شیشی کی ہے
کتاب خدا غلام جا وھری ہے
ابھی ماتہ شیعہ کا اس سے تھی ہے
تقیہ تو بس اک عبادت بڑی ہے
کہے سچ جو ایمان نہ اس میں ذری ہے
سند بس تقیہ ہی ایمان کی ہے
جو ظاہر کرے اسکو دولت بڑی ہے
کبھی حق کی بات ظاہر نہ کی ہے
کہ یہ امر ہی باعث زندگی ہے

یہ تصنیف کیسی نرالی چھپی ہے
عبارت ہے شتہ مضامین اعلیٰ
ہر اک ورق گویا کہ ورق طلا ہے
ہے اثبات دعویٰ زقرآن و سنت
روایات کافی کلینی ہیں اس میں
ہو وچ ایچ البلاغۃ کے خطے
عبارات تہذیب اور لایحضر میں
حیات القلوب اور جلاء العیون کے
کہیں پر ہیں حق الیقین کے حوالے
اسی قسم کی مستند میں کتابیں
لکھے ہیں بہت ایسے رنگین مسائل
مسائل کا شیعہ کے کیا کہنا یا رو
نہ قرآن پر ہے روافض کا ایمان
وہ کہتے ہیں اصلی یہ قرآن نہیں ہے
بغل میں ہے ہندی کے شیخ کا قرآن
جو آئینکے حضرت تو لائینگے قرآن
تقیہ پہ بنیاد مذہب ہے ساری
ہے پنگا وہ دیندار جو جھوٹ بولے
میں نو حصے ہیں کے تقیہ میں مضمحل
جو حق کو چھپائے ملے اسکو غزل
ایمہ کی عمریں تقیہ میں گذریں
ہر اک کو الگ مسئلہ تھے بتاتے

ایہ یہ بہتان ہیں یہ سراسر
 نہ بولیں کبھی جھوٹ گر جان جائے
 عجب سکہ ہے روافض کا متعہ
 کرے مرو یا زن جو اکہار متعہ
 لیے ایک متعہ سے درجہ حسینی
 جو نہ بار متعہ کرے وہ علی ہے
 کریں مرد و زن جبکہ نسل جنابت
 قیامت تلک کرتے تبلیغ ہیں وہ
 نہ کچھ فرق متعہ میں ہے اور زنا میں
 گواہ کی ضرورت نہ خطبہ کی حاجت
 کرے مرد و ستر سے اک دن میں متعہ
 اسی قسم کے سینکڑوں میں سائل
 غرض یہ کتاب ایسی جامع چھپی ہے
 پڑی شیعی دنیا میں بچیلے اس سے
 مصنف جو اک فاضل بے بدل میں
 وہ میں شیر اسلام اک مرقازی
 ہے شیعی و ہابی کی جرات بھلا کیا
 جو میدان میں میرزا جی تھے مارے
 شہداء اللہ دوبار بارے ہیں ایسے
 جو احمد علی کندیاں میں تھا ہارا
 غرض ہر مخالف پہ دہشت ہے ایسی
 میں یا الہی سلامت ہمیشہ
 مبارک نیا تحفہ ہو سٹیوں کو
 کہوں اس کو گو ہر کہل بدخشاں
 درم چند دیکر حسد یدو یہ موتی
 تدبیر کیا سال تصنیف میں حب
 لکھو بے سرباک مصرع یہ سالم

کہ حق گوئی و صف نبی و ولی ہے
 کہ سچ بولنا کار ہر متقی ہے
 وہ کہتے ہیں اس میں فضیلت بڑی ہے
 تو حجت کی راہ اس میں سیدھی ہے
 دوبارہ فضیلت حسن کی ملی ہے
 کرے چار پرے تو خاصا نبی ہے
 فرشتے ہوں ستر جو بوند اک گری ہے
 ثواب اہل متعہ کو لٹکا بھی ہے
 زنا کو ہی متعہ سے تعبیر دی ہے
 فقط مٹھی بھر غلہ ہی مفتقی ہے
 مجاز اس کی بیشک زن رافضی ہے
 رسالہ میں تفصیل جن کی لکھی ہے
 کہ رخص اور برکت کی ہستی مٹی ہے
 روافض کے ہاں صف ماتم بھی ہے
 فضیلت کی مخلوق قایل سبھی ہے
 کہ سن نام دشمن کی جاں کا پتی ہے
 یہاں قادیانی کی جاں پر بنی ہے
 تو امت کی ہستی ہی کیا رہ گئی ہے
 کہ پھر سامنے آنے سے توبہ کی ہے
 تو لاہور میں کا پتا حائری ہے
 کہ سنتے ہی نام ان کو آتی غشی ہے
 یہ کالیوں کی دعا ہر گھڑی ہے
 یہ اک تمس یا بدتر یا شتری ہے
 نہ تعریف ہو سکتی اس کی کبھی ہے
 کہ بس فائدہ کی یہ سوداگری ہے
 نہ افیق نے غیب سے یوں کشتی ہے
 کہ شیعہ کے گھر صف ماتم بھی ہے

طلوع آفتاب ہدایت

از چوہری ذکا اللہ صاحب مکمل ایم اے ایل بی وکیل جہلم

الحمد گزریوں پہ کھلا نور حق کا باب
بدعت کے جنگلوں میں تھے لہال سارے گم
آنکھیں کردہ کفر کی چند صیا کے رہ گئیں
مات سے مٹ چکی حق و باطل میں تھی تیز
تھی اک فریب اشک غمش چشم غم
حق سے غزا تھی اصل میں جس کا غیز اتھانم
سازش تھی دشمنان رسول انام کی
شیر خدا کے عشق و محبت کو چن لیا
سوچا نہ کچھ بھی شیفگان حسین نے
تیر اپنے خون سے شہید کرنے جو کی
اس غضب سمجھے بھی ہے وہ راہ رشد
پوچھے تو ان سے کوئی کہ لائے بھی تھے بھی
عثمان کتب تھے انہیں مثل علی عسریز
کب تھا عقیدہ ان علی کا کہو کہ تھے
کب مرتبہ میں شیر خدا کو کہا کہ ہے
وہ فاطمہ کی آنکھ کے ناک سے ہے مدام
میٹھی چھری تھی شیعہ و سنی کا تفرقہ

یعنی ہوا طلوع ہدایت کا آفتاب
چھایا غضب کا جن پہ تھا تاریک ترحاب
چھٹا ترحاب سے کہیں دیکھا جو ترحاب
انکے لئے تھے ایک صدف اور درنا ب
تھا اک طلسم پوش رہا آہ سینہ تاب
دھوکا تھا اک محبت اولاد و بوتراب
اسلام کی جہان میں مٹی کو پس خراب
جس جام پر سرور سے تھے مستی شباب
اعدائے دیں گئے ہوئے مستی میں ہر کاب
دینے لگے وہ اس ہی عمارت کی تزیین اب
تاکید جس پہ چلنے کی تھے کر گئے جناب
کب پرین شکوہ صدیق یا خطا ب
کب احترام عائشہ سے ان کو اجتناب
نامانہ انکے وحی کے معنی سے بہر یا ب
ہمپایہ حبیب خداوند ذوالعقاب
مسرور از شراب ثنا خواستہ صحاب
اعدائے دیں کا جس سے جگر کر دیا کباب

افسوس عاشقان علی بے خبر ہے
عاشق تھے کور - کور و ماغوں نے کر دیا
وہ کم ظلام زلفِ امامت میں ہو گئے
کرنے لگے وہ یاس میں پھر سینہ کو بیاں
حق تھا جنہیں پسند وہ کرتے تھے آہ آہ
لب پر دعا تھی سوز جگر سے یہ ہر ٹہری
آئی ندائے غیبِ نوید سرور خیر
دیکھو آسماں سے نور کا دیا اُفتاب پڑا
تھی دیر کی جو چہرہ حق پر بڑی ہوئی
چشمِ بشر نے دیکھ لیا اور حق کا منہ
ساقی کی چشمِ مست نے غمرہ سے کہہ دیا
رشد اور بغی میں ہوئی آخر عیاں تمیز
فعلِ تمیز اور ہے بدعت ہے اور چیز
رسمِ عز کا دہر سے مٹنے کو نام ہے
ناقص ہے چشمِ شہرہ کیسا دیکھتی نہیں
دیکھا جو جلوہ حق کا جناب و تیر نے
فیضِ علومِ باطن و ظاہر سے کر دئے
فکرِ باند اور مضامینِ شانِ لگاں
حق جو حق پرست کو ان کا مطالبہ
رندانِ لم نزل کے لئے جامِ جانفروز
ہے فلسفی کے واسطے اک کانِ فلسفہ
صدرِ جہا و تیر حق آگاہ و حق پرست
بستل کی ہے دعا کہ بتو نسیتِ کردگار

مستور اصل میں تھی قبا ہی پس حجاب
رسم خڑا سے کورتیں دیدہ پر آب
ان چھوٹوں سے آئے نکل تھی کسی آب
دشمن کو اک نوید تھی آواز ثواب داب
صد حیف و صد درلج کہ اعدا میں کامیاب
دکھلائے مگر ہوں کو آہی رہ صواب
اے حق پرست فرقہ و عاہے یہ مستجاب
شب تاب آہ تاب و چمن تاب و شبنم تاب
پلائی ہے آفتاب حقیقت نے نوغاب
سبھی انہیں ہے کہتے ہیں جس کو خوشگلاب
رند و یہ ہے خلاص یا وقت ہے مذاب
راہ عذاب ہے تو وہ سہے رہ ثواب
ہو تے نہیں ہیں ایک پلاس اور نجاب
ہنگامہ خیز میں نعمات و ف و باب
ہستی پر آفتاب کی ہے حجت آفتاب
اسکا ہے آفتاب بیت لب لباب
یاسر یہ دیدہ زیب و رہا ہے مستطاب
حق میں کو دلپند ہے بے حد و حساب
ہنر زبیر ملک شنگ و فراسیاب
جویان شبن کے لئے خود جن کا شاب
اور منطقی کے واسطے بریان لا جواب
روشن تر آفتاب سے تم نے لکھی کتاب
پیش لائے حسب نیت بہتال کشتاب

مستقیم و سید
مستقیم و سید

چالیس شعر جاتے ہیں علم و عزم کا ہے
صد شکر بند ہے ہوا بد ختم کا باب

تسبیح اربعین

غلط نامہ کتاب آفتاب ہدایت (۲۴) فیض و بدعت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴	۱	مردۃ	مردۃ	۸۳	۱۹	کی روئے	کی روئے
"	۲	ابودیر -	ابودیر	۸۵	۱۳	میں الشیاء	میں الشیاء
"	۳	وسلمان	وسلمان	۹۰	۶	سرسول	سرسول
۵	۹	اللہم ال	اللہم وال	"	۹	یسلمی	یسلمی
۸	۱۹	یہودیوں نے	یہود امے	"	۲	نقی	نقی
۹	۱	ہمد رہے	اور ہمد رہے	۹۱	۱۵	انہ پرچہ	انہ پرچہ
۱۱	۱	ہشام	ہشام	۱۰۰	۲۳	پہنچتا	پہنچتا
"	۲	سبعۃ	سبعۃ	"	۱۵	نہر الفصاحۃ	نہر الفصاحۃ
۱۳	۹	تخشوہم	تخشوہم	۱۰۲	۱	لہذا اصل	لہذا اصل
۱۵	۱۸	کانت	کانت	۱۰۳	۷	نہر الفصاحۃ	نہر الفصاحۃ
۱۸	۱۳	فراع	فراع	۱۰۴	۹	یضوہا	یضوہا
۲۶	۹	لمصحف	لمصحف	۱۰۶	۱۷	حضر	حضر
۲۸	۱۵	اشقرو	اشقرو	۱۰۸	۱۳	پاسیان	پاسیان
۲۹	۷	من مراع	من مراع	۱۱۱	۷	سوتے ہیں	سوتے ہیں
۳۳	۲۰	انہوں نے	جنہوں نے	۱۱۳	۲۳	فی امر	فی امر
۳۹	۱۹	الشترئی	الشترئی	"	۲۳	مثله	مثله
۵۲	۸	بن	بن	"	۲۵	فہمت	فہمت
"	۱۱	طوبی	طوبی	۱۱۳	۸	حضرت علی	حضرت علی
"	۱۱	والمردۃ	والمردۃ	۱۱۵	۲	بنت علی	بنت علی
۵۳	۲۳	الحلی	الحلی	"	۱۳	ان تعقل	ان تعقل
"	۱	اختلاف	اختلاف	"	۱۸	وشیعۃ	وشیعۃ
"	۲	وشیعۃ	وشیعۃ	۱۳۳	۵	واما رسول	واما رسول
۵۸	۱۳	الا یعدہم	الا یعدہم	"	۱۸	قو لہ	قو لہ
۵۹	۱۷	احسان کرد	احسان یاد کرد	۱۳۳	۷	مشاہد کتاب	مشاہد کتاب
۶۳	۷	مباحات	مباحات	۱۲۹	۷	وسامو	وسامو
۶۶	۱	تیری کے	تیری زبان کے	۱۳۵	۲۱	دوسروں کے	دوسروں کے
۶۷	۱۸	جو ابوبکر	جو ابوبکر	"	۲۳	ابلیس کے	ابلیس کے
۶۸	۱۹	دو حجازہ	دو حجازہ	۱۳۶	۷	کردند	کردند
"	۲۱	دو حجازہ	دو حجازہ	"	۱۹	دین امین	دین امین
۷۳	"	اور و	اور و	۱۳۰	۶	فعل الحکم	فعل الحکم
۷۶	۱۵	تجلیہا	تجلیہا	۱۳۲	۳	چوتھی دلیل	چوتھی دلیل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۲	۱۳	ان چار دلائل	ان پانچ دلائل	۲۳۹	۱۳	نافق حنظلہ	نافق حنظلہ
۱۵۱	۱۲	دو ہزار دینار	ایک ہزار دینار	"	۱۸	لنا	لنا
۱۵۹	۱۲	زمین کو	زمین کو	۲۵۶	۵	غزوہ حدیبیہ	غزوہ حدیبیہ
۱۶۷	۲۵	اِنَّ التَّوْسَعَ	اِنَّ التَّوْسَعَ	۲۶۰	۱۵	غزوہ حدیبیہ	غزوہ حدیبیہ
۱۶۹	۲	وہابی	وہابی	۲۶۲	۸	علیاً	علیاً
۱۷۰	۱۳	عالم یرتفعہ	عالم یرتفعہ	۲۶۷	۱۷	بن کثہ	بن کثہ
۱۷۹	۱۲	تہذیب	تہذیب	۲۷۱	۱۹	نہر الفصاحت	نہر الفصاحت
۱۸۰	۲	اصحابنا	اصحابنا	۲۷۲	۲۱	فذلک	فذلک
"	۱۵	بن عمر	بن عمر	۲۵۷	۶	امیر علیہ السلام	امیر علیہ السلام
۱۸۵	۱۳	الی ما یصیر	الی ما یصیر	۲۷۸	۱	مدینہ میں دن	مدینہ میں دن
"	۱۸	وما یکون	وما یکون	۲۸۱	۱۲	تو ان کی	تو ان کی
۱۹۳	۲۱	عن اسحاق	عن اسحاق	۲۸۸	۸	صفیقین	صفیقین
"	۷	للہ صا	للہ صا	۲۹۰	۲۰	لا حب	لا حب
۱۹۵	۲۳	علی بنات	علی بنات	۲۹۱	۵	لعن	لعن
۱۹۶	۸	لا شیء	لا شیء	"	۹	بعض وعداوت	بعض وعداوت
"	۲۲	لعمری ائت	لعمری ائت	۳۰۶	۲۱	شم یحییٰ	شم یحییٰ
"	۲۵	غسالہ	غسالہ	۳۰۸	۱۷	وخصائکم	وخصائکم
۱۹۸	۲۱	الہنت کو	الہنت کو	۳۱۲	۱۱	پھر کس طرح	پھر کس طرح
۲۰۲	۴	الرحس	الرحس	۳۱۶	۱۹	احتیاج کی	احتیاج کی
۲۰۴	۲۰	ماخن منہیہ	ماخن منہیہ	۳۲۳	۲۱	روش نورانی	روش نورانی
۲۰۵	۱۳	و یسم	و یسم	۳۳۷	۱۰	یتخذہ	یتخذہ
۲۰۶	۱۱	قتل	قتل	۳۴۵	۱۷	برای میں اور	برای میں اور
۲۲۲	۲	لیلتہ الثلثاء	لیلتہ الثلثاء	۳۵۶		تو ان	تو ان
۲۳۱	۱	لم یوحف	لم یوحف				
۲۳۳	۲۳	مغزولی کیا	مغزولی کیا				
۲۳۵	۱۵	ان العلماء	ان العلماء				
۲۳۶	۱۲	جن آیات کے	جن آیات کے				
۲۳۸	۲۲	عز ذکرہ	عز ذکرہ				
۲۳۹	۴	حضرت فاطمہ	حضرت فاطمہ				
۲۴۷	۱۱	موجودگی	موجودگی				
۲۴۸	"	آکھوں میں کا جواب سہواً کا تب سے	آکھوں میں کا جواب سہواً کا تب سے				
		کر رکھا گیا ہے۔	کر رکھا گیا ہے۔				

نوشٹ بعض جگہ آیت ما نزل انیک کے
بعد سہواً کا تب سے من تریک رہ گیا اور
ناظرین درست کر لیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله كتاب جواب موسوم بہ

مناظرات ثلاثہ

مباحثہ میٹرور
مناظرہ منصوبور
مناظرہ حاکم جاری

اون مباحثات کی صحیح رویداد جو فرقہ و بائیت سے ہوئے
مرتبہ ۸

شیخ اسلام ابو الفضل مولانا مولوی کرم الدین صاحب
رئیس بھین ضلع جہلم
مطبوعہ مسلمان پریس لاہور

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى دَالِصَلَوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ ۝ الْمَصْطَفٰی عَلٰی الْاَهِوَاصِ اِيْمُوْعًا
الَّذِيْنَ اَصْطَفٰی: اَمَّا لَعَلَّ: پس وضوح رائے اولیٰ الابصار ہو کہ آج کل الحاد و بیدینی کا زور ہے۔
مذہب کی طرف سے بے نیاز ہو کر لوگ اپنی اپنی خواہشات کے پیرو ہو رہے ہیں۔ نہ کسی بڑے کا ادب
و احترام نہ چھوٹے پر رحم و شفقت ہے۔ ہر ایک شخص اذنا و لا غیر کی کام دہر رہا ہے۔ روزہ۔ نماز۔
حج۔ زکوٰۃ وغیرہ فرائض اسلام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور مذہب کو مانع ترقی اور باعث
افلاس مسلمانان ظالم کر دیا جاتا ہے۔ نماز اور نمازیوں پر پھتیاں اڑتی ہیں۔ ڈاڑھیوں کے خلاف جہاد
جو لڑا ہے جس شخص نے شہداء اسلام ڈاڑھی رکھی ہو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ سکونریشاٹیل ڈاڑھی مگر
اور کیا کیا خطاب ملتے ہیں۔ یہ تو نبی روشنی والے انگریزی دان طبقہ کا حال ہے۔

جو لوگ ابھی مذہب کا اس قدر بیگانہ نہیں ہوئے وہ بھی مَدَن بَدَن بَيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
وَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لٰکَ دَکَا مَصْلٰقِ ہو رہے ہیں۔ مذہب حق اہل السنۃ والجماعۃ اور متقدمین کو تقویم پانچ
سمجھ کر چھوڑ رہے اور نئے نئے مذاہب کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کوئی شخص روح حق کے مذہب
کو اسلئے پسند کر رہا ہے کہ ان میں نماز و روزہ کی پابندی نہیں۔ نجات کے لئے یہی کافی ہے کہ سال
میں ایک دفعہ محرم میں ماتم حسین میں سینہ کو پی کر لیں۔ اور مائے دے۔ وادیلے۔ مائے حسین کر ملے۔
کے نعرے لگائے جائیں پس انکے لئے جنت کے دروازے کھل گئے۔ عبادت بدنی یا مالی کی
انہیں کیا ضرورت۔ جیسا بیچوں کی طرح امام حسین کی شہادت انکے تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔
بس تھپسی پھوٹی۔ یہ لوگ عبارت بھی سمجھتے ہیں انوسلف صالحین اصحاب و ارج رسول کی سبقت
اور نیز لعنت و تبرا جاگتے سوتے اٹھتے بیٹھتے۔ گتے موتے کرتے رہنما یہ لعنتی ہونا اپنے لئے
باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ آیۃ اُولٰٓئِكَ يٰلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ عِزُّوْنَ
ہمارے ہی حق میں نازل ہوئی ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ تو لعنت سے اس قدر نا آشنا ہیں کہ یزید
کی لعنت میں بھی توفیق کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ ہم ہیں کہ ہمارا دینی وظیفہ لعنت و تبرا ہے۔ لقمہ

طعام کھائیں تو بھی بسم اللہ کی جگہ لعنت ہے راستے پر چلتے ہوئے قدم اٹھائیں تو بھی وظیفہ لعنت کسی مجلس میں جائیں تو اونچی زبان سے نہی دل میں لعنت ہی لعنت بس رہا ہے۔ مرینگے تو خاتمہ لعنت پر ہو گا۔ قبر میں بھی داخل ہوتے وقت لعنت۔ لعنت کی رٹ ہوگی سیامت میں شتر بھی لعنت پر ہوگا غرض اس فرقہ کیلئے لعنت کا طوق طرہ امتیاز اور ایک اعزازی نشان ہے۔ مبارک! مبارک!!

کوئی شخص ماور ویدر آزاد ہو کر تقلید آئیمہ دین سے کوسل بھاگتے ہیں۔ وہ اس پہ لگام یا شتر بے ہمار دینا پسند کرتے ہیں۔ یہ سیفند نہیں بلکہ تقلیدین آئیمہ کرام کو برا بھلا کہتے انکو بدعتی اور کیا کہا لکھتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی ترقی کر کے آئیمہ مجتہدین کی بدگونی کرتے اور برا جانتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی دل میں نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے جیسے ہی بشر تھے۔ زیادہ سے زیادہ انکو بڑے بھائی کا رقبہ دے لو۔ ان کے علم غیب کا قائل ہونا کفر ہے۔ اور یا رسول اللہ کہنا سراسر شرک۔ (استغفر اللہ)۔

اس فرقہ کو اہل حدیث یا دوسرے الفاظ میں غیر متقلدین اور وہابی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے خاص جدوجہد کر کے بہت سے بھولے بھالے افراد کو اپنا ہم نواؤں میں خیال نہایا ہے۔ اور دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں کہ تمام مسلمان انہی کی طرح گستاخ بے ادب اور آزاد ہو کر تقلید سے متنفر ہو جائیں اور ہر ایک اپنے آپ کو مجتہد تصور کر لے۔

رفقہ رفقہ اس فرقہ نے ترقی کر کے اپنی اتنی جماعت بنائی ہوئی ہے کہ جلسے جلوس کرتے۔ وعظ و تبلیغ میں ہر گرم رہتے بحث و مناظرہ کے اگھاڑے قائم کرتے رہتے ہیں۔ بھول تو انکا ہر ایک فرد جھگڑالو اور مبلغ کی ڈیوٹی ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے لیکن پنجاب میں انکے بڑے ابو الوفاء مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی ہیں انکو یہ اپنا امام اور پیشوا دیکھ کر انکے فتوے پر چلتے۔ انکی ہر ایک ادب پر قربان ہوتے۔ اپنے وقت کا مجتہد اعظم قرار دیتے ہیں۔

مولوی ابو الوفاء کو سردار الطہیث اور شیر پنجاب کا لقب اپنی قوم (دوباتیوں) سے ملا ہوا ہے۔ مرزا میوں سے انکے اکثر مناظرے ہو کرتے ہیں۔ آریہ عیسائیوں سے بھی کبھی کبھی جالجتے ہیں۔ رفقہ رفقہ انکی بہت بڑی اور احاف کرام کو بھی چیلنج کرنے لگے کہ آؤ کسیکو جرات ہے تو ہم سے مناظرہ کرے۔ ہمارے حنفی بھائی پچھنے ایسے لاپرواہ ہیں کہ وہ کبھی اس سے من نہیں ہوتے۔ دیکھتے دیکھتے انکی تعداد میں انکے بھائی ان سے علیحدہ ہو کر اس جدید فرقہ (دوباتیہ) میں جا ملے ہیں۔ انکو کچھ پرواہ ہی نہیں ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین حق کا خود محافظ ہے اس لئے کچھ ایسے سامان پیدا کر دئے

کہ خائف سے انکی نگر ہو گئی۔ دو موقعوں پر شیر پنجاب کا مقابلہ خاکسار سے ہوا۔ اول میرپور میں
پھر چک راجادی ضلع گجرات میں۔ ہر دو موقعوں میں شیر پنجاب کو ایسی ذلت آمیز شکست ہوئی
کہ باہر ہوا قرار جاتا رہا۔ سب کو معلوم ہو گیا کہ شیر پنجاب شیرستان نہیں بلکہ شیر قالین میں۔ اور
اخافت کے مقابل میں تو انکو گیدڑ کہہ دینا بالکل موزوں ہے۔ حضرت ابوالوفاء کی میرپور میں توہینت
ہی کر گویا وہابی سی بزبان حال کہہ رہے تھے۔

ہائے سمجھے تھے جسے شیر وہ گیدڑ نکلا

اس زمانہ میں اخبار الفقیہ نے اپنے مضمون میں وہابیوں کے حسب حال یہ مصرع موزوں قرار دیا تھا۔
پھر چک راجادی کے مباحثہ میں تو شیر پنجاب نے ایسا حوصلہ مارا کہ علی الاعلان بھرے مجمع
میں آئینہ کے لئے خاکسار کے ساتھ مباحثہ کرنے سے توہین کی۔ اور ابھی تک اپنی اس توجہ النصوح
پر قائم ہیں۔ جزاء اللہ خیر الجزاء۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔

آخرچہ دانا کند کند ناداں۔ ایک بعد از ہزار رسوائی
خیر خلب ابوالوفاء صاحب نے تو خاکسار کے مقابلہ میں آنے سے قسم کھالی لیکن منصور پور ضلع ہوشیارپور
میں ایک سنے والی مولوی محمد یوسف نام چھپرہ ترمکے۔ وہ غم ٹھونک کر میرے مقابلہ میں آئے۔
لیکن ایسی مار کھالی کہ پھر گویا کان لھر کیں ہو گئے۔ پھر کہیں انکا نام تک نہیں سنا گیا۔
ان مباحثات کی روداد چھپی تھی لیکن اس وقت مانتھوں ہاتھ لکھ گئی۔ چنانچہ بہت سا جفا
کے احرار پر دوسرے مناظرات کی تفصیل بالترتیب درج کیجاتی ہے تاکہ آئندہ بھی حنفی مناظرین
اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

پہلے مباحثہ میرپور۔ پھر مباحثہ چک راجادی۔ بعدہ مناظرہ منصور پور لکھا جائے گا۔
واللہ الموفق للصواب۔ والیہ المرجع والمآب۔

حقوق
خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین غنی از بھین۔ تحصیل چکوال ضلع جہلم

مباحثہ میرپور

موضوع بحث
فرقہ ناجیہ
غیر ناجی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

براعلان اسلام کو معلوم ہے کہ کسی زمانہ میں ہندو پنجاب میں دہائی ضعی کی بحث کا پرچا تھا۔ بحث و مباحثہ رسالہ ہندی کی کثرت تھی جہاں آئین بالجمہر رفع یدین وغیرہ مسائل کے جھگڑے تھے لیکن فقہیت و ہدایت کا زور گھٹنا گیا حتیٰ کہ وہ سچیت۔ سرراشیت جھگڑا لویت وغیرہ میں مقسم ہو جانے کی وجہ سے کان لہر کیا ہو گئی اور قصہ تمام ہو گیا۔

لیکن بانیہرہ جہلم میں جہاں شہر و ضلع میں احناف کرم کی آبادی ہے چند افراد خاص شہر میں ایسے موجود ہیں جہاں اپنے آپ کو ائمہ دین کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ علوم و دینیہ سے بالکل نا بلہ ہیں لیکن مولوی ابو الوفا رحمہ اللہ صاحب امر تسری و مولوی ابراہیم صاحب میاں لکھنوی ان کے مائے ناز ہیں۔ ان کو یہ اپنا مقتدا مذہب سمجھتے ہیں اور باوجود ان کا تعلیم و ان ہر دو اصحاب کی تقلید کو بیا فرض سمجھتے ہیں۔ اور ان کے قول کو وحی من المسلمین یہ لوگ یہاں مدت سے سالانہ جلسہ کیا کرتے تھے جن میں مولوی صاحبان مذکورہ کے علاوہ اور بھی چند مولوی آکر وعظ کرتے اور اپنے مذہب کی ترویج کریں سمجھتے ہیں کہ دوسرے فرقوں کو برا بھلا کہا جائے۔ چنانچہ ہر ایک جلسہ میں بالالتزام اولیاء کرم اور ائمہ عظام کو کوستا اور خفیوں کے دل دکھانا جلسہ کی اہم اغراض سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے یہاں کے مسلمانان اہل السنۃ والجماعۃ احناف کو اس بات کی ضرورت پڑتی کہ ان کے جواب میں اور صبر سے بھی جلسہ کیا جا کر ان کے بیجا حملوں کا جواب متانت اور نرمی سے دیا جائے۔ شاید یہ سمجھ جائیں اور اُن کے دن کا فتنہ تمام ہو جائے چنانچہ پہلا جلسہ خائف کرام کا سنہ ۱۹۱۵ء میں لڑھی و ہوم دام اور نشان و شوکت سے ہوا جس نے ان کے جلسوں کو ناظر کر دیا۔ اس جلسہ میں صداقت مذہب حقی اور ترویج مذہب مخالفین کا فرض عہدگی سے ادا کیا گیا۔ اس جلسہ کی عظیم الشان کامیابی دیکھ کر ائمہ دین اصحاب دل میں شرمانے لگے اور ان کو فکر و انگیزہ ہوئی کہ اگر خفیوں نے اس طرح جلسے جاری کیے تو ہماری تہذیب کی تمام ہوجائے گی۔ بالکل غیبت و نابود ہو جائے گی۔ انہوں نے اپنے جلسہ ۱۹۱۶ء میں اختلافی مسائل فاتحہ خلف الامام تقلید علم غیب۔ ظہر احتیاطی وغیرہ کو بحث قرار دیکر علماء احناف کو دعوت دی کہ وہ جلسہ میں آکر متحد و موحد وقت میں بحث کریں۔ اور سے بعنوان ”علماء غیر مقلدین“ کو دعوت مباحثہ ایک

استہار شائع کر کے انکو چیلنج دیا گیا کہ تحقیق حق منظور ہے تو فروعی مسائل کو چھوڑ کر اصل الماصول مسئلہ میں
کہہ دو قرین میں سے خدا و رسول خدا کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے کونسا فرق سچا اور کونسا جھوٹا ہے باقا
گفتگو کریں۔ اور اسکے لئے جلسہ میں نہیں علیحدہ دن مقرر کریں لیکن علماء غیر مقلدین کو اس باتقاعہ براہِ حقہ کا
وصلہ تو نہ ہوا حسب معمول جلسہ میں اس ترائیاں مانگنی شروع کیں کہ اؤ اشتہار دینے والے کہاں ہیں مباحثہ
کے لئے کیوں نہیں نکلتے۔ اتفاق سے وہاں ایک غیر مشہور مولوی حسین محمد نامی امام طین نمبر ۲۱ بیٹھے تھے
وہی انکے دامنگیر ہو گئے اور ایسے پھٹے کہ مولوی ابو الوفا کو بیچھا چھوڑنا محال ہو گیا۔ لیکن چونکہ حسین محمد
بالکل سادہ مزاج تھے اسلئے مولوی ابو الوفا کا وہ منہ بند نہ کر سکے۔

الحديث کے اس جلسہ کے بعد ہمارے جلسہ کا وقت تھا لیکن ان دنوں ملک میں کچھ مشوروش پیدا ہو چکی
وہ جسے جلسہ نہ ہوسکا اور نہ ہم الحديث کا یہ قرضہ اٹا کر سکے۔

۱۹۲۷ء میں پھر الحديث کا جلسہ ہمسے پہلے تزار پالہ میں پھر اہولنگی اچھی طرح سے دل کے بخار نکالے
تو بہن اولیا کر ام دائیہ عظام تو انکا بائیں ہاتھ کا کرتب۔۔۔ دل کو کھول کر اچھلا گیا۔ اور جلسہ میں ہمیں لاکھ
رہے کہ مباحثہ کے لئے نکلویں لیکن چونکہ ان دنوں خاکسار سیکرٹری انجمن خفیہہ حلیہ کے گھر میں ایک نام ہو گیا تھا
اسلئے حاضری سے معذور ہوا اور اصحاب الحديث کے قرضہ سے سبکدوش نہ ہوسکا جاتی دفعہ علیہ الحديث
یہ بھی کہہ گئے کہ آپ تو نہیں اسے ہم تمہارے جلسہ میں ضرور نہجانینگے اور تمہیں بحث کرنیگے آخر کار ۱۰-۹-۱۰ اپریل
کو ہمارا دوسرا سالانہ عظیم الشان جلسہ ہوا ہمیں پنجاب بھر کے شاہیر فضلاء و تشریف لائے اس جلسہ میں
علاوہ موا عطا حسنہ کے مخالفین کے اس تمام قرضہ کی جو ہمارے ذمے دو سال سے واجب الادا تھا میٹا
کر رہ گئی۔ قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا کہ خدا کے فضل سے مقلدین ہی وہ مسلمان ہیں جو دائرۂ اسلام
کے مکررہ کفرۃ اشد میں داخل ہیں۔ یہی کہ وہاں چار مصلیے بچے ہیں جو مقلدین کو دہان رہائش تو
کیا باطلہ عقیدہ و خیل ہونا بھی منعذر ہے اسلئے خدا کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے ہم ناجی دور
غیر مقلدین غیر ناجی ہیں۔ اس جلسہ میں وہ تمام کھیلیں جو سالہا سال سے مولانا ابو الوفا و شاعر شاعر
لوگوں کو مخاطبہ دینے کیلئے دکھا کر اپنی صداقت ثابت کیا کرتے تھے ایک بیک دکھلا کر ثابت کیا گیا
کہ مولوی صاحب کے یہ سب دلائل نکتے اور بازیچہ طفلان ہیں۔ ان خود ساختہ کھیلوں سے تو انکے مزید
کی بنیاد پختہ ہو چکی بجائے جڑ سے اکھڑتی ہے۔ غرض تو وہ ایسی پرزور ہوئی کہ دنیا کو اصلیت معلوم
ہو گئی اور الحديث کے گھر ماتم ہوا ہو گیا۔ بہر حال مولوی صاحبان کو تار و تے گئے۔ وہی دوڑائے گئے
لیکن وہ نہ پہنچ سکے آخر کار جب ہم اور ہمارے سارے مولوی صاحبان گھر چلے گئے تو یہ خوبصورت چوچا گیا کہ

میر پور میں جا کر ایک جلسہ کریں اور وہاں مباحثہ کا اظہار جائیں اور دعوت مباحثہ بھی دیدیں۔
 شائع کیا گیا۔ اس میں بڑے زور سے ہمیں دعوت مباحثہ دی اور مولانا روحی صاحب اور خاکسا ابو الفضل
 محمد کرم الدین دہلوی کو بصرہ کے اسماعیل خان صاحب کے لکھا گیا کہ اگر وہ میدان میں نہ تو جلسہ میں آکر مباحثہ کرو۔ اور
 یہاں تک جسارت سے کام لیا گیا کہ ہماری آمد و رفت کا خرچہ وغیرہ بھی اپنے خزانے لینا اختیار کیا گیا۔ یہاں تک
 کا خیال تھا کہ اتنے دور دراز سفر پر کوہستان کی علاقہ میں کون آئیگا۔ بالخصوص انکو معلوم تھا کہ خاکسا
 زمیندار ہے اور اس وقت فصلوں کی برداشت کا وقت ہوئیگے باعث زمینداروں کو ہاکیٹن کیلئے بھی
 باہر نکلنے کو کہاں فرصت ہے، مفت میں فصل کا دیان کی فتح کا ڈھنگا بج جائیگا۔ یہ جنگ لگے نہ ہٹو گدی۔
 اور ان موقع میرے لئے یہ بڑا نازک وقت تھا میر پور جانے میں میرا سینکڑوں روپوں کا نقصان تھا لیکن
 احباب نے اصرار کیا کہ جب تو کم کیلئے اور ایک برگزیدہ مقدس بزرگ حضرت میر صاحب علی پوری مدظلہ کی
 جانب سے اس کے جلسہ میں فاضل اسلامی کا خطاب حاصل کر چکے ہو تو ان تمام تکالیف خرچہ و خرچ کو
 برداشت کر لے بھی مخالفین کا تعاقب ضرور کرنا چاہئے تاکہ انکی حجت نہ رہے۔ خاکسا جہلم گیا اور یہاں
 بعنوان ”مباحثہ منظور“ ۲۹ اپریل کو ہشت تہا شائع کرویا گیا جس میں سرکاری ایلڈرٹ میر پور کو نوٹس
 دیا گیا کہ دعوت منظور ہے۔ ۲ مئی انوار کو حاضر ہو جاؤں گا اور مناسب شرائط پر مباحثہ کیا جائے
 اس روز درہشت تہا ہمارے مخالفین کے چھکے چھوڑا دئے انہوں نے سمجھ لیا کہ اب پیچھا نہیں چھوڑتا پہلے
 ہی سے ناں اٹا رکھے چلے پیچھے گئے اور جہلم میں شہر دیا گیا کہ مباحثہ میر پور کا ایلڈرٹ کے علماء کے بعد پھر
 ہفتہ تک سب میر پور پہنچ گئے۔ اور چنے ۲ مئی صبح کو جہلم سے میر پور کو دکان بول دیا۔

جہلم سے ہماری وائی
 مولانا مولوی خیر شاہ صاحب میر واعظ الاسلام امرتسر مفتی محمد نور
 جہلم گئے تھے۔ وہ اسی روزہ بچے شام یہاں سے بندھ کر ناگہر روانہ ہوئے
 اور سوال تشریف میں شب باقی ہوئے۔ ۲ مئی انوار کو علی الصباح خاکسا صاحب اپنے معزز ہمراہین کے
 جن میں مولوی فیروز امین صاحب امام جامع مسجد خافساناں۔ ملک محمد صاحب بھیکہ دار جہلم۔ میاں
 اصغر علی صاحب امام مسجد ملا جان۔ میاں فضل کریم صاحب نذر گروہاں امام الدین صاحب۔ جودہری
 موجدین صاحب میاں کریم بخش کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ سواری ٹانگہ ہائے جہلم سے میر پور کو
 ہو۔ یہاں ٹانگہ پر گئے پکشتی کے ذریعہ دیا جو جو کر کیا۔ آگے سواریاں لگئی ہوئی تھیں۔ راستہ میں خافا صاحب
 میاں محمد صاحب مرحوم اور حضرت غازی قلندر نذر ابراہیم انوار پر فاتح خوانی کی اور برکت حاصل کی۔ یہاں فضل
 امرتسری بھی شامل ہو گئے۔ پستی کی گھن منزل طکی۔ گالہ بلاہ سے آگے بڑھے تو شہر میر پور نظر آیا جو میں

فاسلم باقی تھا کہ مسلمانان میرپور فضلہ اخلاف کے استقبال کے لئے آپہنچے۔

استقبالِ فضلہ

مسلمانان میرپور نے محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ دو دفعہ بغیر سنی ساتھ لائے

دو دفعہ شربت پلایا گیا۔ اور شہر سنی کھلائی گئی۔ شہر کے نزدیک پہنچے تو ایک لشکر سا نظر آیا۔ جتنی مسلمانوں کا جلوس تھا جو علماء اخلاف کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ اس بھاری جلوس کے ساتھ ہم شہر میں داخل ہوئے۔ سارا جلوس لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اللّٰهُ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا اس مقام کے پاس سے گذرا جہاں اجماعیت کا جلسہ تھا۔ جلوس کے نعروں کی آواز سنکر اجماعیوں کے دل پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ جلسہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جلسہ گاہ خالی میدان پڑا تھا۔ وہاں سے گندہ کریم بازاریں داخل ہوئے۔ تمام اہل ہندو ڈھری محبت سے پیش آئے ہر ایک کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا کہ سنی آگئے ہیں اب وہابی بھاگے۔ ہمیں ایک وسیع مکان میں آنا گیا۔ یہاں علمائے اجماعیت سے خط و کتابت شروع کی

علمائے غیر مقلدین سے خط و کتابت

مباحثہ کا وقت و مکان مقرر کرتے اور شرط بحث طے کرانے کے لئے

علمائے غیر مقلدین کو لکھا گیا اور ہر سے جو جواب موصول ہوا اس سے کچھ گہرائی صورت نظر آئی پرچنانچہ انہوں نے دوسری جگہ میں بحث مجھے۔ ثالث مقرر کرنے اور حفظ امن کی ذمہ داری لینے سے انکار کیا۔ آخر کار بعد چند دن خط و کتابت کے جو ۲ مئی ۱۲ بجے سے شروع ہو کر رات تک جاری رہی اور پھر ۳ مئی صبح کو بھی نامہ و پیام جاری رہا۔ چنانچہ شب کو ۱۲ بجے کا وقت مقرر کیا گیا۔ اور ثالث ایک ہندو معزز وکیل لالہ جوتی رام صاحب مقرر کئے گئے اور بحث ”قرقہ ناجیہ“ قرار پایا۔

میدانِ مباحثہ کو وائلی

الجداد ائسے نماز و غیرہ مجھے جسے میدانِ مباحثہ کی طرف کچھ کیا۔ اس وقت مسلمانوں کا بہت بڑا جلوس جو میزبان کی تعداد میں تھا ہمارے ساتھ تھا۔ جب یہ جلوس بازار سے گذرا تو تمام بازار اس سے اس جگہ تک دھیر ہو رہا۔ اس وقت ہم محاسن بھاری جلوس کے میدانِ مباحثہ (جلسہ گاہ اجماعیت) میں پہنچے تو دیکھا کہ علمائے غیر مقلدین جو چند شخص کے وہاں بیٹھے ہیں اس قدر خلقِ خدا کو دیکھ کر وہ ہم گئے اور ایسے ہشت زدہ ہوئے کہ ان کے چہروں کی رونق اُڑ گئی۔

نشست گاہِ مقلدین

جلسہ گاہ میں جانبِ غرب اجماعیت کا شیخ بنایا ہوا تھا۔ اسپر مینز اور تین کرسیاں لگائیں۔ وسط میں مولانا ابوالوفار شہناز اللہ صاحب اور وائلی بائیں مولانا مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور مولوی محمد صاحب جوناگڑھی بیٹھے ہوئے تھے اس کے مقابلہ میں کچھ فاصلہ پر جانبِ شرق ہمارے لئے شیخ بنایا گیا تھا۔ میزبان کرسیاں رکھی گئیں۔ درمیان کی کرسی پر

خاکسار مناظر احاطہ بیٹھ گیا اور دہائیں بائیں مولانا مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری و مولانا مولوی عبد اللہ لدڑوی تشریف فرما ہوئے جلسہ گاہ کی جانب جنوب میں لگا گیا تھا اور تین کرسیاں کھلی تھیں۔ وسط میں لالہ جونی رام صاحب پلیڈر ثالث و رفیقین اور دہائیں بائیں لالہ دیو پنچند صاحب و لالہ سنت رام صاحب پلیڈر ان نشست فرماتے تھے۔ صاحب صدر کے پاس ہر دو فریق کی طرف سے درخواست پیش کی گئی کہ اول و آخر ہماری تقریر ہو۔ صاحب صدر نے فیصلہ ہمارے حق میں سنایا اور ہر دو فریق کے لئے ابتدائی تقریروں کی واسطے ۱۵ منٹ وقت رکھا گیا اور دوسری تقریروں کے لئے ۱۵ منٹ وقت تجویز ہوا۔ خاکسار نے پہلے تقریر شروع کی۔ (نقشہ) چوتھہ تقریروں کے بالاستیعاب یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں ہے اسلئے ضروری امور بطور خلاصہ درج کئے جاتے ہیں۔

ہماری تقریر

خاکسار نے بیان کیا کہ ہم ہر دو فریق مسلمان کہلاتے ہیں۔ ہمارا اختلاف فرقہ ناجیہ کے متعلق ہے کہ ہر دو میں سے کون فریق ناجی اور کون غیر ناجی ہے۔ ہمارا استدلال قرآن و حدیث سے ہونا چاہئے۔ میرا دعویٰ ہے کہ ہم ناجی ہیں۔ فریق ثانی غیر ناجی۔ دلیل میں پہلے کتاب الہیہ پیش کرتا ہوں۔ قرآن کریم کے پارہ ۷ آئیں آیت ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (ترجمہ) بہتے زبوروں میں تورات کے بعد لکھ دیا ہے کہ ارض مقدسہ کے وارث میرے صالح بندے ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ ارض سے مراد مطلق زمین نہیں سمجھتی کیونکہ زمین پر تو ہر قسم کے بادشاہ صالح و غیر صالح احوال ظالم و نیک و بد ہوتے رہے ہیں اور ہوتے ہی گئے۔ اس آیت کے کوئی خاص زمین مراد ہے جیسا کہ الف لام عہد اس پر دلالت کرتا ہے۔ یا مگر وہ کوئی زمین ہے جس کے لئے ہمیں زبور و تورات کو دیکھنا چاہئے جس کا حوالہ قرآن کریم دیا ہے۔ زبور ۷۳ آیت ۳ میں لکھا ہے۔ صادق زمین کے وارث ہوں گے اور بدنامک انہیں نہیں۔ تو قرآن کتاب جدید پیش پایا آیت ۸ میں ابراہام کے خطاب میں ہے میں تجھ کو اور تیرے بعد تیسری نسل کو کنعانی کانٹک جیسے تو پر دہی ہے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو اور میں اس کا خدا ہوں گا۔ تو رت تقریر کر دی ہے کہ اس سرزمین سے مراد ملک کنعان نہیں ہیبت المقدس ہے اور ارض شام جیسے دینہ منورہ بھی شامل ہے مراد ہے اور چونکہ ارض مقدس کی وراثت ہم مقلدین کو ملی ہوئی ہے۔ وہاں عثمان کی حکومت جو حق الہیہ میں اسلئے شہادت قرآن و کتب مقدسہ ہم صالحین (فرقہ ناجیہ) میں داخل ہیں۔ اور چونکہ اس سرزمین پاک میں کوئی اہم حدیث غیر مقلد نہیں ہے۔ نہ وہاں کوئی شخص اس فرقہ کا باطلہ عقیدہ خود جاسکتا ہے اسلئے یہ غیر ناجی ہیں۔ علاوہ اسکے حدیث میں عن ابیہریرۃ ان الایمان لیارد الی اللہ میتہ کما تار الخبتہ الی حجرہ لا متفق علیہ) اس حدیث کا ہی یہی معنی ہے کہ اسلام کا اصلی مرکز مدینہ منورہ ہے جہاں اسلام سرشت کر مانیا گیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے انما الدین میتہ کالکلب یعنی خبثت و بیعتی طبعی

یعنی مدینہ ایک بہٹی ہے جو خبیث کو اڑا دیتی اور پاک کو باقی رہنے دیتی ہے۔ دوسری حدیث ہے۔
 علی نقاب المدینۃ ملائکہ لا یدخلہا الطاعون ولا المدجال (ترجمہ) مدینہ کی گلیوں
 پر ملائکہ کا پہرہ لگا ہوا ہے وہاں و باور و جال کو بھی دخل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح مکہ معظمہ کی بہترین
 زمین ہو نیکاثوت اس حدیث سے ہے۔ واللہ انک لخیر ارض اللہ و احب ارض اللہ الی اللہ
 یعنی مکہ! تو خدا کی سب سے بہتر زمین سے خدا کی پسندیدہ زمین ہے۔ پھر حسب دلائل بالارض مقدس
 بیت المقدس کی زمین یا مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی سرزمین کے رہنے والے ہی صاحبین ناجیہ فرقہ قرار دیے
 جاسکتے ہیں جو اسلام کا اصل گھر ہے چونکہ اسکے وارث ہم ہیں اسلئے ہم ہی ناجی ہیں۔ دوسری دلیل
 اس حدیث سے ہے۔ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شد شد فی النار (ابن ماجہ) (ترجمہ)
 تم بڑی جماعت کے تابع ہو جاؤ کیونکہ جو اس سے الگ ہو ا وہ آگ میں گرے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بڑی جماعت
 ہم ہیں یا آپ۔ اس مجلس کو دیکھئے۔ تمام لشکر کا لشکر ہمارے بھائیوں کا یہاں جمع ہے۔ آپ آئے ہیں
 نمک بھی نہیں۔ اور دنیا کے مسلمانوں کو دیکھ لو۔ ہند۔ سندھ۔ سمرقند۔ بخارا۔ کابل۔ روم۔ شام۔ عجم۔
 و عجم میں ہمارے بھائی مقلد ہی بستے ہیں۔ پھر اس بڑی جماعت کے تابعدار ناجی اور دوسرے غیر ناجی ہوں گے۔
 ابو الوفاء مولوی شہار اللہ صاحب نے اپنی تقریر شریعی کی اور فرمائی کہ لکے کہ
مولانا ابو الوفاء کی تقریر فریق مخالف کی تقریر صرف زبانی ہے اصل بات وہ ہے جو میں بیان کرتا

ہوں۔ حدیث میں ہے۔ ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثلثین و سبعین ملۃ و تفرق امتی علی ثلاث
 و سبعین ملۃ کلہم فی النار الا امۃ واحده قالوا و من ہی یا رسول اللہ۔ قال ما انا علیہ و اصحابی
 اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تفرق فرتے ہو جانے اور انہیں سے ایک کا ناجی بننا
 بیان فرمایا ہے اور اسکی پہچان یہ کہ جو میرا دھیرے اصحاب کا مذہب ہے۔ رسول اللہ اور انکے اصحاب مقلد رہتے
 نہ اسوقت یہ چار مذہب پیدا ہو گئے تھے۔ اسلئے انکا ہی مذہب تھا جو ہمارا مذہب ہے، اور ہم ناجی ہیں۔ آیت کا
 جواب یہ دیا کہ ارض مقدسہ پر حکومت یزید کی بھی ہو چکی ہے اور اسوقت وہاں برطانیہ کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔
 حدیث پیش کردہ کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ سیاسیات کے متعلق ہے یعنی پولیٹیکل امور میں بڑی جماعت تابع ہونا
 چاہئے دینی امور میں مولوی صاحب نے بھی فرمایا کہ ہم قدیم سے ہیں مقلدین اج میں پیدا ہوئے جب آئیمہ اربعہ پیدا ہوئے۔
 اسکے جواب الجواب میں کہا گیا کہ حدیث ما انا علیہ و اصحابی والی سلطان نے ساری

جواب الجواب نہیں پڑی یہ ابو داؤد کی حدیث ہے اور ما انا علیہ و اصحابی سے آگے وہی الجماعۃ
 لکھا ہوا ہے یعنی یہ کون لوگ ہیں جو بڑی جماعت رکھتے ہیں۔ اس سے مطلب صاف ہو گیا کہ رسول خدا اور اصحاب

کا وہی مذہب تھا جو مسلمانوں کے سوا اور عظیم بڑی جماعت کا مذہب تھا اور نیز یہ یا کسی اور ظالم کا چند روزہ کبھی قبضہ ہو جاوے تو وہ وراثت نہ نہیں بلکہ غاصبانہ عارضی قبضہ سمجھا جائیگا۔ آیت میں بے شک کا لفظ صاف ہے جس کا یہ معنی ہے کہ عباد صالحین کو یہ زمین وراثت ہو گئی ہے انہوں نے ابد الابد تک اس کا حاکم رہنا ہے۔ چند روزہ مخالف حکومت کا ایجاب یہ ہوگی۔ نیز یہ نے قبضہ تو کیا لیکن فی القیورواں سے دیکھو اسکی حکومت کا استیصال کیا گیا آج شواعت و پھکار کے اس کے نصیب میں اور کچھ نہیں ہے اور حدیث اتباعوا السوطلا اعظا میں اگر پولٹیکل معاملات اور دنیوی امور میں بڑی جماعت کے متبع کا حکم ہے اور دینی امور میں نہیں۔ تو حدیث میں من شدّ مشدّن فی النار کے وعید کا کیا معنی۔ یہ وعید تو اسی صورت میں کہ اگر دینی امور میں اتباع نہ کی جائے۔ علاوہ ازیں دوسری حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ دینی امور میں ہی اتباع مراد ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم ياخذ الشاة والقاصية والناحية واياكم والشعاب وعليكم بالجماعة والعامة (مشكوة) یعنی شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے جیسے کہ بکریوں کا بھیڑیا تختا ہے وہ پیچھے رہی ہوئی ریوڑ سے دور رہ جائیگا اور کٹا کر بکری کا شکار کر لے۔ تم تفکر نہ کرنا۔ بڑی جماعت عامۃ الناس کے تابع ہو جانا۔ دوسری حدیث من فادرت الجماعة تدبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه (البداء) یعنی جو شخص جماعت سے بے وفائی کرے وہ بھی دور ہو گیا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی۔ پہلی حدیث میں شیطان کا حملہ اور دوسری میں اسلام سے نکل جانا۔ صاف دلالت کرتے ہیں کہ دنیوی کاموں میں نہیں بلکہ دینی امور میں جماعت کی اتباع مراد ہے۔ دنیوی کاموں میں گمراہ کرنا شیطان کا کام نہیں بلکہ اس کا حملہ ہمیشہ دینی امور کے متعلق ہوتا ہے اور دنیوی کاموں میں جماعت سے الگ رہنے والا اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ یہ بات کہ اصحاب مقلد نہ تھے درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہر معاملہ میں آپ کے قول و فعل کی تقلید ہوتی تھی۔ اصحاب کے زمانہ میں عوام الناس اصحاب رسول کے آثار کی اتباع کرتے تھے پھر تابعین کی پھر ائمہ اور بعد ان لوگوں کو واضح کر دیا اور انکی تقلید ہونے لگی۔ خدا کا سنا اپنی تقریر میں یہ لکھا کہ آیت پیش کردہ

لے کہا جائیگا کہ آج کل ابن سعود وہاں کا حاکم ہے۔ جو باقی ہے پس استدلال صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو ابن سعود خود کو ضعیف (مقلد) بیان کرتا ہے اور ترک تقلید کو برا قرار دیتا ہے۔ دوم اگر وہ غیر مقلد ہے کیا بھائی ہی سمجھا جائے تو اس کا قبضہ بھی غاصبانہ عارضی تھا تو کیا جائیگا کہ کچھ سال انتظار کروا دیا جائے اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو اس کے پیشوا محمد بن عبدالوہاب کا کیا یہ دیکھا ہوا تھا۔ خدا کے وعدے پر تھے میں اور یہ بھی کہ واعظی لکھتا ہے کہ مقلدین کی آخر وہاں کی حکومت ہمارے ہی بھائیوں کی ہوگی۔ جیسا کہ قرآن کی پیشگوئی ہے۔ ۱۷۰

کا اپنے کوئی جواب نہیں دیا۔ یا تو آیت کے مقابلہ میں کوئی آیت پیش کرتے کہ ارض مقدسہ کے وارث صالحین نہیں بلکہ طالحین بھی ہو سکتے ہیں۔ یا آیت کا معنی کچھ اوکریں۔

ابو الوفاء دہلی الجماعۃ کے متعلق یہ کہ بڑی جماعت کہاں سے نکلتے ہو۔ الجماعۃ سے یہ مفہوم نہیں نکلتا۔ آیت میں معنی الصالحین کا اپنے یہ کیا کہ اس سے مراد حکومت کی صلاحیت اور جنگی قابلیت ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی توہین اور بربادی کی تعریف

مرح سرانی شروع کر دی اور امام حسین علیہ السلام کی توہین پر کمر باندھ کر بڑی بے باکی سے کہنے لگے کہ بربادی میں حکومت کی صلاحیت تھی اور وہ جنگی قابلیت رکھتا تھا اسلئے وہ صالحین میں داخل تھا امام حسینؑ حکومت کی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور جنگی قابلیت بھی نہ رکھتے تھے اسلئے اول الذکر کامیاب ہو م نہ کامیاب ہے۔ اس موقع پر آپ کو مسئلہ خلافت بھی بھول گیا۔ آپ فرمانے لگے کہ انگریزوں میں حکومت کرنے کی صلاحیت ہے اسلئے وہ صالحین اور ارض مقدسہ کی سلطنت مستحق ہیں۔

مسئلہ خلافت
مسلمانوں کا کوئی ٹھیکہ نہیں۔ ہندو و خواہ انگریز و ملحداری کی حسینؑ قابلیت ہو وہی سیر تھا، لہذا کا مصداق ہو سکتا ہے۔ اور ارض مقدسہ پر حکومت کر نیکی قابل۔ حدیث اتبعوا السواد الاعظم کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ اس موقع پر لالہ ویر چند صاحب نے مولوی ابو الوفاء سے یہ سوال کیا کہ آپ کسی تفسیر سے صالحین کا معنی یہ دکھادیں کہ صلاحیت حکومت یا جنگی قابلیت مراد ہو اور خاکسار سے یہ سوال کیا دہلی الجماعۃ کا معنی بڑی جماعت آپ کچھ نہیں دکھادیں مولوی ابو الوفاء صالحین کا معنی کسی تفسیر سے نہ دکھلا سکے۔

میری تقریر میں نے اپنی تقریر میں مولوی صاحب کے اس نزلے معنی کی طرف حاضرین کو توجہ دلائی

میری تقریر
علیہ اللعنة صلح تھا اور حضرت امام حسینؑ (مخالفہ) غیر صلح تھے جس شخص نے آل رسول کو ظلم کی تلوار سے بیگناہ قتل کر کے لعنت ابدیہ حاصل کی ہو۔ ایک مولوی شیخ پر کھڑا ہو کر اتنے بڑے مجمع میں اسکی قابلیت کا اعتراف کرتے اور اسکی طرح سرانی کرے اور سردار جوانان بہشت را کپ دوش رسول مقبول امام حسینؑ کو ناقابل اور غیر صلح قرار دے کہ قدر غضب کی بات ہے۔ اسوقت مجمع میں بڑا جوش پیدا ہو گیا۔ اور ہندو مسلمان حاضرین کو مولوی صاحب کی طرف سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ دہلی الجماعۃ کی تشریح خاکسار نے دوسری حدیث اتبعوا السواد الاعظم سے کر کے لالہ ویر چند صاحب

کی تسلی کر دی۔ اور اس علمی قاعدہ کی مدد سے کہ مطلق کا مرجع کامل ہوتا ہے۔ الجماعۃ کا لفظ مطلق ہے کامل مفہوم بڑی جماعت مراد ہوگی۔

فرضی منشوی کا شعر

فرغی مثنوی کا شعر

اسکے بعد مولانا ابوالفداء کا زور تقریر گھٹ گیا۔ اور مناطقہ منہر ہو گیا۔ کچھ اور حرا و مصر کی بے تکی ناکتے لگے۔ ایک دفعہ ایک من گھڑت شعر مثنوی مولانا

روم کی طرف منسوب کرو یا سے دین حق را چار مذہب سب ساختند پڑ رختہ دروین بنی انداختند پڑ

خاکسائے زور سے کہا کہ یہ تمہارا قانہ ساز شعر ہے۔ اگر مثنوی مولانا دوم سے دکھا دو۔ تو ایک سورت میر

انعام دیتا ہوں۔ چونکہ یہ شعر مثنوی کا برگز نہیں تھا۔ مولانا کی جعل سازی مثنوی اس لئے آپ کو ایسی سخت نرا

ہوئی کہ ایک عالم کے لئے حریف کے سامنے ایک جھوٹا دعویٰ کر کے عہدہ برآ نہ ہونا موت سے بھی بدتر ہے

یہ مطالبہ مارا گیا گیا۔ لیکن شیر خجائے گردن نہ اٹھائی۔ نہ لب ہلا سکے۔ ایسا ہی صاحبین کا من گھڑا

مثنوی کسی تفسیر سے دکھانے سے عاجز رہ گئے۔ اس کا بھی بار ا مطالبہ ہوتا رہا۔

بشنواز نجدی از یاران نجد

بشنواز نجدی ازبیران نجد

مولانا ابوالوفاء کے اس دعوے کے جواب میں کہہ رہے ہیں

مقلدین نئے ہیں۔ یہاں عبدالوہاب نجدی کا ذکر بھی

گیا جو بیران نجد کے جد امجد ہیں۔ اور عرض کیا گیا کہ آپ کی پیدائش تو میان عبدالوہاب نجدی کے

وقت سے ہے جس نے کہ معظمہ میں سینکڑوں حاجی حافظ شہید کئے۔ مدینہ منورہ میں پوپہ پکڑا بہت

زار پاک اوکھڑا رہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر بھی دست اندازی کا ارادہ کیا۔

مقام نامہ اور اسکو آخر کار ذلیل کر کے قتل کر دیا گیا۔ یہ صاحب بارہویں صدی کے اخیر میں ہوئے ہیں۔ آپ کا گروہ

عبدالوہاب کا پیرو ہو کر پہلے دہائی کہلاتا رہا۔ جب اسکے کر توت بیان کر کے لوگوں نے شرم دلائی تو اپنے نجدی

ہونا شروع کیا۔ ابھر بھی ثابت قدم نہ رہے پھر وہ کہلائے۔ یہ بھی چھوڑ کر اب مجددیت کہلاتے ہیں۔

یہ وہی وہ کہ کو بت حیلہ جو نہ قیام ہے نہ قرار ہے، معلوم نہیں اسکے بعد کیا کیا چولا بلیں گے۔ پھر قیامت کے

دن جو بیرون ملتہ صنیفہ اور مذہب نام اعظم کے متبعین ہونے کی وجہ ابتداء سے خفی کہلاتے ہیں اور کہلا

ئے گئے انھوں نے انھوں کو تو ال کوٹھائے یہ کہا جاتا ہے کہ تم نے پورا جہم پر لئے۔ یہاں اللعجب نے مولانا ابوالوفاء شاد

نے لکھے کہ وہ تو تہاراجا حنبلی تھا ہمارا اُس سے کیا تعلق؟ اسکے متعلق شامی کا حوالہ دیا۔ حالانکہ وہاں کہا

ہے اتباعہ یتخلون الی احمد الحنبلی۔ یعنی اسکے پیروان چھوٹا دوا حنبلی ہو نیک کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی

عجبت کہ اس کا تعلق ہم سے ہے اور وہابی آپ کہلا لیں چنانچہ پہلے پہل یہ بھی آپ کہا کرتے تھے

کہ کہتے ہیں رحمان والا جو اسکو نہ مانے وہ شیطان والا یہ بھی کہا گیا کہ وہ حنبلی نہیں کہلاتے ہونگے جیسا

مولانا ابراہیم صاحب چلم میں جنی کہلاتے رہے اور آخری وقت میں مولوی محمد حسین صاحب آپ کے استاذ الی شیعہ
 حنفی کہلاتے تھے مولوی ابراہیم صاحب کی فرمایا فلفط۔ حالانکہ جہلم کی جماعت اس امر کی متابعت عدل موجود ہے
 کہ آپ ایک عرصہ حنفی کہلاتے تھے جسے جہلم کے بیچھے بلارفع مدین وغیرہ نمازیں پڑھتے تھے۔ مولوی صاحب اپنے
 استاذ کی یہ تعریف کی کہ وہ چالباتھے انکی چال بھی کدتم لوگوں کو اس طرح اپنے دام میں پھنسا میں۔ اور دوسرے
 کہا گیا کہ زید کی وہ تعریف دور اپنے استاذ کی یہ تو میں کہ وہ چال باز اور دھوکا باز تھے۔ اگر استاذ ایسے تھے تو
 شاگرد رشید کا کیا کہنا۔ پھر آپ انکو استاذ ماننے سے بھی انکاری ہوئے لگے۔ غرض آپ کوئی بات بھی نہیں پڑی
 اور کافر کا یہ کیفیت تین چاروں پر قابل تھی کہ اگر صاحب مقلد رسول اور تابعین مقلد اصحاب تھے تو ہم بھی مقلد ہیں۔
 میں نے کہا کہ یہ تعریف غریب لگے تم اسے تھے۔ مولانا روحی صاحب دیکھنا ثابت ہو گیا کہ الحمد للہ کو بھی تعلیم دینے چاہے
 نہیں جب بخاری وغیرہ مصنفین کتب حدیث مقلد ہیں۔ تمام مفسرین مقلد تو آپ کو بغیر تقلید کیا چاہے۔

آخری تقریر میری تھی اس میں خلاصہ بتایا گیا کہ (۱) مولوی صاحب ت و لَقَدْ كُنْتُمْ اَیَّہُ كُفَّارًا (۲) صاحبین کا سن گھڑت معنی کر کے کسی تفسیر سے ثابت ذکر کر کے (۳) شنی کا شکر کہہ کر چہرہ دکھانے کے (۴) پھر
 تو کج تہذیب کے گروہ بھیجے ہیں پانچواں حصے و مان نہیں دیکھا سکے (۵) امام حسین علیہ السلام کی توہین اور زید کی
 تعریف کر کے اپنے ذمہ دہشتہ لے لیا۔ (۶) اپنے استاذ کو چال باز کہہ کر مضحکہ اڑایا (۷) اتبعوا السواد الاعظم
 حدیث کا کوئی جواب نہ پیش کر سکے۔ جواب حاضرین مولوی صاحب کی بے بسی کا اندازہ کر سکتے ہیں اور تمام حاضرین
 ہند و مسلم کے دل آپ سے متنفر اور میرے طرف سے تنفر ہیں اور صاحب صدر اور ان کے پیروں اور جملہ حاضرین کے
 سب حال قابل سے ہیں ڈگری دیتے ہیں۔ تو نتیجہ ظاہر ہے کہ ہم جیتے اور بڑے۔ ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء
 بس جلسہ برخاست ہوا۔ ہمیں مبارکبادیں ملنے لگیں اور الحمد للہ علمائے اہل بیت جہان کے لگے خاکسار کے
 گلے میں چھو لوگ بار پہنا س گئے اور لبواری جھوٹاں بہت بڑے جلسہ کے ساتھ جو ہندو مسلمانوں پر مشتمل تھا
 بازار میں پھرایا گیا۔ ہندو مسلمان مبارکباد اور آفرین و تحسین کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ہم بازار میں گشت لگاتے تھے
 اس جگہ پہنچے جہاں انجن حنفیہ میر پور کا جلسہ ہونا تھا۔ اُن ٹھیکر چرخ خاکسار کے علاوہ باقی علماء و فضلاء کو چھو لوگ
 پہناتے اور مبارکبادیں ملنے لگیں اور حافظ اللہ رکھا منافقت خوان سیالکوٹی نے فتح کا ہر اسنا یا۔

ان۔ ایک بات میں لکھنا بھولی گیا ہوں کہ مولوی صاحب نے اپنی تقریر غنیۃ الطاہرین
غنیۃ الطاہرین اس عبارت پر صکر کیا تھا کہ حنفی ہم حنفیہ فرقی میں داخل ہیں عبادت پر پڑھی گئی۔

واما الحنفیۃ ہذا اصحاب ابن حنفیۃ الذہبی بن ثعلبی ما ذکرہ البرہوقی فی کتاب الشجرۃ (۱) حنفیہ
 اور حنفیہ وہ اصحاب حنفیہ ہیں جیسا کہ برہوقی نے کتاب الشجرہ میں لکھا ہے۔ یہ اس وقت غنیۃ الطاہرین مبارک

و جس موجود نہ تھی۔ جسے ایک کتاب بازار سے منگوا کر رکھی ہے جو شیخ عبدالحی بن شیخ محی الدین دوسرا مجددیث نے
 مطبع اسلامیہ لاہور میں چھپوائی ہے انہیں تفسیر عبارت اس طرح لکھی ہے لیکن ایک دوسرا نسخہ جو مولوی فقیر محمد
 صاحب مرحوم کے کتب خانہ سے ملا ہے اور جو اس نسخہ میں مطبع اعیانہ لاہور میں چھپی ہے۔ اس میں ہر بعض
 اصحاب ابی حنیفہ درج ہے پھر ساریہ حنیفوں کے ذمے مرجعہ ہو گیا الزام لگا تا بہت بڑی بیجائی ہے
 یہ تو بعض حنیفوں کی نسبت لکھا گیا ہے اور وہ بھی مصنف کتاب غنیۃ الطالبین اپنی طرف سے نہیں بلکہ برہوق نام
 مصنف شجرہ کا یہ قول درج کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اسے مجددیث حنیفوں کو بدنام کرنے کے لئے کہا تھا کہ
 جلسہ سازی سے کام لیا کرتے ہیں حنیفوں میں سے کوئی بعض ایسا کہتا ہے تو وہ ایسا ہی ہو گا جیسا کسی نے
 مولوی ابراہیم صاحب حنفی کہلاتے ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب ہالوی بھی حنفی کہلاتے ہیں ایسے بعض نامعلوم
 مرجعہ ہونا اصناف کے ذمہ کوئی دہمہ نہیں لگا سکتا البتہ کبریا! مجددیث بھائیوں کو ایسی جلسہ سازی کرتے وقت نہ
 خوب خبر ہوتا ہے و نہ اس بات کا خیال کہ جب یہ خیانت ظاہر ہو جائیگی تو کس قدر زلفت ہوگی۔ مولانا ابو الوفا نے تو
 شہر کا شہر بنا کر مجلس میں بنایا اور آخر کار زلفت حاصل کی۔ ان کے بھائی عبدالحی نے بعض کا لفظ اٹھا کر لوگوں کو
 مغالطہ میں ڈالا۔ بھلا ایسے لوگوں کے کسی قول و فعل کا بھی کوئی اعتبار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ پاس پر پائے مطبع
 کی کتاب موجود ہے جو صاحب چاہے دیکھ سکتا ہے۔ اور یہ بات خاص غلو کے لائق ہے کہ جناب غوث پاک رحم
 اللہ علیہ مقلد امام محمد حنبلی تھے پھر غیر مقلد ان کی کتاب سے کیا استدلال کر سکتے ہیں اگر آپ کا اعتقاد غوث پاک پر ہے
 تو مقلد بنائیں سے تہہ رستان سمت را چہ بود از رہبر کامل۔ علاوہ ازیں غنیۃ الطالبین مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ
 شہر لاہور فرزند کو روغن کے فرقوں میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ فرقہ المجدیث کے لوگ ایک عرصہ تک حنفی
 کہلاتے رہے۔ کیا آپ اس شخص پر جو حضرت غوث پاک آپ کو شخص کا عطا فرماتے ہیں راضی ہوں گے۔ بہار گ۔
 سے ہم الزام آگوا دیتے تھے قصور اپنا مکمل آئیے۔

انجمن حنیفہ میرپور کا جلسہ

انجمن حنیفہ میرپور کا جلسہ یکم شہری کو منجے بعد نماز ظہر شروع ہو کر منجے تک رہا۔ اور سہ ماہی کو منجے رات کے منجے
 تک اور سہ ماہی کو دن اور رات وعظ و بیان ہوتے رہے۔ ان وقتوں میں مسلمانوں کے علاوہ کثرت سے ہندو صاحبان
 شامل ہو کر بڑی توجہ سے وعظ سنتے رہے۔ آخری دن لالہ جاتی رام صاحب جو ہائے ثالث بنے تھے مولانا لالہ لکھنؤ
 صاحب کیل تشریف لائے اور دعا کی کہ ان کی تقریر جو مضامین مبہمات کی توضیح اور عقائد مجددیث کی تردید تھی بڑی
 وجہ سے سنتے رہے۔ مولانا مولوی خیر شاہ صاحب میر وعظ الاسلام ام تسری کے مختلف وعظ بہتے حاضرین

اپنے وعظ کے ایسے شہسوار ہو گئے تھے کہ گھنٹوں وعظ سنگوھی سیری نہ ہوتی تھی۔ کرامات اولیاء اور مسئلہ علم کے متعلق اپنے قرآن وحدیث کے ایسے ثبوت پیش کئے کہ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو گئے۔ علاوہ ازیں مولانا مولوی عبداللہ صاحب لدڑوی اور ان کے شاگرد مولوی حیات علی صاحب (مولوی فاضل) کے بھی بڑے بولانا نامے مسئلہ تقلید اور فضائل امام والاسقام کے متعلق ایسے دلائل دینے کہ سنے والے عیش و عشرت کر رہے تھے۔ ہم مئی ۱۹۰۷ء کے جلسہ فتم ہوا۔ اور انجمن خفیہ میرپور باقاعدہ بنائی گئی۔ مولوی عبداللہ صاحب پرزید اور میاں پیر بخش صاحب کٹرڈی۔ مولوی کریم الہی صاحب جائینٹ سکریٹری اور میاں محمد امجد صاحب مالک اور بہت سے منتخب ہوئے۔

میرپور کی ہاشمی علی الصباح میرپور سے ہم رہا کرتے تھے۔ ایک جھوٹا شخص جس میں مولانا مولوی خیر شاہ صاحب کو سوار کیا گیا اور باقی گھوڑے حاضر کئے گئے اور پھر ہمارا سارا اسٹاف سوار ہو گیا۔ میرپور کے ساتھ دو میل تک آئے۔ اور ان کو ملوداع کہی گئی۔ وہ یا تک گھوڑے آئے اور پھر بسواری ٹانگہ پر ہم جلسہ پہنچے رات کو یہاں مولوی خیر شاہ صاحب کٹرڈی دو وعظ ہوا جہلم کی بہت سی مخلوق وعظ سننے کیلئے جمع تھی۔ میرپور کے مسلمانوں نے جس اخلاص و محبت کا ثبوت دیا یہی کا حصہ تھا۔ **شکر مسلمان میرپور** ہماری خاطر و مدارات کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا تھا۔ مباحثہ کی کامیابی کی جھڈا کو خوشی حاصل ہوئی وہ گویا اپنے جاموں میں پھونکے جاتے تھے اگرچہ یہ سب ایمان ایک ایک بڑھکر تائیں و تعریف کے قابل ہیں لیکن اس موقع پر چند ان حوالہ کا جنہوں نے اس موقع پر اپنے دینی جلسہ کو کامیاب بنانے کے خاص خدمات انجام دی ہیں اس قدر ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اول۔ مولانا مولوی عبداللہ صاحب ایک عالم باعمل ہیں جن کا وجود اس پہاڑی ملک میں غنیمت ہے آپ ایک متحرک عالم ہونے کے باوجود باقاعدہ اور دلکش صحبت شخص ہیں بہت سی مخلوق اس کے فیض حاصل کر رہی ہے اللہ تعالیٰ ایسے وجود کو دیر تک سلامت رکھے۔ میاں پیر بخش صاحب کٹرڈی ایک اخلاص اور بلا وسوسہ قابل شخص ہیں انجمن کیلئے گویا روح رواں ہیں اور مسلمانان شہر کا ان پر اور اعتماد ہے اس لیے کہ ان کے وجود سے انجمن اپنے مقاصد و اغراض میں پوری کامیابی حاصل کرے گی۔ ایک شخص میاں کریم الدین معزز ممبر انجمن میں ہے۔ اسلامی کاموں میں جو اختیار اور جافشاری اس شخص نے دکھائی ہے وہ اسی کا حصہ تھا ایسے ہی اشخاص کے وجود سے ایسے اسلامی کام چل سکتے ہیں جو جان و مال سے دینی خدمات کیلئے حاضر ہیں اس طرح ایک شخص میاں محمد امجد صاحب انجمن ہیں۔ یہ ایک قابل اور سرگرم کن انجمن ہیں۔ انہوں نے میرپور بڑی جدوجہد اور جافشاری دکھائی اور میرٹھ و کریانیاں اور بیچ وغیرہ جمع کر کے جلسہ گاہ کی زینت بنائی اس لیے

کہ انجن کی خدمات بہت کچھ ترقی حاصل کرے گی۔ صلی مذاہباں کے ایک نوجوان حوالدار راجہ سلطان خاصا
 کلہڑ میں۔ یہ ایام جلسہ میں ہر وقت باوردی کمر بستہ رہ کر بجا آوری خدمات میں مصروف رہے اور خاصاً مباحثہ
 پر حیدر خان اور گھوڑے ہٹا کر انہی کی قابلیت کا نتیجہ تھا۔ خدا ایسے خاندانی شخص کی عمر دلا کرے اور انجن
 کی خدمات کی ہمیشہ توفیق ہو۔ ایسا ہی ششی ولایت علی خان صاحب میجر سنگر کپہنی نے مالی و جسمانی خدمات
 دکھا کر اپنے اسلامی جوش کا ثبوت دیا۔ میاں عبدالکریم رگریز انجن کے ایک سرگرم ممبر ہیں سارے کام چھوڑ کر
 انجن کی خدمت میں لگے رہے۔ یہ جہلم میں ہمارے لینے کے لئے آئے تھے۔ جزاء اللہ ایسا ہی میاں خوشی محمد
 و سخیل صاحبان سرگرمی دکھائی۔ ایک مہر و صلاح حافظ عبدالکریم صاحب انجن کے سرگرم اور معزز ممبر ہیں
 انہوں نے مقبول چندہ سے انجن کی مدد کی اور آئندہ بھی جدوجہد پر کمر بستہ ہیں۔ مولوی کرم الہی صاحب صاحب
 سکریٹری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ موضوع بھین میں میرے لینے کے لئے گئے اور پھر امرتسر سیا لکوٹ ٹانک
 مولوی صاحبان کی تلاش میں پھرتے رہے خدا انکو جزا دے۔ چوہدری فضل الہی صاحب ذیلدار کی خدمات
 خاصہ قابل ذکر ہیں۔ ان نظام سواری اور دیگر امور میں آپ کے خاص حصہ لیا۔ قاضی محمد جان صاحب گروہ
 مسلح خاتان کاہ جو بھی انجن کے لئے خدمت کرتے۔ بہترین انجن کی امداد میں مصروف رہے۔ حافظ محمد صاحب
 ساکن سوال شریف کی کوشش بھی بید ترقی کے قابل ہے۔ مولوی کرم الہی صاحب کی طرح یہ بھی لاہور
 امرتسر تک مولوی بھاجان کو لینے کے لئے گئے اور واپسی کے وقت جہلم تک پہنچے ساتھ آئے۔ ایسا ہی
 درجہ کے ممبران انجن کی جنکے اس وقت نام یاد نہیں ہیں کارکردگی ترقی کے قابل ہے۔ جن صاحبان
 انجن کی مالی و بدنی امداد کی خدا تعالیٰ انکو اجر جزیل عطا فرما یگا۔ علاوہ میر لوہے کے جلسہ سالانوں کو انجن
 خاص مہر دے رہی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ کسی وقت یہ انجن خاص کامیاب ہوگی۔

میر لوہے کے اہل منور

انا انصافی ہوگی اگر اس موقع پر میر لوہے کے اہل ہندو صاحبان کا شکریہ ادا
 کرنا چاہئے۔ یہ لوگ بڑے مبصر اور اہل رائے ثابت ہوئے ہیں۔ ایسے ممبر ہیں جو
 میں ہمیشہ یہ لوگ خاص حصہ لیا کرتے ہیں اور فتح و شکست کا نتیجہ نکالتے اور بلا دور عاقبت رائے دیتے ہیں۔ تمام
 ہندو اسکے تار یہ صاحبان کو ہماری کامیابی پر بڑی خوشی حاصل ہوئی اور انہوں نے ہماری خاص عزت کر کے اپنی
 عزت کا نقش ہمارے دل میں بٹھایا۔ مباحثہ کے روز دوکانیں بند کر کے داں بٹھیکر فریقین کی گفتگو سنتے
 رہے اور ایام جلسہ میں ہمارے جلسہ میں آکر بڑے خلوص سے وعظ سنتے رہے۔ بلکہ آخری دن
 رات کا اجلاس صرف ہندو صاحبان کی درخواست پر کیا گیا تھا جس میں ۱۲ بجے رات تک یہ
 لوگ وعظ سنتے رہے۔

معزز و کلام میر پور بار کو فتح ہے جہاں لالہ جونی رام صاحب جیسے قابل وکیل موجود ہیں۔ اپنے عدلیہ کی ڈیوٹی کو ایسے حسن طریق پر پورا کیا جس سے انکی تعریف کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ باوجودیکہ مجمع چرسات ہزار اشخاص کا تھا آپنے ایسا انتظام کیا کہ بالکل کوئی بدمعاش نہ ہوئی۔ ہم انکا خاص شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اسبطح سے لالہ دیوانچند صاحب پلیڈر و لالہ سنت رام صاحب مباحثہ کے روز و ناں موجود رہے۔ لالہ دیوانچند صاحب ٹوٹوٹ بھی کرتے رہے اور فریقین سے مناسب امانت بھی کئے۔ اور پھر ہمارے جلسہ وعظ میں شریک ہوئے رہے۔ ہم ان سب جہان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ سید لال شاہ صاحب اور شیخ صاحب میر پور کے دو لائق مسلمان وکیل ہیں انہوں نے بھی انجمن کی پوری امداد کی اور مہانوں کی خاطر مدارات میں پورا حصہ لیتے رہے۔ ہم انکے بھی مشکوہ ہیں۔

شکر مولے بالآخر میں صد قدل سے اپنے مولے کریم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے محض اپنے فضل و کرم اپنے اس ناجیز بندہ کو توفیق عطا فرما کر اہل باطل پر غلبہ دیا اور حق کو فتح عظیم و باطل کو شرمناک شکست دی۔ اور تعزیم کی تشاء و تذلل من تشاء سیدنا الخیر انک علی کل شیء قدیر کا مضمون پورا ہوا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

خاتما ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر غازی اسلام آباد بحین تفصیل چوال ضلع جہلم۔ ۱۰ مئی ۱۹۲۷ء

خطوط و مضامین کا جواب

حضرات ناظرین کو علم ہو گا کہ مئی ۱۹۲۷ء کو ایک مباحثہ بمقام میر پور ریاست جنوں جینوں اور لکھنویوں کا نسبت فرقہ ناجیہ ہوا تھا۔ جینوں کی طرف سے خاکسار احمد علی لکھنوی کی جانب سے شیر پنجاب ہول نامو لوی شہداء اللہ دہلوی شہداء اللہ شہزادے اس مباحثہ میں لکھنویوں کو سخت شرمناک شکست ہوئی اور شیر پنجاب کو ایسی بڑی ہزیمت ملی کہ انکی ساری شہرت گری ہو گئی اور انکی شہرت خاک میں لگ گئی جینوں کی فتح کا تقارہ چار سو عالم میں منج گیا اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ ہندو پنجاب کے کونہ کونہ میں یہ آواز پھیل گئی۔ اس واقعہ نے جماعت اہل بیت میں سخت دلچسپی ڈال دی اور وہ ایسے گھبرائے کہ جا بجا پتھر پھینکتے۔ پھر چند اخبارات میں سلسلہ مضامین شروع کیا اور مختلف قسم کے راگ الاپنے شروع کئے۔ لیکن زخم کچھ ایسا کاڑی لگا تھا کہ کیس طرح بھی اسکی مریم پٹی نہ ہو سکتی تھی۔ بہنے من و عن صحیح واقعات بخت محقر سے رسالہ کی شکل میں چھاپہ سے۔ جس نے دہلی اور بھی نمک چھڑکا۔ بس پھر تو ایسی سخت آگ لگی کہ بجھنے میں ہی نہیں آتی۔ مولانا شہداء اللہ خود بدلتے

عالم سکتے ہیں لیکن ان کے نفس ناطقہ حضرت نور محمد امیر تسری اور خلیفہ ارشد میاں رشید جیلانی مصفا میں
 کی بہرہ شریعہ کر دی۔ اجملہ مصفا میں پر ہی قناعت نہ ہوئی۔ اول الذکر نے تبر و ارشد و چٹھیاں چھپوا کر
 شائع کرنی شروع کیں چنانچہ تین زیر شائع ہو چکے ہیں اور علوم نہیں بھی کیا کچھ کرنا باقی ہے۔ ساتھ ہی یہ
 بھی کہہ جاتے ہیں کہ مقتضایا وقت بحث مباحثہ کا نہیں ہے نہ ایسے خرخشے ملک کو پسند ہیں مگر ہمسے رہا
 نہیں جاتا اسلئے مجبوراً ہمیں ان خطوط و مصفا میں کے جواب میں قلم اٹھانا پڑا۔ جو بالاختصار عرض ہے مباحثہ
 مذکور میں ایک ایجنہا کی بات یہ بھی ہوئی کہ ہماری پیش کردہ آیت وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ
 الذِّكْرِ أَنَّ الْأَوْفْنَ يَرْثُ أَخْلَاصَ الْغَاثِ الْخَوْنِ کے جواب سے عابر ہو کر مولانا شاعرانہ بیرون لگے کہ
 ارض پاک مالک مقدمہ پر حکومت کا کوئی مسلمانوں کا ہی ٹھیکہ نہیں ہے بلکہ جس میں ملک گیری کی مملکت
 اور جنگی استعداد ہو۔ وہاں کا حاکم ہو سکتا ہے۔ ہندو و عیسائی و غیرہ۔ یہ بھی فرمایا کہ نیرید میں یہ قابلیت و صلاحیت
 تھی اور وہ صالحون کا مصداق تھا اسلئے وہ مکہ و مدینہ کا حاکم بنا رہا اور امام حسین اس قابلیت و صلاحیت
 مع راستے وہ بحالت ناما کی قتل ہو گئے جہلم کے کسی نامہ نگار نے جو مباحثہ میں موجود تھا یہ خبر اخبارات میں
 شائع کر دی جس پر اہل اخبارات نے متعجب ہو کر حضرت ابو الوفاء کو بزور تلوار کی کہ وہ اصل حقیقت اظہار میں
 آئے ایسا کیا یا نہیں۔ لیکن چونکہ یہ بات ہزاروں کے مجمع میں کہی گئی تھی اسلئے مولانا ابو الوفاء کو اس سے
 انکار کی گنجائش نہ تھی خود تو خاموش رہے لیکن نفس ناطقہ حضرت نور محمد امیر تسری کو یہ ٹھیکہ دیا گیا کہ وہ انکی
 کسی جیل سے صفائی کر دیں۔

آپ مصفا میں بھی لکھے اور چٹھیاں بھی شائع کیں پہلی چٹھی میں تو آپ نے ان باتوں کی نسبت جو حضرت
 ابو الوفاء نے نیرید کی تقریف اور امام حسین علیہ السلام کی قومین کے متعلق بیان ہوئیں بالکل سکوت اختیار فرمایا
 شاید مسوقت تک کوئی تاویل سچ میں نہ آئی تھی چنانچہ چٹھی مذکور کے اخیر میں لکھا کہ ”آپ نے مولوی شہناز احمد
 صاحب کی نسبت نیرید وغیرہ کا قصہ لکھا ہے اسکی بابت میں پھر سوال کرونگا۔“ لیکن مضمون اخبار کیل
 و قتاب میں آپ بالکل انکاری ہو گئے کہ مولوی صاحب نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ چٹھی نمبر ۳۰ و ۳۱ میں پھر
 اس سے سکوت اختیار کیا لیکن آپ بھائی ہزار و مولانا ابو الوفاء کے خلیفہ رشید نے اپنے اس مضمون
 میں جو اجملہ تجدید و سرور ہم سب میں شائع کر دیا بالکل بھانڈا پھوڑ دیا اور اس بات کا اعتراف کر لیا۔
 چنانچہ ملک کالم ۳ میں درج ہے۔ جو بہت اچھے پیش کی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ملک گیری کی
 صلاحیت رکھیں گے خدا ناکوز زمین کی حکومت دیگا۔ تاریخ دنیا بھی شہادت دیتی ہے کہ جو قوم جنگی قنات
 رکھتی ہے وہ غالب رہتی ہے۔ یہی بات نامہ نگار نے لکھی تھی کہ مولوی صاحب نے حال ہی میں منہ حکومت کی

۱۵۱

صلاحیت رکھنے والے اور جنگی قابلیت کے مالک کر کے یہ فرمایا تھا کہ چونکہ یزید میں یہ دو باتیں تھیں اسلئے وہ صالح تھا حکومت کا مالک ہوا۔ اور امام حسین علیہ السلام ان باتوں سے محروم تھے اسلئے وہ غیر صالح نام کام رہے اور قتل ہوئے نیز انگریزوں میں یہ صلاحیت اسلئے وہ امان مقدسہ پر حکومت اہل ساور ترک یہ استعداد نہیں رکھتے وہ یہاں کی حکومت کا اہل ہیں کیا اب بھی ایڈیٹر اخبار کوکیل و افتاب کو اس کے سامنے میں تامل ہوگا کہ مولوی صاحب نے مسلمانوں کا لیڈر اور خلافت کیلشی کارکن ہو کر ایسے بُرے خیالات کا اظہار سر مجلس کیا جبکہ انکا اخبار اور نامہ نگار کھلے لفظوں میں انکا اعتراف کر رہے ہیں۔ اور مولوی صاحب خود بدولت اس سے ساکت ہیں مولوی نور محمد صاحب اب بتائیں کہ ایسا اخبارت میں یہ لکھنا کہ ”خاکسار جلسہ مذکور میں ابتدا سے اخیر تک شریک تھا اسلئے میں ضمانت کہتا ہوں کہ یہ سب باتیں جھوٹ محض بہتان ہیں کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ میاں عبدالرشید شریک جلسہ نہ تھے اور انہوں نے بھی یہ جھوٹ محض بہتان لکھ دیا ہے۔“

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے چادروہ جو سر پر چڑھ کے بولے
مولوی نور محمد صاحب براہ مہربانی یہ بھی بتائیں کہ صالحین کا یہ انوکھا معنی مولوی صاحب کسی تفسیر کھا کے جیسا کہ بارہا اسکا مطالب کیا گیا تھا بالخصوص ایک غیر مذہبی لادینہ پختہ صاحب پیڈر نے جنکو اپنے پہلے ثالث بھی منظر کیا تھا اسکا مطالبہ مولوی صاحب کیا تھا کہ صالحین کا یہ معنی کسی تفسیر کھلا میں جب نہیں تھا اسکا اور انہیں کھا کے تو سب کو آپ انکی کامیابی کی دلیل سمجھینگے شکست کی اسکا فیصلہ آپ ہی سنا دیں میں انکو یہ بھی یاد کرواؤ کہ مولانا ابوالوفاء نے کس جرات اور چالاکی سے سر اجلاس ایک مبنی شمس دین حق و چار مذہب غنیمت و خندہ دین بنی ختمہ از خود لکھ کر مولانا دوم کے دستہ بہتان باندھنا انکی مثنوی کا یہ شعر ہے اچھو میں نے سب لبر کیا تھا کہ آپ مثنوی میں جو ہمارے پاس موجود ہے یہ شعر دکھادیں اور سورہ یہ انعام بھی لیں کیا مولانا ابوالوفاء یہ شعر دکھلایا تھا یا نہ اگر نہ دکھلا یا تھا اور قیامت تک نہیں دکھلا سکتے تو کیا یہ بھی آپ انکی کامیابی سمجھتے ہیں یکایک اسکے فیصلہ کے لئے بھی ہم آپ ہی کو حکم کرتے ہیں۔

اسکے بعد ہم یہ کہنے کا یہی حق رکھتے ہیں کہ جن گواہان کی فہرست آپ نے پہلی نمبر میں درج فرمائی ہے ہم انکو کیونکر درست سمجھیں جب آپ بھی پہلی کتاب اعلیٰ اور تفسیر ول کی نسبت ایسے افتراء بانٹتے پڑا گیا تو فرمائی فہرست لکھ دینا یا لکھ لینا آپ کے لئے کیا مشکل ہے۔ اگر آپ سچے ہیں اور آپ کو اپنی کامیابی کا یقین ہے تو آپ لالہ رحمتی رام صاحب پلیڈر صدر جلسہ لالہ دیوانچند صاحب ولازمت رام صاحب پلیڈر ان کی شہادت جنکو آپ نے خاص امتیاز سے ہٹایا تھا اور اول لڈ کر کے پاس مولوی ابراہیم صاحب حہ

شرع ہونے سے پہلے کچھ سرگوشی کر چکے تھے جس آئینے تھے پیش کریں کہ مولوی شمس الدین صاحب نے یہی کہہ دیا تھا اور امام حسین علیہ السلام کی وہ توہین نہ کی تھی۔ اور انگریزوں کا استحقاق حکومت مانگن مقدمہ شراب نہ کیا تھا۔ اور کہ صاحبین کا سن گھڑت سے کسی تفسیر سے دکھلا دیا تھا۔ تو بس آپ جیسے اور ہم ٹاٹے۔ یہ نہیں تو آپ ان تینوں اصحاب کے نتیجے میں لکھا دیں کہ مولوی شمس الدین صاحب اس بحث میں غالب ہے تھے اور خاتمہ بحث پر انکی وہی عزت یا کم و بیش کی گئی تھی جو خاکسار کی ہوئی تھی تو بھی آپ غالب اور ہم مغلوب۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو مولوی نور محمد صاحب اب خاموشی اختیار کریں جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب مفت کی سرمدی اور شور و شغب کیا فائدہ جب شیر پنجاب خود کٹے ہوئے ہیں تو آپ کی طرف سے مانتی جھوٹی قسمیں اٹھا کر ہی بے اعتباری کیوں کرتے ہیں لیکن مولوی فضل محمد ساج سے نہیں پہلے بھی قدیم سے اس بات کا ٹھیکہ لے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک مطبوعہ اشتہار میں جو اس وقت میرے سامنے دھرا ہے جو حکیم ابو تراب عبدالحق صاحب امرتسری نے شائع کیا اور نونہ فائدان کی بھی اسپر میں ہیں یوں سچ ہے۔ نور محمد پرانے بے علم و اعظم کے نام سے جھوٹے خواب دربارہ صحت تفسیر شنائی شائع کر کے عام مسلمانوں کو مسلحہ کا ذہن کی خریداری کا شوق دلا دیا۔ (مولوی نور محمد صاحب خاتمہ ہوں یہ الفاظ آپ کے ایک اچھے حدیث بھائی کی طرف آپ کے لئے نصیحت کا قصہ ہے مبارک ہو)۔

مولوی نور محمد صاحب نے چٹھی نمبر ایس اسد لال حضرت آیت ان الارض زیرہا عبادی الصالحون سے ہونا بتلایا ہے لیکن آپ کے بھائی رشید میاں حدیث ان تبعوا المسواد الاقطر سے اسد لال پہنچی بیان کرتے ہیں۔ دیگر احادیث لیبار زالا یحاکن الی المدینۃ لکما تاذرا الحیۃ الی جہنم وغیرہ جو پیش کی گئیں اور جو روایات میں صرح ہیں۔ ان سے ہر دو صاحب ممالک ہیں۔

چٹھی نمبر ایس مولوی نور محمد کہتے ہیں کہ آیت کا جواب مولوی شمس الدین صاحب نے یہ دیا تھا کہ کئی وقت ارمن مقدمہ سید عیسا یسوں کا قبضہ نہ چکا ہے اور اچھل انگریزوں کا ہے پھر یہ بھی صاحبین ماننے چاہئیں (دینہ کی حکومت کا جو کہ مولوی صاحب نے کیا تھا اسکا ذکر نہ شائد آپ خلاف مصلحت سمجھتے ہیں) اسکا جواب یہ دیا گیا تھا کہ ایسے عارضی اور غاصبانہ قبضے قابل لحاظ نہیں بہت میں یہیر تھا ملاحظہ اس بات کی دلیل یہ کہ ارمن مقدمہ سید پر وانا نہ اور مالکانہ قبضہ صالح اور ناجی ہونے کی دلیل ہے اور ایسا قبضہ عیسا یسوں یا یسید کا نہ تھا۔ وہ چند روزہ دخل تھا جس کا بعد میں احتیہ مال ہو گیا۔ اور عباد صالحون کا قبضہ بطور وارثت شمس الدین نسل چلا آیا ہے اور قیامت تک رہیگا۔ بس اسکے بعد حضرت ابو الوفاء کی ترکی تمام ہو گئی تھی۔ اور پھر انکو یہ مجبوری پیش آگئی تھی کہ صالحون کا معنی غلط جن گھڑت (حکومت کی صلاحیت اور جنگی قابلیت

دیکھنے والے کو کہنے پڑے اور اسی بنیاد پر یہ دیکھ کر تعریف اور حضرت امام حسین کی تعظیم اور سہند و عیسائیوں کا استحقاق بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔

ما اذنا علیہ اکتفی بہن الحمد للہ مناظر نے حدیث ما انا علیہ واصحابہ کی سے استدلال پیش کیا۔ واصحابہ (تو اخیر تک حنفی مناظر نے اسکا جواب نہ دیا۔ چھٹی نمبر میں تحریر کرتے ہیں کہ میں خود مباشرت میں شریک تھا میں نے آپ کے منہ سے اس سوال کا کوئی جواب نہ سنا۔ مولانا آپ کے اور کیا سنا؟ میرے خیال میں آپ شہر نجف کی حالت دہون دیکھ کر بحر خیالات میں غرق ہو رہے تھے یا تالاب شکر انفس میں غوطے کھا رہے تھے کہ آپ کو کوئی بات بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ آپ مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اسکا جواب کیا دیا تھا۔ جناب میں اس کے جواب میں سنن ابوداؤد ناقد میں لیکر دکھایا گیا تھا کہ یہ حدیث ابوداؤد کی ہے اور اسکی تشریح حدیث کے آخری لفظ میں موجود ہے جسکو مولانا ابوالوفاء عداہر پ کر گئے یعنی ساتھ ہی لکھا ہوا ہے۔

دھی الجماعۃ یعنی ما انا علیہ واصحابہ کے مصداق وہ لوگ سمجھے جائینگے جو بڑی جماعت رکھتے ہیں اور چونکہ اسوقت بڑی جماعت مقلدین کثر جماعہ کی ہے جنکے مقابلہ میں غیر مقلد آئے میں ترک جمعی نہیں اسلئے اس حدیث کی نود سے ہم ناجی اور آپ غیر ناجی ہیں۔ اسکا جواب مولانا نے یہ دیا تھا کہ یہاں الجماعۃ ہے بڑی جماعۃ کہاں تک کہ اس کے متعلق لارڈ رینچر صاحب نے بھی مجھ سے سوال کیا تھا جبکا جواب یہ دیا گیا تھا کہ اتبعوا السواد الاعظم اور حدیث و علی کو باجماعۃ والعامۃ اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ جماعت سے مراد بڑی جماعت ہے۔ نیز یہ کہ الجماعۃ کا لفظ مطلق ہے جس سے مفہوم کامل مراد ہے اور وہ بڑی جماعت ہے۔ اس کے بعد پھر مولانا ابوالوفاء کا ناظرہ بند ہو گیا اور بچوں تک کی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث باطل فرقوں کے خلاف ایسی حجت ہے جسکا جواب قیامت تک نہیں ہو سکتا مولانا نے اس کے جواب میں چار سو کر باختم میں یہ کہا تھا کہ یہ حکم سیاسی امور کے متعلق ہے لیکن جب رویداد میں من مشن سنن فی النار کا وعید دکھا کر ثابت کیا گیا کہ یہ حکم دینی امور کے لئے ہے تو مثال فرقہ سے کوئی جواب نہیں سکا۔ سپر مولوی نور محمد نے ایک کچ بکشی کی چال شروع کی۔

مرفوزی نور محمد مولانا ثناء اللہ کے ترجمان ہو کر اپنے جملہ خطوط و مضامین میں یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا رسول اللہ اور آپ کے اصحاب حنفی تھے۔

شافعی وغیرہ۔ اگر نہیں تھے تو تم کس طرح کہتے ہوئے۔ واہ کیا کہنا۔ کیا صاحبقول سوال ہے اس سوال کی سنائی فرقہ جاسوں میں پھول نہیں سمانا۔ اہل بصیرت نزدیک اس سوال سے بڑھ کر کوئی بیوقوفی کا حال ہو نہیں سکتا۔ اسکی مثال تو بعینہ یہ ہے کہ کوئی صاحب مولوی شکر اللہ اور ان کے تابعین کو کہیے کہ

چونکہ آپ کے والد ماجد اور جد امجد ثنائی نہ تھے کیونکہ اس وقت مولوی شہار الدہ پیدا نہ ہوئے تھے اس لئے مولوی شہار الدہ جھوٹے اُنکے پتیر و سنائی کہاں بنائے بھی جھوٹے ہیں۔ یا کوئی عیسائی یا موسائی ایکٹ سی کو کہے کہ چونکہ عیسیٰ و مسیح محمدی نہ تھے۔ اس لئے مسلمان جھوٹے انکا مذہب بھی جھوٹا ہے۔ بندہ خدا دیکھنا تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا مستحکام عقیدہ تھا یا عدم عقیدہ۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے عقیدہ اور اجتہاد کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تو عقیدہ سچے اگر مطلق العنانی کی تعلیم دی تو غیر مقلد سچے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عقیدہ پسند تھی یا نہ میری آیت ہے
ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَن اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا رَّبِّهِمْ أَن يَكُونُوا كَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أُلُوهًا قُلُوبُهُمْ غَفَلًا فَرِيقًا تَلْبِسُ الْغَفْلَةَ الْغُلُوبَ فَأَنشَرُوا صُورَهُمْ ثُمَّ تَتَّخِذُ أَصْنَانًا يُؤْكَلُونَ فَذُنُوبُهُمْ غُلُوبٌ جُعِلَ قُلُوبُهُمْ غُلُوبًا فَاغْلُوبًا
کی اتباع (عقیدہ) فرمائیں۔ اگر خدا کو عقیدہ پسند نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کو ابراہیم حنیف کی اتباع کا حکم نہ ہوتا۔ دوم اگر ائمہ دین کی عقیدہ بارگاہ ایزدی میں پسند نہ ہوتی تو اَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ کے ساتھ وَاُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ نہ ہوتا۔ خدا و رسول کی اطاعت کے ساتھ ہی اولی الامر کی اطاعت (عقیدہ ائمہ) کا صریح حکم اس بات کی چلتی ہوئی دلیل ہے کہ خدا و رسول خدا کے نزدیک عقیدہ ائمہ دین مسلمانوں کے ایمان کا ایک جزو ہے۔ پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ سے دریافت کیا گیا تھا کہ تم فصل مقدمات وقت کن امور کو نہ نظر رکھو گے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ پہلے کتاب اللہ کے مطابق حکم دوں گا۔ اس میں نہ ملے گا تو سنت رسول سے تسک کروں گا۔ وہاں سے بھی سند نہ ملی تو اپنے اجتہاد پر فصل مقدمات کروں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرما کر معاذ کی وادوی الحمد لله الذی وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِهِ بِمَا أُرْضَىٰ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ
یہ حدیث ترمذی۔ ابو داؤد۔ دامی میں موجود ہے جو اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ مجتہد کو اجتہاد کی اجازت ہے۔ اور وہ سر لوگوں کو اس کی عقیدہ بغیر چارہ نہیں۔ اگر صرف عمل بالمحریث کو لازمہ مطلوب ہوتا تو معاذ کو یہ حکم ہوتا کہ اگر مسئلہ کتاب و حدیث میں نہ ملے تو ہمارے فیرف آدمی بھیج کر دریافت کر لینا۔ آپ نے فرما دیا کہ تم مجتہد ہو۔ اپنے اجتہاد پر فتویٰ دے سکتے ہو اور تمہارا حکم اہل یمن پر ناطق سمجھا جائیگا انکو تمہاری عقیدہ بغیر چارہ
مولوی ابو محمد نے خط ابیر میں ہمارا جواب جو رد و بداد میں دہی الجماعۃ کے متعلق صریح تھا۔ پڑھ کر دینی زبان سے تسلیم نہ کر لیا کہ مباحثہ میں یہ کہا گیا تھا لیکن اسکے متعلق عوام کو غلط فہمی کا عجیب و غریب شکار کر قیڑا میں کہ اس جواب کا محض تویہ ہے کہ صاحب رسول اللہ مذہب دہی تھا جو آج کل حنیفوں کے (سوا و غنم) کے ہے اور وہ بھی حنیفی تھے پھر امتی کون ہوئے اور رسول کون اور تابع کون اور متبوع کون ہوئے۔ خصوصاً۔ میں کہتا ہوں کہ واقعی حضرت ابو محمد نور علی نوہی ہیں

سے جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔

حدیث بہتر فرقے والی جو روایات میں درج ہے اور جسکو مولوی نور محمد نے خطابہ میں حرف بہ حرف نقل کیا ہے اسکا مطلب ایک ادنیٰ فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کے وقت کو کوئی اختلاف نہ تھا لیکن آپکو علم اولین و آخرین حاصل تھا اور آپکو معلوم تھا کہ کسی وقت مسلمانوں کے بہت فرقے ہو جائیں گے۔ اُس زمانہ کی نسبت آپنے مسلمانوں کو راہ حق بتادی کہ تم اس فرقے کے پیچھے ہو جانا جو سوادِ عظیم بڑی جماعت سمجھتے ہیں کیونکہ وہی راہ حق پر ہوں گے اور میرے اصحاب کے سوا کسی پر چلنے والے بلا یاب وہی لوگ ہوں گے جو سوادِ عظیم بڑی جماعت میں ہوں گے۔ اب آپ حدیث کا مفہوم اور لفظ دیکھ کر ذرا بچھراپنے سوال کو دوہرائیں۔ اور حاقلیں سے اسکی داو لیں۔ ظاہر ہے کہ اسوقت بے تعداد فرقے ہو گئے ہیں اور اسوقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے معیار کے برعکس وہی فرقہ ناجیہ ہے جو سوادِ عظیم رکھتا ہے جس میں حضور علیہ السلام صحابہ کرام کے وقت یہ بہتر فرقے نہ تھے۔ نہ اسوقت یہ تلاش کرینیکی ضرورت تھی کہ بڑی جماعت کس طرف ہے۔

کیا صحابہ تقلید تھے یا غیر تقلید مباحثہ میں یہ بتایا گیا تھا کہ اصحابِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کرتے تھے اور خلفاء راشدین کے عہد میں انکی تقلید

ہوتی تھی اور یہ تقلید اسوقت سے لیکر ایک چلی آتی ہے۔ اسلئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول پاک اور اصحاب کے مذہب پر مسلمانوں کا یہی سوادِ عظیم بڑی جماعت (مقلدین) کی ہے جو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور جو اماکن مقدسہ کے حاکم اور ارض پاک مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں رائش رکھتے ہیں اور جنکے چار حصے کعبۃ اللہ کے گرد چکے ہوئے ہیں۔ حضرات غیر مقلدین کو ہرگز دماں کی رائش نصیب نہیں اور نہ کوئی باظہار عقیدہ خود دماں و خیل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مولانا بدر حسین صاحب بلوچی دماں جج کو گئے تو قید کر دئے گئے حتیٰ کہ توہم کی (انکا توہم نامہ مطبع میرپور مکہ معظمہ میں چھپا ہوا اب تک ہندوستان میں موجود ہے) جس سے ثابت ہے کہ اماکن مقدسہ کے رہنے والے مسلمان بہت اہل خدا و رسول خدا ناجی ہیں اور چونکہ انکا اور ہمارا اسلام ایک ہے اسلئے ہم ناجی اور بچے اسلام والے ہیں اور آپ غیر ناجی ہیں۔

وہابیوں نے قبلہ کوٹ لیا معزز اخبار زمیندار میں اندنوں ایک مضمون (جسکی سرفی ہمارے قبلہ کو دیا گیا) نے نوٹ لیا چھپا ہے۔ اس موقع پر اسکا شائع کر دینا بے محل نہ ہوگا۔

کیونکہ مولانا ابوالوفاء نے اثناء بحث میں فرمایا تھا کہ انگریزوں کو اماکن مقدسہ پر فتح حقیقیوں نے دلوائی۔ اس مضمون میں جو زمیندار اور خیرۃ الجنۃ میں چھپا ہے درج ہے :-

”مطوب میر خاں ایک زبردست اہل علم ہے جسکے فرمانروا امیر ابن رشید کے قتل کی افروشاں خبر
پہلے دہلی بعض انگریزی اخباروں میں چھپی تھی۔ خدائے قدس امیر مقتول کو اپنی جوار رحمت میں جگہ
دے۔ لندن ٹائمز اپنی ایسی کی اشاعت میں امیر مغفور کے واقعہ قتل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ
دوران جنگ میں ابن رشید ترکوں کا حلیف تھا۔ اور امیر ابن سعود جو فرقہ وانیہ کے امیر ہیں دہلی
مقتدہ کی طرف داری میں اس سے برسر پیکار تھے۔ ابن رشید کا خاندان کئی نسلوں سے قاتل کے
خون کا شکار ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اب شاید بھڑا ایک طفل شیر خوار کے ابن رشید کا نسل بالکل مٹ گئی
معدنہ رشید را سپر یوں رقمطراز ہے :-

ہم چاہتے ہیں کہ نائنز کا یہ حاشیہ طول و عرض ہند میں پوری طرح سے اشاعت پذیر ہو جاوے۔
ہند کے وہ برطانوی مذہب جنگی آنکھیں میں لفظ دہلی سنتے ہی خون اُتر آتا ہے اسے بغور پڑھیں تو قہر
اس خاکدان ہند میں تفریح کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ اور لفظ دہلی سے انگریزوں کو استغدر چڑھے کہ جب
انگریزوں سے ملیں تو اپنے آپ کو المحدث ظاہر کرتے ہیں۔ انگریزوں نے بھی انکی اشتک سٹٹی اس حکم
کے اجراء سے کروی ہے کسی جگہ آدمی کو دہلی کہہ کر اسکی دل آزاری نہ کیا ہے۔ اسلئے کہ یہ لفظ قرون
بغات کا ماروت ہے۔ مقام شکر ہے کہ جناب شیخ نجد (ابن سعود نجدی) نے جنگ میں برطانیہ کا ساتھ
دیکر ان تمام نرپائے کینوں کو جو دہلیوں کی طرف سے انگریزوں کے سینوں میں ترپ رہے تھے سیٹھایا
اور انگریزوں پر ثابت کر دیا کہ دہلی ہلال کا جہاد ہی نہیں بلکہ صلیب کا جہاد بھی کر سکتے ہیں۔ اور
اسلئے ان سے بدگمان ہونا درست نہیں ہو سکتا۔ جناب شیخ نجد اور ملک الحجاز دونوں کے لئے
ہماری سرکار کے خزانہ سے پیش قرار وظائف کا اجراء ہونے والا ہے۔ چنانچہ دارالعوام میں مسٹر پام کو
جواب دیتے ہوئے مسٹر مارورٹ نے ایک ہفتہ ہوا بیان کیا تھا کہ فرمانروا یان نجد و حجاز کو سرکاری
وظائف دئے جانے کا مسئلہ زیر غور ہے۔ اب جبکہ خادم حرمین شریفین شریف حسین پاشا کی طرح
مرکز دہلی قوت کے نائیدہ اعلیٰ امیر ابن سعود بھی انگریزوں کے ولیفہ خوار ہو چکے ہیں۔ لفظ دہلی کا
استعمال ہندوستان میں قابل اعتراض نہ سمجھا جائیگا۔ کیونکہ اب اس سے بغاوت کی بو بھل گئی
اس مضمون کا جواب مولانا ابوالوفاء نے جو لکھا ہے وہ بہت عجیب ہے۔ نہ تو یاران نجد سے
بیگانگت اور بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں اور نہ بالکل اتحاد اور بیگانگت۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :-
المحدث کو دہلیوں سے خاص تعلق نہیں۔ الا اتنا جتنا دیو ہندیوں سے۔ حالانکہ المحدث کا منہج
و معنوی وہی نجد اور شیخ نجد ہے۔ جسکی بیگانگت سے عار اور بیگانگت دشوار ہے۔

دو گونہ رنج و ملال است جان مجنون اے بلا سے صحبت سیلے و فرقت سیلے
 کہنے مولانا ابوالوفاء انگریز مل کو اماکن مقدسہ کا قبضہ دلانے میں حنفیوں کا ہاتھ ہے یا اس کے
 برادران مذہب یا ران نجد کا شاید یہی وجہ ہوگی کہ مولانا نے شیخ ابن سعود کی کارگذاری کو پسندیدگی کی نگاہ سے
 دیکھتے ہوئے مباحثہ میں اس بات کو بڑے غر سے کہا تھا کہ اس وقت مکہ و مدینہ میں برٹش جھنڈا لہرا رہا ہے نیز اپنے
 یہ بھی فرمایا تھا کہ اماکن مقدسہ کی حکومت کا ٹھیکہ مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ہے ہندو اور انگریز بھی اس کا
 حقائق سمجھتے ہیں۔ صاحب جہ خوش۔ یہ تو ہمہ مترضہ تھا میں پھر اپنے اعلیٰ مقصد کی طرف مگردتا ہوں۔

اس بات کی تشریح میں کہ تقلید کس سے شروع ہوئی اور عہد نظام کے زمانہ میں تقلید تھی یا نہ اعتبار الحمد للہ مورخہ
 ۱۸۷۱ء میں ایک مضمون رسالہ انعام سے بعنوان "حنفیت اسلام شائع ہوا" ہر چیز اس کے جواب میں ایڈیٹر
 الحمد للہ نے ہاتھ پاؤں مارے ہیں لیکن اس کی تردید نہیں کر سکے۔ یہاں اس مضمون کا کچھ اقتباس درج کر دینا مناسب
 تاکہ صحابہ کرام کا مذہب معلوم ہو جائے۔ وہ وہ ہذا:-

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
 اصولِ خدا کی پاسداری کی اور اسے اپنی حکومت کا ایک قانون بنا کر تمام انخاص تقلید شخصی (خلیفہ) کو ضروری قرار
 دیا۔ (ازالۃ الخلل المقصد دوم ص ۱۸) اور اس کے متعلق دو صفات ذیل مقرر فرمائیں (۱) کوئی شخص بجز اس کے جس کو خلیفہ متو
 کرے حدیث کی روایت کا مجاز نہیں (۲) فتویٰ وہی شخص دیکھا جس کو خلیفہ اجازت دے اسکے سوا کوئی عالم
 فقہ دینے کا مجاز نہ ہوگا (۳) ان دو عقلمیں کے سوا آج کل کو مستقر کیا ہے کوئی دوسرا عطا کئے کا مجاز نہیں
 (۴) خلیفہ کے فتوے کے سوا کسی کے فتوے پر عمل نہ کیا جائے حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی
 اسی قانون کو معروضات مذکورہ ضروری قرار دیا۔ اور مسلمانوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ ان دونوں خلافتوں میں
 کثرت سے وہ مقدس صحابہ تھے جن کی آنکھوں کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا شرف حاصل تھا
 اور کانوں کو اقوالِ شریفہ کی عزت۔ جس کے دل الفرائض کی روشنی سے منور ہو کر اسلامی آبادی کے لئے
 بدر کامل بن کر چکے اور جس کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل حق نے مشعل راہ قرار دیکر دنیا کے لئے
 اسوۂ حسنہ ٹھہرایا۔ یہ وہ بابرکت صداقت مآب حضرات تھے جس کو کسی قہار جبار کی سطوت و جبروت صراطِ مستقیم
 ایک پنج بھی نہیں ہٹا سکی۔ اور نہ کوئی انرا اور دباؤ کی چمکا کر لوگوں کی تیز ذرا نگلی زبان کو سچائی سے روک سکی۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مقابلہ میں وہ کسی بھی پر وہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن حضرت صدیق
 اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے اس حکم (تقلید شخصی) کی تمام نے تمیل کی اور بلا خلافت با اتفاق سب سے حکم کے لگے
 سر جھکا دیا۔ اور اس طرح سے تمام صحابہ کا اجماع اور حضراتِ شیعین کا یہ حکم مسلمان کو یہ یقین دلانا ہے کہ تقلید شخصی

اسلام کا عظیم الشان اصول جس کے لئے اہل اسلام خدا اور رسول خدا کی عطا کردہ ماموریتیں (القاسم جہادی الثانی ص ۳۷۷)۔
 اس مضمون سے اس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاصْحَابَانِ کے مصداق کون لوگ ہیں۔ جب تقلید شخصی حضرت
 شیخین کا طریق عمل اور ان کا بنایا ہوا دستور العمل ہے تو اس طریق پر چلنے والے لامحالہ ناجی اور ان کے خلاف
 چلنے والے غیر ناجی ہوں گے۔

اس مضمون کا جواب ایڈیٹر المحدث نے جو دیا اس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ انتظام سیاسی مقلد
 دینی اور مذہبی نہ تھا۔ اور کہ خلیفہ مجتہد نہیں مانا جاتا۔ بلکہ حضرات شیخین کے یہ احکام ایسے ہی تھے جیسے
 سلطان المسلم نے شیخ الاسلام کو محکمہ شرعی کا صدر مقرر کر دیا ہوا ہے تقلید شخصی سے اس کو کیا تعلق۔
 سو یہ جواب جس قدر نکمہ اور بودا ہے ناظرین اس کا خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مقلدائے راشدین بالخصوص
 حضرات شیخین کو باقی سلاطین پر قیاس کرنا اور ان کے احکام کو سیاسی محض قرار دینا دینی نہ سمجھنا اور ظلمتِ راشدین
 کو مجتہد نہ ماننا کس قدر جسارت اور دلیری ہے۔ کیوں بھائی المحدث کہلاتے ہو۔ حدیث عَلَیْکُمْ سُنَّتِی
 وَ سُنَّتِ الْخَلْفَہِ الرَّاشِدِیْنَ اور صحابی کَالْجُمُوعِ بِاِیْمِیْ اَقْتَدَا بِتَحْرِیْہِمْ اَبُو اَیُّوب
 بھر کس طرح کہتے ہو کہ خلیفہ اول و دوم کے یہ حکم سیاسی تھے۔ دینی نہ تھے اور ان کی تعمیل ضروری نہیں۔ ہر کس
 و ناکس کو حدیث کی روایت سے روکنا اور ایک ہی شخص کو سپر مامور کرنا خلیفہ کے فتنے کے سوا
 کیسے فتنے پر عمل نہ کرنا۔ یہ امور سیاسی ہیں یا دینی اس بات تقلید شخصی کے متعلق ہم کافی بحث کر چکے ہیں۔

دوسرا سوال مولوی نور محمد کا یہ ہے کہ غنیفہ میں حنفیہ مذکور مر جیہ لکھا گیا ہے یہ موضوع
غنیفہ الطاہرین ہے کہ اس میں بھی ہمارے یاران نجد نے بڑی سخت چالاک کی اور جملہ ساری سے
 کام لیا ہے۔ غنیفہ کی اصل عبارت میں بعض اصحاب ابی حنیفہ درج ہے کہ برہوتی نے بعض حنفیہ کو
 مر جیہ کہا ہے۔ لیکن یاران نجد نے بعض کا لفظ سرے سے اڑا ہی دیا اور تمام حنفیہ مذکور مر جیہ کہنے لگے۔
 پہلا جو حضرات لفظ صالحین کا معنی از خود گھر گراؤ کا اور بنا دینے کی۔ اور فرضی شعر بنا کر فتویٰ مولانا
 روم پر اقرار باندھنے کی قابلیت رکھتے ہیں وہ بعض کا لفظ اڑا کر اپنا اُوسیدہ کر نیکی کیوں قدر نہیں تھے۔
 حقیقت یہ کہ غنیفہ الطاہرین شیخ عبدالحی بن شیخ محی الدین لاہوری جی جولا نیک باب کا قابلِ فرزند
 منعقب غیر مقلد ہے۔ اپنے مطبع اسلام آباد میں چھپوائی ہے جس میں یہ تحریف کی گئی ہے کہ بعض
 اصحاب ابی حنیفہ کی بجائے اصحاب ابی حنیفہ لکھ کر حنفیہ کو نام کو ملے جانے کی ہے سو کو شش
 کی ہے۔ حالانکہ دیگر مطابع کی چھپی ہوئی تمام کتابوں میں بعض کا لفظ صاف لکھا ہوا ہے۔ اس وقت
 ایک برائی غنیفہ الطاہرین جو کتبہ ام میں مطبع امید لاہور میں چھپی ہے میرے سامنے موجود ہے میں نے اس پر

اور ایک غنیۃ الطاہرین مضر جرحہ مطیع نوکشور کی چھی ہوئی بھی سیر سامنے لکھی ہے کہیں بھی سیطرہ ہے۔

اب یہ بات کہ حنفیوں میں سے کوئی شخص مرجعہ ہو اس سے تمام حنفیوں پر کس طرح الزام آسکتا ہے حالانکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اساتذہ و شیوخ میں سے بہت سے اصحاب جنسے امام مہدوح نے روایت کی ہے۔

حسب ذیل مرجعہ تھے۔ (۱) ابوبن عابد الکوفی مرجعہ۔ (۲) یحییٰ بن عقیب التہذیب (۳) سالم بن عجلان الانفس مرجعہ (تقریب ص ۱۳۱) (۴) قیس بن سلج مرجعہ (تقریب ص ۱۳۱) (۵) شہاب بن سواد الدائنی مرجعہ (تقریب ص ۱۳۱) (۶) عبد الحمید بن عبد الرحمن البوسجی الکمالی مرجعہ (تقریب ص ۱۳۱) (۷) عمر بن ابی زائدہ مرجعہ (تقریب ص ۱۳۱) (۸) عمرو بن مرہ الکملی مرجعہ (تقریب ص ۱۳۱) (۹) ورقان بن عمر مرجعہ (تقریب ص ۱۳۱) (۱۰) علاء بن یحییٰ مرجعہ (تقریب ص ۱۳۱) (۱۱) بشر بن محمد خنیانی مرجعہ (تقریب ص ۱۳۱) و ثلاث عشرہ کاملة۔

جانب میں اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اس قدر اساتذہ کے مرجعہ ہوئے اور پھر ان سے روایت کرنے سے امام مہدوح پر کوئی طعن نہیں ہے تو پھر اگر امام عظم کے شاگردوں سے کوئی نامعلوم بعض حنفیہ ہو جائے تو اس سے امام صاحب اور حنفیوں پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور پھر ممکن ہے کہ ایسے بعض کو بھی کسی مہم کرنے والا یا ایسا لکھ دیا ہو جیسا کہ ہمارے مکرّم دوست مولانا ابو الوفاء باوجود الحمدیث کافرنس کاسکریٹری اور اخبار الحمدیث کا ایڈیٹر اور جہلی الحمدیثوں کا قبلہ و کعبہ ہونیکے بعض الحمدیث کیطرت سے معتزلی شیخ جہمی وغیرہ وغیرہ معزز القاب حاصل کر چکے ہیں جیسا کہ رسالہ مباحثہ حقایق ثنائی ص ۱ پر بہت سے رسالجات کی فہرست لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ”ان رسالوں میں بڑے دور سے ثابت کیا گیا ہے کہ ایڈیٹر الحمدیث معتزلی جہمی ہے اور دائرہ الحمدیث خارج ہے“ پھر اسی رسالہ کے ص ۱۱ میں درج ہے کہ ”ان رسالوں کے دیکھنے والا پورا یقین کرنا ہے کہ ایڈیٹر مذکور کا مذہب کشفولی شیخیت، مرناسیت، جہمیت و اعتزال کا مجموعہ ہے۔“

کیا انیوالی نسلوں کے لوگ ان رسالوں کی بناء پر مولانا مہدوح کے ایسے القاب دیکھ کر یہ فتوے لگا سکیں گے کہ الحمدیث معتزلی شیخ جہمی وغیرہ ہوتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر اصحاب یحییٰ کے بعض کو اگر کسی معاصر نے سیطرہ لکھ دیا جیسے حضرت ابو الوفاء کو ان کے معاصرین لکھ رہے ہیں تو حنفیوں کے ذمے کیا الزام عائد ہو سکتا ہے۔

ہاں۔ قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت غوث پاک خود کسی امام کے مقلد تھے یا غیر مقلد تھے یہ سو یا مہتمم ہے کہ آپ حبلی المذہب مقلد تھے۔ چنانچہ اسی کتاب غنیۃ الطاہرین میں لکھا ہے الامام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی رحمۃ اللہ علیہم اما تہنا اللہ علی مذہبہ اصلہ و فرعہ

و حشر نافی ذمہ (ترجمہ) حضرت امام احمد صلی ہمارے امام ہیں۔ خدا ہمیں انکے مذہب پر اصول و فروع میں غوث کرے۔ اور قیامت کے دن اسی گروہ میں امام میں ہمارا حشر ہو گیا مولوی نور محمد اور انکے بخیال غیر مقلدین میں مسئلہ میں بھی حضرت غوث پاک کے فتوے کو منظور کریں گے۔ حالانکہ خط نمبر ۱۱ میں آپ حضرت غوث پاک کو حکم مان لینا منظور کرتے ہیں۔ اگر آپ بھی ہیں تو بغیر جوین وچر کے اعلان کر دیں۔ ورنہ یہ بات سچی ہوگی کہ غوث پاک کے نام سے آپ لوگ کہتے ہیں۔

مباحثہ کی درخواست یہ خیال میں اب مولوی نور محمد صاحب کے سوالات کے جوابات شافی ہو چکے ہیں۔ اب ہم انکے اولیٰ کے بھائی بند رشید میاں کی درخواست مباحثہ شافی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ رشید میاں اخبار الحدیث مورخہ ۱۷ مئی ۱۳۸۵ء پر سیر نام کھلی چٹھی لکھتے ہیں کہ اب الحدیث آپ سے کئی فیصلہ کر نیکو عزم مصمم کر چکے ہیں۔ آئے ہم آپ کے باضابطہ و مفصل بحث کریں جسکی صورت یہ ہے کہ خاص جہلم میں تحریری بحث کریں۔ منصف بھی ہو۔ وغیرہ۔ ملخصاً۔

مولوی نور محمد رقم طراز ہیں۔ ہم آپ کو اطلاع دیتے ہیں کہ گوزامہ کا مقتضا مباحثات و مناظرہ نہیں ہے۔ لیکن بغرض رفع غلطی اپنے بھائیوں کے ہم تیار ہیں کہ آپ باقاعدہ مباحثہ کریں۔

اسکے جواب میں عرض ہے کہ تقریری بحث کیوں نہ گئے۔ کہ تحریری بحث کی خواہش ہے اور اگر جہلم کا مقام مباحثہ کے لئے موزوں تھا تو پہلے میرپور میں اکھاڑا جانے سے کیا مطلب تھا۔ اور آپ کا کئی فیصلہ اور باقاعدہ بحث کے لئے عزم مصمم تھا تو پہلے آپ کچھ ارادہ سے مباحثہ کے میدان میں کیوں کود پڑے۔ اور اسوقت تقریر منصف وغیرہ کیوں خیال نہیں رہا۔ اگر آپ بلاتاری میرپور میں مباحثہ کیلئے گئے اور وہاں تقریری بحث کے ہر میت اصل کی نوادہ کا خیال اب بھگتنا چاہئے نیز میں پوچھتا ہوں کہ اگر آپ جیتے ہوئے ہیں اور آپ کے پاس شہادتیں بھی ہیں تو پھر دوبارہ بحث کی کیوں ضرورت ہے کیا جیتے ہوئے بھی پھر حریف کو مقابلہ کے لئے لٹکا دیتے ہیں؟ آپ مہربانی سے صاف بتائے کہ پہلی بحث میں آپ اپنی شکست اور ہماری فتح کے قائل ہیں یا نہ۔ اگر آپ کے خیال میں شکست آپ کو نہیں۔ ہمیں ملی ہے تو پھر دوبارہ مباحثہ پر کیوں زور دیتے ہیں۔ اگر آپ اپنی شکست کے قائل ہیں تو پھر شیر پنجاب کے علاوہ اور کونسا فیل پنجاب میدان میں لانا چاہتے ہیں۔ جن پر آپ کو پورا پورا بھروسہ ہو گا۔ شیر پنجاب تو گر چکے آئے ساتھی بھی ملے گئے۔ اب ان سے دوبارہ مباحثہ کی جس تو فرصت نہیں ہے کیونکہ گروہ ہونے کو گرا نا۔ یا مرے ہونے کو مارنا کوئی مردانگی کی بات نہیں ہے۔ نیز حضرت ابو الوفا سے اسلئے بھی مباحثہ مفید نہیں کہ پرائے الحدیث انکو الحدیث سے خارج سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایڈیٹر اخبار اہلسنت والجماعت

جس پر لے اہلحدیثوں میں سے مولانا ابو الوفا کے کلام فیلو اور معاصر ہیں۔ اخبار مذکورہ مورخہ حکیم جون صاحب پر رقمطراز ہے کہ "مولانا سید مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی و مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی امرتسر نے لکھا ہے کہ مولوی شمس الدین جماع امت و قیاس مجتہد کو دلیل شرعی نہیں ملتے جو کسی اہلحدیث کا مذہب نہیں" پھر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "ہمیں افسوس آتا ہے جہلم اور میرپور کے اہلحدیثوں پر جنہوں نے ناحق مولوی شمس الدین کو مباحثہ کے لئے بلایا۔ جو خود اہلحدیث نہیں اور جو جب فتاوے اہلحدیث وہ احناف اہلحدیثوں سے خارج ہے" (دیکھو درجین غزنوی و روایت الارض صفحہ ۱) اب جبکہ مولوی صاحب کو نیکے بزرگ اہلحدیث ہی نہیں سمجھتے تو ان سے مباحثہ کرنے سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ مولوی انور محمد صاحب دبیر کریں۔ کابینہ مفت کی دو مائی بچا رکھی ہے۔ ہاں۔ فرقہ اہلحدیث جب کہ خواہ مخواہ دوبارہ بحث کا شوق ہو تو شرط ذیل پر مباحثہ ہو سکتا ہے۔

(۱) آپ ہمارے کل اخراجات سفر جو میرپور کے سفر میں ہوئے جنکی فہرست ہم دیکھ چکے ہیں اور جنکا وعدہ آپ کے پاس ہے اور کریں (۲) اپنی شکست اور ہماری فتح کا تحریری اقرار کریں (۳) کسی نئے مسئلہ کو جسکو اہلحدیث مانتے ہیں اور جنکو آپ لوگ مولوی شمس الدین فضیلت دیتے ہوں اور پبلک کو بھی تسلیم ہو مباحثہ کے لئے نامزد کریں۔ پھر انشاء اللہ آپ ہمیں مباحثہ کے لئے تیار پائیں گے۔

خلافت اخیر میرپور بھی عرض کردوں کہ مولانا شمس الدین اور حاجی محمد ابراہیم اور ان کے قبیح اہلحدیث ہرگز خلیفۃ المسلمین (سلطان العظمیٰ) کی خلافت کے قائل نہیں۔ بوجہ ذیل (۱) مولانا شمس الدین نے مقام میرپور بھاگ و بھل کہا کہ مقامات مقدسہ پر حکومت کا ٹھیکہ مسلمانوں کا نہیں۔ ہندو و انگریز بھی وہاں کی حکومت کے حقدار ہیں (۲) مولانا ابراہیم نے بجائے اتحاد پیدا کرنے کے گاؤ کشی کا مسئلہ چھیڑ کر اہل ہندو کے جذبات کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ جہلم میں بھی وعظ کر گئے ہیں (۳) مولانا ابراہیم سیالکوٹ کانفرنس میں شامل نہیں ہوئے (۴) مولانا شمس الدین نے شمشیری کانفرنس میں مولوی عطاء اللہ کو خلافت کے وعظ سے روکنا چاہا۔ مولوی عطاء اللہ نے صدر وقت کے مقابلہ میں انکی نصیحت کو نہ مانا۔ اور سب را جلاس اٹلی و ہتیاں اڑائیں مولانا کی اپنی تقریر ترکوں کی مذمت میں تھی۔ (۵) حال ہی میں شیخ ابن سعود نجدی انکے ہم مذہب انگریزوں کی طرف سے لڑکھن رشید کو شہید کیا (۶) اہل حدیثوں کے دل میں مدینہ منورہ کی ہرگز وقعت نہیں وہاں جاکر روضہ اطہر کی زیارت کو شرک سمجھتے ہیں (۷) بغداد کو بلائے معلیٰ۔ بخت اشرف میں زیارت کے لئے جانا گناہ سمجھتے ہیں۔ اسلئے اہلحدیثوں کو ہرگز خلافت پر اعتقاد نہیں۔ بظاہر انکی شمولیت صرف دہلی پر مبنی ہے۔ مولانا خود فرما چکے ہیں کہ ہم جنہوں کو چھٹنے کے لئے ایسی چال بازی کیا کرتے ہیں۔ مسلمانو!

ان چالبازیوں سے بچتے رہنا۔ والسلام۔

راقم ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر۔ از بھین تحصیل جکوال ضلع جہلم

قبضہ درج غازی اسلام لانا محمد کرم الدین صاحب دبیرین بھین از تحصیل جکوال ضلع جہلم

چار سو میں غلطی ہے غارتے اسلام کا
زخم کاری لگ گیا ہے غارتے اسلام کا
انکے سر پر نقیش پا ہے غارتے اسلام کا
وار دست بختا ہے غارتے اسلام کا
بو حنیفہ ہوتا ہے غارتے اسلام کا
حق خدا باطل خدا ہے غارتے اسلام کا
ایک دریا بھرنا ہے غارتے اسلام کا
کیا ہی عالی حوصلہ ہے غارتے اسلام کا
جان قرباں دل خدا ہے غارتے اسلام کا
کیا لقب تکملا ہے غارتے اسلام کا
فتح کا ڈنکا بجا ہے غارتے اسلام کا
واہ کیا مرح و ثناء ہے غارتے اسلام کا

واہ کیسا دہر ہے غارتے اسلام کا
ضرب سے تیغ زباں سے سر کشا معذور کا
نام کے شیروں کی شیریں لکھی اب خاک میں
تیغ خالد کی طرح سیف زباں ہے کارگر
شب چراغ بزم ملت حاضے شرع متیں
طرز استدلال اظہار مطالب کے لئے
وقت تقریر زبانی تھی روانی اس طرح
مرحبا صدمہ جاکا لوں میں آتی تھی صدا
جس نے حق سے کرویا باطل کو اکرم میں خدا
پیر کمال کی توجہ سے دبیر نے نظیر
شاہ جماعت کی حمایت باطنی کے زور سے
کان میں آتی صدا باقی بکارتی عیاں

از جناب بیچناب مولانا دبیر سید الشہ

میر پور کی بحث میں حق کا نثار ہو گیا
دوستوں اس سرک میں آشکارا ہو گیا
چیت گرا سیکھاں میں جب بے سہارا ہو گیا
قدوس حق کا عجب روشن نظار ہو گیا
اہل باطل کو سرا سرب خصما رہ ہو گیا
شاہان اسبات پر عالم ہے سارا ہو گیا
ناصر و حامی خدا خود ہے ہمارا ہو گیا

حقیقت کی فتح کا ڈنکا جہاں میں بج گیا
جاد حق ذہن الباطل کا وہ مضمون پاک
ناز تھے جس پہنوں پر کرتے ہیں اہل حدیث
خیر کہلاتے تھے کل جو کچھ گیدڑ بن گئے
بجیہ فرقہ کا یار ہو گیا جہنمداہلست
مضیوں کی فتح کا ہے غلطی چار و طرف
کیوں نہ آتھی تیغ و لایعنی دبیر

مناظرہ چک جادی

ضلع گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضع چک جادی ضلع گجرات پنجاب میں ۳۰ ویم۔ اپریل ۱۹۲۷ء کو غیر متقلدین کا ایک جلسہ قراہیا جس میں احناف کو مسئلہ تقلید شخصی پر مناظرہ کا چیلنج دیا گیا۔ غیر متقلدین کی اس دعوت سباحۂ کوا احناف نے قبول کیا۔ اور جناب مولانا محمود صاحب کجوی نے منظوری مباحثہ کی اطلاع متقلین جلسہ کو بھیج دی۔ غیر متقلدین نے جلسہ گاہ چک جادی میں تزاریکہ ایک بھڑا سا سائبان بھی کھڑا کر دیا۔ جو تندرہ پڑا آنگی کے چلنے سے چھلنی ہو گیا۔ اور بانیان جلسہ نے اس کے سوراخوں کو پٹھے پڑانے جیسے طریق سے بند کیا۔ نہروں نے سائبان کی بد صورتی میں اور بھی افتادہ کر دیا۔ اور پھر احناف گرام نے اس کے بالمقابل موضع ڈولہہ میں اپنے جلسہ کا انتظام کیا۔ اور خوشنما شامیانہ لگا کر جلسہ گاہ کی آرائش کی۔ اور چوتھرہ بنا کر ارد گرد کرسیاں بکھائی گئیں۔ اور وسط میں میز لگا کر دوکرسیاں صدر اور دو عقلمین کے لئے لگا دی گئیں غیر متقلدین نے ہشتہار میں جہانوں کے کھانا کھانے کے لئے ایک روپیہ فیس کا آرڈر دے دیا۔ لیکن مسلمانان موضع ڈولہہ نے بیرونجات سے آہنوالے خاص و عام جہانوں کے لئے وسیع پیمانے پر محنت کھائی کا انتظام کر دیا۔ غیر متقلدین کے ہشتہار میں جن علما کے نام لکھے تھے ان میں مولوی ثناء اللہ مدرسری اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی خاص الخاص تھے۔ مولوی ابراہیم صاحب تو نہ پہنچ سکے۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب ۳۰ اپریل کو تشریف لائے جس کے ہر کام ان کے دیگر بھائی مولوی محمد جونا گڑھی مولوی عبد الرحمن دہلوی۔ مولوی نور محمد جمیلانی بھی تھے اور اسکے علاوہ مولوی عبد الغنی ساکن چک جادی جلسہ ہذا کے بانی مہمان پہلے سے وکیل موجود تھے۔ حضرات احناف نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ کے لئے مولوی صاحب کے پرانے حریف غازی اسلام مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر شمس حسین ضلع جہلم۔ اور مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب امام جامع مسجد گوجرہ قالہ کو بلوا لیا تھا۔ اور علاوہ مدد و حین حسب ذیل حنفی فضلا بھی رونق افروز ہو گئے تھے۔ مولانا مولوی غلام احمد صاحب (ڈوگے ضلع گجرات) مولانا مولوی شیخ عبداللہ صاحب (ملکے ضلع گجرات) مولوی عقیب اللہ صاحب

مولوی فاضل۔ مولانا مولوی محمد مسعود صاحب چوڑہ خلع سیالکوٹ۔ مولانا مولوی نظام الدین صاحب ملتان
 وزیر آبادی۔ مولانا محمود صاحب فاضل گنجوی۔ مولوی فضل کریم صاحب مولوی فاضل مدرس عربی اسلامیہ
 ہائی سکول گوجرانوالہ۔ مولوی نذر عالم صاحب مولوی فاضل مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول مدرسہ مولوی
 سلطان احمد صاحب۔ مولوی محمد چراغ صاحب (دھکڑ گجرات) مولوی حافظ نور عالم صاحب (پک پکن گجرات)
 مولوی حافظ نور محمد صاحب اہم جامع مسجد جہلم۔ مولانا مولوی غلام رسول صاحب (انجمن گجرات)
 مولانا ولی اللہ صاحب (ایضاً مولوی حافظ سید محمد صاحب (سہول شریف) مولوی محمد خلیل صاحب
 (چونترہ جہلم) مولوی حافظ جان محمد صاحب جلالی (گجرات) مولوی محمد ابراہیم صاحب مدرس عربی
 اسلامیہ ہائی سکول گجرات) مولوی غوث محمد شاہ صاحب (پک عبد الحلق جہلم) مولوی حافظ
 فضل الہی صاحب (گوٹہ تالہ گجرات) مولوی محمد صدیق صاحب زمیندار باہری ضلع گجرات مولوی
 کرم الہی صاحب جلسہ اور مناظرہ دیکھنے کے لئے بے تعداد مسلمان پہنچ گئے تھے جنکی تعداد ہزاروں کی تھی۔

پہلے دن کی کارروائی

۱۳ اپریل کو غیر مقلدین اپنے جلسہ اور جنس علماء نے اپنے جلسہ میں عطف
 شروع کئے۔ تمام مخلوق احاف کے جلسہ میں بھی چلی آئی۔ عرفانہ
 چند اشخاص دہاں رہ گئے۔ اور انکا جلسہ بیت پھیکا ہو گیا۔ علماء کے احاف میں سے سلطان الوعظین
 مولانا محمود گنجوی۔ مولانا مولوی محمد مسعود صاحب۔ مولانا مولوی نظام الدین صاحب ملتان اور
 مولوی محمد صدیق صاحب نے نوبت پر نوبت ترویید و بایہ میں ذبردست و عطف کئے۔

دوسرے دن کی کارروائی

ادارات کی خط و کتابت سے شرط بحث کی قدر طے ہو گئی تھیں اور
 بقیہ شرائط کا تصفیہ مناظرہ کے وقت قرار پایا تھا۔ احاف
 کی جانب سے فاضل ملتان غیر مقلدین کے جلسہ میں انعام حاصل کر چکے تھے سویرے جا پہنچے کیونکہ
 مولوی ثناء اللہ صاحب کل کے جلسہ میں سہرا جلاس فرمایا تھا کہ اگر ملتان ثابت کر دے کہ میں نے
 جا بھائے یا عورتوں کے گائے کے جوار کا قوسے میا ہے تو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ ملتان
 صاحب مولوی صاحب موصوف کے اخبار پلچرٹ جس میں یہ فتوے شائع کئے تھے۔ جا کر انکے سامنے
 پیش کر دیئے۔ مولوی صاحب بخلیں چہا نکے تھے اور سخت متحیر ہوئے کہ کس طرح جان چھڑائیں۔ اتنے
 میں فضلاء احاف بے تعداد مسلمانوں کی معیت میں حریف کے جلسہ میں جا پہنچے اور داخلہ کی وقت
 وہاں تکسیر ہر چار طرف سے ایسے بلند ہوئے کہ غیر مقلدین کے دل وصل گئے۔ اور باقاعدہ مناظرہ
 شروع کیا گیا۔

تقلید شخصی

مسئلہ تقلید شخصی کے متعلق مباحثہ کے لئے دوسرے جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مولوی فاضل کو جو انوالہ پیش ہوئے۔ اس میں مولوی شہداء صاحب نے بطور مدعی اور مولوی صاحب موصوف نے بطور متعرض تقریر کرنی تھی۔ اول تو مولوی شہداء صاحب اپنے دعوے کی کوئی یقین ہی نہ کر سکے۔ پھر مولانا عبدالعزیز صاحب کے اختلاف احادیث کے متعلق دو واقعات کو بطور مثال پیش کر کے کہا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی وصفہ صحیح کیا۔ ایک ہی واقعہ کے متعلق ایسا اختلاف پایا جاتا ہے کہ کسی حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں مفروضہ دوسری میں قادر تیسری میں منتفی ہونا پایا جاتا ہے۔ اور یہ ایسا اختلاف کہ سوا اسے مجتہد کے اسکے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ اصلیت کیا تھی۔ دوم حضور نے ایک دفعہ نماز کو سونے اور فراموشی اسکے متعلق بھی احادیث مختلف ہیں۔ کسی سے پایا جاتا ہے کہ آپ نے ایک نوع کہا کسی سے دوسری سے تین رکوع کرنا ثابت ہوتا ہے۔ پھر جب احادیث کے اختلاف کی یہ حالت ہو تو بغیر تقلید آئمہ مجتہدہ کس طرح کام چل سکتا ہے۔ مولوی شہداء صاحب ایسے چکر اے کر اسکا کوئی جواب نہ بن سکا اور دوسرا دوسر کی باتوں میں وقت ڈالتے رہے۔ اور پھر یہ کہہ بیٹھے کہ حنفیوں میں کجگیاں اور دوم میرا ہی بھی ہوتے ہیں۔ اسکا جواب مولانا نے یہ دیا کہ احناف کیلئے تو کوئی کجگیاں اور میرا سیول کو نہیں مل سکتی۔ کیونکہ گانا بھجنا جو انکا پیشہ ہے اسکی حرمت کا فتوہ دیتے ہیں البتہ یہ احسان آپ نے اُسپر کیا کہ باج بھجنا اجرت اور بلا اجرت جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ایسا ہی گانا بجا جائز کر دیا۔ اسلئے بقول شاعر سے

زنا

مقلوب ہے کہ سینہ تنوں کا وصال ہو ۛ مذہب وہ چلے کہ غبار بھی حلال ہو
اس لیے شاہد ان بازار می آپ کی ذات پر جب قدر نا ذکرین بجائے کہ آپ نے گانا بجا ناجائز کر کے
ان کو ہمیشہ کے لئے گردیدہ احسان بنالیا۔ ایسا ہی دوم۔ میرا ہی۔ مولوی صاحب کسی طرح اسکے
متعلق اپنی صفائی نہ کر سکے۔ اور پہلاک نے تا لیا۔ کہ فاضل حنفی کی فاضلانہ بحث نے غیر مقلد
مولوی کا نا طعہ بند کر دیا ہے۔

اسکے بعد فرقہ ناجیب کی بحث شروع ہوئی۔ اس میں حنفی مدعی اور غیر مقلد متعرض
فرقہ ناجیب قرادہا سے تھے۔ پہلے سے غازی اسلام مولانا مولوی کرم الدین صاحب
رئیس مجلس مصلح جہلم کمرٹے ہوئے جنگو دیکھتے ہی شہید پنجاب کی روح کا نپٹے لگی۔ کیونکہ اس سے پہلے
میرپور میں آپ سے دو دفعہ شکست اٹھ چکے تھے۔

مولانا نے فرمایا کہ چونکہ مقابل المجدیت ہیں۔ اسلئے احادیث کے ذریعہ اس امر کا فیصلہ کیا جائیگا کہ فریقین میں سے کونسا فریق ناجی اور کونسا فریق غیر ناجی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے اَتَّبِعُوا السُّوَادَ لَا عَظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ مَشَى مَشَى فِي النَّارِ (بڑے گروہ کے تابع رہنا جو جہنم سے الگ ہوا۔ جہنم میں گرا) اب دیکھنا ہے کہ مسلمانوں میں بڑا گروہ مقلدین کا ہے یا غیر مقلدین کا۔ دنیا کے مسلمانوں کا شمار کیا جائے تو وہ چالیس کروڑ سے زائد ہیں جن میں دو کروڑ بمشکل دوسرے فرقے ہوں گے باقی سب ہمارے بھائی مقلدین ائمہ مجتہدین ہیں۔ چونکہ دنیا کے اسلام میں بڑا گروہ ناجی ہی ہے۔ اسلئے بحکم حدیث ہم ناجی اور فریق ثانی غیر ناجی ہیں۔ اور اگر دنیا کی آبادی سے قطع نظر کر کے یہاں کے حاضرین پر ہی نظر ڈالی جائے تو سو اڑھائی سے دو سو اڑھائی افراد کے باقی سب ہمارے حنفی مقلد بھائی بیٹھے ہیں۔ مولوی صاحب نے حاضرین سے استدعا کی کہ اس امر کے ثبوت کیلئے کہ ہم دونوں میں سے کس فریق کی تعداد یہاں زیادہ ہے۔ حنفی اپنے ہاتھ بلند کریں۔ اتنا اشارہ ہی کرنا تھا کہ مجلس بھر کے ہاتھ ہزاروں کی تعداد میں بلند ہو گئے۔ صرف چند ہاتھ میچے اڑھائی کے رہے۔ جو مولوی صاحب غیر مقلد کے گروہ پیش معدودے چند بیٹھے تھے۔ مولوی شمس الدین صاحب یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائے اور صدر جلسہ کو کہنے لگے کہ آپ نے ایسا کیوں ہونے دیا۔ صدر نے کہا کہ حاضرین کو خاموشی کی ہدایت تھی۔ کوئی بولا نہیں۔ صرف ہاتھ اٹھ گئے ہیں۔ آپ گھبرائے کیوں ہیں۔ اگر آپ کو بھی قدرتی قوت اپنی جماعت کے ذریعہ ایسا کرشمہ دکھادیں

ایں سعادت ضرور بازو نبیست تا نہ بخشد خداے بخشندہ
غرض یہ منظر بہت عجیب تھا۔ حنفیوں کے ہاتھ کیا اٹھے گویا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی صداقت کا جھنڈا بلند ہو گیا۔ اس واقعہ نے مولوی شمس الدین صاحب کو ایسا مبہوت کر دیا کہ آخر تک ہوش نہ سنبھال سکے۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اَنَّ الدِّينَ لِيَاذَرَالِي الْحِجَابَ تَكَتَارُ ذَا الْحَيْةِ اِلَى حُجْرَتِهَا۔ (دین سمٹ کر حجاب کی طرف چلا جائیگا۔ جیسے سانپ اپنی بل کی طرف چلا جاتا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ دین حق کا اصل مرکز کہ معظمہ و مدینہ منورہ ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ وہاں کے باشندگان کا کیا دین ہے۔ اگر وہ وہابی ہیں۔ شیعہ ہیں۔ مرزائی ہیں تو یہ لوگ سچے اور ہم جوئے۔ اگر وہاں صرف مقلدین ائمہ مجتہدین رہتے ہیں تو ہم سچے۔ ہمارا مذہب سچا۔ ہم ناجی اور باقی غیر ناجی ہیں۔ مولانا نے کہا کہ ہمارے چار محلے بیت اللہ کے ارد گرد بکھے ہیں۔ تمہارا اگر پانچواں محلہ بھی وہاں ہوتا تو کچھ

ورنہ جب خدا کے گھر میں آپ کو جگہ نہیں ملتی تو یقیناً تم راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہو۔ اس پر ان قائل کو
 سکر مولوی صاحب کی بدحواسی کی انتہا نہ رہی۔ ایک دفعہ بدحواسی میں کہہ دیا کہ ہمارا بھی مصطفیٰ وہاں
 وَالْحَقُّ نَدَامِنَ مَقَامِہٖ اَبْرًا ھِیَ کَہ مَصْطَفٰہ۔ اُدھر سے کہا گیا کہ بے شک آپ کا مصطفیٰ تو وہاں
 بچھا ہوا ہے۔ مگر قسمتی سے وہاں آپ کو بیٹھنا نصیب نہیں ہے۔ اگر حرم پاک میں جا کر آپ
 قدم رکھیں تو قید ہو جائیں۔ پھر جہاں سے اسلام پیدا ہوا۔ جہاں پر اسلام کی انتہا ہو گئی۔
 وہاں آپ کا گھر ہی محال ہے۔ تو پھر رائدہ دنگاہ کا کوئی حق نہیں کہ وہ صداقت کا دعویٰ کرے۔
 یہ ایسی کھلی کھلی باتیں ہیں جو حاضرین کے دلوں میں گھر کرتی جاتی تھیں اور جب کا کوئی جواب
 نہ تھا اور نہ مولوی صاحب جواب دے سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مارے خجالت کے مولوی صاحب کا چہرہ
 زرد ہو گیا۔ منہ پر ہوشیاں اڑنے لگیں۔ دم خشک ہو گیا۔ منہ میں پانی کے گھونٹ ڈالتے۔ مگر
 شکین دل نہ ہوتی۔ اسی بدحواسی میں مولوی شام الدین صاحب نے کہہ دیا کہ عنقریب وہابیوں کا قبضہ
 مکہ شریف میں ہوگا۔

آخر میں مجلس آپ نے بلند آواز سے اپنا عجز مان کر کہہ دیا کہ میں آئندہ مولوی کریم
 صاحب سے تقریری بحث کا نام نہ لوں گا۔ وہابیوں کی ذلت کی جڑ ہو گئی۔
 اور حنفیوں کی فتح کا غلغلہ بلند ہوا۔ نعرہ ہائے تکبیر حنفیوں کو مبارک کے آواز سے بلند گاہ
 گونج اٹھی۔ مناظرہ دس بجے دن سے شروع ہو کر بارہ بجے ختم ہو گیا۔ یہ بات زبانِ زوہام ہو گئی۔
 کہ مولوی شام الدین صاحب نے ہار مان لی۔ اور آئندہ کے لئے غازی اسلام سے مقابلہ کرتے
 نائب ہو گئے۔ سچ ہے الْحَقُّ یَعْلُو وَلَا یَغْلِبُ۔

سے قبل اسکے جب مولوی محمد کریم الدین صاحب نے کہا کہ وہابی حق پر نہیں تو اسکے جواب میں مولوی صاحب نے
 کہا کہ ہم وہابی نہیں۔ حنفیوں نے ہکو وہابی کہا۔ جیسے عبدالرحمن کو کوئی گھسیٹا کہہ دے۔ اب اپنی وہابی وہابی بن گئے۔
 اس وقت مولوی شام الدین صاحب کی عجیب حالت تھی۔ سچ ہے۔ ”دروغہ کو لاحقہ بنا شد۔“

خدا مان اسلام

سید ثابت علی شاہ گیلانی حنفی چشتی ساکن مہرپور
 و برکت علی شاہ نمبر دار و سفید پوش ساکن ٹونگ

موصوف
فرقہ ناجیہ
تعلیق شخصی

مناظرہ منصور پور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

منصور پور متصل کیریاں ضلع ہوشیار پور میں ۲۲ ۲۳ جون ۱۹۲۹ء کو مابین فرقہ غیر مقلدین و
احناف مناظرہ ہوا۔ احناف کی طرف سے امام المنظرین حضرت مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب کیریاں ضلع
جہلم مناظر تھے۔ اور غیر مقلدین نے آپ کے مقابلہ کے لئے اپنے بڑے بڑے مناظر اہل کے پاس آدمی دوکا
تار بجی دیئے مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ آخر ایک نو آموز نوجوان مولوی محمد یوسف خاں پوری کو جو اپنے زعم
میں ستم بند بنا ہوا تھا پیش کیا۔ حمایت کے لئے چند شائیل بزرگ علماء غیر مقلدین جوامر تسر و روپڑی
ضلع امر تسر وغیرہ سے آئے ہوئے تھے۔ غیر مقلدہ مناظر کے گرد و پیش بٹھلائے گئے۔ بنگلہ صائیں دیوان محمد
(منصور پور میں یہ اجتماع ہوا۔) از دوام کثیر تھا۔ مولانا محمد کرم الدین صاحب اکیلے تشریف لائے تھے
اتفاق سے مولانا محمد نواب الدین صاحب سکوہی بھی اس علاقہ میں آئے ہوئے تھے پہونچ گئے۔
اور مولانا مولوی فلام مصطفیٰ صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ دوسو سہ بھی آگئے جو جنفی مناظر صاحب
پاس نشست فرما گئے۔ ۲۲ جون کو پہلے اجلاس میں فرقہ ناجیہ اور دوسرے میں تعلیق شخصی و حضور
بحث تھی جنفی جلیل القدر مناظر کے مقابلہ میں ایک لاؤ آموز لڑکے (محمد یوسف) کا پیش کرنا غیر مقلدین کی
فایت و جہ کی کڑی تھی۔ غیر تہر و دیش ہر جان فد دیش۔ غیر مقلدین کا نوجوان مناظر بانپنا کانپنا
کھڑا ہوا۔ چند غیر متعلق آیات و احادیث کا مہارالیکر کچھ فال غول کی اور یہ ثابت کرنے کی بے سود
کوشش کی کہ ہم بھی فرقہ ناجیہ میں داخل ہیں۔ غیر مقلدہ مناظر کچھ ایسا بوجھ اس ہو رہا تھا کہ جو لفظ منہ سے
نکالنا یا عبارت پڑھنا غلط ہوتی تھی۔ ٹوکنے پر اسے سخت شرمندگی اٹھانی پڑتی تھی کچھ مدہنیزی کے الفاظ
بھی نکل جاتے تھے جسے سر اجلاس معافی مانگشی پڑتی تھی۔ اس کے بعد شیر اسلام جنفی مناظر کی باری آئی۔
جب وہ کراک کر اٹھے تو وہابیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ آپنے قرآن و حدیث کی دلائل قاطعہ اور برہین
قاہرہ سے ثابت کیا کہ خدا اور رسول کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے مقلدین اکہ راچہ کا سوا و اعظم ہی
فرقہ ناجیہ ہے جنہیں اکابر علماء محدثین و مفسرین اولیاء کرام و صوفیاء عظام ہو گذرے ہیں۔ آپنے
حوالجات کتب مستندہ سے ثابت کیا کہ حضرت امام غامدی و دیگر جامعین کتب حدیث صحاح ستہ وغیرہ

بھی سب مقلد تھے۔ جنگی تقلید غیر مقلدین کو کرنی پڑتی ہے۔

الغرض۔ اس اجلاس میں احناف کو شاندار فتح اور غیر مقلدین کو سخت شکست نصیب ہوئی۔ اور حاضرین پر روشن ہو گیا کہ جدید فرقہ تارکین تقلید نے مسلمانوں کے سوا اور عظیم جماعت حقہ مقلدین آئمہ مجتہدین سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے کو کسی کام کا رہنے نہ دیا۔ انہی کے مین و برکت سے فرقہ مرزائیہ۔ چکڑا الوئیہ۔ نیچوہ کا وجود ظہور میں آیا۔ دوسرے اجلاس میں فاضل مناظر حنفی نے ہارۃ آیات قرآن پاک اور احادیث صحیحہ پیش کر کے مسئلہ وجوب تقلید شخصی کو ایسی وضاحت ثابت کیا کہ تمام حاضرین جلسہ عیش و عشرت کراٹھے مخالفین کے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آخری تقریر میں آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (جن کا احترام فرقہ غیر مقلدین کے دلوں میں بھی تھا) کی کتاب **الافتاء** سے وہ عبارت پڑھ کر سنائی جس میں تصریح ہے کہ اس زمانہ میں عام مسلمانان ہندوستان کے لئے سوائے تقلید کے چارہ نہیں اور جس نے تقلید چھوڑ دی اس نے شریعت کا جوا اپنے کندھے سے اتار دیا۔ حضرت شاہ صاحب کے اس قطعی فیصلہ نے غیر مقلدین کے رہے سبے ہوش بھی اڑا دیئے۔ حاضرین نے فرہادے مسرت اور غلغلہ و شہین و آفرین پر اجلاس احناف کی عظیم الشان فتح پر اختتام پذیر ہوا۔ ۲۳۔ جون کو مسئلہ فاتحہ خلف الامام اور عدم حوازا مات غیر مقلدین پر بحث ہوئی تھی مگر غیر مقلدین کے دلوں پر کچھ ایسی دہشت طاری ہوئی کہ انہوں نے بالکل حوصلہ ہار دیا۔ اور مقدمہ و تاخر موضوع کا ہیامہ لیکر بحث سے فزاری ہو گئے۔ غیر مقلدین تو گاؤں چھوڑ کر غلیں جھاگتے ہوئے جلسہ سے اور حضرت مولانا مولوی محمد کریم الدین صاحب اور مولانا مولوی محمد انوار الدین صاحب کے پرزور وعظ و ن اور مات منصور پور میں ہوتے رہے۔ جن سے مسلمان حد و حد محفوظ ہوئے۔ حنفی بھائیوں کو یہ عظیم الشان فتح مبارک ہو۔

خاکسار۔ فضل احمد امام مسجد کیریاں ضلع ہوشیار پور ۲۴ جون ۱۹۲۵ء

ہریت خور وہ غیر مقلدین کی جیلہ سازی اور روافض سے طلب اہلاد

مناظرہ منصور پور (ضلع ہوشیار پور) میں احناف کے مقابلہ میں خاں پوری غیر مقلدین کو جو شرمناک شکست ہوئی اسکا مفصل ذکر اسلامی اخبارات روزنامہ سیاست لاہور الفقیہ امرتسر۔ وغیرہ اور اشتہارات میں چھپ چکا ہے۔ غیر مقلدین کو اپنی ذات چھپانے کے لئے سوائے اسکے چارہ کار نظر آیا

کہ چند بہت پوری شیعہ صاحبان سے ایک اشتہار دلوادیا کہ غیر مقلدین کو شکست نہیں بلکہ فتح ہوتی ہے اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو پھر مولوی عبدالحی برادر کلان مولوی محمد یوسف (مناظر) نے اپنی طرف سے اسی مضمون کا اشتہار شائع کر کے اپنے نہایت خوزہ بھائی کی صفائی کرنا چاہی۔ اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو مولوی فضل احمد امام مسجد مکیریاں کو (جسکی طرف سے حقیقت کی فتح اور دہائیت کی شکست کا اشتہار چھپا تھا وہ بھی بگڑی کہ تم نے ہمدردی ریشائیل (ڈاڑھی والے) لکھا ہے۔ ہم تم پر خود داری دعوے کرینگے) اسکے ثبوت میں فضل احمد کا مہسلہ کارڈ ہمارے پاس موجود ہے اس نے خود داری سے ڈر کر انکو ایک معذرت نامہ لکھ دیا کہ میں ایسے الفاظ نہیں لکھے مجھے یہ نہی دستخط کرانے گئے ہیں۔ (حالانکہ اشتہار بتماہ فضل احمد کے ماتھے کا لکھا ہوا ہے) غیر مقلدین کی اس قدر پریشان حالی اور افزائشی اس امر کی جتن دلیل ہے کہ بیچاروں کو اس ذلت آمیز شکست کی وجہ سے کچھ ایسا زخم کاری لگا کہ اسکی مرہم پٹی ہونا محال ہے۔ ”خ“ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔“ ہمیں بھی غیر مقلدین کی اس بیچارگی اور بیقراری پر افسوس ہے۔ مگر انہوں نے پہلے کیوں نہ سوچا کہ ایک طفل مکتب کو میدان میں لاکھڑا کیا۔ غیر مقلد مناظر کی حالت قابل دیدنی۔ اس پر کچھ ایسا رعب طاری تھا کہ ایک لفظ بھی منہ سے صحیح نہ نکلتا تھا۔ کیوں نہ ہو۔

گلس راجہ طاقت کہ باشاہباز بہ بیچارہ آبدارشو و کینہ ساز

ہمیں سخت افسوس ہے کہ غیر مقلدین نے شیعوں سے اشتہار دلو کر اپنی ذلت کو المضاہفہ کر دیا۔ وہ خود جو چاہتے لکھتے مگر دشمنان اصحاب و ازواج رسول منکرین قرآن تفسیر باز شیعوں کے اندازہ لیتے۔ غیر مقلدین نے شہادت اخوان شیعہ کا اشتہار دلو کر اس حقیقت کا انکشاف کر دیا کہ غیر مقلدین اور شیعہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور مسائل و عقائد میں باہم کامل اتحاد رکھتے ہیں۔ ترک تقلید کی برکت ہے یہ رفض والحاد بغض اسلام ہے دونوں کی فقط اصل ہر دو

ہم پہلے اشتہار شیعہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ قولہ ”شیعہ“ کسی صداقت واقعی کا چھپا نا کیسیط جی جائز نہیں۔ لہذا ہم بغیر کم کاست اصل واقعتاً پر کرتے ہیں۔ اقول۔ شیعہ اور اظہار صداقت۔ ”خ“ ایں خیال است و محال است وجوں۔ ”شیعہ مذہب کا کتمان شہادت پر مجبور ہیں (۱) انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ اللہ ومن اذا عہ اذلہ اللہ (اصول کافی ص ۴۱) من اذا ع علینا حد یتنا سلبہ اللہ الا یمان (اصول کافی ص ۴۱) یعنی شیعہ کو حق چھپانے سے عزت اور ظاہر کرنے سے ذلت ہوتی ہے اور کہ اشاعت حق کرنے سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

علامہ ازیں شیعہ مذہب میں تقیہ (جو مراد کذب ہے) بہت بڑا کار ثواب ہے (۱) لادین لمن لا تقیۃ لہ ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ (اصول کافی ص ۲۷) یعنی جو تقیہ نہ کرے (جھوٹ نہ بولے) وہ بے دین اور بے ایمان ہے۔ (۲) تسعة اعشار الدین فی التقیۃ۔ دین کے نو حصے تقیہ (جھوٹ) ہیں ہیں۔

پھر جن اصحاب کو مذہباً یہ ہدایت دیکھی ہو کہ کبھی الظہار حق نہ کرنا اور نہ ذلت ہوگی۔ اُنکے کسی قول و اقرار کی کیا وقعت اور انکی شہادت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ پیچارے غیر مقلدین نے شیعہ کو اپنی برادری قرار دیکر خواجہ کا گواہ میندگ۔ اہل حق (احناف) کے خلاف شاذ و عدل کے طور پر پیش کر کے اپنی ذلت چھپانے کی کوشش کی اور اُنکے سرسمر خلاف واقعہ بیان کو شہادت حقہ تعبیر کر کے بڑی شد و مد سے اشتہار دلوا یا اور اپنے حرف سے اسکو برقی پریس امرت سرس (جہاں اپنا اشتہار چھپوایا) طبع کرانے کی ناحق زحمت اٹھائی۔

کون سنتا ہے کہانی تیری او یا ر غلط کیوں بغل میں لئے پھرتا ہے یہ طواغیظ ایک ایسا واقعہ جسکے سینکڑوں بزرگ گواہ موجود ہوں اور جسکی شہرت ملک بھر میں ہو چکی ہو۔ چند ایڑیاں غیر انتہو خیر۔ جھنڈ و فتو کی جھوٹی شہادت سے کب چھپ سکتا ہے۔ قولہ۔ مناظرہ پہلے لکیریاں میں مقرر ہوا تھا۔ احناف پھر گئے۔ تقریرات لکھ کر فریقین کا اقرار ہو چکا تھا۔ اور مناظرہ تحریری ہونا قرار پایا تھا۔ مگر حضی عالم نے انکار کر دیا۔ اقول۔ شرائط نامہ جو ہر دو مناظرین کی خط و کتابت کے طے ہوا۔ اس میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ پھر بہت پوری تقیہ باز کس ثبوت پر یہ بے کلی ہانک رہے ہیں۔ مدعی سست گواہ چست۔ قولہ۔ المحدث جماعت کے ساتھ ہمیں تازہ رنج ہے۔ چار پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ ان سے مناظرہ ہوا تھا۔ اقول۔ چار پانچ سال کا عرصہ شیعوں کی اصطلاح میں تازہ بات ہوتی ہے۔ خوب۔ مگر یہ تو بتائیں کہ حنفی مناظرہ (راقم الحروف) سے تو انکو کوئی رنج نہیں جس نے متعدد مناظروں میں شیعوں کی وہ خبر لی کہ اب کسی شیعہ مناظر کو سامنے لیکنا جو صراحتاً نہیں پڑتا۔ تازہ بات ہے کہ ۱۵-۱۶ اگست کو الگوں تحصیل قصور میں مناظرہ قرار پایا تھا۔ شیعوں کو جب خاکسار کی آمد کا پتہ ملا تو انکے مناظر صاف انکاری ہو گئے۔ یہاں شیعیاں الگوں کہیں نہیں دیکھا گئے۔ علامہ ازیں میری تصانیف آفتاب ہدایت وغیرہ نے تو شیعہ دنیا میں تزلزل ڈال دیا ہے۔ کیا تمہارے غیر مقلد مناظر نے بھی یہ شیعہ میں کوئی رسالہ (دورقہ ہی یہی) اشاعت کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ بہت پوری شیعوں نے اپنے مشہور مخالف حنفی مناظر کی مخالفت میں غیر مقلدین کا ساتھ دیا۔

سے کندہ مجلس یا مجلس لہروارہ کبوتر یا کبوتر باز یا باز

قولہ۔ الحمد للہ مناظر نے سات آیات اور تین احادیث اپنے ناجی ہونے کے ثبوت میں پڑ ہیں جن میں صاف لفظ نجات موجود تھا۔ چنانچہ آیت اول **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُجْنِبُكُمْ عَنْ عَذَابِ آلِ يَمِينٍ** مولوی کرم الدین کسی آیت یا حدیث کا جواب دیکھے۔
اقول۔ کسی آیت یا حدیث میں لفظ نجات کے پایا جانے سے الحمد للہ کی نجات کا کیا ثبوت؟ اور آیت متذکرہ کو مسئلہ متنازعہ سے کیا تعلق؟
 ماں شیعہ حضرت توفیق الرحمن سے شیعہ مذہب کی حدیث کا ثبوت ان آیات سے دیا کرتے ہیں جہاں لفظ شیعہ آجائے۔ خواہ وہ مشرکین اور کفار کے حق میں ہی کیوں نہ۔
الْإِنِّ الَّذِينَ فَتَرُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا سَنِيعًا لَّسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ (۲) ثُمَّ كُنْتُمْ عَنْ كُلِّ مَشْيَعَةٍ أَهْلًا اُنھوں نے اپنے دین کو علی الرحمن عتیہ پھر انکی اصطلاح میں کسی آیت میں لفظ نجات آگیا تو غیر مقلد ناجی ہو گئے۔ ع بریں عقل و دانش مابعد گرست۔ قولہ۔ دوسرے وقت میں مولوی کرم الدین نے بارہ آیات پڑ ہیں جن میں سے آیت اول **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** و دیگر۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** وغیرہ۔ مولوی محمد یوسف نے کہا کہ یہ آیات اطاعت اور اتباع پر دلالت کرتی ہیں تقلید کا ان میں نام تک نہیں۔ اقول۔ شاہان شیعہ! آخر کچھ تو کہہ ہی دیا۔ والحق ما شہدت بہ الاعلاء۔ یہ تو منہ مان لیا کہ حقیقی مناظر نے بارہ آیات سے اطاعت اولی الامر (مشرک مجتہدین) اقتداء طریق صادقین و اتباع سبیل المؤمنین کا ثبوت پیش کر دیا۔ غیر مقلد نے صرف یہ جواب دیا کہ ان آیات میں لفظ تقلید کا نہیں بلکہ اطاعت و اتباع کا ہے۔ واہ۔ کیا خوب جواب ہے۔ امید ہے کہ مجدد اور مجددی غیر مقلد مناظر کی اس نکتہ آفرینی کی ضرور داد دیئے۔ یہ کہنا کہ آیات میں ائمہ مجتہدین کے نام نہیں ہیں اسلئے تقلید ناجائز ہے۔ پھر تو ہمارا بھی حق ہے کہ غیر مقلدین سے مطالبہ کریں کہ کسی ایک آیت میں الحمد للہ کا لفظ دکھائیں نیز غرضی شیعہ پھر غرضی غیر مقلدین کے ناجی ہونیکا ثبوت بتقریر اسماء محمد وحید قرآن سے دکھائیں۔ عقل بڑی یا بھینس۔ اتباع و اطاعت کو مفہوم تقلید سے الگ سمجھنا محمد یوسف ایسے مناظرین کا کال ہے۔ بس حد کر دی۔ قولہ۔ مولوی کرم الدین نے آخری تقریر میں اپنے سامعین پر اثر ڈالنے کے لئے مشہور مقلدین کی فہرست پڑھنا شروع کر دی کہ غیر مقلدین میں کوئی ولی اللہ نہیں ہوا مقلدین ہی ولی اللہ اور بزرگ ہوئے۔ حتیٰ کہ اولیاء کا مقلد ہونا بھی بیان کیا۔ اقول۔ پھر اس کا جواب غیر مقلد

مناظر نے کیا دیا۔ اسوقت غیر مقلدین کی حالت قابل دیدہ تھی جب دلائل سے بیان کیا گیا کہ جملہ محدثین حتیٰ کہ امام بخاری اور امام مسلم بر مذہبی بن باجوہ وغیرہ جامعین صحاح ستہ سب مقلد تھے اور نیز تمام جملہ مفسرین اور اولیاء الدعا مقلد ہونا ثابت کیا گیا۔ اور غیر مقلدین سے مطالبہ کیا کہ تم بھی کوئی ایک آواز نام پیش کرو جو دل اصدانا گیا ہو۔ اور غیر مقلد ہو۔ کوئی ننگڑا۔ نچا۔ کورہی ہی بھی غیر مقلدین ایسے مہوت ہوئے کہ صدائے برنخواست۔ اور اخبار کو غیر مقلد سمجھنا ہی اہم دیش کی کام ہے۔ ایسا ہے تو قرآن سے آیت **وَأَنْتُمْ سَبِيلٌ مِّنْ أَنْبَاءِ آلِیَّ** اور **أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ** اور **أَنْتُمْ وَآلُكُمْ** **وَأَبْرَاهِيمَ حَنِيفًا** نکال دو۔ صاف دین مومنین کی جماعت سے علحدگی ہی منظور ہے تو نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی چھوڑ دو۔ جس میں جماعت نعم علیہم (صاف دین و مومنین) کے طریق کی ہدایت کی دعا کیجاتی ہے۔ قولہ۔ مولوی کرم الدین نے تقلید کی تعریف نہ کی۔ **أَقُولُ** شیعو! اگر دل میں کچھ لورا بیان ہے تو کھلت کہنا۔ کیا حنفی مناظر نے آیا مستقلہ قصہ خضر و موسیٰ پڑھ کر تعریف تقلید اور اس کے وجہ پر روشنی ڈال کر غیر مقلدین کو مہوت نہ کر دیا تھا۔ **أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ زُنَّيْدٌ** قولہ۔ محمد یوسف نے کہا کہ پیر صاحب کی گیارہویں مشرک دیتے ہیں۔ اسپر شو دھکیگا۔ پھر محمد یوسف نے کہا کہ اسی پر بحث کرو۔ گیارہویں دینا شرک ہے۔ **أَقُولُ** تقیہ باز شیعہ نے میاں محمد یوسف کی اس حالت کو کیوں بیان نہ کیا جبکہ اس نفا کے منہ سے نکلتے وقت مجلس مشتعل ہونے پر غیر مقلد مناظر کو جان کے لالے پڑ جانیکا اندیشہ ہو گیا تھا ہاں۔ ذرا وہی کلمات بتا دیئے ہوتے جو مولوی نواب الدین صاحب نے ہنٹر و کھا کر غیر مذہب غیر مقلد مناظر کے حق میں استعمال کئے تھے۔ اور سر مجلس اس نے توبہ کر کے جان بچائی تھی۔ شیعہ بیان مہت پڑ تقیہ پر عمل پیرا ہوتے اور صداقت کا خون کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یوسف نے کہا تھا کہ گیارہویں دینا شرک ہے۔ اسی مسئلہ پر بحث کرو۔ کیا ہی صداقت ہے جس کے اظہار کے لئے شیعہ بیان مہت پڑ کھڑے ہوئے ہیں۔ کیوں نہ ہوئے کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جو اب لالہ تقیہ نے کیا تھا ہمیں جواب دے **قَوْلُهُ**۔ دوسرے روز مولوی محمد یوسف صاحب نے کہا کہ اول وقت میں مسئلہ اقتدا پیرا اور دوسرے وقت میں مسئلہ فاتحہ خلف الامام پر بحث ہوگی۔ مولوی کرم الدین صاحب نہ مانے۔ **أَقُولُ** ہنر لٹا ٹے شدہ میں مولوی محمد یوسف نے اپنے قلم سے مسئلہ تقلید کے بعد مسئلہ فاتحہ خلف الامام رکھا اور اس کے بعد مسئلہ اقتدا کو جگہ دی گئی۔ پھر اس کے خلاف اب یہ نئی ترتیب قائم کر نیکانکو کیا حق تھا اور یہ انکی طرف سے مناظرہ سے فرار تھا یا نہ؟ **الضاف! الضاف! الضاف!** قولہ۔ چوہدری عبدالکیم صاحب مدنی

کہا کہ میں جانتا ہوں کہ مولوی کرم الدین صاحب کا منشاء محض یہ ہے کہ آخری تقریر میں اودھ آدمی کی باتیں لگا کر مجلس پر اپنا اثر ڈالیں جیسا کہ آپ نے کل کیا۔ **اقول**۔ بہت پوری اخوان شیعہ اٹھے تو تھے اپنے برادر میاں یوسف کی حمایت کے لئے۔ لیکن اس سخن پر میں دیر وزہ بحث کا نتیجہ لکھ کر خانپوری غیر مقلدین کی شکست اور احناف کی فتح پر خیر کر دی کہ صدر صاحب نے سراجیہ کھدیا کہ کل آخری تقریر میں حنفی مناظر نے مجلس پر اپنا پورا اثر ڈال دیا۔ کہیں آج بھی ایسا ہی نہ کریں۔ کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

شیعہ برادری کی اس شہادت اور صدر صاحب کے اس ریمارک کے بعد بھی خانپوری غیر مقلدین کہہ سکتے ہیں کہ مناظر کا جو اثر پہلے روز مجلس لیکر اٹھی وہ احناف کے حق میں نہیں بلکہ غیر مقلدین کے حق میں تھا یہ صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے کہ خوشبو انہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے۔ **قولہ**۔ مولوی کرم الدین صاحب نے صدر صاحب کو اہلبیث کی اعانت کا اتہام لگا کر **اقول** بیشک جو پھر سی عبد الکریم صاحب کو چونکہ وہ خانپوری اہلبیث کے صدر انجمن ہیں اور اسی لئے انہوں نے انکی صدارت منظور کی تھی۔ انکی رعایت منظور تھی۔ جسکو حنفی مناظر کے علاوہ ساری مجلس نے سمجھا بلکہ انکے ایک بھائی بھی مجلس میں اس بارہ میں اُن سے جھگڑتے رہے لیکن وہ کیا کرتے مناظرہ تو اہلبیث میں کرنا تھا جب ہر بات میں وہ قیل ہوتے تو صدر صاحب کیا بد کر سکتے تھے۔ **قولہ**۔ صدر صاحب نے کہا کہ اگر میں ثالث ہوتا تو کل ہی اہلبیث کے حق میں فیصلہ لکھ دیتا۔ **اقول**۔ یہاں پھر شیعہ اخوان نے نقیہ کا ثواب حاصل کیا ہے صدر صاحب ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتے نہ بالکل اتہام ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ دوسرے روز صبح جب احناف میدان مناظرہ میں آئے اور ابھی غیر مقلد نہ گئے تھے تو احناف نے جو پھر سی صاحب کو کہا کہ غیر مقلد کی جیل لیت ہیں۔ کیا کہیں گے بھی یا نہ؟ تو جو پھر سی صاحب نے فرمایا کہ کل جو انکی گت بنی ہے (یعنی جو ذلت مناظرہ میں ہمیں حاصل ہوئی ہے) امید نہیں کہ آج آئیں اور بھی متعدد اشخاص سے گفتگو میں انہوں نے احناف کی فتح اور غیر مقلدین کی شکست کا صاف الفاظ میں اظہار کیا۔

لے شیوہ آخری تقریر میں حنفی مناظر کی کتاب الصاف حضرت شامہ علی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ذیل پر لکھ کر کیا کہ اگر جس غیر مقلدین کی آنکھیں کھولیں اور ہمارے من کو معلوم ہو گیا کہ کچھ ملحد و مستان میں کس عقیدہ کا علم ہو گیا تو کیا ترک شریعت اسلام جہاد میں جب جاہل آدمی ہند کے ممالک اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو۔ اور کوئی عالم شافعی اور مالکی اور حنبلی یا ان سے تو اس پر عجب کہ عقیدہ المم ابو منیف کی کر کے اور دوسرے جہاد ہے کہ نہ بنیام ابو حنیفہ باہر نکالے کیونکہ اس صورت میں شریعت کا پھنساؤ پی گون سے محال ہے بلکہ جہاد کا یہاں کیا

اشتراک مقلدین

غیر مقلدین کے اشتہار میں بھی تقریباً یہی باتیں ہیں جنکی تردید اور جوچکی ہے

سیاہ مٹی لباس پہنا کر اپنی ذلت کا اشتیازی نشان دکھایا ہے۔ غالباً شیعہ اخوان کی سنت کے عامل بنے ہیں۔ مضمون میں بھی سطر ۱۵ میں "فَیَا اَسَفُ" کا لفظ لکھا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسبقدر پر اکتفا نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ شیعہ برادری سے ملکر کسی امام یا ڈھ میں جائیں اور حصول ذلت پر ماتم کریں اور خوب زور زور سے منہ پیٹیں۔ اور سینہ گوبی کریں اور "فَیَا اَسَفُ" پر ان الفاظ کا اضافہ کر لیں "واویلا" "واویلا" "اے حسین کر بلا" شاید دل کو کچھ تسکین ہو سکے۔ مولے اسکے کوئی علاج نہیں ہے۔

غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ منصور پوری احباب کے اور پر مناظرہ کرنا پڑا۔
اقول۔ غالباً شیعہ برادری کی صحبت کا اثر ہے کہ آپ بھی تقیہ سے کام لینے لگے۔ بتائیے پہلے کس ذین نے ۱۹ مسائل والا اشتہار لکھ کر دنیا بھر کے احناف کو بالعموم اور اپنے علاقہ کے احناف کو بالخصوص مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ پھر یہ کہنا کہ ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے تھے کیا یہ ایک سیاہ جھوٹ نہیں ہے؟ قولہ "اسی طرح ہم نہیں چاہتے تھے" کی اپنی فتح کا اشتہار دیں۔ **اقول**۔ آپ کی فتح ہوتی تو ضرور اشتہار دینے میں سبقت کرتے۔ لیکن جب میدان میں ذلت اٹھا کر گئے تو اشتہار کیسے دیتے۔ چونکہ فتح احناف کی ہوئی۔ انہوں نے اشتہار دیا۔ پھر آپ مجبوراً تھپاؤں مارنے لگے۔ مگر جب سب جیلے کارت گئے۔ ناچار المحدث نے کچھ امداد کی۔ نہ المحدث علماء ہی ہم نوا ہوئے تو شیعہوں کے آستانہ پر نا صیف فرسانی کی کہ تم ہی حق برادری ادا کرو۔ مگر انکا اشتہار بھی شکست کا اعلان کر رہا ہے **قوله** یہ سننے میں آیا ہے کہ منصور پوری احناف پھر مناظرہ کے لئے آمادہ ہیں۔ **اقول**۔ احناف منصور پوری جب خلیفہ فضل سے پہلے ہی مناظرہ میں مظفر منصور رہے ہیں تو انکو دوبارہ مناظرہ کی کیا ضرورت؟ ہاں۔ اپنی شکست کا داغ دھونیکے لئے مکرر مناظرہ کے شائق ہوں تو بسم اللہ۔ اپنے کسی مسلم شہور مناظرہ کو تیار کریں۔ یوسف کی قابلیت تو الم نشرح ہو چکی۔ اس سے مکرر مناظرہ مرے ہوئے کو مارنا ہے اگر کسی المحدث شہور مناظرہ نے اپنی حامی بھری تو ہمیں دریغ نہ ہو گا۔ اب منظرہ پنجاب کے صد مقام لاہور میں ہونا چاہئے۔ جرات ہے تو میدان میں آؤ۔

چونکہ مولوی محمد یوسف نے ۱۹ مسائل اشتہار میں لکھ کر احناف کو مباختہ کا چیلنج دیا ہے اس لئے ذیل میں چند مسائل غیر مقلدین بکوالہ کتب لکھے جاتے ہیں۔ "عو عن معاویہ

تغایہ عیسیٰ غیر مقلدین

اغیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹا بولنے پر قادر ہے (عیسائے اولیٰ)
مولفہ شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی)۔ انکا عقیدہ ہے کہ خدا

عش پر بیٹھا ہے۔ کرسی چر چر کرتی ہے۔ (رسالہ الاحوالہ فصل نہم مولفہ نواب صدیق حسن خان بھوپالوی)
۱۔ انکا اعتقاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اسبقہ تعظیم ہے جسقدر بڑے بھائی کی (تقریباً)
۲۔ مولفہ مولوی انیسٹین ۴۴۔ یہ کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا۔ نبی ہو یا رسول۔ اللہ کی شان کے لگے چارے
بھی ذیل ہیں۔ کتاب التوحید ص ۵۔ یہ کہ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا خیال
آجائیل اور گدے کے خیال سے بھی برابر ہے (در اوسط ص ۴۴)۔ یہ کہ جو شخص انبیاء و اولیاء کو
پکارے اور انکو مسافا شئی سمجھے۔ گو انکو اللہ کا نبی اور مخلوق ہی سمجھے شرک میں وہ ابو جہل کے برابر ہے۔
(تقریب الایمان ص ۱)۔ یہ کہ جو شخص کسی ولی بزرگ کے نام سے کوئی جانور ذبح کرے وہ سو جیسا حرام
اور ذبح کرنا الا ملعون ہے (تقریب الایمان ص ۲)۔ ان کے پیشوا عبد الوہاب کا قول ہے کہ میری
لاٹھی محمد سے بہتر ہے (مذاہد) (ادع البراہین ص ۹)۔ اور یہ کہ روضہ نبی بڑا بت ہے مجھے قدرت
ہو تو اسے گرا دوں (ادع البراہین ص ۱۰)۔ انکا اعتقاد ہے کہ انبیاء و اولیاء ناچیز اور ناکارے ہیں (تقریب الایمان)
۳۔ اغیر مقلدوں کے نزدیک بڑے آدمی کا بول و براد گنتے کا لعاب اور رینڈ اور خون جیض اور گوشت خنزیر
پلید ہے۔ انکے ماسوا میں خلاف ہے اور اصل ظہارت ہے (در بہتہ ص ۱۱)۔ گو یا انکے نزدیک کتے کا
موت۔ گھوڑے۔ خچر بندر۔ بچہ۔ بھیریا۔ بلی۔ شیر و شیر حیوانات کا بول و براد چربی۔ خون۔ مٹی۔ شراب
وغیرہ سب چیزیں پاک ہیں۔ ۴۔ انکے نزدیک پانی ذلیل ہو یا کثیر نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں
ہوتا۔ جب تک رنگ۔ مزہ۔ بو۔ ذرے (در بہتہ ص ۱۲)۔ تو گو یا ایک بوتل پانی میں چار قطرے پشیا
یا شراب یا مٹی وغیرہ کے پڑ جائیں اور اس سے رنگ۔ بو۔ ذرہ میں فرق نہ پڑے تو غیر مقلد اسکو
استعمال کر سکتا ہے ۵۔ اغیر مقلدوں کے مذہب میں پانی قلعین (دو شکنہ) کے برابر ہو تو نجاست
پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کوئی صفت زبدے (گو یا جس گنٹیس میں کتنا بٹایا سو
پڑ جائے۔ اگر اوصاف ثلاثہ سے کوئی زبدے تو اغیر مقلدین اسکا پانی پیئے اور وضو کے لئے استعمال
کر سکتے ہیں) ۶۔ انکے مذہب میں بڑی عمر والا مرد خواہ ڈاڑھی ہو کھتا ہو بڑی عروالی عورت کا
دودھ پی سکتا ہے (چرخش) (در بہتہ ص ۱۵)۔ اگے نزدیک اگر امام جہنی ہو۔ یا کپڑا پلید ہو۔
یا کوئی فرض چھوٹ گیا ہو۔ یا وضو ٹوٹ گیا ہو۔ تو صرف امام کی نماز فاسد ہوگی۔ معتقدین کی نماز کو
کچھ غل نہ ہوگا (فتح الخلیف ص ۱۱)۔ انکے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات النبی نہیں۔

بلکہ کر مٹی ہو گئے ہیں (تقریر الایمان) ۱۔ انکے نزدیک شادیوں میں گانا بجانا باجرت و بلا اجرت جائز ہے (اجازۃ البیروت، رمضان ۱۳۶۹ھ) ۲۔ انکے نزدیک وظیفہ یا رسول اللہ ﷺ کے و بدعت ہے (بیروت) ۳۔ انکے مذہب میں رضاعی باپ کی منکوحہ عورت پسر رضیع پر حلال ہے (اجازۃ البیروت، ۱۸ فروری ۱۹۱۱ء) ۴۔ انکے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زار مبارک سفر کر کے دیکھنا ایسا گناہ سے جیسا کہ بغل کا دیکھنا (امراستقیم ص ۵۷)۔

پھر ایسے حالات میں جو اصحاب غیر مقلدین کی امامت اور انکی اقتدار میں نماز پڑھنے کے متعلق استفسار کرتے ہیں وہ خود سوچ لیں کہ ایسی ظہامت اور ایسے عقائد و امام کے پیچھے نماز کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ ہذا۔ والسلام۔

سابقہ
حاکم ابو الفضل محمد کرم الدین عفی عنہ از بحین۔ تحصیل چکوال ضلع حلیم

پیر ظہور صاحب کی تبلیغ
پیر ظہور صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں جس میں چند گیت لکھے ہوئے تھے۔ ایک فتویٰ لکھا تھا۔ کہ قائلین ہمارے بلا اشتہار کا فر ہیں۔ چونکہ یہ ایک بہت بڑا حملہ ان بزرگان دین خاندان چشتیہ و غیرہ کے خلاف تھا اچھوڑ سماع کے قائل ہیں، اسلئے اس کی تردید میں ہم نے ایک مختصر رسالہ موسومہ بدایت الاصفیاء رشتہ کیا جس میں بارہ اور شریفانہ لہجہ میں پیر صاحب کو مخاطب کر کے تفہیم کی گئی کہ آپ اپنے ایسے جوئے اور بلا دلیل فتویٰ سے رجوع کر کے بزرگان دین سے جنگی بلا وجہ دل آزاری کی گئی ہے، معافی مانگ لیں، چنانچہ علامہ اپنے اپنے ایسے یہودہ فتویٰ پر خط تفسیح بھیج کر نوامیدیشن رسالہ مذکورہ سے وہ فتویٰ نکال ہی دیا لیکن پھر بڑی دیدہ دلیری اور شہسختی سے ظہوری جنتری میں ہماری نسبت شوقیانہ اور غیر مہذبانہ الفاظ استعمال کر کے اپنی شرافت کا ثبوت دیا، اول اس میں بیڑینگ لگائی گئی کہ ہم نے اس کی تردید میں ایک رسالہ لکھ دیا ہے جس پر پانچ علماء کے دستخط ہیں، لیکن جب وہ تردیدی رسالہ موسومہ ظہور حقیقت منصفہ ظہور میں آیا، تو ہمارے تعجب کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ پیر صاحب بالقہاس رسالہ کی اشاعت کیلئے ایک معمولی حیثیت کے گناہم شخص مولوی محمد حسین نامی کے منت کش ہوئے ہیں۔ اگر قابلیت کلیہ حال تھا تو پہلے بزرگان دین کے خلاف فتویٰ تکفیر لکھنے کی کیوں جرأت کی، پیر صاحب نے طباعت رسالہ کے بعد ہمارے بعض احباب کے خط و کتابت کر کے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اب آئندہ کیلئے اس سلسلہ کو ترک کیا

جائے، لیکن آپ کے اجیر مولوی محمد حسین نے بہن چیلنج مناظرہ بھی دیدیا ہے اور جو الفاظ ہماری نسبت اس
 رسالہ میں استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ ہرگز قابلِ برداشت نہیں ہیں معلوم نہیں کہ اس مجہول الحال ملا کو
 ہمارے ساتھ کب خدا واسطہ کا شریک تھا، کہ بقول شخصے، تم کون ہو ہم خواہ مخواہ، ہم سے الجھنا پسند کیا
 ہے۔ بہر حال ہم ایسے گمنام کم حیثیت شخص سے مناظرہ نہ کیا اس سے مخاطب ہونے میں بھی اپنی ہتک سمجھتے
 ہیں۔ البتہ میری جو چیلنج کرتے ہیں کہ بیشک پسائے ہیں، اور کسی ایسی جگہ میں جو آپ کے حلقہ اثر سے خارج
 ہو کھلے میدان میں ہم سے اس مسئلہ میں مناظرہ کر لیں، اور اگر خود بددلت اسکے اہل نہیں ہیں، کو کسی
 مشہور مولوی کو جس کو دنیا چانتی ہو میدان میں اپنے ہمراہ لائیں، ہم جلتے میں کہ نصیب نہ سالہ صرف
 اس ننگوہ الحال برائے نام مولوی کا کام نہیں، بلکہ کوئی مشوق ہے اس پردہ نگاری میں پس پردہ
 کوئی چھپے رستم مولوی صاحب کے کام کرتے ہوئے ہیں، انکو پردہ سے نکال کر میدان میں لانا چاہیے۔
 رسالہ میں کیا کچھ ہے، ہر ایک ذی علم اسکو پڑھ کر سمجھ سکتا ہے، کہ ہمارے دلائل کی کوئی تردید نہیں کی
 جاسکتی، بلکہ مصنیف سالہ بہا تک بے بس ہوا ہے، کہ نجات المؤمنین النور بارک اللہ اور النور محمد
 کے آیات سے استدلال کیا گیا ہے اور حضرت فاسیوں سے تفسیر حسینی کا انتخاب کیا گیا ہے جس سے شیخہ حضرت
 بھی تسک کیا کرتے ہیں، واہ چرخ خوش، اور بجائے پانچو علماء کے فرضی طور پر اکثر ایسے حضرات کے نام لکھتے
 ہیں جو مدت سے اس بنیاد بے ثبات سے رخصت ہو چکے ہیں، اہل مولانا قطبی شاہ صاحب کی ہنرمندی دکھائی
 گئی ہے، مولانا ممدوح سے چکوال میں ملاقات ہوئی، تو وہ صاف فرماتے لگے کہ ہم نے ہرگز سالہ نہیں
 دیکھا، نہ اسکی تصدیق کی ہے، یہ ایک بہت بڑی جھلسا دی ہے، جو پیر ظہور کے عمل میں آئی ہے
 وقفس علیٰ هذا، بہر حال ہم نہایت بے صبری سے منتظر رہیں گے، کہ کس وقت پیر صاحب
 میدان میں نکلتے ہیں نئی الحال ہم ان کی شاعرانہ قابلیت اور فطری و ادبی اغلاط کو ظاہر
 نہیں کرتے جو ہرجی سے معمولی بنگالی اشعار میں سرزد ہوئے ہیں، البتہ میدان میں جلوہ آرا
 ہونے پر یہ سب حقیقت بے نقاب ہو جائیگی۔ والسلام۔

مراقبہ
 خاکسار۔ ابو الفضل۔ محمد کرم الدین عفی عنہ ابھیں تحصیل حکوال
 ضلع جہلم۔ مورخہ ۲۲ جون ۱۹۳۲ء

مسلک دبیر پر محرفین کے پیدا

کیے گئے شبہات کا ازالہ

کیا مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے

دیوبندی مسلک قبول کر لیا تھا؟

مولف: میثم عباس قادری رضوی

مناظر اسلام ابو الفضل مولانا کریم الدین دبیر 1853ء میں بھٹیں مضافات، جہلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ساری زندگی باطل فرقوں (دہائی، شیعہ، مرزائی، چکڑالوی وغیرہ) کی تردید کرتے گزری۔ باطل فرقوں کے رد میں متعدد تصانیف لکھیں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔ آفتاب ہدایت، تازیانہ عبرت، مناظرات خلافت، صداقت مذہب نعمانی، پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ، السیف المسلول، تازیانہ سنت اور فیض باری وغیرہ۔

مولانا کریم الدین دبیر کی وفات 1946ء میں ہوئی۔ مولانا کی وفات کے بعد ان کے بیٹے قاضی مظہر حسین دیوبندی نے یہ مشہور کر دیا کہ مولانا کریم الدین دبیر نے اپنا مسلک تبدیل کر کے دیوبندی مسلک اختیار کر لیا تھا۔ حالانکہ یہ بات سراسر خلاف واقعہ اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس تحریر میں دیوبندیوں کے اس جھوٹ کا پول کھولا جائے گا۔

مولانا کریم الدین دیر کے متعلق ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے دو جھوٹ

کذاب زماں ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹری دیوبندی نے مولانا کریم الدین دیر کے متعلق یہاں تک لکھ دیا کہ

”آپ سیدھے دیوبند پہنچے اور اکابر دیوبند کی خدمت میں حاضری دی اور اپنے بیٹوں کو تعلیم کے لیے ان کے سپرد کیا“ (مطالعہ بریلویت جلد 4 صفحہ 357 مطبوعہ دارالمعارف اردو پبلاز لاہور)

اس عبارت میں خالد محمود دیوبندی کذاب نے دو جھوٹ بولے ہیں کہ

(1) مولانا کریم الدین دیر دیوبند پہنچے اور اکابر دیوبند سے ملاقات کی۔

(2) اپنے بیٹوں کو تعلیم کے لیے ان کے سپرد کیا۔

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کذاب کے پہلے جھوٹ کا رد مولوی عبدالحجارسلمی دیوبندی صاحب نے بھی کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ

”یہاں علامہ صاحب دامت برکاتہم کو تسامح ہوا ہے کیونکہ مولانا کریم الدین دیر دارالعلوم دیوبند میں جا سکے تھے اور نہ ہی آپ کی ملاقات مولانا حسین احمد مدنی سے ہوئی تھی“ (احوال دیر صفحہ 67 ناشر گوشہ علم H-1-182 وپڈا ناؤن لاہور)

لیکن اس کتاب کے دوسرے جھوٹ کے متعلق لب کشائی نہ کی جس میں خالد محمود دیوبندی نے بیٹوں کا لفظ لکھا کیونکہ دوسرے بیٹے کا ذکر تو مولانا کریم الدین دیر کے مسلک کے بارے میں سب سے پہلے جھوٹ بولنے والے شخص قاضی مظہر حسین دیوبندی نے بھی نہیں کیا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی وہموا مولانا کریم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریر پیش کرتے جس میں ان کی یہ وضاحت ہوتی کہ میں نے اپنا مسلک اہلسنت وجماعت تبدیل کر کے دیوبندی مسلک کو قبول کر لیا ہے۔ لیکن قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبدالحجارسلمی دیوبندی یہ تحریر پیش نہ کر سکے۔ مولوی عبدالحجارسلمی دیوبندی صاحب نے ”احوال دیر“ کے باب سوم بنام ”مولانا کریم الدین دیر کا ابتدائی مسلک و مشرب“ میں مولانا کریم الدین دیر کو اپنا ہم مسلک ثابت کرنے کے لیے دجل و فریب سے کام لیا ہے۔ جس کی تفصیل آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ کریں گے۔

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کو دیوبندی قرار دینے کی وجوہات:

”مولانا کرم الدین دیر نے اپنے دور میں مرزائیت، رافضیت اور وہابیت سمیت دیگر موجودہ فرقوں کی سرکوبی کی۔ مرزائیت کے رد میں وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا کہ مرزا قادیانی کو اس کے آقا یا نفعیت (یعنی انگریز) کی عدالت میں بھی ذلیل و رسوا کیا اور امت ابن سہا یہودی (یعنی شیعہ) کا بھی زبردست علمی محاکمہ ”آفتاب ہدایت“ ”سیف المسلول“ ”فیض جاری در رد تعزیہ داری“ وغیرہ کی صورت میں کیا چونکہ مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کی یہ خدمات تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں اس لیے مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کے بیٹے قاضی مظہر حسین دیوبندی نے ان کی وفات کے بعد بغیر کسی ثبوت کے مولانا کرم الدین دیر کو دیوبندی مشہور کر دیا جو کہ سراسر جھوٹ اور کذب بیانی پر مشتمل ہے یہ کوئی نئی بات نہیں وہابی دیوبندی اس سے پہلے بھی یہ اہل سنت کے کئی بزرگوں کو اپنے کھاتے میں ذال چکے ہیں انکی کچھ مثالیں ذیل میں درج کی جا رہی ہیں وہ ملاحظہ کریں۔

مثال 1:

حضرت علامہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے اپنی کتاب ”وسیلہ جلیلہ“ میں محمد بن عبد الوہاب اور مولوی اسماعیل دہلوی قاتل کا خوب رد کیا ہے میرے پاس یہ کتاب مطبع مصطفائی واقع محمود نگر لکھنؤ کی شائع کردہ ہے جسکے صفحات کی تعداد 184 ہے اس کے علاوہ حضرت مولانا وکیل احمد سکندر پوری علیہ الرحمہ نے امام الوہاب یہ ہند مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”ایضاح الحق“ کا رد بھی بنام ”اصباح الحق الصریح“ لکھا۔ لیکن 2011 میں پیر جی کتب خانہ محلہ گوبند گڑھی نمبر 8 مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ سے دیوبندیوں نے حضرت مولانا حکیم وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ کی غیر مقلدین کے رد میں لکھی گئی کتاب ”نصرۃ المجہدین“ شائع کی ہے جس کے ناشر پر ان کے نام گرامی کے ساتھ ”ناصر الملئ والدین“ کا لقب اور رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ کلمات کی علامت۔ ” بھی لکھی گئی ہے۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ اسی کتاب ”نصرۃ المجہدین“ کے صفحہ 222 تا 227 تک مسئلہ بدعت میں دیوبندی وہابی موقف کا رد موجود ہے۔ اس کا روائی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ناواقف لوگ جب ان کی یہ کتاب دیکھیں تو وہ یہی سمجھیں کہ یہ کسی دیوبندی عالم کی تصنیف ہے۔

مثال نمبر 2:

مولوی نور محمد مظاہری دیوبندی کی کتاب تکفیری افسانے جو کہ ”بریلوی فتوے“ کے نام سے بھی لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ کچھ عرصہ قبل دیوبندیوں نے پھر اسکا نام تبدیل کر کے ”رضا خانیوں کی کفر سازیاں“ کے نام

سے تحفظ نظریات دیوبند کا دمی کراچی سے اضافہ جات کے ساتھ شائع کیا اس کتاب کے صفحہ 258 پر علمائے دیوبند کی فہرست میں "حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی" کا نام بھی شامل ہے جبکہ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے علمائے دیوبند کی گستاخانہ عبارات کے رد میں لکھی گئی کتاب "نصام الحرمین" کی تائید کرتے ہوئے اس پر تقریظ لکھی۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی نے امام المناظرین حامی سنت ماحی بدعت حضرت علامہ مولانا غلام دہگیر قصوری علیہ الرحمۃ کی کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" (جو کہ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی و مولوی خلیل احمد انیسوی دیوبندی کے رد میں لکھی گئی ہے) پر بھی تقریظ لکھی ہے اسکے علاوہ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی نے میلاد شریف کے اثبات میں "الدر المنظم" کتاب بھی لکھی تھی لیکن ان حقائق کے باوجود بھی دیوبندیوں نے ان کو علمائے دیوبند میں شمار کیا۔

مثال نمبر 3:

مولوی نور محمد مظاہری کی اسی کتاب "رضا خانیوں کی کفر سازیاں" کے صفحہ 158 پر فاتح عیسائیت حضرت علامہ مولانا مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو بھی علمائے دیوبند میں شمار کیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام المناظرین فاتح مذاہب باطلہ حامی سنت ماحی بدعت حضرت علامہ مولانا غلام دہگیر قصوری کی کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" پر تقریظ لکھی ہے اس تقریظ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "میں صاحب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے جس طرف آئے اس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رومنا کھرا ہوتا ہے" (تقدیس الوکیل صفحہ 415 ناشر نوری کتب خانہ داتا دربار مارکیٹ لاہور) ان کی رد عیسائیت میں لکھی گئی دو کتب "انجاز عیسوی" اور "اظہار الحق" کو بھی دیوبندیوں کے ادارہ اسلامیات 190 انارکلی لاہور نے شائع بھی کیا ہے۔ تاکہ وہ دنیا کو دھوکہ دے سکیں کہ رد عیسائیت میں یہ عظیم کارنامہ دیوبندی عالم نے سرانجام دیا ہے۔

مثال نمبر 4:

حضرت علامہ مولانا آل حسن مہبانی رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہابیوں کے رد میں "تنقیح العبادات" نامی کتاب لکھی جس میں اہل سنت اور وہابیہ کے اختلافی مسائل میں وہابیہ کا رد کیا لیکن دیوبندیوں کے نام نہاد PHD "تحقیق" خالد محمود مانچسٹروی نے مولانا آل حسن مہبانی رضوی کی رد عیسائیت میں لکھی گئی "کتاب الاستفسار" شائع

کردائی اور اس کے شروع میں مقدمہ کے اندر ان کے مسلک کے بارے میں مغالطہ دینا چاہا اور خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے ”تنقیح العبادات“ کے متعلق یہ ذکر بھی کرنا گوارہ نہ کیا کہ مولانا آلی حسن نے اس میں اسماعیل دہلوی اور سید احمد کارو کیا ہے۔

مثال نمبر 5:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی کتاب ”سیف چشتیائی“ مطبوعہ مطبع مصطفائی کے صفحہ 97، 98 پر دیوبندیوں کے بزرگ محمد بن عبدالوہاب کو مسیلمہ کذاب، اسود غنسی اور مرزا قادیانی کی صف میں شمار کیا ہے نیز اپنی ایک اور کتاب میں اسماعیل دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”الحاصل بتوں اور کاملین کے ارواح میں فرق واضح ہے اور امتیاز غالب ہے پس جو آیات بتوں کے متعلق وارد ہیں ان کو انبیاء و اولیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم پر حمل کرنا یہ قرآن مجید کی تحریف ہے جو قبیح تحریف ہے اور یہ دین کی بہت بڑی تخریب ہے جیسا کہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں میں ہے“ (”اعلاء کلمۃ اللہ“ صفحہ 113 بارہم 1985 مقام اشاعت گولڑا شریف ضلع راولپنڈی) لیکن اس کے باوجود دیوبندی انہیں اپنا ہم مسلک لکھتے ہیں جیسا کہ اکبر شاہ بخاری دیوبندی کی کتاب ”تذکرہ مشائخ دیوبند اور دیگر کتب دیوبندیہ۔“

مثال نمبر 6:

امام المناظرین فاتح مذاہب باطلہ حضرت علامہ مولانا غلام دہگلیر قصوری کو غیر مقلد و حاہیوں نے اپنے علماء میں شمار کیا ہے مولوی محمد مقتدی اثری عمری نے ایک کتاب بنام ”تذکرہ المناظرین“ مرتب کی ہے فہرست تذکرہ المناظرین حصہ اول (ب) میں صفحہ 4 پر اور کتاب کی جلد اول کے صفحہ 217 تا 219 حضرت مولانا غلام دہگلیر قصوری کا ذکر موجود ہے یہ کتاب غیر مقلد و حاہی علماء کی مصدقہ ہے جن میں مولوی رحیم ندوی شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بنارس انڈیا اور غیر مقلدوں کے مشہور مورخ اخلق بخشی نمایاں ہیں اس کے علاوہ مشہور و حاہی مولوی صفی الرحمن مبارکپوری نے بھی اپنی کتاب میں مولانا غلام دہگلیر قصور علیہ الرحمۃ کو اہل حدیث علماء میں شمار کیا ہے مولوی صفی الرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ ”مولانا غلام دہگلیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ موصوف بھی قادیانی فتنے کا مقابلہ کرنے والوں کی صف اول میں تھے آپ کا شمار پنجاب کے ممتاز علمائے اہل حدیث میں ہوتا تھا (قادیانیت اپنے آنے میں صفحہ 253 ناشر مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور) مولانا غلام دہگلیر قصوری نے غیر مقلد

دہائیوں کے خلاف کتابیں لکھیں جن میں ”انجاث فرید کوٹ“ نصرة الابراہمی جواب الاشہار“ اور ”رو کفریت وغیرہ۔ نامی کتابیں شامل ہیں اسکے باوجود غیر مقلد وہابی علماء کا انہیں اپنے کھاتے میں ڈالنا بے شرمی و بے حیائی ہے۔

قارئین کرام کے سامنے یہ 6 مثالیں بیان کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ باطل فرقوں کی یہ روش صرف مولانا کرم الدین دبیر کے بارے میں ہی نہیں بلکہ مندرجہ بالا ذکر کردہ علماء اہلسنت کو بھی انہوں نے اپنے علماء میں شمار کرنے کی کوشش کی ہے اختصار کے پیش نظر صرف 6 اشلہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں ورنہ تو ایسی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک دیوبندی اکابرین کا فرو مرتد اور مشرکین سے بڑھ کر گستاخ ہیں:

☆ امام المناظرین فاتح دیوبندیت شیر بیضہ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الصوارم الہندیہ“ پر مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر ان الفاظ میں موجود ہے ملاحظہ کریں۔

”باسمہ سبحنہ حسام الحرمین میں جو کچھ لکھا ہے عین حق ہے۔ دیوبندی جن کے سرگروہ خلیل احمد و رشید احمد ہیں نجدی گروہ متبعین محمد بن عبد الوہاب نجدی سے بھی زیادہ خطرناک ہیں کیوں کہ نجدی تو پہلے ہی مسلمانان مقلدین سے الگ تھلگ ہو گئے۔ مسلمانوں کو ان کے عقائد خبیثہ سے آگاہی ہو گئی اور ان سے بختاب ہو گئے لیکن دیوبندی حنفی وہابی نما حنفی مسلمانوں سے شبر و شکر ہو کر گویا حلوے میں زہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہم اور اب تو ابن سعود نجدی کے مداح بن کر عملاً مسلمانوں سے انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے بہر حال نجدیوں اور دیوبندیوں کے دلوں میں خدا اور سولہ خدا کی کچھ عظمت نہیں ہے امکان کذب باری کے قائل ہو کر انہوں نے تو جین باری تعالیٰ کے جرم کا ارتکاب کیا۔ حضور ﷺ کی تنقیص شان میں مشرکین سے بھی بڑھ گئے۔ حضور ﷺ کا علم معاذ اللہ حیوانات اور جانین کی طرح اور شیطان کے علم سے کم بتایا۔ میلاد النبی کو نکھیا کے سوا ایک سے تشبیہ دی اور میلاد کرتے والوں کو مشرک کہا۔ آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولده والناس اجمعین اور چوں کہ ان لوگوں کے دلوں میں حب رسول ﷺ کا ذرہ بھی موجود نہیں اس لیے یہ خارج از اسلام اور کافر ہیں۔ جب کہ علمائے حرمین و شریفین کا

مدلل و مفصل فتویٰ ان کی نسبت صادر ہو چکا ہے والسلام خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین عفا اللہ عنہ از ہمیں تحصیل
پیشکش ضلع جہلم۔“

الجواب صحیح احمد دین واعظ الاسلام از باوستہائی ضلع جہلم

الجواب صحیح محمد فیض الحسن عفا عنہ (مولوی فاضل) مدرس عربی گورنمنٹ ہائی اسکول چکوال ضلع جہلم

(الصورم البندیہ صفحہ 69، 70 مطبوعہ النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریظ پر تبصرہ کی ضرورت نہیں انصاف کی نظر سے پڑھنے
والے پر روز روشن کی طرح واضح ہو گا کہ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی اکابرین کی گستاخوں سے
مستحق تھے اور ان کو کافر و مرتد سمجھتے تھے حتیٰ کہ انہیں تمام فتنوں سے بڑھ کر فتنہ سمجھتے تھے اور زندگی بھر مولانا کرم
الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ اسی موقف پر قائم رہے۔

☆ مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کے قائل
دیوبندی گستاخ ہیں:

مولانا کرم الدین دبیر اپنی کتاب ”صداقت مذہب نعمانی“ میں عقائد و عملیات وہابیہ کے تحت لکھتے ہیں ”وہابیوں کا
مذہب ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بولنے پر قادر ہے“ (معاذ اللہ) (عیانہ الایمان ص 5 مولف شہود الحق شاگرد
مولوی نذیر حسین دہلوی) (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 17 مطبع سراج المطابع جہلم)

قارئین کرام! یہی عقیدہ دیوبندیوں کا بھی ہے جیسا کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے یک روزہ صفحہ فارسی
صفحہ 17 (مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان) مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 210، 211 اور صفحہ
227 (مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، دکان نمبر 2 اردو بازار کراچی)

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے ”النجید المقتل“ صفحہ 41 حصہ اول (مطبوعہ ساڈھورہ) مولوی عاشق الہی
میرٹھی دیوبندی نے ”تذکرۃ الخلیل“ صفحہ 132 صفحہ 146 میں (مطبوعہ مکتبۃ الشیخ 445/3 بہادر آباد کراچی 5)

مولوی سرفراز خان صفدر لکھنؤوی دیوبندی نے ”تحفۃ متین“ صفحہ 172 (مطبوعہ انجمن اسلامیہ لکھنؤ جو جرنالہ طبع
کراچی) مولوی خالد محمود مانچسٹری دیوبندی نے ”مطالعہ بریلویت“ جلد اول صفحہ 334 (مطبوعہ دارالمعارف اردو
لاہور) اور مولوی محمود عالم صفدر آو کاڑوی دیوبندی نے ”انوارات صفدر“ جلد دوم صفحہ 374 (مطبوعہ اتحاد اہل

السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا) میں امکان کذب باری تعالیٰ کو درست تسلیم کیا ہے۔ لہذا امکان کذب کے قائل دیوبندی مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے نزدیک گستاخ ثابت ہوئے۔

مولانا کریم الدین دبیر کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی گستاخانہ عبارت کا رد:

☆ مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے صداقت مذہب نعمانی میں مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی گستاخی ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

”یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم غیب تو زید عمر بکر بلکہ ہر لڑکے اور بھون بلکہ جمع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان مولفہ اشرف علی صفحہ 7)“ (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 18 مطبع سراج المطالع جہلم)

مولانا کریم الدین دبیر کی طرف سے مولوی خلیل احمد امیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی کا رد:

☆ مولانا کریم الدین دبیر مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد امیٹھوی کی مشترکہ کفریہ عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا علم ملک الموت و شیطان العین سے بھی کم ہے جو اس کے خلاف کرے وہ مشرک ہے (براہین قاطعہ صفحہ 76، 77) (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 18، 19 مطبع سراج المطالع جہلم)

خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری کی کتاب ”دیوبندیوں کے عقائد کا کچا چٹھا“ پر مولانا کریم الدین دبیر کی تصدیق:

☆ خلیفہ اعلیٰ حضرت ابوالبرکات علامہ سید احمد قادری علیہ الرحمہ نے دیوبندیوں کے گستاخانہ عقائد کے رد میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ”دیوبندیوں کے عقائد کا مختصر کچا چٹھا“ ہے اس رسالے کے آخر میں دیگر علماء کے ساتھ مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق بھی موجود ہے۔ جس میں مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہے کہ ”محمد کریم الدین عفا عنہ متوطن بھیں ضلع جہلم“ (دیوبندیوں کے عقائد کا کچا چٹھا صفحہ 14 مطبوعہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور رسالہ نمبر 13)

”اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غار میں جو اسرار حضور انور مشاہدہ فرما رہے تھے ان کے مشاہدہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی شریک فرمایا اور آنکھوں کو دست مبارک سے مس فرمایا تو سب کچھ نظر آنے لگا پھر آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ بے شک تو صدیق ہے جب حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے چہرہ کو منور فرمایا اور کشف اسرار غیبیہ ہوا تو پھر اس چہرہ کو نادر و دوزخ سے کیا خطرہ جبکہ ایک رومال دست مال جو انس کو عنایت ہوا تھا آگ میں ڈالتے تو پہلے سے زیادہ صاف و شفاف نظر آنے لگتا۔ اور آگ اس کو نہ جلا سکتی بلکہ اور جلا بخشتی تھی پھر دست مبارک کی برکت سے جو کشف اسرار غیبیہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو گیا پھر وہ عطیہ عظمیٰ اس سے کون چھین سکتا تھا بے شک صدیق اکبر کو کلید اسرار غیبی بہ صلہ رفاقت غار عطا ہوئی علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات میں نص ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بہ صلہ خدمات سفر ہجرت و مصاحبت غار لقب صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب سے عطا ہوا تھا جس کی شہادت کتب شیعہ صراحت سے دے رہی ہیں۔

ذَٰلِكَ فَضَّلَ اللَّهُ يُونُسَ مِنْ نِشَاءِ

اِنَّ سَعَادَتِ بَزْدَرِ بَارُوْنِیْسَتْ ثَانَهُ نَحْشَدُ خَدَائِیْ نَحْشَدُهُ

اسی مضمون کی حدیث فروع کافی ص ۱۲۳ میں اور حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۴۴ میں درج ہے اگر ان میں مصنفین نے حسب عادت کس قدر نیش زنی کی ہے لیکن واقعہ جوں کا توں نقل کر دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۷۷، ۷۸ مطبوعہ کریکیم پریس لاہور)

الہسن و جماعت حنفی بریلوی کی صداقت پر مولانا کریم الدین دہلوی کی زبردست دلیل جس کے جواب سے وہابی دیوبندی قیامت تک عاجز رہیں گے:

مولانا کریم الدین دہلوی علیہ الرحمہ ۱۹۲۰ میں مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے ہونے والے مناظرہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اتبعوا السواد الاعظم اور حدیث و علیکم بالجماعة والعامہ اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ جماعت سے بڑی جماعت ہے نیز یہ کہ الجماعۃ کا لفظ مطلق ہے جس سے مفہوم کامل مراد ہے اور وہ بڑی جماعت ہے اس کے بعد پھر مولانا ابوالوفاء کا ناطقہ بند ہو گیا اور چوں تک نہ کی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث باطل فرقوں کے خلاف ایسی حجت ہے جس کا جواب قیامت تک نہیں ہو سکتا۔“

(مناظرت ثلاثہ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

اسی میں ایک جگہ فرماتے ہیں

”رسول خدا اور اصحاب رسول خدا کا اسی مذہب تھا جو مسلمانوں کے سوا ادا عظیم بڑی جماعت کا مذہب ہے۔“

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۱۱، ۱۱ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

مناظرات ثلاثہ شی میں پاک جگہ مزید فرماتے ہیں کہ ”اس وقت رسول خدا ﷺ کے بتائے معیار کی رو سے وہی فرقہ ناجیہ ہے جو سوا ادا عظیم رکھتا ہے وہیں۔“

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

قارئین کرام ”مناظرات ثلاثہ“ مولانا کرم الدین دبیر کے تین مناظروں کی روئیداد پر مبنی ہے جو ۱۹۲۹ء میں ہوئے جن کو ترتیب دے کر ۱۹۳۲ میں شائع کیا گیا۔ اور ان کی اشاعت کے وقت دیوبندیوں کے نزدیک بھی مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ اہلسنت و جماعت خفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ مندرجہ بالا تینوں اقتباسات کو ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ اپنے بیان کردہ دلائل کے خلاف سوا ادا عظیم کو چھوڑ کر اہلسنت کے مقابل ایک مختصر کردہ یعنی فرقہ دیوبندیہ کا مسلک اختیار کر لیں؟ ہرگز نہیں کوئی عاقل شخص اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

مولانا کرم الدین دبیر تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی رو سے مشرک:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ

مولوی غلام مکی الدین صاحب دیالوی جو میرے محرم راز دوست ہیں اور یہ دوبارہ تصنیف ان ہی کے اصرار سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔“ (تازیانہ ہجرت صفحہ ۲۸۵ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان) اس کے علاوہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ ”صداقت مذہب نعمانی“ میں لکھتے ہیں کہ

”میاں پیر بخش صاحب سیکرٹری ایک قومی ہمت اور بڑے مستعد کن ہیں جو خلوص دل سے انجمن کے کاموں میں جاں توڑ سعی کرتے ہیں ان کے سال بھر خاکسار کے پاس محبت و ارادت کے خط پہنچتے رہے ایسے نیک طینت شخص کا وجود انجمن کے لیے از بس نفیست ہے خدا ان کو اس کا اجر بخشے۔“

(صداقت مذہب نعمانی صفحہ ۱۶ مطبع سراج المطابع جہلم)

میاں پیر بخش صاحب کے بارے میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنی مرتبہ کتاب مناظرات ثلاثہ میں بھی لکھا ہے کہ

”میاں پیر بخش صاحب سیکرٹری ایک با اخلاص اور بارسوخ قابل شخص ہیں انجمن کے لیے گویا روحِ رواں ہیں اور مسلمانانِ شہر کا ان پر پورا اعتماد ہے امید ہے ایسے اشخاص کے وجود سے انجمن اپنے مقاصد و اغراض میں پوری کامیابی حاصل کرے گی۔“ (مناظرات ثلاثہ صفحہ ۱۶ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

میاں پیر بخش صاحب کو مولانا کرم الدین مسلمان قرار دے کر ان کے لیے جڑا کی دعا کر رہے ہیں۔
(صدائت مذہب نعمانی صفحہ ۱۶ مطبع سراج المطابع جہلم)

جبکہ امام ابو ہابہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ میں لکھا ہے کہ
”کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد اللہ رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی حسین بخش کوئی پیر بخش کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین اور ان کے جینے کے لیے کوئی کس کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کس کے نام کی بدھی پہناتا ہے کوئی کس کے نام کے کپڑے پہناتا ہے کوئی کس کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کس کے نام کے جانور کرتا ہے کوئی مشکل کے وقت دوہائی دیتا ہے کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے غرضیکہ جو کچھ ہندو کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانانہ کا کیے جاتے ہیں سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ

”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں“ یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں۔

(تقویۃ الایمان صفحہ ۲۳، ۲۴، ۲۶ مطبوعہ سعودیہ)

تقویۃ الایمان کے اس اقتباس کی روشنی میں ثابت ہوا کہ دیوبندی وہابی عقیدہ کے مطابق مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ میاں پیر بخش، امام بخش اور غلام محی الدین دیالوی صاحب کو مسلمان تسلیم کر کے تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی رو سے مشرک ٹھہرے کیونکہ تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی رو سے یہ نام صریح شرکیہ ہیں۔

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی بھی تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی زد میں:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے بھی تازیانہ عبرت کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ

”مولانا غلام محی الدین دیالوی رحمۃ اللہ“

(تازیانہ عبرت صفحہ ۵۳ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

صحیح نقل کا التزام کیا گیا ہے صحیح نام غلام محی الدین دیالوی ہے غالباً کتابت کی غلطی سے غلام کی جگہ غلامی لکھا گیا ہے۔

سلفی صاحب نے بھی غلام محی الدین دیالوی صاحب کو رحمۃ اللہ کہہ ان مسلمان تسلیم کر لیا لیکن سلفی صاحب خود تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی رو سے مشرک کو مسلمان سمجھ کر خود بھی اسی زد میں آ گئے۔

مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے موقف کی تردید:

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی نے اپنی کتاب ”ازالۃ الریب“ میں لکھا ہے

”دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ اور معمولی منافقوں کو ہی نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو نفاق پر اڑے ہوئے اور بھند تھے ان کو بھی جناب نبی کریم ﷺ نہیں جانتے تھے ان کا علم بھی بس صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا۔“

(ازالۃ الریب صفحہ ۳۰ ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

لیکن مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے موقف کے برعکس مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم پاک کے بارے میں فرماتے ہیں

”علام الغیوب اپنے پاک رسول ﷺ کو ان کی بات بات کی اطلاع ہر وقت برابر پہنچا دیتے تھے۔“

(السیف المسلول صفحہ ۷۷ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقین کا علم حاصل تھا جبکہ سرفراز گکھڑوی دیوبندی صاحب اس کے انکاری ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کی تردید:

مولانا کرم الدین دبیر فرماتے ہیں کہ

”خاتم الانبیاء ختم الرسل کی تعریفات جو آنحضرت ﷺ (فداک روحی یا رسول اللہ) کے مبارک اور

پیارے نام کے ساتھ گذشتہ تیرہ سو برس میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔ ان کے مٹانے کی کوشش کی جائے گی۔“
(تازیانہ ہجرت صفحہ 130 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مولانا کرم الدین دبیر کی اس عبارت سے مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب ”تحدیر الناس“ کی صریح تردید ہوتی ہے۔ جس میں ختم نبوت کی اکابر اسلام کے موقف کے برخلاف نئی تعبیر اختیار کی گئی۔ اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ کریں۔ مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی نے اپنی کتاب ”تحدیر الناس“ میں لکھا ہے کہ

”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ ﷺ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ ﷺ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا۔ کہ تقدیم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولكن رسول الله وخاتمه النبیین فرمانا اس صوت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کیسے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیکھے تو البتہ خاتمیت یا اعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی“ الخ (تحدیر الناس صفحہ 54 ناشر دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

اپنی اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا ہے کہ
”خاتم النبیین کے معنی سطح نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی ﷺ و گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے۔ اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں (خاتم النبیین) کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی بڑائی ہے۔“ (انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم صفحہ 55 مطبوعہ ناشران قرآن اردو بازار لاہور)

خاتم النبیین کے یہ معنی جو مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی نے بیان کیے ہیں تیرہ صدیوں سے کسی مسلمان نے نہیں کیے۔ اس کے بعد قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کے بارے میں مزید لکھا ہے

”بالفرض آپ ﷺ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“ (تحدیر الناس صفحہ 18 ناشر دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

تخدير الناس میں ہی ایک جگہ مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا کہ
 ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نئی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“
 (تخدير الناس صفحہ 34)

قاسم نانوتوی کی مندرجہ بالا تمام عبارات سے ختم نبوت کے ایک نئے معنی تراشے گئے ہیں جو کہ خلاف
 اسلام ہیں۔ اپنی اس نئی بات کا اقرار مولوی قاسم نانوتوی کو بھی ہے ملاحظہ کیجئے۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ ”میں
 نے بھی ایک نئی بات کہہ دی تو کیا ہوا۔“ (تخدير الناس صفحہ 47 ناشر دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

مولانا کریم الدین دیرعلیہ الرحمہ پر مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی منظور نعمانی کا بدعتی
 ہونے کا فتویٰ:

دہلیہ نجدیہ کے حرمین شریفین پر قبضے سے پہلے مکہ شریف میں چاروں فقہی مذاہب کے مصلے تھے مولوی
 رشید احمد گنگوہی نے ان مصلوں کو بدعت قرار دیتے ہوئے لکھا کہ
 ”چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں لاریب یہ امر زیوں ہے۔“

(سمیل الرشاد صفحہ ۳۲ مطبوعہ در مطبع مجبائی دہلی ۱۳۱۲ ہجری)

اس کے کچھ سطر بعد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ
 ”یہ تفرقہ نامہ دین حضرات مجتہدین سے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی امر
 وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے حق مذاہب اربعہ پر
 ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے۔“

(سمیل الرشاد صفحہ ۳۳ مطبوعہ در مطبع مجبائی دہلی ۱۳۱۲ ہجری)

مولوی رشید احمد گنگوہی کی اس عبارت کا دفاع کرتے ہوئے مولوی منظور نعمانی دیوبندی نے ”سیف
 نبی“ میں لکھا ہے کہ

”علماء سلف نے پہلے ہی سے اس فعل کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھا ہے۔“

(سیف نبی صفحہ ۹۱ ناشر مدنی کتب خانہ تور مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ)

اس کے اگلے صفحے پر منظور نعمانی صاحب ”منہ الخالق حاشیہ بحر الرائق“ سے ایک اقتباس نقل کر کے لکھتے ہیں

”دیکھا جناب نے کہ کتنے ائمہ مذاہب اربعہ نے اس فعل کی مذمت کی ہے اور کن سلف صالحین سے حضرت مرحوم گنگوہی کا دامن وابستہ ہے۔“

(سیف یمانی صفحہ ۹۲ ناشر مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ)

یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی منظور نعمانی دیوبندی صاحبان کے نزدیک حرمین شریف میں قائم مصلیٰ بدعت تھے لہذا جو اس کو اچھا کہے وہ خود بدعتی ثابت ہوا

مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمۃ آفتاب ہدایت طبع اول کے صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ پر اپنی ایک نظم لکھتے ہیں جس کا عنوان ہے ”چار یار“ اس نظم کے شروع میں مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں

چار کے عدد سے بس حق تعالیٰ کو ہے پیار
ہیں حبیب کبریا کے برگزیدہ چار پیار
اس کے بعد چار کے اعداد کے متعلق کچھ اشعار نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کعبۃ اللہ میں بچھے چاروں مصلیٰ ہیں ضرور
خانوادہ بھی طریقت کے ہیں پُر انوار چار

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳ مطبوعہ کریکری سٹیم پریس لاہور)

اس کے علاوہ مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد وہابی کے ساتھ مناظرہ کے دوران مولانا کریم الدین دیر نے کہا تھا کہ ”ہمارے چار مصلیٰ بیت اللہ کے ارد گرد بچھے ہیں تمہارا اگر پانچواں مصلیٰ بھی وہاں ہو تو دکھا دو۔“

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۳۵ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

معلوم ہوا کہ مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمۃ کعبۃ اللہ میں بچھے چار مصلیوں کی تحسین کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی منظور نعمانی صاحب اسے بدعت قرار دے کر مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمۃ اور جمہور مقلدین کو بدعتی ٹھہراتے ہیں۔

ضروری نوٹ

”سیف یمانی“ میں چار مصلیوں کی مذمت ثابت کرنے کے لیے مولوی منظور نعمانی دیوبندی نے ”منہج الخالق“ سے جو عبارت نقل کی اس کا رد کرتے ہوئے اجمل العلماء سلطان المناظرین حضرت علامہ مولانا اجمل منجلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صاحب سیف یمانی نے ”منہج الخالق“ کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کی جس کے

الفاظ متعہ الخالق سے نہیں ملتے یہ تو ہابیہ کی عادت ہی ہے کہ ان کے نقول منقول عنہ کے مطابق نہیں ہوا کرتے کچھ نہ کچھ تراش خراش کر ہی لیتے ہیں پھر ترجمہ اپنی نقل کی ہوئی عبارات کے مطابق نہیں عبارت میں ”عن بعض عشائنا“ اس کے ترجمے میں حنفیہ کا ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا لفظ ”انکار“ کا ترجمہ کیا ”ندامت کی“ اور اس سے بڑھ کر آپ کی عربی دانی کا پورا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ منہ خمسين و خمسماية کا ترجمہ ۵۵۵ لکھا جس شخص کی قابلیت کا یہ حال ہو کہ وہ عدد کا ترجمہ بھی نہ کر سکے وہ مصنف بنے مسائل دین میں قلم اٹھائے سبحان اللہ ماشاء اللہ پھر جو عبارت بحر کی نقل کی اس میں چار مصلوں کا کہاں ذکر ہے اور اہل مذاہب مختلفہ کا بیان کہاں ہے محض مغالطہ کے لئے عبارت لکھ دی یا نادان کو خود اس کی تیز نہ ہوئی کہ وہاں وہ مسئلہ ہی نہیں ہے تکرار جماعت کا مسئلہ ہے وہ بھی محلہ کے متعلق۔ چنانچہ خود صاحب متعہ الخالق ”رد المحتار“ میں علامہ سندی کی اس عبارت پر یہ اشکال وارد کرتے ہیں۔

لکن يشكل عليه ان نحو المسجد المكي او المدني ليس له جماعة مغلومون فلا يصدق عليه انه مسجد محلّة بل هو كمسجد شارع و قد مرّ انه لا كراهة في تكرار الجماعة فيه جماعةً، فليتا مل هذا (رد المحتار ص ۳۸۸)

”لیکن اس پر یہ اشکال وارد کیا جاتا ہے کہ مسجد مکہ و مدینہ اور ان کی طرح جو مسجدیں ہوں ان کے لئے نمازی معین نہیں ہیں پس ان پر مسجد محلہ کی تعریف صادق ہی نہیں آئے گی بلکہ وہ شارع عام کی مساجد کی طرح ہیں اور یہ گزر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاجماع مکروہ نہیں۔“

اب یہاں مصنف سیف یمانی کے جہالات دیکھیے

ایک تو یہ کہ عبارت وہ لکھی جس کو مسئلہ مجوش سے تعلق نہیں اس میں ایک دوسرے مسئلہ تکرار جماعت کا بیان ہے

دوسرے یہ کہ اس مسئلہ میں بھی اس عبارت پر اشکال وارد کیا گیا کمال بے بھری ہے عبارت نقل کر دی اور اشکال نظر نہ آیا۔

تیسرے یہ کہ عبارت بعینہ نقل نہیں کی نقل اصل سے مخالف ہے۔

چوتھے یہ کہ اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت کا ترجمہ صحیح نہ ہو سکا۔

یہ مسئلہ علامہ ابن عابدین نے ”رد المحتار“ میں لکھا تھا مگر مغرور بے علم کو نہ ملا اب میں وہ عبارت نقل کرتا ہوں۔

ولو كان لكل مذهب امام كما في زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او
تاخر على ما استحسنته عامة المسلمين و عمل به جمهور المؤمنين من اهل الحرمين
والقدس و مصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم (رد المحتار ص ۳۹۶)

”اگر ہر ایک مذہب کے لئے امام ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے تو افضل اپنے موافق کے ساتھ عمل
کرنا ہے خواہ وہ پہلے پڑھے یا پیچھے جیسا کہ اس کو تمام مسلمانوں نے مستحسن جانا اور سارے مومنین نے اس کے
ساتھ عمل کیا ان میں اہل حرمین بھی ہیں اور اہل بیت المقدس و مصر و شام بھی اور جو کوئی ان سے جدا ہو اس کا کچھ
اعتبار نہیں۔“

دیکھیے یہ عبارت ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر ہر مذہب کے جدا جدا امام ہوں جیسا کہ ہمارے زمانہ
میں ہے یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی ہر مذہب کے امام حرم شریف میں متعین ہیں ان کے مصلے مقرر ہیں اس صورت میں
موافق کی اقتداء یعنی حنفی کو حنفی کی شافعی کو شافعی کی افضل ہے اور تمام عالم اسلام نے اس کو مستحسن جانا اور اس پر عمل کیا
یہ مسئلہ کتاب میں موجود تھا مگر وہابی کو نظر نہ آیا اور اس نے صاحب رسالہ عقائد وہابیہ پر اپنے حمل سے اعتراض کیے۔

(رد سیف یمانی صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۲ ناشر ادارہ غوثیہ رضویہ کرم پارک مصری شاہ لاہور)

مولوی محمود عالم صفدر اکاڑوی دیوبندی نے بھی انوارات صفدر جلد دوم مطبوعہ سرگودھا میں چار مصلوں کی
تحسین کی ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ کہ حضور کا سایہ نہ تھا:

☆ مولانا کرم الدین دبیر نے ”تازیانہ عبرت“ میں لکھا ہے کہ

اسی لطافت کے باعث آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا (تازیانہ عبرت صفحہ ۱۷۰ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر
اکیڈمی پاکستان)

جب کہ اس کے برخلاف مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی نے اپنی کتاب ”تحقید متین“ میں لکھا ہے کہ
اصل میں آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے کا مسئلہ شیعہ کا ہے

(تحقید متین صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲ ناشر انجمن اسلامیہ گلکھڑ ضلع گوجرانوالہ طبع اول ۱۹۷۶)

سرفراز گلکھڑوی کے بقول فاتح شیعیت مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ بھی شیعہ کے عقیدہ کے موافق

تھا۔ (استغفر اللہ)

انبیاء اور اولیاء کو اختیارات حاصل ہوتے ہیں مولانا کرم الدین دیر کا عقیدہ:

☆ مولانا کرم الدین دیر کتاب ”تازیانہ عبرت“ میں لکھتے ہیں کہ جب وہ لاہور میں تھے تو انارکلی میں ایک مجذوب فقیر انہیں ملے۔ جنہوں نے مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے بغیر ان کے لاہور آنے کی وجہ اور قادیانیوں کے خلاف مقدمہ میں فتح حاصل ہونے کی خوشخبری دی اور نبی کی طاقت کے بارے میں فرمایا جسے مولانا کرم الدین دیر نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ

”نبی اللہ کو یہ طاقت بخش دی جاتی ہے کہ زمین و آسمان اس کا کہنا مانتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ذریا کو کہا کہ پھٹ جا پھٹ گیا پھر جب اس میں فرعون داخل ہوا تو کہا مل جا ایسا ہی ہوا۔ دشمن تباہ اور نبی اللہ صبح اپنے رفقاء کے صحیح و سلامت پار ہو گیا۔ مرزا کو اگر طاقت ہو تو تمہارے دل پر قابو حاصل کر لے اس وقت وہ سخت تکلیف میں ہے۔“

(تازیانہ عبرت صفحہ 287 ناشر قاضی محمد کرم الدین دیر اکیڈمی پاکستان)

اگر یہ عقیدہ مولانا کرم الدین دیر کے عقیدہ کے مطابق کفر و شرک یا بدعت ہوتا تو مولانا اس مجذوب کی اصلاح کرتے۔ ثابت ہوا کہ ان کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا۔ کیونکہ اختیارات کے بارے میں خود مولانا کرم الدین دیر فرماتے ہیں کہ

”قرآن شہادت دیتا ہے کہ احیاء موتی کا معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ اور وہ مردوں کو خدا اذن سے زندہ کرتے تھے۔“

(تازیانہ عبرت صفحہ 188 ناشر قاضی محمد کرم الدین اکیڈمی پاکستان)

اس سے ثابت ہوا کہ مولانا کرم الدین دیر اس کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات میں اختیارات حاصل تھے۔

مولانا کرم الدین دیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

”بھلا یہ تو بتانا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو دریائے نیل کو رقبہ لکھ بھیجا تھا اور دریائے گردن اطاعت خلیفۃ المومنین کے فرمان کے سامنے رکھ دی تھی۔ آپ کی کہنا تو معمولی انسانوں (ان حکام نے جن کی جوتیوں میں آپ کو کھڑا رہنا نصیب ہوا) بھی نہ مانا۔ آپ نے پانی مانگا اور نہ ملا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے منبر پر کھڑے ہو کر ساریہ کو جب وہ کفار میں گھر گیا تھا پکارا ”یا ساریہ الجبل“ اور وہ ان کی

آواز سنکڑوں کو سوں پر ساریہ کے کانوں میں جا پہنچی اور اس نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کرنے پر پہاڑ کی آڑ لے لی اور کفار کے ہاتھ سے بچ گیا۔ لیکن مرزا کے مخلص مرید عبداللطیف کے کانوں میں آپ کی ندا دیا رکابیل میں ہرگز نہ پہنچی تاکہ اس کی جان بچا جاتی۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ ان صحابہ کرام سے آپ افضل ہیں۔“ (تازیانہ عبرت صفحہ 183 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامات مرزا قادیانی کے سامنے بیان کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ان کو اختیارات حاصل تھے تو انہوں نے کرامات دکھائیں اگر تمہیں بھی اختیار حاصل ہے تو اپنی طاقت ظاہر کر۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے مولانا کرم الدین دبیر کا استدلال:

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

”ہاں مرزا جی صحابہ کرام کا درجہ تو بہت بلند تر ہے ان کا ذکر کر رہے ہیں۔ دیگر اولیائے کرام کی کرامات بھی آپ کو معلوم ہی ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہم کا بھی آپ نے قصہ مثنوی مولانا روم میں پڑھا ہے کہ آپ نے اپنی سوزن دریا میں پھینک کر مچھلیوں کو جب پکارا تو

سُورِ زَارِ اِنْ مَآهِيهِ اَللّٰهُ

سُورِ زَارِ لَبَّ لَبَّ مَآهِي

سُورِ زَارِ كَرِ وَفَكَانَ دَرِيَا قَدْ حَقَّ

كَلِمَ بَسْمِ اللّٰهِ سُبْحَانَ سُبْحَانَ قُدُّوسٍ

ذرا آپ بھی تو کبھی ایک آدھ بی خارق عادت کرامت دکھا دیتے۔ لیکن آپ کے پاس تو بخدا دعویٰ ہی

دعویٰ ہے“ (تازیانہ عبرت صفحہ 183، 184 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عمر فاروق اور حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختیارات مرزا قادیانی کے سامنے بیان کرنے کا یہی مقصد تھا کہ ان کو اختیارات حاصل تھے۔ اگر تمہیں بھی اختیار حاصل ہے تو اپنی طاقت کو ظاہر کرو۔ اگر مولانا کرم الدین دبیر کا یہ اعتقاد نہ ہوتا تو وہ ان واقعات کو مرزا قادیانی کے سامنے پیش نہ کرتے۔ کیونکہ دیوبندی وہابی عقیدہ کے مطابق معجزہ اور کرامت میں بندہ بالکل بے اختیار ہوتا ہے جیسا کہ دیوبندیوں و بابیوں کے امام مولوی اسماعیل دہلوی قاتل نے انبیاء و اولیاء کے اختیارات کے بارے میں لکھا ہے کہ

”کس کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اسکی طاقت دکتے ہیں“ (تقویۃ الایمان صفحہ 53 المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور) اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

”جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں“ (تقویۃ الایمان صفحہ 68 المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور) اور دیوبندیوں کے محدث اعظم مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی نے بھی معجزہ کے بارے میں لکھا ہے کہ

”نبی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا“ (راہ ہدایت صفحہ 17 ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ) اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں لکھا ہے کہ

”اگرچہ ان معجزات کا صدور تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوا تھا مگر ان کا ان میں کسب اور اختیار کچھ نہ تھا“ (راہ ہدایت صفحہ 70 ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے ممدوح حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ

دیوبندی مولوی کی نظر میں:

مولانا کرم الدین دبیر نے حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الدر السنیہ“ کا اشتہار

اپنی کتب ”آفتاب ہدایت“ اور ”مناظرات ثلاثہ“ کے آخر میں دیا جس میں آپ لکھتے ہیں کہ

”الدر السنیہ حضرت علامہ زینی دحلان مفتی مکہ معظمہ کی بے نظیر کتاب ہے جس کا عام مسلمانوں کے

دینی فائدہ کے لیے اردو میں ترجمہ چھاپا گیا۔ تردید و باہیہ میں اس سے بہتر کتاب کم دیکھنے میں آئی ہوگی۔“

مولانا کرم الدین دبیر تو حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور

ان کی کتاب کو تردید و باہیہ میں بہترین کتاب قرار دے رہے ہیں جب کہ دوسری طرف دیوبندی علماء کے وکیل

صفائی مولوی پروفیسر فیروز الدین روجی دیوبندی نے اپنی کتاب ”آئینہ صداقت“ میں حضرت علامہ سید زینی دحلان

مکی کے خلاف جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ ملاحظہ کریں۔ پروفیسر فیروز الدین روجی نے لکھا ہے کہ

”شامی کے بعد احمد زینی دحلان المتوفی 1306ھ/ 1886ء کا نمبر آتا ہے جس نے اس جماعت کو

سب سے زیادہ بدنام کیا ہے۔ اس شخص کو تو اس جماعت سے خدا واسطے کا بیزار رہا ہے اور اس نے وہ وہ اتہامات اور

الزامات اس جماعت پر لگائے ہیں کہ الامان والحفیظ اور وہ کتابیں لکھی ہیں کہ قلم کا سید شق ہوتا ہے اور اسے

تہذیب گرد آلود ہو جاتا ہے۔ اس کی دو کتابیں اس سلسلہ میں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ (1) ”خلاصۃ الکلام

فی امراء البلد الحرام“ (2) ”الدر السنیہ“۔ ان دو کتابوں میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے“ (آئینہ صداقت صفحہ

اس کے چند سطر بعد لکھا ہے

”بریلوی جماعت بطور سند کے احمد زینی دحلان کو پیش کرتی ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں اس میں زینی دحلان کا ضرور حوالہ دیا جاتا ہے۔“

(آئینہ صداقت صفحہ 55 ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

اس عبارت کے بعد سید زینی دحلان کی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ
”احمد زینی دحلان کی حقیقت بھی سننے یہ شخص حکومت کا تنخواہ دار ایجنٹ تھا اور اس کے حکم و اشارہ پر سب کچھ لکھتا تھا۔ چونکہ مفتی مکہ تھا اس لیے خوب کھل کر کھیلنے کے مواقع حاصل تھے۔“

(آئینہ صداقت صفحہ 55 ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

مولوی فیروز الدین روجی کے مندرجہ بالا اقتباسات سے بخوبی عیاں ہو رہا ہے کہ روجی صاحب کو حضرت سید احمد زینی دحلان کی طرف سے دیوبندیوں کے بزرگ محمد بن عبد الوہاب کی امت یعنی وہابیوں کی تردید کرنے پر بہت صدمہ ہے جس سے وہ مرغِ بکل کی طرح ترپ رہے ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے رجوع کی رٹ لگانے والے دیوبندیوں سے ایک سوال:

اب مولانا کرم الدین دبیر کے رجوع کی رٹ لگانے والے دیوبندی علماء سے سوال ہے کہ کیا غیر مقلد وہابی نجدی فرقہ کی تردید کے متعلق بھی مولانا کرم الدین دبیر کا کوئی رجوع آپ کو مل سکا یا نہیں؟ اگر نہیں ملا تو قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی باقیات میں تلاش کیجیے ہو سکتا ہے کہ قاضی مظہر صاحب نے گھر کر کہیں سنبھال رکھا ہو۔ مصروفیات کے سبب پیش نہ کر سکے ہوں جیسا کہ اپنے والد گرامی مولانا کرم الدین دبیر کی نماز جنازہ میں شامل اپنے بھائی ضیاء الدین صاحب سے مولانا کرم الدین دبیر کی نماز جنازہ کے متعلق یہ معلومات نہ حاصل کر سکے کہ ان کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی حالانکہ مولانا کرم الدین دبیر کی وفات 1946ء اور ان کی نماز جنازہ میں شامل ان کے صاحبزادے ضیاء الدین صاحب کی وفات 1975ء میں ہوئی اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وہابی نجدی فرقہ کا رد مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے قلم سے:

اب وہ عبارات ملاحظہ کریں جن میں مولانا کرم الدین دبیر نے وہابی فرقہ کا رد کیا ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے وہابیت کی تردید

”صداقت مذہب نعمانی“ میں ایک جلسہ کی روداد میں لکھتے ہیں

”خاکسار نے اپنے وقت میں وہابیت کی دلائل قاطعہ سے تردید کی“

(صداقت مذہب نعمانی صفحہ 13 مطبوعہ سراج المطابع جہلم)

☆ مولانا کریم الدین دبیر کے نزدیک بھی وہابیوں کے عقائد کفر چلی کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں اس کے بعد مولانا کریم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

”خاکسار نے مولوی نظام الدین صاحب ملتانی کا اشتہار حرف بحرف پڑھ کر حاضرین کو سنایا جس میں وہابیوں کے عقائد کی جو کفر چلی کی حد تک پہنچے ہیں تفصیل بیان کی گئی ہے وہابیوں کے یہ انوکھے مسائل سن کر حاضرین سخت متحیر ہوئے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی نسبت سخت نفرت پیدا ہوئی۔ یہ عقائد مع کچھ مزید تفصیل کے ہم اخیر میں ہدیہ ناظرین کریں گے (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 15 مطبوعہ سراج المطابع جہلم)

اس اقتباس سے بھی بخوبی معلوم ہوا کہ مولانا کریم الدین دبیر وہابیوں کے عقائد کو کفر یہ سمجھتے تھے اس کی تفصیل مولانا کریم الدین دبیر نے صداقت مذہب نعمانی کے آخر میں درج کی ہے جس میں عقائد و عملیات وہابیہ کے عنوان میں مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی خلیل احمد انڈھوی کے کفر یہ عقائد کا رد بھی کیا گیا ہے۔

☆ مولانا کریم الدین کے نزدیک وہابیت مرزائیت چکڑالوہیت رفض وغیرہ فتنے اسلام کے لیے خطرہ ہیں

☆ مولانا کریم الدین دبیر اپنی کتاب ”آفتاب ہدایت“ کے صفحہ 1 پر لکھتے ہیں کہ ”فرقہ حقہ اہلسنت والجماعہ کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر تحریر و تقریر پر ذریعہ مرزائیت رفض وغیرہ کی وبا پھیلانی جا رہی ہے اور ڈر ہے کہ یہی رفتار رہی تو کسی وقت اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ بالکل مسخ ہو کر رفض و بدعت، مرزائیت، نجریہ، وہابیت، چکڑالوہیت وغیرہ کی منحوس شکل اختیار کر لے گا (خدا ایسا نہ کرے)“ (آفتاب ہدایت صفحہ 1 مطبوعہ کریک سٹیم پریس لاہور)

☆ مولانا کریم الدین دبیر کے نزدیک دیوبندی وہابی فرقہ بد باطن اور خمیٹ ہے

☆ مولانا کریم الدین دبیر میاں محمد بخش صاحب کھڑی شریف کی کتاب ”یوستان قلندری“ پر تقریر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ہوئے ہیں گمراہ وہی تو آخر جو قید مذہب کو چھوڑ بیٹھے کوئی ہے چکڑالوی وہابی کوئی وہ مرزائی نجری ہے

(بوستان قلندری صفحہ 172 مطبوعہ چوہدری بکڈ پو بین بازار وینہ ضلع جہلم)

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے
جو بد باطن خبیث و بد زبان ہے
وہ کہتے ہیں لا مذہب وہابی
بڑا گمراہ گروہ نجدیاں ہے

(ہدایت المسلمین صفحہ 174 مطبوعہ نظامت اوقاف مظفر آباد آزاد کشمیر)

حرمین شریفین میں وہابیوں کے ظلم و ستم کی کہانی مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی زبانی
اس کے 17 اشعار کے بعد مولانا کریم الدینؒ نے لکھا ہے کہ

مدینہ اور مکہ میں انہوں نے
کئے جو ظلم ذکر ان کا یہاں ہے
ہزاروں حافظ اور حاجی نمازی
کئے واپس قتل یا رو ڈالناں
کوئی ساجد کوئی راکع کھڑا تھا
کوئی تحلیل اور تسبیح خواں ہے
چلائی ظلم کی تلوار سب پر
ہوا بے وجہ قتل مومنوں ہے
لکھا ہے اس رسالہ میں یہ قصہ
سنائی درد کی سب داستاں ہے
کرے حرمین میں جو ظلم ایسے
بتاؤ اس میں پھر ایماں کہاں ہے
میاں نجدی کے ادنیٰ تھے یہ کروت
جو اس فرقہ کا اک پیر مغاں ہے

ہے نکلی نجد سے اذل یہ آفت
 پھر 7 پچی یہ در ہندوستان ہے
 بنی شاخص بہت ہیں ان کی یارو
 گرو سب کا مگر نجدی میاں ہے
 کوئی مرزائی کوئی نجری ہے
 کوئی چکوالوی اہل القرآن ہے
 مچایا دین میں فتنہ انہوں نے
 پڑا اک شور سا اندر جہاں
 یہ ہے اک نسخہ رجم شیاطین
 یہ رو مذہب وہابیاں ہے

(ہدایت المسلمین صفحہ 174, 175)

مطبوعہ نظامت اوقاف مظفر آباد آزاد کشمیر

☆ مولانا کرم الدین دبیر اپنی کتاب ”صداقت مذہب نعمانی“ میں وہابیوں کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”حاکسار نے وہابیت کی ابتدا محمد بن عبد الوہاب نجدی کا خروج، دین اسلام کی تحریک، روضہ نبوی ﷺ کے گرانے کا قصد، مسلمانوں کا قتل عام وغیرہ واقعات کا مفصل تذکرہ کیا“ (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 9 مطبع سراج المطابع جہلم مطبوعہ 1921)

امام الوہابیہ محمد بن عبد الوہاب کا رد مولانا کرم الدین دبیر کے قلم سے:

مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک حرمین شریفین پر وارثانہ قبضہ صرف اہلسنت و جماعت مقلدین کا رہا ہے

مولانا کرم الدین دبیر نے اپنی کتاب ”آفتاب ہدایت“ میں ایک اعتراض کے جواب میں محمد بن عبد الوہاب اور اس کے پیروکاروں کا شدید رد کیا ہے ذیل میں اعتراض و جواب مکمل ملاحظہ کریں۔

سوال: اس موقعہ پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس سرزمین پر ایک دفعہ یزید بھی حکومت کر چکا ہے اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے بواسطت شریف حسین، نصاریٰ کا بھی عمل و دخل رہا ہے اور اب اس سرزمین پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے پھر آیت سے صداقت مذہب حق اہلسنت والجماعت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب: یہ اعتراض آیت کے الفاظ پاک پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اگر مخالف کو قرآن میں تہہ بر کرنا نصیب ہو تو ہرگز ایسے بے ہودہ اعتراض کی اسے جرأت نہ ہو۔ آیت میں یثرب کا لفظ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سرزمین پاک پر وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہوگا اگر کوئی فاسق فاجر یا بد مذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں کے لیے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے اور کچھ دنوں بعد وہاں سے دھتکار کر نکال دیا جائے تو وہ یثرب کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یزید کا غاصبانہ قبضہ گنتی کے دن رہا پھر اس کا ایسا استحصال ہوا کہ دنیا میں لعنت کے سوا اس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے اگر نصاریٰ کو ذلیل رکھا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو یزید کا ہوا تھا (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 82، 83 مطبوعہ کریکیم شمیم پریس لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر کا ایمان ہے کہ وہابی پھر حرمین شریفین سے ذلت و خواری سے نکال دیے جائیں گے

مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

”وہابی پہلے بھی کچھ عرصہ وہاں حکومت کر چکے ہیں پھر ان کا نام و نشان مٹ گیا اب جو انہوں نے وہاں دخل حاصل کیا ہے میرا ایمان ہے کہ یہ بھی چند روزہ بات ہے وہاں سے یہ لوگ بھی اسی ذلت و خواری سے نکال دیے جائیں گے۔ وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہلسنت والجماعت مقلدین کا رہا ہے اور رہے گا کیونکہ قرآن سچا ہے اور خدا کے وعدوں میں ہرگز تخلف نہیں ہو سکتا اس پاک زمین پر عرصہ دراز تک ترکوں کی حکومت رہی جو خالص سنی حنفی تھے انہوں نے ارض پاک کا احترام رکھا اور حرمین شریفین کے خادم رہے خدا نے چاہا تو پھر بھی اس پاک زمین کی خدمت انہی کے سپرد ہو گی۔ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کریکیم شمیم پریس لاہور)

حرمین شریفین پر اہلسنت و جماعت کے قبضہ کی عقلی دلیل

مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

عقلی دلیل:

اس امر کی دلیل کہ ارض پاک، بیت المقدس، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں سوائے مسلمانانِ اہلسنت والجماعت مقلدین ائمہ کرام کے دوسرا کوئی فرقہ حکومت نہیں کر سکتا یہ ہے کہ چونکہ ان مقامات مقدسہ میں بہت سے انبیاء عظام کے مرقد ہیں لہذا وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں دینی چاہیے جو تمام انبیاء کی یکساں عزت کرتا ہو۔ سوائے لوگ مسلمانانِ اہلسنت ہی ہیں جو تمام انبیاء سے ایمان رکھتے ہیں اور سب کا ان کے دلوں میں یکساں احترام ہے برخلاف اس کے یہود کے دلوں حضرت عیسیٰ اور محمد عربی ﷺ کی عزت نہیں ہے نصاریٰ بھی رسولِ آخر الزماں ﷺ کے دشمن ہیں اس لیے اراضی مقدسہ میں حکومت کے قابل نہیں ہیں پھر مدینہ منورہ میں حضرت رسول پاک ﷺ کے روضہ اطہر میں آپ ﷺ کے دو خادم صدیق و فاروق پہلو بہ پہلو سوئے ہیں اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے تو ان دونوں اصحاب کے مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہابی قابو یافتہ ہوں تو چونکہ ان کے دلوں میں روضہ نبوی ﷺ کا احترام نہیں بلکہ ان کے ایک بزرگ کا قول ہے کہ هَذَا صَنِيعُ أَكْبَرُ وَلَوْ أَقْدِرُ عَلَيْهِ لَهَذَا مَثَلُهُ (یہ بڑا بہت ہے اگر مجھے قدرت ہو تو اسے گرا دوں)۔ علاوہ ازیں باقی مزارات مقدسہ کی بھی ان کے دل میں عظمت و حرمت نہیں ہے اور بس چلے تو سب کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں اس لیے ان مقدس مقامات کی خدمت و حکومت کے قابل کوئی دوسری قوم کوئی دوسرا فرقہ قدرتا ہو نہیں سکتا۔ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 82 تا 84 مطبوعہ کرمی سٹیٹم پریس لاہور)

☆ مولانا کرم الدین دبیر نے مولوی ثناء اللہ امرتسری وہابی کو کہا کہ ”آپ کی پیدائش تو میاں عبد الوہاب نجدی کے وقت سے ہے جس نے مکہ معظمہ میں سینکڑوں حاجی حافظ شہید کیے۔ مدینہ منورہ میں پہنچ کر بہت سے مزار پاک اکھڑا دیئے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر بھی دست اندازی کا ارادہ کیا تا کام رہا اور اس کو آخر کار ذلیل کر کے قتل کر دیا گیا۔ یہ صاحب بارہویں صدی کے اخیر میں ہوئے ہیں“ (مناظرات ثلاثہ صفحہ 13 تا 14 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

ابن سعود نجدی کا رد مولانا کرم الدین دبیر کے قلم سے

مولانا کرم الدین دبیر ”مناظرات ثلاثہ“ کے حاشیہ میں بھی ایک جگہ ابن سعود کا رد کرتے ہوئے لکھتے

”اگر وہ غیر مقلد آپ کا بھائی ہی سمجھا جائے تو اس کا قبضہ بھی غاصبانہ عارضی تصور کیا جائے گا۔ کچھ سال انتظار کرو انشاء اللہ اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو اس کے پیشوا محمد بن عبدالوہاب کا یا یزید کا ہوا تھا۔ خدا کے وعدے سچے ہیں اور یہ بھی کہ وَأَوَّلِيْلَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ“ آخر وہاں کی حکومت ہمارے ہی بھائیوں کو ملے گی جیسا کہ قرآن کی پیشنگوئی ہے۔“ 12 منہ

(مناظرات ثلاثہ صفحہ 11 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

مولانا کریم الدین دبیر نے محمد بن عبدالوہاب کا شدید رد کیا جیسا کہ ان کی تصنیفات کے اقتباسات سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے جبکہ موجودہ دیوبندی محمد بن عبدالوہاب کو بزرگ مانتے ہیں اس موقف کو ملاحظہ کرنے کے لئے مولوی منظور نعمانی دیوبندی کی کتاب ”محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق“ اور مولوی ضیاء الرحمان فاروقی دیوبندی کی کتاب ”فیصل اک روشن ستارہ“ کا مطالعہ کریں۔

وہابیوں نے قبلہ لوٹ لیا

مولانا کریم الدین دبیر نے غیر مقلد وہابی نجدی فرقہ کے متعلق ایک سرخی ”وہابیوں نے قبلہ لوٹ لیا“ دے کر ماہنامہ زمیندار سے ایک صفحہ پر محیط اقتباس نقل کیا ہے۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے ذیل میں اس کے چند اقتباسات آپ کے سامنے نقل کیے جا رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں

ابن سعود وہابی کی انگریز نوازی

امیر ابن رشید کے متعلق ”زمیندار“ میں لکھا ہے کہ

”امیر ابن سعود جو فرقہ وہابیہ کے امیر ہیں ذوال متحدہ کی طرفداری میں اس سے برسرِ پیکار تھے“ (مناظرات ثلاثہ صفحہ 25 مطبوعہ مسلم پریس لاہور) یعنی ابن سعود ذوال متحدہ یعنی برطانیہ کی خاطر امیر ابن رشید سے لڑ رہے تھے۔

اس کے بعد مولانا کریم الدین دبیر زمیندار اخبار سے ہی ابن سعود نجدی کا جنگ میں انگریزوں کا ساتھ دینے کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ابن سعود نے

”انگریزوں پر ثابت کر دیا کہ وہابی ہلال کا جہاد ہی نہیں بلکہ صلیب کا جہاد بھی کر سکتے ہیں اور اس لیے ان سے بدگمان ہونا درست نہیں ہو سکتا۔ جناب شیخ نجد اور ملک الحجاز دونوں کے لیے ہماری سرکار کے خزانے سے پیش

قرار و وظائف کا اجراء ہونے والا ہے چنانچہ دارالعوام میں مسٹر پارمر کو جواب دیتے ہوئے مسٹر ہارورڈ نے ایک ہوا بیان کیا تھا کہ فرمانروایان نجد و حجاز کو سرکاری وظائف دیئے جانے کا مسئلہ زیر غور ہے۔ اب جب کہ خادمِ حرم شریفین شریف حسین پاشا کی طرح مرکز و باہمی قوت کے نمائندہ اعلیٰ امیر ابن سعود بھی انگریزوں کے وظیفہ خواہ بن چکے ہیں۔“ (مناظرات خلافت صفحہ 25 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

مکہ و مدینہ پر انگریزوں کے قبضہ کی وجہ و ہایمان نجد ہیں

اس کے بعد مولانا کریم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

”الہمدیث کا منہج و مخزن وہی نجد اور شیخ نجد ہے۔ جس کی ریگانگت سے عار اور ریگانگت دشوار ہے۔

دو چگونه رنج و ملال است جان مجنون را

بلایے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

کہیے مولانا ابوالوفاء انگریزوں کو اماکن مقدسہ کا قبضہ دلانے میں خفیوں کا ہاتھ ہے یا آپ کے برادر مذہب یار الی نجد کا۔ شاید یہی وجہ ہوگی کہ مولانا نے شیخ ابن سعود کی کارگزاری کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے مباحثہ میں اس بات کو بڑے فخر سے کہا تھا کہ اس وقت مکہ و مدینہ میں برٹش جمنڈا اہرار رہا ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اماکن مقدسہ کی حکومت کاٹھیکہ مسلمانوں ہی کے لیے نہیں ہے ہندو اور انگریز بھی اس کا استحقاق رکھتے ہیں۔ (مناظرات ثلاثہ صفحہ 25، 26 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

امام الوہابؒ ہند مولوی اسماعیل دہلوی کا رد مولانا کریم الدین دہلوی کے قلم سے:

(۱) مولانا کریم الدین دبیر نے کتاب ”صداقتِ مذہبِ نعمانی“ میں مولوی اسماعیل دہلوی کے کفریات و الفاظ میں نقل کیے ہیں۔

مولانا لکھتے ہیں

”وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی تعظیم صرف اسی قدر ہے جیسے بڑے بھائی کی“ (تقویۃ الایمان ص ۳۱)

60 مولوی اسماعیل شہید)

وہابیوں کا یہ بھی عقیدہ کفر ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہوا یا چھوٹا نبی ہو یا رسول، اللہ کی شان کے آگے چھوٹا ہے بھی ذلیل ہیں (تقویۃ الایمان صفحہ 14 سطر 15 مولفہ مولوی اسماعیل مذکور) وہابیوں کا یہ بھی فاسد عقیدہ ہے کہ

آنحضور ﷺ حیات النبی نہیں بلکہ مرکز مٹی میں مل گئے (تقویۃ الایمان صفحہ 60 سطر 20)۔۔۔۔۔ انکار یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو علم غیب خدا کا دیا ہوا بھی ماننا برا ہے (کتاب مذکور ص ۲۷ و تقویۃ الایمان ص ۲۶) متعصب یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز میں آنحضور ﷺ کی ذات اقدس کا خیال آنا بیل اور گدھے سے بھی بدتر ہے۔ (صراط مستقیم مؤلفہ اسماعیل شہید صفحہ 93)۔۔۔۔۔ وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء ناجیز اور ناکارے ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 29 سطر 18) تمام انبیاء اس کے روپر و ایک ذرہ ناجیز سے بھی کم تر ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 55 سطر 18)

وہابی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کچھ قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ سنتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 23-39) ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کی نظیر اور نبی پیدا ہونا ممکن ہے اور یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 31, 32) (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 18 مطبع سراج المطابع جہلم)

مندرجہ بالا تمام عبارات مولانا کرم الدین دیر نے مولوی اسماعیل دہلوی سے نقل کی ہیں اور ان کو کفر یہ بھی کہا ہے اور انہی عبارات کا رد انہوں نے ”مناظرات ثلاثہ“ میں بھی کیا ہے۔ مولانا کرم الدین دیر کی طرف سے مولوی اسماعیل دہلوی کا مزید رد ملاحظہ کریں

”وہ کہتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے جیسے ہی بشر تھے زیادہ سے زیادہ ان کو بڑے بھائی کا رتبہ دے لو ان کے علم غیب کا قائل ہونا کفر ہے اور یا رسول اللہ کہنا شرک“ (استغفر اللہ) (مناظرات ثلاثہ صفحہ 3 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

یہ اقتباس بھی دیوبندیوں کے عین اسلام تقویۃ الایمان کے رد میں ہے۔

مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی کی طرف سے مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ پر جال ہونے کا فتویٰ:

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے ”آفتاب ہدایت“ میں لکھا ہے کہ یہ مسلم امر ہے کہ دین کا کوئی امر ایسا باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو اللہ تعالیٰ نے بالصراحت فرما دیا ہے

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ

(آج تمہارا دین کامل و مکمل ہو گیا ہے) (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰ مطبوعہ کریبی سٹیم

پریس لاہور)

جبکہ مولوی سرفراز کاٹن صفدر گلکھڑوی دیوبندی نے اس کے خلاف اپنی کتاب اظہار العیب میں لکھا

ہے کہ

”ہر ہر چیز قرآن کریم میں بیان نہیں کی گئی۔“

(اظہار العیب صفحہ ۲۸ ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

اس کے کچھ سطر بعد گلکھڑوی صاحب نے لکھا کہ

”یہ اتنا جاہلانہ نظریہ ہے کہ اس پر ہر عقلمند متعجب ہے“

(اظہار العیب صفحہ ۲۸ ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

یعنی مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی کے نزدیک مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کا نظریہ جاہلانہ ہے اس نظریہ کی تردید میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”الدولۃ المکیہ“ کی ”نظر خاص“ پر عربی میں حاشیہ لکھا جس کا نام ”انباء الحی ان کلامہ المصنوع تبيان لكل شئی ۱۳۲۶ھ“ اور بڑے سائز کے ۲۷۷ صفحات پر مشتمل ہے الحمد للہ اس کا ترجمہ بنام ”قرآن ہر شے کا بیان“ مکتبہ اعلیٰ حضرت داتا دربار مارکیٹ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب اور مولانا کرم الدین دبیر ”دارالعلوم“ دیوبند کے فتویٰ کی زد میں:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

”حضرت حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دام برکاتہم کا ۲۶ مئی کو ہزار ہا آدمیوں کے روزہ شاہی مسجد میں پیش گوئی کرنا کہ مرزا بہت جلدی عذاب سے ہلاک ہوگا اور اس کے بعد چار دن کو تمام مخالف علماء کی موجودگی پر بی یوں ناگہانی مہلک اور عذاب دہ بیماری میں مبتلا ہو کر مر جانا یہ ایسے واقعات ہیں جو مرنے والے کے برخلاف اس امر کا پیش کر رہے ہیں کہ وہ مفتری علی اللہ تھا

(تاریخہ عبرت صفحہ ۲۹۳ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مندرجہ بالا اقتباس میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی مرزا قادیانی کی موت کے متعلق کی جانے والی پیش گوئی کو درست تسلیم کیا ہے۔ دوسری طرف قاضی مظہر حسین دیوبندی

کی ماور علمی ”دارالعلوم“ دیوبند (جہاں انہوں نے قریباً دو سال سے کچھ کم علم حاصل کیا) سے ایک فتویٰ جاری ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

”نئی دہلی (آن لائن) دارالعلوم دیوبند نے ایک فتویٰ جاری کیا ہے جس کے مطابق پیش گوئی کرنا منع ہے ایسا کرنے والوں کی چالیس روز تک عبادت قبول نہیں ہوتی اور یہ عمل غیر شرعی ہے“

(روزنامہ جنگ ۱۸ جنوری ۲۰۱۱ء)

اس بات پر تفصیلی بحث پھر کبھی کریں گے کہ دیوبندیوں و ہابیوں کے امام سید احمد اور علمائے دیوبند کے نام نہاد شیخ الشیخ مولوی احمد علی لاہوری وغیرہ صاحبان جو پیش گوئیاں کرتے تھے اس فتویٰ کی روشنی میں ان کے بارے میں کیا خیال ہے سردست مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب پیش گوئی کر کے اور مولانا کرم الدین دہیر علیہ الرحمہ اس کو درست تسلیم کر کے ”دارالعلوم دیوبند“ کے فتویٰ کی زد میں آ گئے ہیں سلفی صاحب سے استفسار ہے کہ اس فتویٰ کی روشنی میں مندرجہ بالا دونوں حضرات کے بارے میں حکم شرعی واضح فرمائیں۔

مولانا کرم الدین دہیر دیوبندی مسلک قبول نہیں کیا تھا ایک غیر جانبدار شہادت:

مولانا عبدالعزیز نقشبندی مرتضائی کا مولانا کرم الدین دہیر کے متعلق اقتباس نقل کرنے سے پہلے ان کے مسلک کے متعلق بھی کچھ وضاحت پیش ہے جس میں مولانا عبدالعزیز نقشبندی مرتضائی لکھتے ہیں کہ

”ہم بریلوی نہیں ہیں اور نہ ہی بریلوی کوئی مذہب ہے ہم سنی حنفی نقشبندی مجددی مرتضائی ہیں ہم سے مخاطب ہونا ہوتا براہ راست میدان میں آیا کرو تمہارا ہم کو بریلویوں میں شامل کرنا دانی ہے ہم نے بریلی دیکھی بھی نہیں اگر بریلویوں سے تمہاری مراد مولانا مولوی احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں تو بھی غلط ہے کیونکہ ہم ان کے شاگردوں سے نہیں ہیں بلکہ کئی ایک مسائل میں ہمارا ان سے اختلاف ہے ہم نے دیوبندیوں کے مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور دیوبند وغیرہ میں تعلیم پائی ہے اور وہیں سے بدعتیہ کی ضلالت اور بزرگان دین سے کینہ کی شامت لے کر آئے تھے مگر کسی مرد خدا کی خطر عنایت سے نجات پائی (الحمد للہ) (روح الدیان لرحمہم العددان صفحہ ۴ باہتمام تنظیم علماء مرتضائیہ و دار شریف پیر صاحب قلعے والے عثمان گنج لاہور)

مولانا غلام مرتضیٰ نقشبندی صاحب کے مسلک کی وضاحت خود ان کی تحریر سے ہی ہوگئی اب آئیے اور ذیل میں ان کی تحریر پر ملاحظہ کریں جس میں انہوں نے مولانا عبدالرحمن قصوری اور مولانا کرم الدین دہیر کے مسلک کی وضاحت کی ہے لکھتے ہیں کہ

"سید عبدالحق" موصوف مسئلہ حیات اولیاء استمداد و نداء کے بھی قائل تھے دیکھو اخبار الفقہ امرت سرخریہ 22 اپریل 1922 افسوس آج اس بزرگ کی اولاد دیوبندیہ کا شکار ہو چکی ہے کتاب آفتاب صداقت مصنفہ قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوں جو دیوبندیوں کے رو میں ہے اور اس میں دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے اس پر بھی سید عبدالحق شاہ صاحب کے تصدیقی و تحفظی اسی طرح مولانا کریم الدین صاحب سکنہ بھٹن ضلع جہلم کی اولاد بھی دیوبندی ہو گئی ہے مؤخر الذکر کے خلف الرشید نے تو یہ غضب کیا ہے کہ اپنے والد بزرگوں کی تصنیفات میں دست اندازی کرنے سے بھی باز نہیں آئے مولانا کریم الدین علیہ الرحمہ نے اپنی آفتاب ہدایت انتساب طبع اول کے وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری علیہ الرحمہ کے نام نامی سے کیا تھا مگر مولانا مرحوم کے صاحبزادہ مظہر حسین نے اپنی قلم سے یہ انتساب طبع ثالث کے وقت مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد بنام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کر دیا ہے اور نیچے اپنے والد مولانا کریم الدین علیہ الرحمہ کا نام لکھ دیا مگر سوال یہ ہے کہ صاحبزادہ صاحب عالم برزخ میں مولانا مرحوم کے پاس گئے یا مولانا مرحوم دنیا میں آ کے دستخط کر گئے یہ ہر دو امر محال ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اپنے والد بزرگوار پر کذب صریح اور صریح افتراء بہتان ہے صاحبزادے نے لکھا ہے کہ مولانا مرحوم آخر عمر میں دیوبندی ہو گئے تھے اور اکابر دیوبند سے حسن عقیدت ہو گئی تھی اور مولوی حسین احمد مدنی سے بذریعہ درخواست بیعت کی درخواست کی جواب آیا کہ "آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین کردہ وظیفہ پر عمل کریں اسکے بعد جلد ہی آپ کا انتقال ہو گیا وغیرہ یہ جو کچھ صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے ایسا مفید جھوٹ ہے جس کی تردید کی ضرورت نہیں فقیر کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عالم پیر نور محمد فانی الرسول اور مولانا کریم الدین مرحوم اور مولانا معوان حسین رام پوری مولانا محمود گنجوی انجمن معین الاسلام اور انجمن دائرۃ الاصلاح لاہور وغیرہ کے جلسوں میں رافضیت، وہابیت، دیوبندیہ، مرزاہیت کی تردید سالہا سال فرماتے رہے آخر عمر تک ملاقاتیں ہوئیں دیوبندی عقیدہ سے آپ کو کلی نفرت تھی آپ کے صاحبزادہ صاحب اگر سچے ہیں تو آپ کے عقیدہ کی تبدیلی پر آپ کی کوئی تحریر پیش کریں ورنہ یہ ان کا افتراء اپنے والد ماجد پر کذب صریح ہے ہمارے پاس مولانا مرحوم کے تحریری ثبوت موجود ہیں (رحمہم اللہ) ان رحمہم اللہ وان صفحہ 15، 16 تنظیم علمائے مرتضائیہ دربار شریف پیر صاحب قلع والے 2 عثمان بیگ لاہور)

قارئین کرام! مولانا غلام مرتضیٰ نقشبندی مرتضائی کے نقل کردہ اقتباس سے بھی ثابت ہوا کہ مولانا کریم الدین دہر آخری عمر تک اہلسنت و جماعت کے ساتھ منسلک رہے انہوں نے دیوبندی مسلک قبول نہیں کیا تھا الحمد للہ

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کی کتاب میں مزید دو اخلاط کی نشاندہی:

(1) سلفی دیوبندی صاحب نے ”احوال دبیر“ کے صفحہ 296 پر مولوی انور شاہ کشمیری کی کتاب کا نام لکھا ہے ”تحدیر الاخوان فی تحقیق الروایۃ الہندوستان“ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب مولوی انور شاہ کشمیری صاحب دیوبندی کی نہیں ہے بلکہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کی ہے ملاحظہ ہوں ملفوظات محدث کشمیری صفحہ ۱۵ (ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان)

(2) مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے ”احوال دبیر“ کے صفحہ 55 پر میاں محمد بخش صاحب کھڑی شریف کی کتاب ”ہدایت المسلمین کا نام ”ہدیت المسلمین“ غلط لکھا ہے اور غالباً یہ شیعہ مولوی سید عارف نقوی کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے جن نے اعتقادات امامیہ کے شروع میں مولانا کریم الدین کے مسلک کے سلسلہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی کا رد کیا ہے اور ”ہدایت المسلمین“ پر مولانا کریم الدین دبیر کی لکھی گئی تقریظ میں سے کچھ اشعار نقل کیے ہیں سلفی دیوبندی نے یہ چالاکی کی کہ وہابیوں کے خلاف لکھے یہ اشعار شیعہ کا حوالہ دیے بغیر ”احوال دبیر“ کے صفحہ 55 پر نقل کیے ان اشعار کے بعد شیعہ مولوی نے جو تبصرہ کیا تھا وہ الگ صفحہ 63 پر نقل کر کے اپنے تئیں اس کا رد کیا۔

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کے تضادات:

ذیل میں دروغلو اور حافظ نباشد کے صحیح مصداق مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کے تضادات ملاحظہ کریں۔

(1) مولوی عبد الجبار سلفی نے لکھا ہے کہ

”مولانا کریم الدین دبیر کوئی فکری یا نظریاتی بریلوی نہ تھے“

(احوال دبیر صفحہ 65 ناشر گورنمنٹ ایڈمنسٹریشن لاہور)

جبکہ اسی کتاب کے صفحہ 66 پر مولوی عبد الجبار سلفی نے کذاب زمانہ امام المحر فیض اللہ محمود ماچھڑوی دیوبندی کی کتاب مطالعہ بریلویت سے ایک اقتباس نقل کیا ہے جس کا متعلقہ حصہ ملاحظہ کریں۔ مولوی عبد الجبار سلفی نے لکھا ہے کہ

پروفیسر علامہ خالد محمود مدظلہ حضرت مولانا کرم الدین دیر کا عنوان قائم کر کے رقم طراز ہیں یہ پنجاب میں بریلوی مسلک کا ستون تھے اور ایک بڑے درجے کے عالم تھے۔

(احوال دیر صفحہ 66 ناشر گوشہ علم H1-182 واپڈا ناؤن لاہور)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ پہلے سلفی دیوبندی صاحب نے لکھا کہ مولانا کرم الدین دیر نظریاتی بریلوی نہ تھے جبکہ اس کے اگلے صفحہ پر ہی یہ اقتباس نقل کیا (جس کا ایک حصہ میں نے اوپر نقل کیا) اور اس حصے سے مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے کوئی اختلاف بھی نہیں کیا اور دیوبندیوں کے امام مولوی سرفراز گنگھڑوی نے اپنی کتاب ”تفریح الخواطر“ میں لکھا ہے کہ

”جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں نقل کرتا ہے اور اس کے کسی حصے سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔“

(تفریح الخواطر صفحہ 79 مطبوعہ صفدریہ نزد در سے نسرۃ العلوم گشتہ گھر گوجرانوالہ)

یہاں عبد الجبار سلفی صاحب نے مولوی خالد محمود دیوبندی کے اقتباس کے اس حصے سے اختلاف نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ سلفی دیوبندی اس معاملے پر دو موقف رکھتے ہیں پہلا یہ کہ مولانا کرم الدین دیر نظریاتی یا فکری بریلوی نہ تھے اور سلفی صاحب کا بیک وقت دوسرا موقف یہ ہے کہ مولانا کرم الدین دیر مسلک اہلسنت و جماعت بریلوی کے ستون تھے۔ یا للہ عجیب

قارئین کرام سے انصاف کی اپیل ہے کہ ایک صفحہ پر لکھنا کہ مولانا کرم الدین دیر نظریاتی بریلوی نہ تھے اور اگلے ہی صفحہ پر ان کو مسلک بریلوی کا ستون تسلیم کر لینا یہ تضاد بیانی نہیں تو کیا ہے؟

سلفی صاحب کے پہلے موقف کی تردید قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے بھی کی ہے جس میں وہ مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”آپ کا تعلق عموماً بریلوی علماء سے تھا اور آپ کو انہی کے جلسوں میں مدعو کیا جاتا تھا (تاریخ عبرت مقدمہ صفحہ ۴۳ ناشر قاضی محمد کرم الدین دیر اکیڈمی پاکستان)

عبد الجبار سلفی دیوبندی سے ایک سوال:

سلفی صاحب بتائیے قاضی مظہر حسین صاحب کے بقول مولانا کریم الدین دیر کا تعلق علماء بریلی سے تھا اور انہی کے جلسوں میں ان کو بلایا جاتا تھا علماء دیوبندی تکفیر تک کے وہ قائل تھے لیکن اس کے باوجود بھی وہ نظریاتی بریلوی نہیں تھے؟ دراصل یہ سلفی صاحب کے دماغی خلل کا واضح ثبوت ہے۔

تضاد بیانی نمبر 2:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے اپنی کتاب ”احوال دبیر“ میں لکھا ہے کہ

”سیف الملوک کے مولف محمد بخش کھڑی شریف (متوفی 1911ء) نے ایک کتاب بنام ہدیۃ

المسلمین لکھی تھی اس کتاب پر مولانا کریم الدین دبیر کی تقریظ ہے چنانچہ اس تقریظ میں بھی آپ نے علمائے

اہلسنت دیوبند کے خلاف یہ اشعار لکھے ہیں

ہوا	اک	فرقہ	پیدا	کچھ	دنوں	سے
جو	بد	باطن	غیبت	اور	بد زبان	ہے
وہ	کہلاتے	ہیں	لامذہب	دہائی		
بڑا	گمراہ	گروہ	نجدیاں	ہے		
میاں	مٹھو	ہیں	بننے	اپنے	منہ	
بنا	فرعون	ہر	اک	بے	سماں	ہے

(ہدیۃ المسلمین صفحہ 122) (احوال دبیر صفحہ 55)

یہاں تصحیح نقل کا التزام کیا گیا ہے کتاب کا صحیح نام ”ہدایت المسلمین“ ہے۔

ان اشعار میں مولانا کریم الدین دبیر نے دہائی کا لفظ استعمال کیا اور سلفی دیوبندی صاحب نے تسلیم کیا

کہ اس کے مصداق دیوبندی ہیں

اب آگے آئیے اور تضاد ملاحظہ کریں جس میں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے اپنے ہی نظریہ کی

تخلیص کر دی۔

عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ

”مولانا مرحوم دہائی سے غیر مقلدیت مراد لیتے تھے نہ کہ علمائے اہلسنت دیوبند“

(احوال دبیر صفحہ 78)

قارئین کرام! یہ صریح تضاد نہیں کہ ایک جگہ مولانا کریم الدین دبیر نے لفظ دہائی استعمال کیا تو عبد الجبار

سلفی نے لکھا کہ اس سے مراد دیوبندی ہیں جبکہ دوسری طرف چند ہی صفحات بعد اس کی تخلیص کرتے ہوئے لکھ دیا

کہ مولانا کریم الدین دبیر دہائی سے غیر مقلد مراد لیتے تھے اگر یہ تضاد بیانی نہیں تو پھر تضاد بیانی کس بلا کا نام ہے؟

قرآنی حکم کے مطابق جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کے جھوٹ:

جھوٹ بولنے والے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ

لَعَنَتِ اللّٰهُ عَلٰی الْكٰذِبِیْنَ (پارہ ۳ آل عمران ۶۱)

یعنی ”لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں۔“

(ترجمہ دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن)

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ جھوٹ بولنے والے شخص کے متعلق تازیانہ عبرت میں لکھتے ہیں کہ
”شریف انسان کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے۔“

(تازیانہ عبرت صفحہ ۵۷ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

لیکن سلفی صاحب نے حکم قرآنی کو پس پشت ڈال کر ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولے۔

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی کانگریس کے بقول جس تحریر میں
ایک جھوٹ ثابت ہو وہ تمام ساقط الاعتبار اور جعلی ہوتی ہے:

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام اور مولوی عبد الجبار سلفی کے مددگار مولوی حسین احمد مدنی ناٹھوی دیوبندی
نے جھوٹ کے متعلق ”کشف حقیقت“ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ

”تمام عدالتوں اور قوانین کا مسلمہ اصول ہے کہ اگر کسی دستاویز یا تمسک اور تحریر میں ایک جھوٹ بھی قطعی
طور پر ثابت ہو جاتا ہے تو پوری دستاویز اور تمسک اور تحریر ساقط الاعتبار اور جعلی قرار دی جاتی ہے اور مالک تمسک کو
جہلساز اور مجرم قرار دیکر مستحق سزا سمجھتے ہیں یہی نہیں کہ جھوٹ کا قطعی ثبوت ہی اس کا باعث ہوتا ہے بلکہ اگر اشتباہ بھی
کسی تمسک وغیرہ میں پڑ جاتا ہے تو تمام تمسک مشتبہ ہو جاتا ہے (کشف حقیقت صفحہ ۱۴ طابع و ناشر محمد وحید الدین
قاسمی دفتر جمعیت علماء ہند دہلی)

مولوی عبد الجبار سلفی کے مددگار مولوی حسین احمد مدنی کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ جس کی تحریر میں
ایک جھوٹ ثابت ہو وہ تمام تحریری ساقط الاعتبار اور جعلی قرار دے دی جاتی ہے۔

مولوی حسین احمد مدنی کانگریس نے اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

"حسب قاعدہ ایک ہی دروغ تمام دستاویز کے جعلی اور اکڑو بہ ہونے کے لیے کافی ہے" (کشف
حقیقت صفحہ 3 طالع و ناشر محمد وحید الدین قاسمی دفتر جمعیت علماء ہند دہلی) ذیل میں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی
صاحب کے جھوٹ اور خیانتیں نقل کی جا رہی ہیں جس سے حسب تصریح حسین احمد مدنی کانگریسی دیوبندی سلفی
صاحب کی تحریر ساقط الاعتبار ٹھہراتی ہے۔

یوں تو مولانا کریم الدین دیر کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ دیوبندی ہو گئے تھے یہ بذات خود سب سے بڑا
جھوٹ ہے اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے سلفی صاحب کو مزید جھوٹ بولنے پڑے۔ جن میں سے چند جھوٹ
ذیل میں ملاحظہ کریں۔

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کا جھوٹ نمبر 1:

سلفی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

"اہل السنّت والجماعت کا دیوبند مکتبہ فکر قطعاً کوئی نیا فرقہ یا جماعت نہ تھی (احوال دیر صفحہ 51 ناشر
ناشر طلم 182 واہد انارڈن لاہور)

تقریر:

قارئین کرام: یہ مولوی عبد الجبار سلفی کا وہ شرم ناک جھوٹ ہے جس کی جتنی بھی مذہب کی جائے کم ہے
کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ فرقہ دیوبند یہ ایک نیا فرقہ ہے جس کے بانی کا نام مولوی اسماعیل دہلوی ہے جس نے
مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ قرار دیا۔ مولوی اسماعیل دہلوی صاحب مع اپنی ذریت کے الگ ہو گئے۔ یہ ذریت بھی
وہ حصوں میں تقسیم ہو گئی جن میں سے ایک گروہ کو غیر مقلد وہابی اور دوسرے گروہ کو مقلد وہابی یعنی دیوبندی کہا جاتا
ہے۔ سلفی دیوبندی کے اس جھوٹ کا مختصر رد ملاحظہ کریں۔

مولوی اسماعیل دہلوی صاحب فرقہ دیوبند یہ وہابیہ کے بانی:

مرزا حیرت دہلوی مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں لکھتا ہے کہ

"مولوی اسماعیل جو ہندوستان میں فرقہ موحید یہ کا بانی ہے" (حیات طیبہ صفحہ 310 مطبوعہ اسلامی

اکادمی اردو بازار لاہور صفحہ 266 مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ 7 ایک روڈ لاہور)

اس میں صراحتاً تسلیم کیا گیا ہے کہ وہابی دیوبندی فرقہ کا بانی مولوی اسماعیل دہلوی ہے کیونکہ وہابی دیوبندی خود کو موحد کہلاتے ہیں اور غیر مقلد وہابی مقلد وہابی یعنی دیوبندی عقیدہ بھی ایک ہیں جیسا کہ دیوبندیوں کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے کہ "حقاً کہ میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں الہیہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں" (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 62 مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر 2 اردو بازار لاہور) سرزاجرت دہلوی کی نقل کردہ عبارت میں "فرقہ موحد یہ" کا لفظ ہے جس سے اس بات کا مکمل ثبوت ملتا ہے کہ عقیدہ خود کو تو حید کے ٹھیکیدار کہلانے والے فرقہ کا ہندوستان میں بانی مولوی اسماعیل دہلوی ہے اور یہ حقیقت تو سب کو معلوم ہے کہ عقیدہ غیر مقلد وہابی و مقلد وہابی یعنی دیوبندی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

ضروری نوٹ:

حیات طیبہ کے مستند ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ دیوبندیوں کے نام نہاد "شیخ الاسلام" مولوی حسین احمد مدنی نے اس کتاب کی طرف مراجعت کرنے کا کہا ہے جس سے کم از کم یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس میں کوئی جھوٹ ہوتا تو مولوی حسین احمد مدنی صاحب کے نزدیک یہ کتاب ساقط الاعتبار اور جعلی قرار پاتی۔

یہ الگ بحث ہے کہ مولوی حسین احمد مدنی صاحب نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں خود جھوٹ اور جعل و فریب سے کام لیا ہے ملاحظہ ہو رد شہاب ثاقب از مولانا اجمل سنہلی ناشر ادارہ تحفہ رضویہ کریم پارک موسیٰ شاہ لاہور۔

دیوبندیت کی ابتدا مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی سے:

مولوی انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے مولوی انظر شاہ، کشمیری دیوبندی نے لکھا ہے کہ "اکابر دیوبندی جن کی ابتداء میرے خیال میں سید الانام مولانا قاسم صاحب اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے" (ماہنامہ البلاغ کراچی صفحہ 48 ذی الحجہ 1388ھ)

اس کے بعد مزید لکھا ہے کہ

"دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ سے کرنے کی بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں" (ماہنامہ البلاغ کراچی صفحہ 48 ذی الحجہ 1388ھ) مولوی انظر شاہ کے اقتباسات سے بھی یہی معلوم ہوا کہ دیوبندی ایک نیا فرقہ ہے جس کی ابتداء مولوی اسماعیل دہلوی اور باقاعدہ تنظیم مولوی رشید گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی وغیرہ سے ہے۔

تقویت الایمان کی وجہ سے مسلمانان ہندو پاک دو گروہوں میں بٹ گئے احمد رضا بجنوری دیوبندی کا اعتراف:

مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی نے تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھا ہے کہ

"افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمان ہندو پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصدی حنفی الملک ہیں دو گروہ میں بٹ گئے ایسے اختلافات کی نظیر دنیاۓ اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں" (انوار الباری جلد 13 مطبوعہ ادارہ تالیقات اشرفیہ ملتان) یعنی جب مولوی اسماعیل دہلوی نے ہم اہلسنت کے خلاف تقویۃ الایمان کتاب لکھی تحت انتشار ہوا جا بہت ہوا کہ تقویۃ الایمان کے مولف نے اس کتاب میں مسلمانان اہلسنت کو کافر و شرک قرار دیا تھا نتیجہ ان کا الگ فرقہ قائم ہو گیا جو آگے چل کر غیر مقلد و حاہی اور مقلد و حاہی یعنی دیوبندی فرقہ میں تقسیم ہو گیا۔

بھئی میں جب کسی دیوبندی کا کسی مسجد میں نماز پڑھنا معلوم ہوتا تو اسے پاک کرایا جاتا تھا مولوی زکریا دیوبندی کا اقرار:

دیوبندی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی زکریا نے لکھا ہے کہ

"38ھ میں جب حضرت سہارنپوری قدس سرہ تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لے جا رہے تھے یہ ناکارہ بھی ہمرکاب تھا تو اہل بھئی کے شرعی اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بھئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے علماء دیوبند کا بھئی میں علی الاعلان جانا کسی قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہے کہ بھئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا" (جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات از مولوی زکریا دیوبندی شیخ الحدیث ناشر مکتبہ خلیل یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور) قارئین اس اقتباس کا غور سے پڑھیں اس کا حرف حرف یہ بتا رہا ہے کہ دیوبندی فرقہ ایک نیا فرقہ ہے جیسی تو مسلمان اس کے مخالف تھے یہ آج سے قریباً 100 سال پہلے کا واقعہ ہے جسے دیوبندی شیخ الحدیث نے نقل کیا ہے مسلمانان اہلسنت دیوبندی فرقہ کے عقائد باطلہ کی وجہ سے ان کے مخالف تھے لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا دیوبندی اپنی منافقانہ چال کی وجہ سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے رہے کیونکہ یہ اپنے عوام کے سامنے اپنے کفریہ عقائد واضح نہیں کرتے کہ کہیں وہ ہماری حقیقت

سے آگاہ نہ ہو جائیں مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد وہابی نے اہلسنت وجماعت بریلوی کو قدیم تسلیم کر کے ہوئے لکھا ہے کہ "امرتسری میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے" (شمع توحید صفحہ 53 مطبوعہ مکتبہ عزیز یہ جامع مسجد قدس اہلحدیث والگراں چوک لاہور) اس کے بعد پنجاب کی مجموعی صورتحال کے بارے میں مولوی جعفر تھا تیسری کا یہ بیان بھی ملاحظہ کر لیا جائے جس میں "تھانیسری صاحب" لکھتے ہیں کہ "جب میں ہندوستان سے روانہ ہوا تھا سارے پنجاب میں وہابی عقیدے کے دس مسلمان بھی نہ تھے لیکن اب دیکھتا ہوں کہ پنجاب کا کوئی شہر تھبہ اور گاؤں اب نہیں جس میں چوتھائی حصہ وہابی نہ ہوں جو امام محمد اسماعیل شہید کے مقصد ہیں" (کالا پانی صفحہ 113 ناشر طارق اکیڈمی فیصل آباد) تھانیسری صاحب آج سے کم و بیش 140 سال پہلے کی حالت بیان کر رہے ہیں۔

دیوبندیت کو گنگوہی و نانوتوی صاحبان نے بطور دین قائم کیا:

تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی زکریا کاندھلوی صاحب کہتے ہیں کہ "ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت نانوتویؒ نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے تھام لو"۔ (صحبت با اولیاء صفحہ 125 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

ان حوالہ جات سے بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ دیوبندی فرقہ ایک نیا فرقہ ہے۔

بلکہ خود مولوی عبد الجبار سلفی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ "ضلع جہلم اور چکوال کے خطوں میں مسلک دیوبند کا کوئی عالم دین نہیں تھا" (احوال دبیر صفحہ 59 ناشر گوشہ علم H1-182 واپڈ ناوان لاہور) یہاں مولوی عبد الجبار سلفی نے خود تسلیم کر لیا کہ مولانا کریم الدین دبیر کے دور میں جہلم اور چکوال میں دیوبندی عالم نہیں تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندی ایک نیا فرقہ ہے اسلام کو ہندوستان میں آئے کئی صدیاں گزر گئیں لیکن جہلم میں کوئی دیوبندی عالم چودھویں صدی میں بھی موجود نہیں۔

مسلمان اہلسنت تو پہلے سے یہاں موجود ہیں اس لیے سلفی دیوبندی صاحب یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہاں اسلام کا تعارف ہی نہیں تھا (اس لیے کوئی دیوبندی عالم یہاں موجود نہیں تھا) لہذا مولوی عبد الجبار سلفی کی اپنی تحریر سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ دیوبندی فرقہ ایک نیا فرقہ ہے۔

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کا جھوٹ نمبر 2:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ

”حضرت مولانا کریم الدینؒ کی تصانیف میں کسی ایک جگہ بھی مولانا احمد رضا خان کا نام نہیں آیا“

(احوال دیر صفحہ 57)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا کہ

”نہ کبھی آپؒ نے مولانا احمد رضا خان صاحب کا اپنی تصنیف میں ذکر کیا“ (احوال دیر صفحہ 65)

یہ مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کا صریح جھوٹ ہے کیونکہ مولانا کریم الدین دیرؒ نے اپنی تصنیف ”پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ“ کے صفحہ 9 پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کا تذکرہ کیا ہے۔ جس میں مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

فاضل بریلوی کا فتویٰ:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ نے اپنی کتاب ”رد الرافضہ“ میں صاف طور پر یہ درج فرمایا ہے

”بالجملہ رافضیوں جہزائیوں کے باب میں حکم یقینی اور قطعی اجماع ہے کہ وہ علی العموم کفار و مرتد ہیں ان کے ساتھ مکاتبت نہ صرف حرام بلکہ داخل زنا ہے معاذ اللہ عورت سنی اور مرد رافضی ہو یہ تو قہراً الہی ہے“ (پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ صفحہ 9 مطبوعہ سیمپلی پرنٹنگ پریس لاہور)

اور اس کتاب کے صفحہ 11 پر اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حجت الاسلام مولانا حامد رضا خانؒ کی تقریر مذکور ہے ان کے نام گرامی کے آگے بریکٹوں میں مولانا کریم الدین دیرؒ نے لکھا ہے (جانشین و خلف اکبر حضرت اعلیٰ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی)

اس کے باوجود مولوی عبد الجبار سلفی صاحب یہ کہنا کہ مولانا کریم الدین دیرؒ نے اپنی کسی تصنیف میں اعلیٰ حضرت کا ذکر نہیں کیا صریح جھوٹ اور اعلیٰ حضرت سے بغض کی دلیل ہے

ضروری نوٹ:

میں نے مولوی عبد الجبار سلفی سے بذریعہ فون یہ دریافت کیا کہ جس وقت آپؒ نے ”احوال دیر“ کتاب لکھی تھی تو کیا اس وقت ”پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ“ آپ کے پاس موجود تھی تو جواب ملا کہ ”ہاں موجود تھی“ اس بات کی سلفی صاحب سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔

☆ مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کا مولوی محمد فاضل غیر مقلد کے ساتھ مسئلہ نور پر تحریری مناظرہ ہو۔ جب بات حکم تک پہنچی تو مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تجویز کیا لیکن مولوی فاضل غیر مقلد وہابی نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ("نور" صفحہ 12، 13 تا تنظیم نو جوان اہلسنت بھائی گیت لاہور و شخصیات جہلم صفحہ 80 مصنف انجم سلطان شہباز صاحب مطبوعہ بک کارز جہلم)

جھوٹ نمبر 3:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے صاحب اپنی کتاب میں ایک اور جھوٹ یہ بولا کہ "مولانا کریم الدین کی تصانیف میں کسی ایک جگہ بھی مولانا احمد رضا خان کا نام نہیں آیا اور نہ اس زمانہ کے کسی تکفیری مولوی صاحب کا حوالہ ملتا ہے" (احوال دبیر صفحہ 58، 59)

ضروری نوٹ:

علماء اہلسنت علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات کی وجہ سے ان کو کافر قرار دیتے ہیں دیوبندی ان گستاخیوں سے اعلان برأت کرنے کی بجائے انہیں تکفیری مولوی کہتے ہیں۔

یہ بھی سلفی دیوبندی کا سراسر جھوٹ ہے کیونکہ مولانا کریم الدین دبیر کی کتاب "صداقت مذہب نعمانی" کے صفحہ پر اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا محمد شریف کوٹلوی کا ذکر خیر ان الفاظ میں کیا ہے مولانا کریم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

"مولانا مولوی محمد شریف صاحب کوٹلوی (سیالکوٹ) کا وعظ بھی وجوب تقلید پر تھا آپ نے بھی اس مسئلہ کو جیسا کہ چاہیے دلائل قاطعہ سے ثابت کیا اور متعدد ایسی احادیث پیش کیں جن میں تعارض و اختلاف ہے اور ان سب پر عمل جو نا مشکل ہے پھر جب تک کسی امام کی تقلید نہ کی جائے صرف احادیث سے مسائل کا استخراج ہو۔ ایک کام نہیں ہے مولوی صاحب کی تقریر نہایت مدلل تھی لیکن افسوس کہ کئی وقت کے باعث مضمون ختم نہ ہو سکا۔" (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 7، 8 مطبوعہ مطبع سراج المطابع جہلم)

اس کے علاوہ مولانا کریم الدین دبیر کی کتاب "پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ" کے آخر میں اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حمزہ الاسلام مولانا حامد رضا خان، خلیفہ اعلیٰ حضرت مصنف بہار شریعت مولانا امجد علی اعظمی

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری، شیر بیضہ ایلست مولانا حسرت علی خان لکھنوی، مفتی عبدالحفیظ قادری، مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، مولانا امام الدین کوٹلی لوہاراں، مولانا ابوالنور محمد بشیر از کوٹلی لوہاراں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر ہے۔

سوائے مولانا ابوالنور بشیر و مفتی عبدالحفیظ قادری کے تقریباً سب اعلیٰ حضرت کے خلفاء تھے اور دیوبندیوں کو ان کی گستاخانہ و کفریہ عبارات کی وجہ سے مندرجہ بالا تمام علماء کافر و مرتد سمجھتے تھے۔

☆ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتاب ”السیف المسلول“ کے آخر میں مولانا محمد شریف کوٹلی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ بھی شامل ہے۔

☆ نیز پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد قادری کے دیوبندیوں کے کفریہ عقائد کے رد میں لکھے گئے رسالے بنام ”دیوبندیوں کے عقائد کا مختصر کچا چٹھا“ کے آخر میں مولانا کرم الدین دبیر کی تصدیق شامل ہے۔

☆ شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ کے تحریر کردہ رسالہ بنام ”تنویر النجیہ“ کے آخر میں بھی مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ موجود ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر کی کتب میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کا ذکر خیر بھی موجود ہے جیسا کہ آفتاب ہدایت کا اقتساب حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام کیا اس کے علاوہ ”صداقت مذہب نعمانی“ میں لکھتے ہیں ”حضرت اقدس پیر جماعت علی شاہ صاحب مدظلہم (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 3 مطبع سراج المطابع جہلم) اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں حضرت صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دام برکاتہم (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۹۳ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

☆ اور حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل تھے جیسا کہ ”ملفوظات محدث کشمیری“ میں پیر صاحب کے بارے مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب نے کہا ہے کہ ”انہوں نے ہم پر فتویٰ تکفیر کا دیا ہے“

(ملفوظات محدث کشمیری صفحہ ۲۳۲ ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فورہ ملتان)

اس کے علاوہ پیر جماعت علی شاہ صاحب ”حسام الحرمین“ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”حسام الحرمین کے فتاویٰ حق ہیں اور اہل اسلام کو ان کا ماننا اور ان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے جو شخص ان کو تسلیم نہیں کرتا وہ راہ حق سے دور ہے۔ حضرت سول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک میں جو شخص عہد اوسہوا بھی گستاخی کرے اور آپ کی ادنیٰ توہین و تنقیص کا تقریر یا تحریر امر متکب ہو وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے جو شخص اس کا فر اور بے ایمان کو مسلمان سمجھتا ہو وہ بھی اسی کا حکم رکھتا ہے اہانتہ الانبیاء کفر عقائد کا صریح مسئلہ ہے۔ اور رضا بالکفر بھی کفر ہے جیسا کہ کتب اسلامیہ میں باتفاق جمہور علمائے متقدمین و متاخرین مرقوم ہے اس لیے ان اشخاص سے جو کہ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا دیگر حضرات انبیاء اکرام علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی اہانت کریں نفرت و بیزاری ضروری و لازمی ہے الراقم جماعت علی عنافتہ بقلم خود از علی پور سید ادا ضلع سیالکوٹ پنجاب (الصوارم البندیہ صفحہ ۵۵ النوریہ رضویہ پبلیشنگ کمپنی کپا رشید روڈ ڈالال گلج لاہور)

مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمۃ ”تازیانہ عبرت“ میں ”چند مقدس نفوس“ کی سرخی دے کر لکھتے ہیں۔
 ”چند ایک مقدس ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی وفات کے بعد ان کے جنازہ کی عزت اور معیت کا احترام کیا گیا۔“

پھر اس کے بعد نمبر ۹ کے تحت حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
 ”مولانا مولوی غلام قادر صاحب مرحوم کا جنازہ جب شہر لاہور میں اٹھایا گیا تو ہجوم خلائق اس قدر تھا کہ نماز جنازہ باہر پیرید میں پڑھی گئی کارخانوں کے مزدوروں نے اس روز مزدوری موقوف کر کے شمولیت جنازہ کی (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۸۹ ناشر قاضی محمد کریم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمۃ نے حضرت مولانا غلام قادر بھیروی علیہ الرحمۃ کو مقدس نفوس میں شمار کیا اور مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ فرقبائے باطلہ و ہابیہ دیوبندیہ مرزائیہ رافضیہ کے شدید مخالف تھے مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اسلام کی آٹھویں کتاب“ میں مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر میں مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحقیق الفتویٰ کا فتویٰ نقل کیا ہے اور اس کے علاوہ تقویۃ الایمان کی دیگر عبارات کا بھی شدید رد کیا ہے۔ ان کی کتب کا مجموعہ ”اسلام کی ۱۱ کتابیں“ کے نام سے دستیاب ہے اس کے صفحہ ۶۸ پر فرقہ دیوبندیہ کا ابطال کیا گیا ہے اور صفحہ ۳۷ پر دیوبندیہ و ہابیہ کے عقیدہ امکان کذب کا رد کیا گیا ہے۔

ان حقائق کے باوجود بھی مولوی عبدالحجاز سلفی کا یہ کہنا کہ دیوبندیوں کو کافر کہنے والے کسی عالم کا تذکرہ ان کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔ سراسر جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر 4:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے اعلیٰ حضرت پر بہتان باندھتے ہوئے لکھا ہے کہ ”مظلوم بے گناہ اکابر علمائے دین پر تکفیر کا شوق پورا کرنے والے خان صاحب“ (احوال دبیر صفحہ 52 ناشر گوشہ علم 1-1-184 واپڈا ٹاؤن لاہور)

یہاں بھی مولوی عبد الجبار سلفی نے اعلیٰ حضرت پر بہتان باندھ کر لحدت کا طوق اپنے گلے میں ڈالا ہے قابل غور بات ہے کہ انبیاء کے علم غیب منکر خود اعلیٰ حضرت کے دل کی کیفیت کو جاننے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے جب دیوبندی اکابرین کی کفریہ عبارات آئیں تو آپ نے دیوبندی اکابرین کو خطوط لکھے کہ ان عبارات سے توبہ کریں۔ لیکن انہوں نے نہ توبہ کرنی تھی نہ کی۔ اس کے بعد دیوبندی اکابرین پر علم شرعی لگانا اعلیٰ حضرت کا فرض تھا جیسا کہ دیوبندی مناظر مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری نے لکھا ہے کہ

”اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے“ (اشد العذاب صفحہ 17 مشمولہ احتساب قادیانیت جلد 10 صفحہ 259 ناشر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضور باغ روڈ ملتان)

مزید تفصیل کے لیے ”حسام الحرمین“ ”راد المہند“ ”روشہاب ثاقب“ ”روسیف یمانی“ ”تحقیقات“ ”واقعات السان“ ”ادخال السان“ ”قہر واجد دیان“ وغیرہ کتب علماء اہلسنت ملاحظہ کریں۔

فرمایئے سلفی صاحب! اب کیا فرماتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے اگر کسی کی تکفیر کی ہے تو اس کے کفر کی وجہ سے کی ہے اگر ہمت ہے تو دلائل شرعیہ کی روشنی میں ثابت کریں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اکابر دیوبند کی تکفیر شوق کی بنا پر کی۔

جھوٹ نمبر 5:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے جھوٹ ہوتے ہوئے خود کو اہلسنت قرار دیتے ہوئے لکھا کہ ”اس مناظرے میں اللہ تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا“

(احوال دبیر صفحہ 56)

حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ مولوی سلفی دیوبندی کے مسئلہ ماہ نامہ شمس الاسلام بھیرہ محرم الحرام 1356ھ مطابق اپریل 1937ء جلد نمبر 3 صفحہ 36، 35 کی فائل اس کی تردید کر رہی ہے اس شمارہ میں درج

ہے کہ اس مناظرہ میں مولوی منظور نعمانی شیریشہ السنہ کے مقابل لا جواب ہو گیا اور ان کے دلائل کا جواب نہ دے سکا۔ اس لیے دیوبندیوں کو فاتح قرار دینا سراسر جھوٹ و فریب کاری ہے۔

جھوٹ نمبر 6:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے کہ
 ”ہر مصنف اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ضرور کہیں نہ کہیں کمی بیشی کرتا ہے۔“

(احوال دیر صفحہ 78 ناشر گوشہ علم 1-H-182 واپڈاناؤن لاہور)

یہ مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کا سراسر جھوٹ ہے کہ ہر مصنف اپنی کتاب میں ”ضرور“ کمی بیشی کرتا ہے۔ میرا مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی سے صرف اتنا مطالبہ ہے کہ دلائل کے ساتھ ثابت کرے کہ (1) مولانا کرم الدین نے اپنی ہر کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں کمی بیشی کی (2) یہ بھی ثابت کرے کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی نے اپنی کتاب کے ہر دوسرے ایڈیشن میں ضرور کمی بیشی کی (3) اور یہ بھی بیان کرے کہ اپنی تحریر کردہ کتب کے ہر دوسرے ایڈیشن میں ”جناب“ نے خود بھی ضرور کمی بیشی کی ہے۔

جناب سے استدعا ہے کہ میرے ان مطالبات کو پورا کریں تاکہ آپ کی اس بات کی سچائی ثابت ہو سکے بصورت دیگر اگر ”ہر مصنف“ کی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ”ضرور کہیں نہ کہیں کمی بیشی“ ثابت نہ کر سکیں تو اپنا کذاب ہونا تسلیم کر لیں۔

ایک سوال:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے لکھا ہے کہ ”تحقیق و تدقیق میں ہر بات حرف آخر نہیں ہوتی“

(احوال دیر صفحہ 78 ناشر گوشہ علم 1-H-182 واپڈاناؤن لاہور)

جناب کی اس تحریر کی روشنی میں میرا یہ سوال ہے کہ کیا مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی بابت جناب کی تحقیق حرف آخر ہے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو یہ آپ کی مندرجہ بالا بات کی تکذیب ہے اور اگر کہیں کہ میری تحقیق حرف آخر نہیں تو جناب اس کو منوانے پر ہند کیوں ہیں؟

قاضی مظہر دیوبندی کے بیٹے قاضی ظہورالحسین دیوبندی سے ایک مطالبہ:

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تازیانہ عبرت“ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”حضرت مدنی کا غائبانہ فیض پہنچتا ہے“

(مقدمہ تازیانہ عبرت صفحہ 45 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دیر اکیڈمی پاکستان)

قاضی ظہورالحسین دیوبندی صاحب سے مطالبہ ہے کہ دیوبندیوں کے بین اسلام ”تقویۃ الایمان“ کی روشنی میں اس بات کو درست ثابت کریں اور اگر نہ کر سکیں تو یہ جھوٹ بولنے والے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے بارے میں حکم شرعی واضح کریں؟

جھوٹ نمبر 7:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے احوال دیر میں آفتاب ہدایت سے وہابی کا لفظ نکالے جانے کے متعلق لکھا کہ

”آفتاب ہدایت طبع دوم میں حضرت دیر نے خود ہی اکثر مقامات سے یہ لفظ حذف کر دیا تھا“

(احوال دیر صفحہ ۷۸ ناشر گوشہ علم 1-H-182 واپڈا ٹاؤن لاہور)

قارئین کرام! آفتاب ہدایت طبع اول میں جن مقامات پر وہابی کا لفظ موجود تھا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 1 پر ”وہابیت“ لکھا ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 82 سوال کے اندر ”وہابیوں“ لکھا ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 دو جگہ ”وہابی“ لکھا ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 372 مولانا حسن فیضی کی منظوم تقریظیں ”وہابی“ کا لفظ موجود ہے۔

قاضی مظہر حسین دیوبندی کے زیر اہتمام آفتاب ہدایت کے شائع ہونے والے ایڈیشنوں سے صرف صفحہ 1 پر وہابیت کا لفظ موجود نہیں باقی مقامات پر ابھی بھی موجود ہے لہذا سلفی دیوبندی صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ وہابی آفتاب ہدایت کے ”اکثر“ مقامات سے مولانا کریم الدین دیر نے خود حذف کیا تھا سراسر جھوٹ ثابت ہوا۔ یہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے آفتاب ہدایت کے اپنے زیر اہتمام شائع ہونے والے نسخہ میں صفحہ ۲۰۵ پر تو یزید ملعون کو یزید فاسق سے بدل دیا جبکہ اسی ایڈیشن کے صفحہ ۲۸۴ پر یزید کے بارے میں لفظ ملعون ابھی بھی موجود ہے۔

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی سلفی کی خیانتیں:

خیانت نمبر 1:

سلفی دیوبندی نے لکھا ہے کہ

حضرت مولانا کریم الدین دیر کی تصانیف میں کسی ایک جگہ بھی مولانا احمد رضا خان کا نام نہیں

آیا (احوال دیر صفحہ 58)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

”نہ کبھی آپ نے مولانا احمد رضا خان صاحب کا اپنی تصنیف میں ذکر کیا“ (احوال دبیر صفحہ 65)

حالانکہ مولانا کرم الدین دبیر صاحب نے اپنی کتاب ”پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ“ کے صفحہ 9 اور 11 پر علیحضرت کا ذکر کیا ہے جس کی تفصیل ”مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کے جھوٹ نمبر 1“ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

سلفی دیوبندی کی چالاکी ملاحظہ کریں کہ چونکہ اس کتاب ”پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ“ میں اعلیٰ حضرت کا ذکر موجود تھا اس لئے سلفی دیوبندی نے اس کتاب پر تبصرہ ”تذکار بگویی“ سے نقل کیا کیونکہ اس میں اعلیٰ حضرت کا ذکر نہیں تھا۔ جب کہ مولانا کرم الدین دبیر کی یہ کتاب سلفی صاحب کے پاس موجود تھی۔ صرف اعلیٰ حضرت کے بغض میں اصل کتاب کو نظر انداز کر کے دوسری کتاب سے تبصرہ نقل کیا۔ تاکہ یہ جھوٹ بھی بولا جاسکے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا تذکرہ مولانا کرم الدین دبیر کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

خیانت نمبر 2:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے ”احوال دبیر“ میں مولانا کرم الدین دبیر کی کتاب ”مناظرات ثلاثہ“ پر جو تبصرہ کیا ہے وہ ملاحظہ کریں سلفی دیوبندی لکھتا ہے کہ ”اس میں تین مناظروں کی روئیداد ہے (1) مباحثہ میر پور (2) مناظرہ منصور پور (3) مناظرہ چک رجاوی (گجرات) تفصیل آگے آئے گی یہ کتاب مسلم پریس لاہور سے چھپی تھی۔“ (احوال دبیر صفحہ 174، 175)

اس کے علاوہ مناظرات ثلاثہ پر مزید تبصرہ ”احوال دبیر“ کے صفحہ 214 تا 224 تک کیا لیکن کہیں بھی یہ ذکر نہ کیا کہ ”مناظرات ثلاثہ“ میں مولانا کرم الدین دبیر نے مولوی اسماعیل دہلوی کی تردید بھی کی ہے جو کہ ”مناظرات ثلاثہ“ صفحہ 3، 45، 46 پر ہے دیگر غیر مقلدین کے ساتھ اسماعیل دہلوی کی دو کتب تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کی عبارات اور مولوی خلیل احمد ایٹھوی دیوبندی کے نام سے شائع شدہ کتاب ”براہین قاطعہ“ کا بھی مولانا کرم الدین دبیر نے نام لے کر رو کیا ہے لیکن مولوی عبد الجبار سلفی نے اس کا ذکر نہ کر کے یہاں بھی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ سلفی صاحب یہ ذکر کر دیتے تو ان کے لیے مزید مشکل ہو جاتی کیونکہ ان کے لیے الصوامع البندیہ پر لکھی تقریب پہلے ہی گلے کا نشان بن چکی ہے وہ ان کے گلے سے نکل نہیں پارہی۔

خیانت نمبر 3:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے ”احوال دیر“ میں مولانا کرم الدین دبیرؒ کی کتاب ”صداقت مذہب نعمانی“ پر تبصرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ

”اس رسالہ میں مولانا کرم الدینؒ نے خفی مذہب کی حقانیت کے پر زور دلائل دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ بموجب حدیث رسول ﷺ اتبعوا السواد الاعظم من شد شد فی النار اسی مذہب کی پیروی باعث نجات ہے اس رسالہ میں حضرات اہل حدیث (باصطلاح جدید) کے عجیب و غریب مسائل کی فہرست بھی موجود ہے“ (احوال دیر صفحہ 174)

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی سلفی دیوبندی صاحب نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ سلفی دیوبندی نے صرف یہ لکھا ہے کہ ”اس رسالہ میں حضرات اہل حدیث (باصطلاح جدید) کے عجیب و غریب مسائل کی فہرست بھی موجود ہے“ حالانکہ ”صداقت مذہب نعمانی“ کے صفحہ 17 پر ”عقائد و عملیات و بابیہ“ کے ضمن میں مولانا کرم الدین دبیرؒ نے دیوبندیوں کے عقیدہ امکان کذب کا رد کیا ہے اس کتاب کے صفحہ 18 پر اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان و مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی کفریہ عبارات کا رد موجود ہے اور صفحہ 19 پر براہین قاطعہ کی خرافات کا رد بھی موجود ہے لیکن مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے بددیانتی کرتے ہوئے ان کا ذکر ہی کرنا گوارہ نہ کیا۔ یہ ہے ان دیوبندیوں کی دیانت۔

خیانت نمبر 4:

مولوی عبد الجبار سلفی صاحب نے ”الصوارم البندیہ“ سے مولانا کرم الدین دبیرؒ کی تقریظ نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے۔ ذیل میں مولانا کرم الدین دبیرؒ کی تقریظ کا وہ حصہ ملاحظہ کریں جو مولوی عبد الجبار سلفی نے نقل کیا ہے۔

”دیوبندی جنہ کے سرگروہ خلیل احمد و رشید احمد ہیں نجدی گروہ محمد بن عبد الوہاب سے بھی زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ نجدی تو پہلے ہی مسلمانان مقلدین سے الگ ہو گئے مسلمانوں کو ان کے عقائد خبیثہ سے آگاہی ہو گئی لیکن دیوبندی وہابی نما خفی مسلمانوں سے شیر و شکر ہو کر گویا حلوے میں زہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے ہیں اس لیے یہ خارج از اسلام اور کافر ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کا مدلل و مفصل فتویٰ ان کی نسبت صادر ہو چکا ہے“

(والسلام خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین عفا اللہ عنہ انھیں چکوال جہلم)

مولوی عبد الجبار سلفی نے مولانا کریم الدین دبیر کا فتویٰ نقل کرنے میں بھی یہودیانہ تحریف سے کام لیا ہے اور کہیں بھی یہ اشارہ نہیں دیا کہ موصوف نے کہیں کوئی عبارت چھوڑی ہے۔

مولانا کریم الدین کی تقریظ میں شروع کے یہ الفاظ ”باسمہ سبحانہ حسام الحرمین میں جو کچھ لکھا ہے عین حق ہے۔“ مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے کوا بریانی کی طرح ہضم کر لیے اور بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو نقل نہ کیا۔

مولانا کریم الدین دبیر کی تقریظ یہاں تک نقل کی ”گویا حلوے میں زہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے ہیں“ اس کے بعد درمیان سے قریباً 8 سطریں چھوڑ کر آخری دو سطریں نقل کیں۔ اب ذیل میں وہ سطریں نقل کی جا رہی ہیں جن میں مولانا کریم الدین دبیر نے دیوبندیوں کا شدید رد کیا اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے خیانت کرتے ہوئے انہیں نقل نہیں کیا ملاحظہ کریں۔

”اعاذنا اللہ منہم“ اور اب تو ابن سعود نجدی کے مداح بن کر عملاً مسلمانوں سے انہوں نے عینہدگی اختیار کر لی ہے بہر حال نجدیوں اور دیوبندیوں کے دلوں میں خدا اور رسول خدا کی کچھ عظمت نہیں سے امکان کذب باری کے قائل ہو کر انہوں نے تو بن باری تعالیٰ کے جرم کا ارتکاب کیا ہے حضور ﷺ کی تنقیص شان میں مشرکین سے بھی بڑھ گئے۔ حضور ﷺ کا علم محاذ اللہ حیوانات اور مجاہدین کی طرح اور شیطان کے علم سے کم بتایا۔ میلاد النبی کو کنھیا کے سوانگ سے تشبیہ دی اور میلاد کرنے والوں کو مشرک کہا آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے لایوم من احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولده والناس اجمعین اور چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں حب رسول ﷺ کا ذرہ بھی موجود نہیں“

(الصوامم الہندیہ صفحہ 70 مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی کچا رشید روڈ بلال منج لاہور)

اس حصہ میں چونکہ مولانا کریم الدین دبیر نے دیوبندیوں کو مشرکوں سے بھی بڑھ کر قرار دیا اور کہا کہ ان کے دل میں حب رسول ﷺ کا ذرہ بھی موجود نہیں شاید اسی لیے مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے انہیں نقل نہیں کیا اللہ تعالیٰ ایسے بددیانت لوگوں کے شر سے بچائے آمین۔

سلفی دیوبندی کی خیانت نمبر 5:

دیوبندیوں نے مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تردید مرزائیت میں لکھی گئی لا جواب کتاب ”تازیانہ عبرت“ شائع کی۔ اس کتاب کے حواشی مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے لکھے ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر نے ”تازیانہ عبرت“ میں مرزائیوں کا ایک اعتراض نقل کیا کہ ”جسم خاکی کا گذر کرہ آتش سے ناممکن ہے کیونکہ آگ جلاتی اور خاکی جسم جل جاتا ہے۔“ (تازیانہ عبرت صفحہ 171 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اس اعتراض کے مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد جوابات دیے جن میں سے ایک جواب یہ بھی تھا کہ ”پیغمبر علیہ السلام نور تھے لہذا جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین پھر آگ نور کو جلا سکے؟“ (تازیانہ عبرت صفحہ 172 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اس اقتباس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں یہ بالکل واضح ہے کہ یہاں مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبی پاک علیہ السلام کے نور ہونے سے مراد نور حسی جسمانی ہے۔ کیونکہ یہاں اعتراض ہی جسم اطہر کے متعلق ہے۔ یہاں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کی فنکاری ملاحظہ کیجیے کہ اس اظہر من الشمس عبارت پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”نور ہدایت مراد ہے۔“

(حاشیہ تازیانہ عبرت از عبد الجبار سلفی دیوبندی صفحہ 172)

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے اپنی فنکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عبارت کے حاشیہ میں خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور لکھا کہ اس سے نور ہدایت مراد ہے۔ حالانکہ یہ مفہوم مولانا کرم الدین دبیر کی عبارت کے سیاق و سباق کے بالکل خلاف ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر نے ”تازیانہ عبرت“ میں ”لطاقت جسم رسول“ کے ضمن میں لکھا ہے کہ ”اسی لطافت کے باعث آپ کا سایہ نہ تھا“ (تازیانہ عبرت صفحہ 170 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

بالکل واضح ہو گیا کہ مولانا کرم الدین دبیر کی عبارت پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے مولوی عبد الجبار سلفی نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ ہم اہلسنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہدایت ہونے کے ساتھ نور حسی جسمانی ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کو دیوبندی ثابت کرنے کے لیے پیش کی گئی تلبیسات کا رد:

مولانا کرم الدین دبیر کو دیوبندی ثابت کرنے کے لئے مولوی عبد الجبار سلفی نے جن تلبیسات کو پیش کیا ہے ذیل میں ان پر مختصر تبصرہ کیا جا رہا ہے۔

اعتراض نمبر 1:

احوال دہیر میں عبد الجبار سلفی دیوبندی نے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے حوالے سے لکھا ہے خلاصہ یہ ہے کہ مولوی محمود الحسن دیوبندی کے بھتیجے راشد عثمانی دیوبندی کی تقریر مولانا کرم الدین دہیر نے اپنی مسجد میں کروائی تھی اور انہی کے ہاتھ مولانا کرم الدین دہیر نے دارالعلوم دیوبند کے لیے چندہ بھجوایا تھا۔

جواب: فریق مخالف کے مقابل لا جواب ہو کر اس کے مقابلے کے لیے جعلی کتابیں گھڑ لینے والے دیوبندی علماء کی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی تیار کردہ رسید کے ذریعے مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے یہ دعویٰ کیا کہ مولانا کرم الدین دہیر نے دیوبند میں چندہ بھجوایا جو کہ قطعاً قابل اعتبار نہیں۔

پہلی بات:

یہ بات سراسر جھوٹ ہے کہ

1۔ مولوی راشد عثمانی دیوبندی کی تقریر مولانا کرم الدین دہیر نے اپنی مسجد میں کروائی تھی کیونکہ جب مولانا کرم الدین اکابرین دیوبند کو کافر مرتد اور مشرکوں سے بڑھ کر جانتے تھے تو ان کی تقریر اپنی مسجد میں کیوں کر کر سکتے ہیں؟

دوسری بات:

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اپنی کتاب خارجی فتنہ جلد اول میں ایک مشہور سنی واعظ مولانا محمد اکرم شاہ المعروف قطبی شاہ صاحب سے متعلق دیوبندی اخبار الانجم کے ایڈیٹر مولوی عبدالشکور لکھنوی صاحب نے درخواست کی تھی کہ

”تاجیز مدیر الانجم نے اپنے آخری سفر پنجاب میں مولوی صاحب موصوف سے درخواست کی تھی کہ اپنے تبلیغی دوروں کے حالات الانجم کے لیے بھیج دیا کریں۔“

(خارجی فتنہ صفحہ ۵۴۱ ناشر تحریک خدام اہل سنت چکوال ضلع جہلم)

مولانا اکرم شاہ صاحب المعروف قطبی شاہ صاحب وہی ہیں جنہوں نے مناظرہ سلاں والی میں اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ساتھ تھے کیا عبدالشکور لکھنوی صاحب کی درخواست سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہے کہ لکھنوی صاحب نے بریلوی مسلک قبول کر لیا تھا اس لیے ایک بریلوی عالم سے درخواست کی کہ اپنے دوروں کے

حالات انہم میں بھیج دیا کریں؟ اگر سلفی صاحب جواب دیں کہ یہ استدلال درست نہیں تو پھر خود کیوں اس طرح کے لغو استدلال کے ذریعے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تیسری بات:

ذیل میں دیوبندیوں کی چند جعل سازیاں ملاحظہ کریں۔

دیوبندیوں کی جعل سازی کا پہلا ثبوت:

قاضی مظہر حسین دیوبندی دجال زمانہ مولوی حسین احمد مدنی صاحب کے خلیفہ ہیں ہے اور حسین احمد مدنی صاحب نے اپنی کتاب ”شہاب ثاقب“ میں اعلیٰ حضرت کے رد کے لیے دو کتابیں اپنے جی سے گھڑ کر اعلیٰ حضرت کے سامنے پیش کیں۔ ذیل میں مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی کا دجلہ و فریب ملاحظہ کریں جس میں مدنی صاحب نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے کہ

”جناب شاہ حمزہ مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ پندرہ میں ارقام فرماتے ہیں وہ علم غیب صفت خاص ہی رب العزت کی جو عالم الغیب کو الشہادت ہے جو شخص رسول خدا ﷺ کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امور خفیہ معلوم ہوتا جسے غیب کہنا گمراہی ہے اور جمیع مخلوقات تعوذ باللہ عالم الغیب ہے“ (شہاب ثاقب طبع اول) اس کے بعد مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی ایک اور جعلی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ

”علاوہ ازیں جناب بندہ درہم و دینار کے دادا یعنی مولوی رضا علی خاں صاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صادق سینا پور صفحہ 30 میں فرماتے ہیں حضور سید عالم ﷺ کو علم غیب بالواسطہ تھا یعنی بذریعہ وحی کے تعلیم معلوم ہوتا تھا یہ اعلیٰ قدر مراتب سب کو حاصل ہے اور علم غیب مطلق وبالذات کا اعتقاد رکھنا مضی الی الکفر ہے اور نص قطعی کے خلاف اس میں تاویل اور ایر پھیر کرنا بے دین کا کام ہے“ (شہاب ثاقب طبع اول)

یہ وہ دو کتابیں ہیں جو قاضی مظہر حسین کے پیرومرشد مولوی حسین احمد مدنی نے اعلیٰ حضرت کے مقابلہ لا جواب ہو کر گھڑیں حالانکہ ان کتب کا کہیں بھی وجود نہیں اس لیے یہ نتیجہ نکالنا چنداں مشکل نہیں کہ جس کا پیرومرشد وہ کتابیں گھڑ سکتا ہے وہ خود درو روپے دے کر اپنے والد کے نام رسید کیوں نہیں بنا سکتا؟ ان دو جعلی کتابوں کو مولوی حکیم زکی اللہ فاضل دیوبند نے اپنی ”کتاب دافع الشہتان عن عباد الرحمن“ مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس دہلی کے صفحہ

12 پر باحوالہ سیف النبی اہلسنت کے مقابل پیش کیا اس کے علاوہ ایک اور جعلی کتاب ”تختہ المقلدین“ سے مولوی فاضل دیوبندی نے ”پاگلوں کی کہانی“ مطبوعہ مکتبہ القاسم مسلم آباد شالامار ٹاؤن لاہور کے صفحہ 67 پر اور مولوی ابونافع دیوبندی نے ”رضا خانیوں کی کفر سازیاں“ مطبوعہ تحفہ نظریات دیوبند اکادمی کراچی کے صفحہ 132 کے حاشیہ میں ہمارے خلاف بطور حوالہ پیش کیا۔

اگر کسی دیوبندی میں ہمت ہے تو ان کتابوں کا وجود ثابت کرے شہاب ثاقب میں موجود ان دو کتابوں کے جعلی ہونے کا اقرار مولوی مفتی اقل عثمانی دیوبندی نے بھی کیا ہے ملاحظہ ہو (نقوش رفیعگان صفحہ 399 مطبوعہ کراچی) لہذا قاضی مظہر حسین دیوبندی کے تمام بیانات نامعتبر ٹھہرتے ہیں۔

ضروری نوٹ

ہو سکتا ہے کہ مولوی عبدالحبار سلفی صاحب یہ عذر پیش کریں کہ شہاب ثاقب میں درج دو جعلی حوالہ جات سیف النبی کے حوالہ سے لکھے گئے ہیں تو جواباً عرض ہے کہ شہاب ثاقب کے پہلے ایڈیشن میں ان حوالہ جات کو سیف النبی کے بغیر نقل کیا گیا ہے بعد والے ایڈیشن میں سیف النبی کا حوالہ نقل کیا گیا ہے لہذا یہ عذر قابل قبول نہیں۔

دیوبندیوں کی جعل سازی کا دوسرا ثبوت:

تقریباً 2 سال پہلے لاہور سے دیوبندیوں کے ایک رسالے بنام ”راہ سنت“ کے ایڈیٹر مولوی حماد دیوبندی اینڈ کمپنی نے اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ”نطق الاحلال“ شائع کیا ہے یہ رسالہ مکتبہ سعیدہ جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد سے شائع ہوا تھا جس کے کل صفحات 47 تھے لیکن اب اسے دیوبندیوں نے شائع کیا تو اس کے 32 صفحے غائب کر دیے اور شروع میں جہاں 12 ربیع الاول لکھا تھا وہاں 8 کر دیا یوں دیوبندیوں نے اپنے ذوق تحریف کی تسکین کی۔ جب فقیر نے ان کی اس ذلیل حرکت پر ان کا رد کیا تو جواباً انہوں نے کہا کہ یہ بریلویوں نے خود چھپوائی ہے حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ 15 صفحات پر مشتمل تحریف شدہ نطق الاحلال قطعاً اہلسنت نے شائع نہیں کی اس بات کی تصدیق مکتبہ سعیدہ جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد سے کی جاسکتی ہے۔ اگر اس تحریف سے دیوبندی انکاری ہوں تو وہ حلفیہ بیان دیں کہ اگر تحریف کی شرمناک اس کاروائی میں دیوبندی کسی بھی طرح ملوث ہوں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی اور اللہ تعالیٰ ان کا حشر

فرعون و حامان کے ساتھ کرے۔ جو فرقہ اپنے مخالف کو نیچا دکھانے کے لیے اس طرح کی جعل سازیوں کر سکتا ہے اس پر کب کسی کو اعتماد ہو سکتا ہے؟ ان کی مجلسازیوں اور تحریقات پر بندہ کا مستقل مضمون بنام عنوان ”دیوبندی خود بدلتے نہیں کتابوں کو بدل دیتے ہیں“ مجلہ ”کلمہ حق“ لاہور اور دو ماہی ”مسلمک“ بمبئی (انڈیا) اہلسنت میں بیک وقت شائع ہو رہا ہے جس کی 7 اقساط شائع ہو چکی ہیں۔

دیوبندیوں کی مجلسازی کا تیسرا ثبوت:

دیوبندیوں کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے حضور نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ

آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 214 مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر 2 اردو بازار کراچی) قارئین کرام یہ حضور ﷺ پر زرا بہتان ہے آج تک دیوبندی ایسی کوئی حدیث نہیں پیش کر سکے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ مجھ کو بھائی کہو جس فرقہ کے پیشوا حضور ﷺ پر جھوٹ بولنے سے نہ شرمائیں وہ اگر مولانا کریم الدین دیرعلیہ الرحمہ کے متعلق جھوٹ گھڑ دیں تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔

دیوبندیوں کی مجلسازی کا چوتھا ثبوت:

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی نے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے نمبرہ مولوی طاہر احمد قاسمی کے بارے میں لکھا ہے کہ

”مرتب صاحب نے مسلمانوں کو دجل و فریب میں ڈالنے کے عجیب عجیب پہلو اختیار فرمائے ہیں۔ اگرچہ موصوف کی زندگی کا یہ واقعہ کوئی نادر واقعہ نہیں ہے لیست باول قارودۃ کسرت فی الاسلام بلکہ یہ موصوف کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔“

(کشف حقیقت صفحہ 14 طابع و ناشر محمد وحید الدین قاسمی دفتر جمعیت علماء ہند دہلی)

یعنی مولوی طاہر احمد قاسمی دیوبندی کے لیے دجل و فریب کرنا بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ دیوبندیوں کے دجل و فریب کے متعلق بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ابھی صرف ان 4 مثالوں پر ہی اکتفا کرتا ہوں جس سے عاقل کو یہ اندازہ کرنے میں چنداں دشواری نہیں ہوگی کہ دیوبندی فرقہ کو دجل و فریب میں مہارت تامہ حاصل ہے اس لیے ان کی بات کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری پر لطف بات یہ ہے کہ بقول قاضی مظہر دیوبندی و عبدالحجاز سلفی دیوبندی مولانا کرم الدین دہلوی نے دیوبند کے لیے چندہ دیا ہم تو اس بات کو نہیں مانتے یہ بالکل غلط اور ٹکواس ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مسجد یا مدرسہ میں چندہ دینے سے ہم مسلک ہونا لازم ہوتا ہے تو پھر فتاویٰ رشیدیہ سے سوال مع جواب ملاحظہ کیجئے۔

سوال: شیعہ یا ہندو یا نصاریٰ یا یہود مسجد بنادے یا اس کی مرمت کرے یا چندہ وغیرہ میں شریک ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں فقط

جواب: اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے تو ان کا موقف درست ہے ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تب بھی درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 523 مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب وکان نمبر 2 اردو بازار کراچی)

اب میرا سوال یہ ہے کہ اگر آپ کے بقول مولانا کرم الدین دہلوی نے دیوبند میں چندہ بھجوا یا تھا کیونکہ وہ دیوبندی ہو گئے تھے لہذا ہندو شیعہ وغیرہ جو اگر دیوبندیوں کے عبادت خانے میں چندہ دیں تو کیا چندہ دیتے ہی یہ دیوبندی ہو جائیں گے؟ جو جواب بھی دیں معقول ہو یا ہم متعارض نہ ہو کیونکہ مولانا کرم الدین دہلوی کے نزدیک بھی دیوبندی ان کے ہم مسلک نہیں اور شیعہ وغیرہ کے نزدیک بھی دیوبندی ان کے ہم مسلک نہیں۔ بینو

دارالعلوم دیوبند میں چندہ دینے کے لیے مذہب و ملت کی کوئی قید نہیں ہے:

مولوی محبوب رضوی دیوبندی نے ”تاریخ دارالعلوم دیوبند“ میں لکھا ہے کہ

”چندے کی نسبت دارالعلوم کا شروع سے طے شدہ اصول یہ رہا ہے کہ اس میں نہ تو چندے کے لیے کوئی لازمی مقدار مقرر کی گئی ہے نہ مذہب و ملت کی تخصیص روا رکھی گئی ہے چندے کی اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں ”چندے کی مقدار مقرر نہیں ہے اور نہ خصوصیات مذہب و ملت ہے“ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد اول صفحہ 152 تا شریعہ محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ جلد اول کراچی)

یہی عبارت اس کتاب کی جلد اول صفحہ 194 پر بھی درج ہے لیکن اس میں اتنا زائد ہے کہ ”دارالعلوم کی رودادوں میں جا بجا اہل ہندو اور دوسرے غیر مسلم چندہ دہندگان کے نام درج ہیں اور یہ سلسلہ شروع سے لے کر اب تک جاری ہے اس کے علاوہ دارالعلوم کے ابتدائی سالوں میں فارسی و ریاضی کے درجات میں مسلمان بچوں کے دوش بدوش ہندو بچوں کی تعلیم کا سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا ہے۔“

(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد اول صفحہ 194 تا شریعہ محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی)

سلفی صاحب سے گزارش ہے کہ ادھر بھی توجہ کریں اور دیوبندیوں میں چندہ دینے والے ہندوؤں اور ہندو بچوں کو بھی دیوبندی قرار دے ڈالیں کیونکہ آپ کی تحریر سے تو یہی ثابت ہو رہا ہے کہ دارالعلوم دیوبندی میں چندہ صرف دیوبندی دیتے ہیں کیونکہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جناب اس جعلی رسید کو قطعاً مولانا کریم الدین دبیر کے مسلک کی تبدیلی کے لیے بطور دلیل یا شاہد پیش نہ کرتے۔

مولوی عبد الجبار سلفی سے ایک سوال:

جیسا کہ ”مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند“ کے حوالے سے آپ نے پڑھا کہ دیوبندیوں میں ہندوؤں کے بچے بھی پڑھتے تھے اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ہندو بچہ دیوبندیوں میں تعلیم حاصل کرے اور اس کا والد دیوبندیوں میں چندہ جمع کروائے تو کیا اس بات سے اس بچے کے والد کا دیوبندی ہونا ثابت ہو جائے گا؟ یا اس کی طرف سے کوئی وضاحت درکار ہوگی کہ میں ہندو مذہب کو چھوڑ کر دیوبندی مسلک قبول کرتا ہوں؟ اگر مسلک کی وضاحت درکار ہے تو یہ اصول مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کے بارے میں کیوں یاد نہیں؟

اعتراض نمبر 2:

مولوی عبد الجبار سلفی نے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے حوالے سے دوسری دلیل یہ دی کہ مولوی اعجاز علی دیوبندی اور مولانا کریم الدین دبیر کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔

جواب: پہلی بات:

☆ اگر بالفرض یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے کہ مولانا کریم الدین دبیر اور مولوی اعجاز علی دیوبندی کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی ہے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ مولانا کریم الدین دبیر نے دیوبندی مسلک قبول کر لیا تھا؟ اگر اسی خط و کتابت کی وجہ سے آپ کے اصول کے مطابق ہم یہ کہیں کہ مولوی اعجاز علی دیوبندی نے بریلوی مسلک قبول کر لیا تھا تو کیا آپ دیوبندی حضرات اسے درست تسلیم کر لیں گے؟ یقیناً نہیں بلکہ یوں چلائیں گے کہ ان خطوط میں مسلک تبدیل کرنے والی بات کا ذکر نہیں ہے اس لیے یہ بات درست نہیں بعینہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مولانا کریم الدین کی تحریر سے ہرگز اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے دیوبندی مسلک قبول کیا تھا اس لیے بشرط صحت بھی ان خطوط سے استدلال کرنا درست نہیں۔

سلفی دیوبندی صاحب سے چند استفسارات:

مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کی وفات پر قاری محمد حنیف جالندھری دیوبندی نے ایک تعزینی خط لکھا جس کا عکس کتاب "مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمی اشرفی مرتب عبدالحق ظفر چشتی کے صفحہ 113 پر دیکھا جاسکتا ہے اس خط میں قاری حنیف جالندھری دیوبندی نے ان کو اپنا مخدوم تک لکھا ہے تو کیا اس خط کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ قاری حنیف جالندھری دیوبندی صاحب نے بریلوی مسلک قبول کر لیا ہے؟ سعودی سلطان عبدالعزیز کے درمیان خط و کتابت ہوئی جس کو دیوبندیوں کے امام مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی کے صاحبزادے مولوی عبدالحق خان بشیر دیوبندی نے مرتب کیا اور "حق چار یار اکیڈمی مدرسہ حیات النبی محلہ حیات النبی گجرات" کی طرف سے شائع کیا گیا کیا اس خط و کتابت کی بنا پر طرفین میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ انہوں نے دوسرے فریق کا مسلک اختیار کر لیا ہے؟

☆ **المنہج** علیہ الرحمہ نے حرمت زناغ کے مسئلہ پر رشید گنگوہی کو خط لکھا جو اب گنگوہی صاحب نے بھی خط لکھا جو کہ رسالہ "دفع زلیح زناغ" میں شامل ہے کیا اس بنا پر یہ دعویٰ کرنا درست ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے بریلوی مسلک قبول کر لیا تھا؟

یقیناً آپ کا جواب نہ میں ہوگا تو پھر بالفرض یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو بھی جائے کہ مولانا کرم الدین دیر اور مولوی اعجاز علی دیوبندی کے درمیان خط و کتابت رہی تو اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا ہے الغرض یہ بات نہایت بچکانہ اور بے وقوفانہ ہے کہ مولانا کرم الدین دیر کو ان لغویات کے سہارے دیوبندی ثابت کیا جائے۔

دیوبندیوں کے پاس مولانا کرم الدین دیر کی کوئی ایسی تحریر موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت کر سکیں کہ مولانا کرم الدین دیر نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا تھا اگر مولانا کے ہاتھ کا لکھا کوئی ثبوت ہوتا تو یہ ضرور پیش کرتے۔

چونکہ ایسے کسی بھی ثبوت سے یہ جہی دامن ہیں اس لیے اس طرح کی لغو باتوں سے یہ اپنے دل کو بہا رہے ہیں اور ویسے بھی علماء اہلسنت کو اپنے کھاتے میں ڈالنا دیوبندیوں کے لیے کوئی نئی بات نہیں۔ اس کی کچھ تفصیل ابتدا میں بیان ہو چکی ہے۔

مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کے اہلسنت وجماعت (بریلوی) ہونے کا ثبوت دیوبندیوں کے قلم سے:

دیوبندیوں کے مفتی اعظم مولوی زرولی خان آف کراچی کے زیر اہتمام ایک کتاب بنام ”فیضان دیوبند“ شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں مفتی زرولی خان دیوبندی نے لکھا ہے کہ ”یہ ایک جامع اور مفید تالیف ہے جسے بڑے عمدہ انداز میں مرتب کیا ہے جو کہ یقیناً اہلسنت دیوبندی مکتب فکر کے تمام افراد کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔ ہم خلوص دل سے علامہ قادری صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔“ (فیضان دیوبند صفحہ 21 ناشر شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ، احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر 2 کراچی)

مفتی زرولی کی پسندیدہ کتاب میں مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”مولوی کرم الدین دیر بریلوی آف بھیں ضلع جہلم موجودہ چکوال نے اپنی زندگی مسلک بریلوی کی خدمت کی ہے لیکن ان کے صاحبزادہ فاضل جلیل وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین فاضل دارالعلوم دیوبند آف چکوال نے فرمایا کہ میرے والد محترم مسلک دیوبندی تھے کیونکہ انہوں نے مجھے دینی تعلیم کے لیے دیوبند میں تعلیم دلوانے کے لیے ایک خط بنام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر کہا کہ یہ میرا خط حضرت شیخ مدنی کو دے دینا اور دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مناظرہ سلاواولی ضلع سرگودھا میرے والد محترم کے عقائد میں تبدیلی آگئی تھی اس لحاظ سے وہ مسلک دیوبندی ہو گئے تھے۔ حالانکہ مندرجہ بالا دونوں باتیں بالکل غیر ثقہ اور غیر معتبر ہیں اور دیوبندی ہونے کی ہرگز تائید اور تصدیق نہیں کر ہیں کیونکہ مولانا محمد کرم الدین صاحب آف جہلم کی اپنی کوئی ایک بھی تحریر نہیں ملتی کہ میں دیوبندی ہوں بریلوی نہیں ہوں اور مناظرہ سلاواولی کے بعد بھی مولوی محمد کرم الدین صاحب آف بھیں کی کوئی تحریر ایسی ہرگز سامنے نہیں آئی کہ جس میں انہوں نے فرمایا ہو میں مناظرہ سلاواولی کے بعد بریلوی عقائد چھوڑ کر خفی دیوبندی ہو گیا ہوں اور مولوی کرم الدین صاحب آف بھیں کا کوئی فتویٰ اور کوئی تحریر بریلی علماء کے خلاف ہرگز نہیں ہے بلکہ ائمہ الحرمین شریفین اور علمائے اہلسنت دیوبند کے خلاف فتویٰ پر دستخط اور تائید و تصدیق البتہ ضرور ہے غرضیکہ مولوی محمد کرم الدین دیر بریلوی صاحب آف بھیں کے پختہ بریلوی ہونے کی تائید و تصدیق خوب ملتی ہے جیسا کہ انہوں نے سعودی حکومت کے خلاف بریلی شریف سے جاری ہونے والا فتویٰ بنام ”التواء الحج“ پر ان کی تائید و تصدیق اور دستخط موجود ہیں جس کی انہوں نے

زندگی بھر تری دید نہیں کی اور مولوی محمد کرم الدین صاحب آف بھیس کو بریلوی علماء نے اپنے اکابر میں شمار کیا ہے۔“
(فیضان دیوبند صفحہ 38 ناشر شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن بلاک نمبر 3 کراچی)
اس کے بعد اس کتاب میں مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی حضور خیر پیشہ اہل سنت کی کتاب
”الصوارم الہندیہ“ پر لکھی گئی تقریظ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

کتاب ”فیضان دیوبند“ کے صفحہ 379 پر بھی مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کو بریلوی کہا گیا ہے اور
مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کا کچھ حصہ نقل کیا ہے ذیل میں ”فیضان دیوبند“ کتاب سے اقتباس
ملاحظہ کریں جس میں لکھا ہے کہ

مولوی محمد کرم الدین دبیر بریلوی ساکن بھیس ضلع جہلم موجودہ چکوال نے اپنے بریلوی مولویوں کے
کہنے پر آئمہ الحرمین شریفین کے خلاف دل آزار فتویٰ پر دستخط کیے اور بریلوی فتویٰ کی خوب تائید اور تصدیق فرمائی
کہ جب تک ابن سعود کی حکومت قائم ہے اس وقت تک مسلمانوں پر حج ضروری نہیں ہے یعنی کہ یہ فتویٰ جاری کر دیا
کہ۔۔۔۔۔ ابن سعود نا مسعود علیہ ماعلیہ کے تمام مسلمانوں پر حج واجب نہیں اور التواء حج ضروری
(ہے)۔۔۔۔۔ ابن سعود کا اخراج حجاز مقدس سے واجب ہے اور اس کی بہترین تدبیر یہی ہے کہ جب تک ابن
سعود کے ناپاک قدم سے ارض مقدس پاک نہ ہو جائے حج ملتوی کر دیا جائے الاثم محمد کرم الدین عفا عنہ نزہیل
بلدہ بھیس من مضافات جہلم بقلعہ تنویر لکچہ لمن یحجز التواء لکچہ صفحہ 32، 1345 ہجری باہتمام مولوی محمد ابراہیم
رضا بریلوی بار اول مطبع اہلسنت والجماعت واقع آستانہ عالیہ رضویہ بریلی“ (فیضان دیوبند صفحہ
379، 380 مطبوعہ شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر 2 کراچی)

اس عبارت پر تبصرہ کی ضرورت نہیں یہاں بالکل واضح الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ مولانا کرم الدین
دبیر علیہ الرحمہ اہلسنت و جماعت بریلوی مسلک کے ساتھ تعلق رکھتے تھے ان کو دیوبندی کہنا درست نہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کی تبدیلی کی بابت دیوبندی علماء کا قاضی مظہر حسین
دیوبندی پر عدم اعتماد:

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تازیانہ عبرت“ کے مقدمہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی
نے بھی لکھا ہے کہ

”بعض متبعین دیوبند علماء نے بھی میرے بیان پر اعتقاد نہیں کیا اور یہ طعن دہرایا کہ مولانا کرم الدین صاحب نے 15 ذالحجہ 1355 میں دیوبندی مناظرہ میں بریلوی علماء کی طرف سے صدارت کی تھی بے شک یہ واقعات صحیح ہیں“ (مقدمہ تازیانہ عبرت صفحہ 45۔ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

یہ تمام دلائل پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عیدالہجبار سلتی دیوبندی جھوٹے ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کی کتاب آفتاب ہدایت دیوبندیوں کی طرف سے میں دس تحریفات:

قاضی مظہر حسین دیوبندی کا آفتاب ہدایت میں تحریف کرنے کا واضح اقرار:

”قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے ”آفتاب ہدایت“ کے مقدمہ میں اپنی جانب سے تحریف کرنے کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”متن میں کہیں کہیں معمولی حذف و ترمیم بھی ہوئی“ (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 15 ناشر مکتبہ رشید یہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار چکوال ضلع جہلم)

قاضی مظہر حسین دیوبندی کی جانب سے اس اقرار سے یہ واضح ہو گیا کہ آفتاب ہدایت میں ”جناب موصوف“ نے اپنی دست اندازیاں کی ہیں۔

مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی صاحب کا دوزخا پن:

آفتاب ہدایت پر قاضی مظہر حسین دیوبندی نے جو مقدمہ لکھا اس کی تعریف کرتے ہوئے مولوی سرفراز گلکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اس کا مفید اور معلومات افزا مقدمہ مولف مرحوم کے فرزند ارجمند ہمارے مخلص بزرگ اور شیخ العرب العجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے قلم حق گو کا تحریر کردہ ہے جس میں بہت سے غفی گوشے اجاگر کر کے پیش کیے گئے ہیں“ (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 5 ناشر مکتبہ رشید یہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار چکوال ضلع جہلم)

اس مقدمہ میں قاضی صاحب نے اقرار کیا

ہے کہ انہوں نے متن میں کہیں کہیں معمولی حذف و ترمیم بھی کی ہے اصل کو ہی رہنے دیں سرفراز گلکھڑوی صاحب نے اس بات کا رد نہیں کیا حالانکہ یہی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی صاحب اپنی کتاب ”تسکین الصدور“ میں ”تقویۃ الایمان“ کے متن میں ناشر کی جانب سے کی گئی تحریف کے متعلق لکھتے ہیں کہ

”اب دلی محمد اینڈ سنز تاجران اردو بازار پاکستان چوک کراچی نے جو نسخہ طبع کرایا ہے اس میں یہ عبارت ہی بدل دی ہے اللہ تعالیٰ خائنین سے بچائے ان کو اس کا تو حق تھا کہ وہ اس عبارت کو برقرار رکھ کر حاشیہ پر دلائل سے اس کی تردید کرتے جو ایک علمی خدمت سمجھی جاتی لیکن عبارت ہی کو اڑا دینا پرلے درجے کی علمی خیانت ہے“ (تسکین الصدور صفحہ 409 مکتبہ صفحہ یہ زبد در سر نصرۃ العلوم گھنڈہ گھر گوجرانوالہ)

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں قاضی مظہر صاحب کی اصلاح کیوں نہ کی گئی کہ جناب من! مصنف کی کتاب میں کسی دوسرے شخص کی جانب سے کمی بیشی کرنا پرلے درجے کی علمی خیانت ہے۔ شاید اس لیے کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں لہذا ان کے لیے یہ پرلے درجے کی علمی خیانت کرنا روا سمجھی جائے گی۔

قارئین کرام! اب آئیے اور قاضی مظہر حسین صاحب کی جانب سے کی جانے والی کچھ تحریفات کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

تحریف نمبر 1:

مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”آفتاب ہدایت“ کا انتساب پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے ساتھ کیا تھا۔ لیکن قاضی مظہر حسین دیوبندی نے اس کو بدل کر اس کا انتساب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا تا کہ یہ جھوٹ آسانی سے بولا جاسکے کہ مولانا کریم الدین دبیر دیوبندی ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام انتساب کو نکال دیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”تاریخ نہ عبرت“ طبع دوم ۱۹۳۲ میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں ”حضرت حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دام برکاتہم (تاریخ نہ عبرت صفحہ ۲۹۳ ناشر قاضی محمد کریم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان) اس کے علاوہ مناظرات ثلاثہ میں مولانا کریم الدین دبیر پیر جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

”برگزیدہ اور مقدس بزرگ حضرت پیر صاحب علی پوری مدظلہ“ (مناظرات ثلاثہ صفحہ ۷ مطبوعہ مسلم پریس لاہور) مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ صداقت مذہب نعمانی میں بھی لکھتے ہیں کہ ”حضرت اقدس پیر جماعت علی شاہ صاحب مدظلہم“ (صداقت مذہب نعمانی صفحہ ۳ مطبع سراج المطابع جہلم) ان اقتباسات سے مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں عقیدت کا پتہ چلتا ہے سوال یہ ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے باقی کتب میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کا نام کیوں باقی رہنے دیا؟

تحریف نمبر 2:

کتاب آفتاب ہدایت میں اسلام کے دشمن فرقوں میں وہابیت کو بھی شامل کیا گیا ہے لیکن بعد میں شائع ہونے والے ایڈیشنوں میں سے قاضی مظہر حسین دیوبندی نے وہابیت کے لفظ کو نکال کر یہودیوں کے پیرو کار ہونے کا ثبوت دیا۔ لطف یہ کہ اس محرف ایڈیشن میں اگلے صفحات پر وہابی کا لفظ اب بھی موجود ہے جو کہ قاضی مظہر حسین صاحب کی دستکاری سے محفوظ رہا اس لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کتاب کے شروع سے وہابیت کا لفظ نکال دیا جائے لیکن اگلے صفحات پر وہابیت کا نام لے کر کیا گیارہ باقی رکھا جائے؟

تحریف نمبر 3:

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ آفتاب ہدایت طبع اول میں حرمین شریفین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہل سنت والجماعت مقلدین کا رہا ہے اور رہے گا“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کرمی سٹیم پریس لاہور) لیکن قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے غیر مقلدوں کی دلجوئی کے لیے آفتاب ہدایت میں تحریف کرتے ہوئے مسلمانان اہلسنت والجماعت کے ساتھ مقلدین کا لفظ اڑا دیا کیونکہ دیوبندی فرقہ کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے وہابیہ کے شیخ الکل فی الکل مولوی نذیر حسین دہلوی کے بارے میں لکھا کہ

”ان کو مردود اور خارج اہل سنت کہنا بھی سخت بے جا ہے عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ احوال میں مختلف ہوتے ہیں“ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 62 محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر 2 اردو بازار کراچی)

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد بھی لکھتے ہیں کہ

”چونکہ ان دونوں شاخوں کا مخرج ایک ہی تھا یعنی شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس لیے سوائے مسئلہ تقلید کے تردید و سوم شریک میں دونوں شاخیں ایک دوسرے کے موافق اور موید ہیں“

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ 414، 415 مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ ایک روڈ لاہور)

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب اور مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کے حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ عقیدہ غیر مقلد و مقلد ایک ہی ہیں یعنی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

اس لیے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اپنے غیر مقلد بھائیوں کی دلجوئی کے لیے مقلدین کا لفظ نکال دیا کہ غیر مقلد بھی دیوبندی حضرات کے ہم عقیدہ اور ہم مخرج بھائی ہیں۔

تحریف نمبر 4:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ ”آفتاب ہدایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم اولین و آخرین و ماکان و مایکون سے آگاہ مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو واضح کر لی لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسول پاک پر الزام آتا ہے کہ آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور ماکان و مایکون سے آگاہ ہونے ذاتِ قربی کا معنی کا معنی بھی نہ سمجھ سکے پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے۔

اس نے باوجود اس قول پاک کے وَلَقَدْ يَسْرُنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (ہم نے قرآن کو ذکر کے لیے بہت سہل کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معممہ کے طور پر فرمایا کہ نہ اس کا معنی صاحب الوجہ سمجھ سکے نہ وحی ہی کی سمجھ میں آیا اور اس کے متعلق بلاوجہ نبی علیہ السلام کو اس قدر تردد کرنا پڑا“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 231 مطبوعہ کرمی سٹیم پریس لاہور)

قارئین کرام! اس اقتباس سے بالکل واضح ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم اولین و آخرین و ماکان و مایکون کا عالم سمجھتے تھے چونکہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت دیوبندیوں کی دھرم پشت تک تقویۃ الایمان کے خلاف تھی اس لیے قاضی مظہر صاحب نے اس نقل کردہ اقتباس (میں سے وہ حصہ جس میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم ماکان و مایکون لکھا ہے) کو یوں بدلا ”آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور ”حسب زعم شیعہ ماکان و مایکون“ سے آگاہ ہونے کے ذاتِ قربی کا معنی بھی نہ سمجھ سکے“ (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 238 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چیمبر بازار

چچوال ضلع جہلم) قارئین کرام آپ نے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی فنکاری ملاحظہ کی کہ انہوں نے ماکان وما یکون سے پہلے ”حسب ذمہ شیعہ“ کے الفاظ لکھ دیئے۔ تاکہ یہ گمان بھی نہ ہو سکے کہ مولانا کرم الدین دبیر حضور علیہ السلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم ماکان وما یکون کے اثبات کا عقیدہ رکھتے تھے اس کا ثبوت قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے اقراری بیان سے ملاحظہ کیجئے جس میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ”سلطانوالی ضلع سرگودھا علماء دیوبند نے علماء بریلی کے مابین آنحضرت ﷺ کے لیے ”علم غیب کلی ماکان وما یکون“ کے موضوع پر ایک معرکہ الآراء مناظرہ ہوں جس میں مولانا مرحوم علماء بریلی کی طرف سے صدر مقرر ہوئے“ (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 21 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار چکوال ضلع جہلم) قارئین کرام! قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے اس بیان سے بھی ثابت ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کلی ماکان وما یکون کے قائل تھے اگر آپ کا یہ موقف نہ ہوتا تو آپ قطعاً مناظرہ میں علماء اہلسنت بریلی کی طرف صدر مناظرہ نہ بنتے پس ثابت ہو گیا کہ آفتاب ہدایت میں حسب ذمہ شیعہ کے لفظ شامل کر کے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے تحریف لفظی کا ارتکاب کیا ہے۔

تحریف نمبر 5:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ آفتاب ہدایت میں یزید کے متعلق اہلسنت کا موقف بیان کرتے ہوئے ملعون لکھتے ہیں کہ اہلسنت ”اس ملعون کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 198 مطبوعہ کریکیم پریس لاہور) جبکہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اس عبارت کو یوں بدل دیا کہ اہل سنت تو ”اس فاسق کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے“ (آفتاب ہدایت صفحہ 205 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار چکوال ضلع جہلم) یعنی یزید ملعون کی جگہ یزید فاسق کر دیا۔ حالانکہ آفتاب ہدایت طبع اول کے صفحہ 280 پر بھی ”یزید ملعون“ لکھا ہے جو کہ آفتاب ہدایت طبع ہشتم کے صفحہ 284 پر بھی برقرار ہے۔ لہذا اس جگہ قاضی صاحب لفظ ملعون کو تبدیل کرنا بھول گئے ہیں۔ جس طرح آفتاب ہدایت کے باقی مقامات سے وہابی کالفاظ نکال سکے۔

تحریف نمبر 6:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ نے آفتاب ہدایت میں وہابیوں کا رد کرتے ہوئے بیت المقدس مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”ان مقامات مقدسہ میں بہت سے انبیاء عظام کے مرقد ہیں اور وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں رہنی چاہیے۔“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کریکیم پریس لاہور)

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اس عبارت کو یوں بدلا۔

ان مقامات مقدسہ میں بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 100 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل چیپٹر بازار چکوال ضلع جہلم)

مندرجہ بالا نقل کردہ فقرے میں ”بہت سے انبیائے عظام کے مرقد ہیں“ کی جگہ ”بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں“ کر دیا گیا ہے یعنی انبیائے عظام کو بدل کر اولیائے کرام کر دیا ہے۔ (علیہم السلام اور رحمہم اللہ تعالیٰ)

تحریف نمبر 7:

اس کے بعد مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے اسی سلسلہ میں لکھا کہ ”وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ دینی چاہیے جو تمام انبیاء کی یکساں عزت کرتا ہو“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کریک سٹیم پریس لاہور)

لیکن قاضی مظہر حسین صاحب دیوبندی نے اس عبارت کو یوں بدل دیا کہ

”وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ دینی چاہیے جو تمام کی یکساں عزت کرتا ہو“

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 100 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چیپٹر بازار چکوال ضلع جہلم)

اس مندرجہ بالا عبارت میں سے بھی قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے ”انبیاء“ کا لفظ نکال کر

تحریف لفظی کا ارتکاب کیا۔

تحریف نمبر 8:

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے ”آفتاب ہدایت“ طبع اول میں صفحہ 288 سے 289 تک

حضرت امیر معاویہ کے متعلق لکھے ہیں اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ”اہل انصاف کے لیے اس قدر بحث اس بارہ میں کافی ہے ہاں ضد کا کوئی علاج نہیں“ اب مطاعن کی بحث ختم ہو چکی فضائل صحابہ کرام کا ثبوت قرآن کریم اقوال ائمہ اہل بیت بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا شیعہ کے عجیب و غریب حیرت انگیز مسائل بھی بیان ہو چکے جن کو ناظرین پڑھ کر حیران ہوں گے کہ اس عجیب و غریب مذہب کی آخر ابتداء کس طرح ہوئی اس لیے اب اس کے متعلق بھی کچھ تذکرہ کر دیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کی یہ حیرت دفع ہو جائے کتب تاریخ میں تصریح ہے کہ اس مذہب کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 289 مطبوعہ کریک سٹیم پریس لاہور)

قارئین نے ملاحظہ کیا کہ مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مضمون کو مکمل کر کے اگلی سطور میں عبد اللہ بن سباء یہودی بانی شیعہ مذہب کے حالات بیان فرمانا شروع کرتے ہیں لیکن آفتاب ہدایت کے طبع ہشتم میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے صفحہ 292 تا 297 تک ایک مضمون اخبار انجم مورخہ 7 ستمبر 1934 سے نقل کیا ہے مضمون شروع کرنے سے پہلے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ ”حضرت معاویہ کے فضائل کے متعلق اخبار انجم لکھنؤ مورخہ 7 ستمبر 1934ء سے ایک مضمون بدینہ ناظرین کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جمیع اصحاب رسول کی محبت و عقیدت عطا فرمائیں“ اسی کے حاشیہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب دیوبندی اخبار ”انجم“ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”یہ اخبار بسر پرستی حضرت مولانا عبدالشکور صاحب ان کے صاحب زادگان کے زیر ادارت لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے جس کو اہل سنت والجماعت کا واحد آرگن کہنا چاہیے جو اہل تشیع کے درجنوں جرائد و رسائل کا اکیلا ڈٹ کر مقابلہ کر رہا ہے اس کے علمی محققانہ مضامین قابلِ داد ہیں ہر ایک ذی علم سنی مسلمان کے گھر ہونا چاہیے۔ 12

(آفتاب ہدایت صفحہ 292 طبع ہشتم مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار چکوال ضلع جہلم)

قارئین کرام! یہاں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی فنکاری ملاحظہ کیجیے کہ مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتاب کے متن میں بلا وضاحت 6 صفحات شامل کر دیے اور اس کے نیچے حاشیہ لکھا۔ حاشیہ اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھے کہ حاشیہ میں مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کو حضرت اور دیوبندی ”اخبار انجم“ کو ہر سنی گھرانے کی ضرورت مولانا کریم الدین دبیر نے قرار دیا ہے۔ خود لکھا کیونکہ حاشیہ یا مضمون کے شروع میں اس کی کچھ بھی وضاحت نہیں قاضی صاحب کی اس فنکاری کا ثبوت بھی ان کی اپنی تحریر سے ہی ملاحظہ ہو کہ قاضی صاحب نے اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”بعض مقامات پر حسب ضرورت راقم الحروف نے مختصر حواشی کا اضافہ کیا ہے اور وہاں فرق کے لیے اپنا نام بھی ظاہر کر دیا ہے“

(آفتاب ہدایت مقدمہ صفحہ 15 ناشر مکتبہ رشیدیہ چکوال)

اس کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں کہ مندرجہ بالا سطور میں جو قاضی مظہر صاحب کی تحریف بیان کی گئی ہے وہ ان کی اپنی کاروائی ہے۔

تحریف نمبر 9:

مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے ”آفتاب ہدایت“ طبع اول میں ماتم کے جواز میں شیعہ کی پیش کردہ دوسری دلیل کا جواب نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ”واللہ حوالہاوی“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۳۲ مطبوعہ کریکری سٹیم پریس لاہور)

لیکن آفتاب ہدایت طبع ہشتم سے یہ کلمات بھی نکال دیے گئے ہیں۔

تحریف نمبر 10:

آفتاب ہدایت طبع ہشتم میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے صفحہ 335 تا 337 کی پہلی سطر تک ایک مضمون اخبار النجم کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کی ابتدا ”ما تم حسین کے متعلق مفصل بحث ہو چکی“ صفحہ 335 سے..... منقول از کربلا نمبر النجم لکھنؤ محرم الحرام 1356ء“ صفحہ 337 تک ہے۔ یہ مضمون بھی قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے ذوق تحریف کا آئینہ دار ہے کیونکہ متن اور حاشیہ میں کسی قسم کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ مضمون کتاب کے متن میں شامل کیا ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قاضی مظہر دیوبندی صاحب نے اپنے والد گرامی کی کتابوں میں تحریفات کی ہیں۔

قارئین کرام! آپ کے سامنے یہ دس تحریفات پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو یہ اندازہ کرنے میں مشکل نہ ہو کہ قاضی مظہر ہمسوا کس طرح ایسی ذلیل حرکات کر کے مولانا کرم الدین دیر کو اپنے کھاتے میں ڈالنا چاہ رہے ہیں لیکن پھر بھی ناکام ہیں اور ناکام ہی رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

قاضی ظہورالحسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی سے ایک مطالبہ:

تحریفات کے جواب میں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے کہا کہ یہ تہدیلیاں خود مولانا کرم الدین دیر مرحوم نے کی ہیں لہذا مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی وغیرہ سے یہ گزارش ہے کہ آفتاب ہدایت کا ایسا نسخہ پیش کریں جو مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ان کے اہتمام سے شائع ہوا ہو اور اس میں پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام انتساب اور لفظ و ہایت سمیت باقی 8 تحریفات بھی موجود ہوں۔ تاکہ آپ کے دعویٰ کی صداقت ہم پر واضح ہو جو بصورت دیگر تسلیم کے بغیر گزارہ ہوتا نظر نہیں آتا۔

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کی کتاب ”السیف المسلول“ کی نئی اشاعت میں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کی شرمناک تحریفات:

تحریف نمبر 11

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے ”السیف المسلول“ میں لکھا کہ ”یہ آیت پاک ہمارے ہاتھ فرقہ جات باطلہ شیعہ مرزائی، وہابی، چکڑ الوئی، وغیرہ کے خلاف زبردست جہت ہے کہ وہ ہرگز عباد صالحین میں شمار نہیں ہو سکتے۔“

(السیف المسلول صفحہ ۳۲ رفیق عام پریس لاہور سن اشاعت ۱۴۲۵ھ)

اس اقتباس میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے شیعہ مرزائی اور چکڑالوی کے ساتھ ساتھ وہابی فرقہ کو بھی باطل فرقہ جات میں شمار کیا ہے لیکن ابھی اکتوبر 2011 میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے صاحبزادے قاضی ظہور الحسین اظہر دیوبندی صاحب اور قاضی مظہر حسین دیوبندی کی قائم کردہ تحریک کے رہنما مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب کے اہتمام سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے جس میں یہ عبارت یوں درج کی گئی ہے ملاحظہ کریں۔

”یہ آیت پاک ہمارے ہات دیگر فرقہ جات باطلہ، شیعہ مرزائی اور چکڑالوی وغیرہ کے خلاف زبردست جہت ہے کہ وہ عباد صالحوں میں شمار نہیں ہو سکتے“

(السیف المسلول صفحہ ۶۲ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اس اقتباس میں تین جگہ دست اندازی کی گئی ہے۔

- 1- ”دیگر“ کا لفظ اپنی طرف سے شامل کیا گیا ہے حالانکہ اصل کتاب میں موجود نہیں ہے۔
- 2- مرزائی کے بعد لفظ ”اور“ شامل کیا گیا ہے۔ یہ بھی اصل کتاب میں موجود نہیں ہے۔
- 3- وہابی کا لفظ ہی نکال دیا گیا ہے۔

تحریف نمبر 12

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ سعودی وہابیوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ

”سعودیوں کا تسلط مالکانہ اور وارثانہ نہیں بلکہ عارضی اور غاصبانہ ہے جیسا کہ یزید کو بھی کچھ دن ملا تھا وہ

بھی مٹ گیا یہ بھی مٹ جائیں گے“ (السیف المسلول صفحہ ۳۲ رفیق عام پریس لاہور سن اشاعت ۱۹۲۹) اس اقتباس کو بھی مولوی عبدالجبار سلفی صاحب نے نکال کر یہودیانہ تحریف سے کام لیا ہے بتائیے سلفی صاحب! کیا ایسے وحل و فریب سے ہی اپنی حقانیت ثابت کی جاتی ہے؟

کیا ان تحریفات کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ بھی مولانا کرم الدین دبیر نے خود کی ہیں۔

اعتراض نمبر 3:

”احوال دبیر“ میں مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک تبدیل کرنے کی وجہ یہ بیان کی گئی کی مناظرہ

سلفی نوابی میں دیوبندیوں کو فتح ہوئی اور اس میں مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی کاپی پلٹ گئی۔

جواب: اس اقتباس میں مولوی عبد الجبار سلفی نے لکھا ہے کہ سلا نوالی کے مناظرہ میں دیوبندیوں کو فتح ہوئی حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ مولوی عبد الجبار سلفی نے اپنے معتمد مولانا ظہور احمد بگویی کے بارے میں لکھا ہے کہ ”مولانا بگویی مرحوم عظمت صحابہ کے حوالے سے بڑے حساس بزرگ تھے ردّ شیعیت پر پر آپ کی خدمات ناقابل فرموش ہیں۔ کاش آج ہمارے اندر بھی وہی علمی ذوق ہے اور دینی ولولہ ہوتا تو رفض و بدعت کے جراثیم پھیل نہ سکتے“ (احوال ویر صفحہ 189, 190)

مزید اسی کتاب صفحہ 189, 190, 73 پر بھی ”حضرت مولانا ظہور احمد بگویی“ لکھا ہے۔

مولوی عبد الجبار سلفی کے معتمد مولانا ظہور احمد بگویی کے زیر اہتمام شائع ہونے والے رسالے ”شمس الاسلام“ سے مناظرہ سلا نوالی میں دیوبندیوں کی شکست کا ثبوت:

اب آئیے اور مولوی عبد الجبار سلفی کی دیوبندی کے معتمد مولانا ظہور احمد بگویی کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ”شمس الاسلام“ (بھیرہ) سے مناظرہ سلا نوالی کی مختصر روداد ملاحظہ کریں ماہنامہ ”شمس الاسلام“ لکھا ہے کہ ”یوں تو حضرت غریب نواز شمس سیال رحمۃ اللہ علیہ کے انوار تاباں سے ایک عالم منور ہوا رہا ہے لیکن ضلع سرگودھا میں تو (بوجہ مرکز ہونے کے) کوئی ایسا تنفس نہ ہوگا جو اس درگاہ سے وابستہ نہ ہو بالعموم مسلمانان ضلع ہذا راسخ العقیدہ حنفی ہیں لیکن بد قسمتی سے کچھ عرصہ سے ایک موضع چک منگلا والا میں مولوی حسین علی صاحب کا ایک خاص مرید منور الدین اقامت گزریں ہوا اس نے یہاں ایک فتنہ برپا کر دیا اس کا اپنے پیر کی طرح یہ فتویٰ ہے کہ جو شخص یا رسول اللہ کہے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا قائل ہو وہ کافر مشرک ہے اس کی عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے اور بدوں طلاق حاصل کرنے کے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔“

اس فتویٰ کا نتیجہ یہ ہوا بھائی بھائی سے بیٹا باپ سے بیڑا ہونے لگا اور سخت فساد پیدا ہو گیا۔ اس فساد کی شکایت مسلمانوں کی طرف سے حضرت خواجہ حافظ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف کی خدمت میں پہنچی۔ کیونکہ جناب مدوح کے دل میں اسلام کا درد تھا۔ آپ نے اعلاء کلمۃ الحق کے لیے اپنی جان و مال کو وقف کر رکھا تھا۔ آپ یہ خبر سن کر بے تاب ہو گئے مولوی منور الدین کو کہلا بھیجا کہ ایسے عقائد فاسدہ کی ترویج سے باز آ جائے جو باعث تفریق بین المسلمین ہو رہے ہیں۔ لیکن منور الدین کے دل پر اس نصیحت کا اثر مطلق نہ ہوا لہذا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا اور مناظرہ کا چیلنج بھیج دیا۔

جناب والا نے دعوت مناظرہ کو قبول فرمایا اور ایک تاریخ مقرر کر کے خود مع ایک جماعت جید علماء کے موقع پر پہنچ گئے۔ منور الدین کو بلایا گیا لیکن اُس کو میدان میں آنے کی جرات نہ ہو سکی متواتر تین روز جناب والا وہاں تشریف فرما رہے اور علماء کرام کے وعظ و بیان ہوتے رہے لیکن منور الدین نے میدان میں نہ آنا تھا نہ آیا۔

کچھ دن تو یہ فتنہ مدہم ہو گیا لیکن منور الدین اندر ہی اندر آتش فساد بھڑکا تا رہا ان دنوں حضرت سجادہ نشین صاحب اتفاقا اس طرف تشریف لے گئے تو منور الدین کی مسجد میں جا کر نماز گزاری اس کے مقتدیوں نے عرض کی کہ آپ ہمارے مولوی سے مسئلہ علم غیب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ تبادلہ خیالات فرمائیں تاکہ ہم بھی مستفیض ہو سکیں۔ آپ نے عالمناہ انداز میں منور الدین سے کچھ گفتگو کی جس کو سن کر وہ مبہوت ہو گیا اور کہا کہ میں اپنے علماء کو بلاتا ہوں کہ آپ سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے منظور فرمایا۔ چنانچہ 15 ذی الحجہ 1355ھ مطابق 27 فروری 1937ء کو بمقام سلا نوالی متصل ڈسٹرکٹ بورڈ سکول ایک کھلے میدان میں ہر دو فریق کا اجتماع ہوا۔ دونوں طرف سے علماء تعداد کثیر میں جمع ہوئے۔ اہل سنت کی طرف سے حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ العالی اور آپ کے برادر محترم جناب صاحبزادہ حافظ غلام فخر الدین صاحب کے علاوہ مولانا مولوی حشمت علی صاحب، مولانا سردار احمد صاحب، مولانا سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف لاہور، مولانا قطب الدین تھٹکوی صاحب، مولانا باقر قطبی شاہ صاحب ملتان، مولانا غلام محمود صاحب ساکن پیلان، مولانا محمد بخش صاحب تونسوی، مولانا محمد اکرم الدین صاحب رئیس بھٹن ضلع جہلم، مولانا ظہور احمد بگوی امیر حزب الانصار بھیرہ، مولانا محمد الدین صاحب مدرس دارالعلوم الاسلامیہ سیال شریف، جناب مولانا محمد حسین صاحب سجادہ نشین مرولہ شریف، جناب پیر سید محمد فوٹ صاحب سجادہ نشین علاؤل شریف کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

دوسری طرف سے منور الدین کے علاوہ مولوی حسین علی صاحب وال بھجروی، مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی، مولوی عبدالحنان صاحب لاہور، مولوی شمس الدین صاحب پنڈی گھیب، مولوی فضل کریم صاحب ساکن بنڈیال کے نام ہمیں معلوم ہو سکے ہیں۔ مناظرہ دو روز چار چار گھنٹے جاری رہا۔ اہل سنت کی طرف سے مولانا مولوی حشمت علی صاحب مناظر اور مولانا کریم الدین صاحب رئیس بھٹن صدر تھے دوسری طرف سے مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی مناظر اور مولوی عبدالحنان صاحب صدر تھے۔ وقت مناظرہ کی ابتدائی تقاریر کے لیے پندرہ پندرہ منٹ اور دوسری تقریروں کے لیے دس دس منٹ تھے۔ اہل سنت کا دعویٰ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر تباہی و قیامت اہل جنت کے جنت میں اور اہل دوزخ کے دوزخ

میں داخل ہونے تک کے حالات سے آگاہ فرما دیا تھا۔ دوسرا فریق اس کا منکر تھا اور ان کا دعویٰ تھا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے وہ کافر ہے۔ مناظر اہل سنت فاضل بریلوی نے اپنے دعویٰ کو براہین قاہرہ، قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر اور اقوال بزرگان دین سے اس صفائی سے ثابت کیا کہ حاضرین عیش و عشرت کراٹھے۔

مولوی منظور صاحب نے اس کی تردید کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن اپنے مقصد میں ناکام رہے۔ حاضرین فاضل بریلوی کی فصیح و بلیغ تقریر اور قابلیت علمی دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

مولانا شمس علی صاحب کی طرف سے قریباً پچاس دلائل ایسے پیش کیے گئے جن کا کوئی معقول جواب مولوی محمد منظور صاحب نہ دے سکے جو آخری تقریروں میں مولانا صاحب گن کر بتا دیئے۔ غرض اس مناظرہ میں علماء اہل حق کو فتح عظیم اور فریق مخالف کو شرمناک شکست ہوئی اور اس وقت کا بالکل استحصال ہو گیا۔

اثنائے مناظرہ میں کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا اور جلسہ نہایت صبر و سکون سے انجام پذیر ہوا۔ سب انسپکٹر صاحب پولیس مع گارڈ موجود تھے ان کا انتظام قابل تعریف تھا۔ مناظرہ کے اختتام کے بعد مشہور واعظین مولانا پیر قطبی شاہ صاحب اور مولانا مولوی قطب الدین صاحب جھنگوی کے وعظ مسجد میں ہوئے جنہوں نے تبلیغ حق کا فرض ادا کر کے مسلمانوں کو مسائل سے اچھی طرح آگاہ کیا (ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ محرم الحرام 1356ھ مطابق اپریل 1937ء جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 4 صفحہ 35، 36)

اس روداد مناظرہ سے معلوم ہوا کہ

- 1- مسئلہ علم غیب رسول کے قائل کو مولوی منور الدین دیوبندی نے کافر کہا۔
- 2- اس کی وجہ سے علاقہ میں سخت فساد پیدا ہو گیا۔
- 3- حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے مولوی منور الدین دیوبندی کی سرزنش کی کہ اس کے عقائد فاسدہ کی وجہ سے تفریق بین المسلمین ہو رہی ہے۔
- 4- اقل مولوی منور الدین دیوبندی نے مناظرہ کا چیلنج دیا۔
- 5- حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی نے اس کی مسجد میں جا کر اسے لا جواب کیا۔
- 6- مناظرہ سلا نوالی میں مولانا شمس علی لکھنوی علیہ الرحمہ نے اپنے دعویٰ کو براہین قاہرہ، قرآن و حدیث وغیرہ سے ثابت کیا جس سے حاضرین عیش و عشرت کراٹھے۔
- 7- مولوی منظور نعمانی دیوبندی صاحب مولانا شمس علی خان لکھنوی علیہ الرحمہ کے پیش کردہ 50 کے قریب دلائل کا جواب دینے سے عاجز رہے۔

8- اس مناظرہ میں علمائے اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی کو فتح نصیب ہوئی اور دیوبندیوں کو شرمناک شکست ہوئی۔

9- اشائے مناظرہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ نہایت صبر و سکون سے مناظرہ ہوا۔

روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مناظرہ سلا نوالی میں دیوبندیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا منظور نعمانی دیوبندی کی ذلت و شکست کی وجہ سے مولانا کرم الدین دیر دیوبندیوں کے معتقد ہوئے؟ بالکل نہیں کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ثابت ہوا کہ یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا تھا۔

ضروری نوٹ

یہ یاد رہے کہ مسئلہ علم غیب پر شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمہ کے مولوی منظور نعمانی کے ساتھ مسئلہ علم غیب کے متعلق اس مناظرہ کے علاوہ بھی دو مناظرے ہوئے جن کی تفصیل ملاحظہ کرنے کے لیے کتاب ”فیصلہ کن مناظرے“ مرتب محمد نعیم اللہ خان (مطبوعہ فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموٹکے) ملاحظہ کریں جس میں صفحہ 11 تا صفحہ 121 تک ”مناظرہ سنبھل“ کی روداد ہے جس میں شیر بیشہ اہل سنت نے مسئلہ علم غیب کے متعلق مولوی منظور نعمانی پر 150 قاہر سوالات کیے جن کا مولوی منظور نعمانی دیوبندی صاحب جواب نہ دے سکے۔ اسی مجموعہ کے صفحہ 169 تا 307 تک ”مناظرہ ادوی“ کی روداد ہے۔ اس مناظرہ میں بھی مولوی منظور نعمانی کو شکست ہوئی۔ ان شواہد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی منظور نعمانی کو مناظرہ سلا نوالی میں شکست اور شیر بیشہ اہل سنت کو فتح نصیب ہوئی الحمد للہ۔

مناظرہ سلا نوالی دیوبندیوں کی شکست پر مولانا ظہور احمد بگوی کی تصدیق:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کے معتمد مولانا ظہور احمد بگوی نے ”محاکمہ“ کے عنوان سے مناظرہ سلا نوالی کے متعلق لکھا ہے کہ

”سلا نوالی کے مناظرہ کے متعلق ایک مراسلہ ماہ اپریل کے جریدہ میں شائع ہوا تھا اس کے متعلق بعض اصحاب کی طرف سے کئی استفسارات موصول ہوئے جن کا مفصل جواب دینا غیر ضروری سمجھتے ہوئے شمس الاسلام کی پالیسی کے متعلق اعلان کیا جاتا ہے کہ اہل سنت کے اختلافی مسائل کو شائع کرنا اس کے مقاصد میں شامل نہیں

شمس الاسلام کے اجراء کا واحد مقصد رخص و بدعت اور مزائیت کی تردید ہے جن مسائل پر اہل سنت باہم جھگڑ رہے ہوں ان کی تائید یا تردید ہمارے مقاصد میں شامل نہیں۔ ایسے مسائل میں سے علم غیب کا مسئلہ مسلمانوں میں افتراق کا باعث بن رہا ہے۔ مولوی حسین علی صاحب ساکن واں پتھر اس ضلع میانوالی اور ان کے مقلدین جمہور اہلسنت کی روش سے علیحدگی اختیار کر کے تکفیر مسلمین کا بے پناہ حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان وما یکون کے قائلین یعنی کائنات کے تفصیلی علم کے قائلین کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا جا رہا ہے۔“ (ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ جولائی 1937ء صفحہ 32)

مولانا ظہور احمد بگوی، مولوی منظور نعمانی، مولوی عبدالحنان دیوبندی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”مولوی عبدالحنان صاحب لاہور اور مولوی محمد منظور صاحب بریلوی کی معاملہ فہمی پر مجھے جس قدر اعتماد تھا زائل ہو گیا۔ ہر دو اپنے بے مثل بے نظیر استاد حضرت مولانا سید محمد نور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے علیحدگی اختیار کے کے جماعت مکفرین میں شامل ہو کر علماء دیوبند کے وقار کو خاک میں ملا دیا ہے۔ مولوی محمد منظور صاحب مجھے اپنے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں کہ ”ابتدائے آفرینش عالم سے قیامت تک کے علم تفصیلی کا اعتقاد) جیسا کہ عمائد بریلی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں) وہ اگرچہ خلاف نصوص ہے باطل ہے، مگر ہمارے نزدیک موجب کفر نہیں۔“ کاش یہی اعلان سلا نوالی میں فرما دیا ہوتا اور مولوی حسین علی صاحب کی پارٹی کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کافر یضاً انجام دے کر علماء دیوبند کے وقار کو برباد ہونے سے بچالیا ہوتا۔

(ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ، صفحہ 37 جولائی 1937ء)

مولانا ظہور احمد بگوی مولوی منظور نعمانی کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ”مولوی حسین علی صاحب کی پارٹی نے آپ کو غلط راستہ پر لگایا جہاں تک مجھے علم ہے حضرت صاحبزادہ صاحب اور ان کے رفقاء میں سے ایسا کوئی بھی نہ تھا جو آنحضرت کے علم کو علم الہی کے مساوی جانتا ہو بحث صرف عالم کون کے متعلق تھی اور ماکان وما یکون کو ہی علم الہی نہیں قرار دیا جاسکتا۔“

(ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ جولائی 1937ء)

قارئین کرام مولوی عبدالباق سلفی دیوبندی کے معتمد مولانا ظہور احمد بگوی اور ان کے رسالہ کے مندرجات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مناظرہ سلا نوالی میں دیوبندیوں کو شکست فاش ہوئی تھی اور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی اور ان کے رفقاء ہرگز علم الہی میں مساوات کے قائل نہیں تھے۔

مناظرہ سلاں والی کی وجہ بننے والا مولوی منور الدین دیوبندی مناظرہ سلاں والی کے بعد مرزا قادیانی کا عقیدت مند ہو گیا تھا:

فتوحات نعمانیہ صفحہ ۱۶ پر حاشیہ میں مولوی منور الدین کے بارے میں لکھا ہے کہ ”آپ (یعنی حسین علی واں بھروی) کے خلفاء میں ایک پر جوش اور مجاہد عالم مولانا منور الدین صاحب بھی ہیں آپ نے تو اپنے آپ کو تبلیغ توحید اور اعلام کلمۃ الحق کے لئے بالکل ہی وقف کر رکھا ہے اور آپ کا وطن ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں چک منگلیا نوالہ نمبر ۱۶۸ میں ہے آپ ہر ماہ اجتماع کے ساتھ تبلیغی دورہ فرماتے ہیں (فتوحات نعمانیہ صفحہ ۱۶ ناشر دار الکتاب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

مولوی منور الدین صاحب کا ذکر تو آپ نے پڑھ لیا اب آئیے اور مولوی منور الدین صاحب کے بارے میں یہ لرزہ خیز انکشاف بھی پڑھ لیجیے کہ مناظرہ سلاں والی کے محرک مولوی منور الدین دیوبندی صاحب مناظرہ سلاں والی کے بعد مرزائی ہو گئے تھے اس کی تفصیل یوں ہے کہ غازی احمد (سابق کرشن لال) صاحب نے اپنے قبول اسلام روداد بنام ”مِن الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ“ کفر کے اندھیروں سے نور اسلام تک“ کے نام سے شائع کی ہے جس میں مولوی منور الدین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

میں نے پوچھا کو خیر باد کہا اور چک منگلیا سرگودھا میں مولانا منور الدین صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی اور تفسیر کے ساتھ قرآن کریم پڑھا لیکن وہاں جی نہ لگ سکا مولانا منور الدین صاحب کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں کچھ تلخ بات چیت ہوئی میرا عقیدہ اس مسئلہ میں بالکل واضح تھا کہ آنحضرت ﷺ سلسلہ نبوت کے آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ ازروئے شرع کاذب ہے مولانا مرزا صاحب کو صالح اور متقی شخص کا درجہ دیتے تھے میں نے مولانا کی اقتدا میں نماز پڑھنا ترک کر دیا تھا مولانا کے اس عقیدے کا اثر تھا کہ چک منگلیا کے اکثر دوستوں نے مرزائیت قبول کر لی میں نے

۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۳ء کے کچھ ماہ وہاں گزارے اور وہاں سے چلنے کا ارادہ کر لیا۔

(مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ صفحہ ۱۲۷) ناشر الجامعہ الاسلامیہ لہنات الاسلام گجرات

ضروری نوٹ:

• یہ کتاب مولوی فضل الرحیم دیوبندی آف جامعہ اشرفیہ کی مصدقہ ہے۔
قارئین مزارم!

دیوبندیوں کی چالاکی اور سینہ زوری ملاحظہ کریں کہ مناظرہ سلاں والی کے بعد مولوی حسین علی دیوبندی
داں پھرو کی کاخلفہ مرزا قادیانی کا معتقد و مددگار بن گیا تھا لیکن دیوبندیوں نے الٹی چال چلی اور اہلسنت کے عالم
دین مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کو ان کی وفات کے بعد دیوبندی مشہور کیا۔

سلفی صاحب! بتائیے یہ بھی آپ کے منظور سمجھائی دیوبندی صاحب کا ہی فیض ہے کہ ان کے مناظرہ کے
بعد ان کی جماعت کے ایک اہم عالم دین صاحب دجال قادیان مرزا قادیانی کے مداح اور عقیدت مند بن گئے؟
مولوی منور الدین دیوبندی کے دیوبندیت سے خروج کی خبر کو چھپا کر مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کو بلا شجوت
شرعی بعد وفات دیوبندی مشہور کرتے آپ کو شرم نہ آئی؟

لہذا قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کا یہ دعویٰ بلا دلیل کہ مولانا کریم الدین
دیر نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا تھا جھوٹا ٹھہرا۔

اعتراض نمبر 4:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کے مددگار قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ
"تازیانہ عبرت" کتاب کا دوسرا ایڈیشن مولانا کریم الدین دیر نے مرتضیٰ حسن چاند پوری کی سخت تاکید
پر شائع کیا تھا۔

جواب:

(1) یہ بھی مولوی عبد الجبار سلفی صاحب کی تلمیح ہے جسے سلفی صاحب نے مولانا کریم الدین دیر کی تبدیلی
مسلک کے دعویٰ کی تقویت کے لیے پیش کیا ہے لیکن اس سے استدلال باطل ہے کیونکہ مولانا کریم
الدین دیر "تازیانہ عبرت" کے شروع میں لکھتے ہیں کہ "اس امر کا مشورہ دینے والوں سے میرے

مخلص دوست مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب دیالوی صاحب تو عرصہ سے مصر ہو رہے تھے ایک دفعہ انجمن شباب المسلمین بٹالہ میں جناب مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب (دیوبندی) سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بڑی سخت تاکید مرقانی کہ روئیداد ضرور شائع ہونی چاہیے۔

(تازیانہ عبرت صفحہ 53 قاضی محمد کرم الدین دیراکیڈی پاکستان)

یہاں مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے مرتضیٰ حسن چاند پوری دیوبندی کی تاکید کا ذکر کیا ہے یہ نہیں کہا کہ میں اس کی تاکید پر یہ کتاب شائع کر رہا ہوں کیونکہ اس بات کی تائید "تازیانہ عبرت" کے آخر میں موجود ہے جس میں مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ مولوی عبد الجبار سلفی کی تلمیذ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مولوی غلام محی الدین صاحب دیالوی جو میرے محرم راز دوست ہیں اور یہ دوبارہ تصنیف ان ہی کے اصرار سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔" (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۸۵ ناشر قاضی محمد کرم الدین دیراکیڈی پاکستان)

اس اقتباس سے خوب واضح ہو گیا کہ سلفی صاحب کا بیان کہ وہ مغالطہ صرف مغالطہ ہی ہے اور کچھ نہیں۔ قارئین کرام! مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کی کتاب تازیانہ عبرت دوسری مرتبہ 1932ء میں شائع ہوئی جیسا کہ "تازیانہ عبرت" کے آخر میں مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے لکھا ہے اسکے علاوہ تازیانہ عبرت کے صفحہ 17 پر مولوی عبد الجبار سلفی نے بھی تازیانہ عبرت کے دوسرے ایڈیشن کا من اشاعت 1932ء لکھا ہے قارئین کرام! مولانا کرم الدین دیر کی نقل کردہ عبارت کو مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ دیوبندی کے مسلک کی تبدیلی کے لئے بطور دلیل باشاہد کیسے پیش کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ مولانا نے مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری کے ساتھ دیوبندی بھی لکھا ہے تاکہ یہ بات واضح رہے کہ یہ دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔

نیز مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے اس مندرجہ بالا عبارت میں مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری کو نہ تو اپنا دوست کہا نہ کہیں تبدیلی مسلک کا ذکر ہے؟ تو پھر اس کو پیش کرنا سراسر ہٹ دھرمی ہے اور کچھ نہیں۔

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کی سینہ زوری:

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کو مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری دیوبندی نے سخت تاکید کی کہ "تازیانہ عبرت" کو شائع کریں اس سے سلفی دیوبندی نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے بالکل اسی طرح اگر ہم یوں کہیں کہ اس سے یہ کیس ثابت نہیں ہو سکتا کہ مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری دیوبندی نے مولانا کرم الدین دیر بریلوی علیہ الرحمہ کی

کتاب کو بہت پسند کیا لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی نے علمائے اہلسنت بریلوی کے علم و فضل اور قادیانیوں پر مضبوط گرفت کو تسلیم کر لیا تھا؟ اور مولوی مرتضیٰ حسن کے نزدیک دیوبندی اکابر کے ہاں قادیانیوں کے رویے ایسا کوئی عالم موجود نہیں تھا اسی لیے تو انہیں مرزائیت کے رد کے لیے ایک سنی بریلوی عالم کے دروازے پر دستک دینی پڑی؟

(3) تازیانہ عبرت کے آخر میں مولانا کرم الدین دبیر نے لکھا ہے "اپریل 1932ء" (تازیانہ عبرت صفحہ 296) اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے بھی تازیانہ عبرت کے شروع میں اسکے دوسرے ایڈیشن کا سن اشاعت 1932ء ہی لکھا ہے (تازیانہ عبرت صفحہ 17) دوسری طرف "احوال دبیر" میں مولوی عبد الجبار سلفی نے مناظرہ سلاں والی کا ذکر کرتے ہوئے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "بریلوی علماء کی طرف سے مولانا حشمت علی خان رضوی مناظر اور والد صاحب مرحوم (حضرت مولانا کرم الدین دبیر) صدر تھے" (احوال دبیر صفحہ 73) اس بات کو سب دیوبندی تسلیم کرتے ہیں کہ مناظرہ سلاں والی میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ اہلسنت و جماعت بریلوی کی طرف سے صدر تھے جیسا کہ سلاں والی کی دیوبندیوں کی طرف سے شائع ہونے والی روئداد میں بھی اہلسنت و جماعت بریلوی کی طرف سے صدر مناظرہ لکھا ہے۔ اس مناظرہ کے متعلق مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے لکھا ہے کہ "1936ء میں بمقام سلاں والی شائع سرگودھا جو مناظرہ ہوا تھا" (احوال دبیر صفحہ 72) یعنی تازیانہ عبرت مناظرہ سلاں والی سے ۴ سال پہلے شائع ہوئی تھی پھر بھی اس کو مولانا کرم الدین علیہ الرحمہ کے مسلک کی تبدیلی کے لیے بطور شاہد یا دلیل پیش کرنا سراسر بے شرعی و ہٹ دھرمی ہے اور کچھ نہیں۔

(4) مولوی عبد المجید سواتی دیوبندی کے بیٹے مولوی فیاض خان سواتی دیوبندی نے مولوی زاہد الراشدی دیوبندی پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اعتراض نمبر چار، پانچ اور چھ کالب لباب یہ ہے کہ دیگر مسالک کے مصنفین کی کتب پر تقریظ لکھنی چاہے اگر معتزین کے اذہان میں ہے تو ہمارے خیال اور معلومات کے مطابق ان کا یہ نقطہ نظر درست نہیں بلکہ اکابرین علماء دیوبند کے طرز و روش سے عدم واقفیت کی بین دلیل ہے اس پر بیسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں"

(جائشیں امام اہل السنہ کے ناقدین کے نام گھٹا خط از مولوی فیاض خان سواتی دیوبندی ناشر ادارہ نشر

و اشاعت جامعہ نصرت العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ)

سلفی صاحب! اسے دھیان سے پڑھیے فیاض سوائی دیوبندی صاحب تو دوسرے مسالک کی کتب پر تقریظ لکھنے کو علماء دیوبندی کی روش بتا رہے ہیں اور ایک آپ ہیں کہ صرف شائع کرنے کی تاکید کو تہذیبی مسلک کی بحث میں گھسیڑ لائے ہیں خدا را شرم شرم۔

اعترض نمبر 5:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے ”احوالِ دیر“ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی کی زبانی مولانا کرم الدین دیر کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ مولانا کرم الدین دیرؒ نے ”کہا کہ مولوی شمس الدین دیوبندی آف گوجرانوالہ نے مولانا نے کرم الدین دیرؒ سے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب آفتابِ ہدایت میں تو یہ لکھا ہے کہ علم ماکان و مایکون خاصہ باری تعالیٰ ہے لیکن مناظرہ میں آپ کا موقف اس کے خلاف تھا؟ تو میں نے ان کو جواب دیا کہ یہ جگہ مناظرے کی نہیں“ اس کے علاوہ سلفی صاحب نے مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کی کتاب ”سیف المسلول“ کے حاشیہ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ”مصنف علیہ الرحمۃ بھی دیگر علماء اہل سنت کی طرح علم ”ماکان و مایکون“ یعنی دنیا کے ذرہ ذرہ کا علم ہر آن میں ہمہ وقت صرف خاصہ باری تعالیٰ تسلیم کرتے ہیں نیز یہی بات قدرے تفصیل سے آپ اپنی شہرہ آفاق تصنیف آفتابِ ہدایت میں بھی بیان کر چکے ہیں (عبد الجبار سلفی) (السیف المسلول حاشیہ صفحہ ۷۷ ناشر قاضی محمد کرم الدین دیر اکیڈمی پاکستان)

جواب 1:

مولانا کرم الدین دیرؒ نے ”آفتابِ ہدایت“ میں علم ماکان و مایکون کو اشیاء کا حلال و حرام کرنا، موت و حیات پر اختیار وغیرہ صفات کو خاصہ باری تعالیٰ اس لیے بطور الزام کہا کہ شیعہ ان میں غلو سے کام لے کر درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں اور مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اسی طرح کے سوال کے جواب میں لکھا کہ ”گو مناظرین کی ایسی عادت ہے مگر قرآن مجید کی ایک آیت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر قبیح ہے وہ آیت یہ ہے لقد سمع اللہ قول الذین قالو ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء اس کا شان نزول مفسرین میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے صدقات کی ترغیب فرمائی تھی جس پر یہود نے یہ بات کہی۔ یہ یعنی بات ہے کہ ان کا یہ عقیدہ نہ تھا بلکہ محض الزام کے طور پر کہا تھا کہ حضور ﷺ کی ترغیب سے (اعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا حاجت مند ہونا لازم آتا ہے۔ (بوادر النوار صفحہ 442 ناشر ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

جواب 2:

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کے عقیدہ کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ماکان وما یکون حاصل ہے:

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ ”آفتاب ہدایت“ میں فرماتے ہیں کہ

”قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسول پاک ﷺ پر الزام آتا ہے آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور ماکان وما یکون سے آگاہ ہونے کے ذوق ربی کا معنی بھی نہ سمجھ سکے پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے کہ اس نے باوجود اس قول پاک کے ولسقذ یسزنا القرآن للذکر (ہم نے قرآن کو ذکر کے لیے بہت سہل کر دیا ہے) یہ علم ایسے معتمد کے طور پر فرمایا کہ نہ اس کا معنی صاحب الوحی کی سمجھ سکے نہ وحی ہی کی سمجھ میں آیا (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۳۲ مطبوعہ کریچی سٹیٹ پریس لاہور) اس اقتباس سے بالکل واضح ہو گیا کہ مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ والسلام کو عالم ماکان وما یکون مانتے تھے۔

آفتاب ہدایت کے حوالے سے علم ماکان وما یکون کو خاصہ باری تعالیٰ کہنے والے ویو بند یوں سے سوال:

جس طرح مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے ”آفتاب ہدایت“ میں علم ماکان وما یکون کو خاصہ باری تعالیٰ اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی علم ماکان وما یکون ثابت لکھا ہے۔ بالکل اسی طرح ”آفتاب ہدایت“ طبع اول میں قبض ارواح کے متعلق لکھا ہے کہ

”یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح (خدا ہے پاک ہے) لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ایسے ظاہرین سے مل کر بعض یا تمام ارواح کے قبض کرنے کا اختیار حاصل ہے۔“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۱۸ مطبوعہ کریچی سٹیٹ پریس لاہور)

جبکہ اپنی کتاب ”تاریخ نہایت“ میں مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ حضرت غزالی علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں

”ملک الموت قابض الارواح“

(تاریخ نہایت صفحہ ۱۶۷ ناشر قاضی محمد کرم الدین دیر آکئڈمی پاکستان)

سلفی صاحب اور ان تمام دیوبندی حضرات سے (جو ”آفتاب ہدایت“ کے حوالہ سے علم ماکان و مایکون کو خاصہ باری تعالیٰ کہتے ہیں) میرا یہ سوال ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو قبض ارواح کا کام سپرد کیا گیا ہے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ”آفتاب ہدایت“ میں قبض ارواح کو خاصہ باری تعالیٰ کیوں کہا گیا ہے؟ تا زیانہ عبرت میں حضرت عزرائیل کو ملک الموت اور قابض الارواح لکھنے کے باوجود قبض ارواح کو آپ خاصہ باری تعالیٰ کیوں تسلیم نہیں کر رہے؟ جو تو جہد یہاں کریں گے وہ ”علم ماکان و مایکون“ کو خاصہ باری تعالیٰ قرار دیتے وقت کیوں نہیں کی جاتی؟

نوٹ

آفتاب ہدایت کے طبع ہشتم میں قاضی مظہر حسین صاحب نے اس عبارت میں یوں اضافہ کیا ہے ”یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح (خدائے پاک ہے) اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں۔“
(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ ۱۹۳ مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چیمبر بازار چکوال)
پہلے ایڈیشن میں ”اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں“ کے الفاظ نہیں ہیں یہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی اپنی کاروائی ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب حاصل ہے:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”حضور علیہ السلام کو جن کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب حق تعالیٰ نے بخشا ہوا تھا اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عمرؓ کی فتوحات کو دیکھ کر ایسی خوش ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو اس کی نئے نئے طریق سے بشارت سنا کر حضرت عمرؓ کی جلالت قدر اور عظمت شان پر متنبہ فرماتے تھے بھلا اگر حضرت عمرؓ بقول شیعہ معاذ اللہ حضرت رسول پاکؐ کی نظر میں کافر و منافق ہوتے تو ان کا جہاد ناجائز ہوتا اور اس جہاد کا مال غنیمت مال مغصوب اور حرام ہوتا تو کیا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراقہ کو مال حرام (مغصوب) کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی اس سے تو پرہیز کرنے کا حکم دیا جانا چاہیے تھا شیعہ غور کرو اور خوب غور کرو

(آفتاب ہدایت صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰ طبع اول مطبوعہ کرمی سٹیم پریس لاہور)

اس اقتباس سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے قیامت تک کے واقعات کا علم غیب مانتے تھے۔ الحمد للہ۔

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ مناظرات ثلاثہ میں بھی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”مولانا مولوی خیر شاہ صاحب میر واعظ الاسلام امرتسری کے مختلف وعظ ہوئے حاضرین آپ کے وعظ کے ایسے شیدا ہو گئے تھے کہ گھنٹوں وعظ سن کر بھی سیری نہ ہوتی تھی کرامات اولیاء اور مسئلہ علم غیب کے متعلق آپ نے قرآن وحدیث سے ایسے ثبوت پیش کیے کہ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو گئے۔“

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۱۵، ۱۶ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

اس تحریر سے بھی بخوبی ثابت ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کرامات اولیاء اور مسئلہ علم غیب کی بابت وہی مسلک تھا جو کہ اہلسنت وجماعت بریلوی کا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب علوم اولین و آخرین معلوم تھے:

مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ ”حضور علیہ السلام جن کو علوم اولین و آخرین سب معلوم تھے“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۹۹ مطبوعہ کریکری سٹیم پریس لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر ”مناظرات ثلاثہ“ میں بھی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”آپ کو علم اولین و آخرین حاصل تھا اور آپ کو معلوم تھا کہ کس وقت مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہو جائیں گے۔ اس زمانے کی نسبت آپ نے مسلمانوں کو راہِ حق بتادی کہ تم اس اس فرقے کے پیچھے ہو جانا جو سوادِ اعظم بڑی جماعت رکھتے ہیں کیونکہ وہ راہِ حق پر ہوں گے اور میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر چلنے والے بلا ریب وہی لوگ ہوں گے جو سوادِ اعظم بڑی جماعت میں ہوں گے۔“

(مناظرات ثلاثہ صفحہ 24 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

ایک سوال:

مولوی عبدالجبار سلقی دیوبندی صاحب کے ممدوح مولانا ظہور احمد بگوی صاحب نے علم ماکان وما یکون کے متعلق لکھا ہے کہ ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ بِوَيْ طَمِ الْهِيَ قَرَارِئِمْ دِيَا جَا سَكَا“

(ماہ نامہ شمس الاسلام بحیرہ صفحہ 33 جولائی 1937)

رسول خدا کے لیے ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ ثابت کرنے والوں پر شرک و کفر کی گولہ باری کرنے والے مولانا ظہور احمد گوی صاحب کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے کہ جو ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ کو خاصہ باری تعالیٰ ماننے سے انکاری ہیں؟

(3) مولوی عبدالجبار سلفی صاحب نے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے بیانات سے کچھ نتائج اخذ کرنے کے بعد لکھا کہ ”ارباب علم و دانش! کیا یہ واقعات اور شواہدات و قرائن چلا چلا کر نہیں کہہ رہے کہ مولانا کریم الدین دیر“ اکابرین علماء اہل سنت دیوبند کے حق و صداقت کے معترف ہو چکے تھے؟ اور اپنے صاحبزادے مولانا قاضی مظہر حسین دیوبندی کو دو سال دارالعلوم میں تعلیم دلوا کر اپنے سابقہ فتوے سے عملی اور اعلانیہ رجوع کر چکے تھے؟“ (احوال دیر صفحہ 58 تا شرکوشہ علم 1-H-182 و پڑاناؤن لاہور)

قارئین کرام قاضی مظہر کے بیانات کی بنا پر یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ مولانا کریم الدین دیر نے اپنے سابقہ موقف سے عملی و اعلانیہ رجوع کر لیا تھا۔ اس لیے اگر بالفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مولانا نے ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ کو صفت خاصہ لکھا تھا تو کیا اسی طرح پچھلے صفحات میں آفتاب ہدایت کے نقل کردہ اقتباس (جس میں آپ نے حضور ﷺ کے لیے مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ کا علم ثابت لکھا ہے) اور مناظرہ سلاوالی میں مولانا کریم الدین دیر کا اہل سنت کی طرف سے صدر مناظرہ بننے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنے سابقہ موقف سے تحریری و عملی طور پر رجوع فرما چکے ہیں؟ اگر نہیں تو آپے اور ہمارے استدلال میں معقول وجہ فرق بیان کیجئے۔

ضروری نوٹ:

مولانا کریم الدین دیر کے حوالے سے علم ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ کو خاصہ باری تعالیٰ کہنے والی بات کو بالفرض محال تسلیم کر کے جواب دیا گیا ہے۔

اعتراض نمبر 6:

مولوی عبدالجبار سلفی صاحب نے قاضی مظہر حسین صاحب کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ نے قاضی مظہر حسین صاحب کو تعلیم کے لیے دیوبند بھیجا تھا۔

جواب:

قاضی مظہر حسین صاحب جلسہ از ثابت ہو چکے لہذا ان کی بات قابل اعتبار نہیں:

1- پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے آفتاب ہدایت میں کئی جگہ تحریقات کی ہیں جو کہ صریح بددیانتی اور جلسہ بازی ہے اور قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے شیخ طریقت مولوی حسین

احمد نئی صاحب کے والے سے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جس دستاویز میں ایک جھوٹ پایا جائے وہ تمام ناقابل اعتبار ہوتی ہے چونکہ پچھلے صفحات میں قاضی مظہر حسین صاحب کی مجلسازیوں کا بیان ہو چکا ہے اس لیے قاضی مظہر حسین صاحب کے بیانات کی بنا پر یہ بات کہنا کہ ان کو مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ نے دیوبند میں تعلیم کے لیے بھیجا تھا قطعاً غلط ہے۔

آخری عمر میں مولانا کریم الدین دیر کی بینائی جاتی رہی تھی:

2- مولوی عبد الباقی سلفی دیوبندی صاحب نے قاضی مظہر حسین صاحب کی ایک تحریر نقل کی ہے جس میں ایک جگہ قاضی مظہر حسین صاحب نے مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”موتیابند ہونے کی وجہ سے حضرت والد مرحوم کی بینائی جاتی رہی تھی“

(احوال دیر صفحہ ۷۵ ناشر گوشہ علم 182-H-1 واپڈ اٹاؤن لاہور)

اور قاضی مظہر حسین صاحب اپنے شہر سے دور بھیرہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے جیسا کہ انہوں نے خود بھی بیان کیا ہے کہ

”بندہ دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ سے رمضان المبارک کی تعطیلات میں جب واپس گھر آیا“

(احوال دیر صفحہ ۳ ناشر گوشہ علم 182-H-1 واپڈ اٹاؤن لاہور)

پہلے اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ زندگی کے آخری حصہ میں مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کی بینائی چلی گئی تھی اور دوسرے نقل کردہ اقتباس سے معلوم ہوا کہ قاضی مظہر حسین صاحب پہلے ہی سے اپنے شہر سے دور دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں تعلیم حاصل کر رہے تھے لہذا ان دونوں اقتباسات کی روشنی میں یہ نتیجہ باسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے مولانا کریم الدین دیر کے علم میں لائے بغیر دیوبند میں داخلہ لے لیا تھا مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کو قطعاً اس کی اطلاع نہ دی گئی کیونکہ اگر انہیں علم ہوتا تو وہ ضرور قاضی مظہر حسین صاحب کو روکتے کیونکہ مولانا کریم الدین دیر علماء دیوبند کو ان کے گستاخانہ عقائد کی بنا پر مشرکین سے بڑھ کر گستاخ سمجھتے تھے جیسا کہ ”الصورم البندیہ“ پر مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کی لکھی تقریر اور آپ کی دیگر کتب سے بھی بخوبی عیاں ہے کہ آپ کے علمائے دیوبند کے عقائد میں واضح فرق ہے۔

قاضی مظہر حسین صاحب نے دو سال سے بھی کم عرصہ دیوبند میں تعلیم حاصل کی:

3- قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب آفتاب ہدایت کے شروع میں لکھتے ہیں کہ

”رمضان 1356 میں احقر نے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا“

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ ۲۱ مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال)

پھر اس کے کچھ سطر بعد قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں کہ

”شوال میں بندہ دارالعلوم میں داخل ہو گیا شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب وہاں سے فارغ ہو کر گھر آیا“

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ ۲۱ مکتبہ رشیدیہ چکوال)

یعنی دو سال سے بھی کم عرصہ قاضی مظہر حسین صاحب نے تعلیم حاصل کی۔

دیوبند میں داخلہ کے وقت قاضی مظہر حسین صاحب کو اکابر دیوبند سے خاص عقیدت نہ تھی:

4- سلفی صاحب قاضی مظہر حسین صاحب کا بیان نقل کرتے ہیں جس میں وہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

”اس وقت میں اکابر دیوبند کے حالات سے واقف نہ تھا اور خاص عقیدت نہ رکھتا تھا صرف اس بناء پر داخلے کی خواہش پیدا ہوئی کہ طلباء سے سنتا تھا کہ دارالعلوم میں ہر کتاب صاحب فن کے سپرد کی جاتی ہے۔“

(احوال ویر صفحہ ۳۷ ناشر گوشہ علم 182-H-1 واپڈا ٹاؤن لاہور)

قارئین کرام! یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ قاضی مظہر حسین اور عبد الجبار سلفی کے بقول مناظرہ سلال والی کے بعد مولانا کرم الدین دبیر نے علماء دیوبند سے متاثر ہو کر مسلک دیوبند قبول کر لیا تھا لیکن مندرجہ بالا اقتباس میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب صاف اقرار کر رہے ہیں کہ دیوبند میں داخلہ کے وقت ان کو علماء دیوبند سے خاص عقیدت نہ تھی اگر مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنا مسلک تبدیل کیا ہوتا تو خود مولانا کرم الدین دبیر اور قاضی مظہر حسین دیوبندی کو علماء دیوبند سے ”خاص عقیدت“ ہوتی جو کہ اس وقت تک بھی نہیں تھی پھر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ وہ مناظرہ کے بعد علماء دیوبند کے عقیدت مند ہو گئے تھے۔

دوسری بات یہ کہ قاضی صاحب جب بھیرہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے وہاں قاضی صاحب کے بقول طلباء یہ کہتے تھے کہ دیوبند میں ہر کتاب صاحب فن کے سپرد کی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کچھ عناصر ایسے تھے جو دیوبند کے بارے میں یہ بات مشہور کرتے تھے بہت ممکن ہے کہ ان کی مدد سے قاضی صاحب نے دیوبند میں داخلہ لیا ہو۔

لہذا یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ دیوبندیوں کے پیش کردہ تمام اعتراضات تاریکیوں سے بھی کمزور ہیں۔ اس کے باوجود بھی یہ مولانا کرم الدین دیر کو دیوبندی کہیں تو یہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ مولوی عبد الجبار سلفی صاحب کے دلائل جنہیں تلیسمات کہنا زیادہ مناسب ہوگا کا مدلل رد کر دیا گیا ہے اور الحمد للہ مضبوط دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ تادم آخر مسلک اہلسنت وجماعت بریلوی کے ساتھ ہی وابستہ رہے، سلفی دیوبندی نے اپنے مزعومہ دلائل کے بارے میں لکھا ہے ”پہاڑ سے وزنی دلائل“

(احوال دیر صفحہ 79 ناشر گوشہ علم H-182 واپڈ اٹاؤن لاہور)

قارئین کو خوب اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ پہاڑ سے زیادہ وزنی دلائل تو نہیں لیکن تلیسمات ضرور ہیں۔

مولانا کرم الدین دیرؒ کی نماز جنازہ:

مولانا کرم الدین دیرؒ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اس بات کا قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے تذکرہ نہیں کیا شاید اس کی وجہ ہو کہ کہیں قاضی مظہر حسین دیوبندی کے جھوٹ کا پول نہ کھل جائے کیونکہ مولانا کرم الدین دیرؒ کی نماز جنازہ اہل سنت وجماعت (بریلوی) کے عالم حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب نے پڑھائی۔

قارئین کرام یہ ایک نہایت حیرت ناک بات ہے کہ مولانا کرم الدین دیرؒ کے جانشین ہونے کا دعویٰ کرنے والے قاضی مظہر حسین دیوبندی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ ان کے والد کا جنازہ کس نے پڑھا۔ ہو سکتا ہے کہ عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کہہ دیں کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب اس وقت قتل کے مقدمہ میں جیل کے اندر تھے تو جواباً عرض ہے کہ جناب نے خود ”احوال دیر“ کے صفحہ 333 میں مولانا کرم الدین دیرؒ کے پہلے نکاح سے پیدا ہونے والے دو بیٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دوسرے بیٹے جناب ضیاء الدین صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ

”دوسرے صاحبزادے ضیاء الدین فوج میں صوبیدار تھے۔ مولانا کرم الدین کے انتقال کے وقت یہی پاس تھے۔“ (تفصیل آگے آرہی ہے انشاء اللہ) آپؒ کی وفات غالباً 1975 ہوئی تھی۔“

(احوال دیر صفحہ 333 ناشر گوشہ علم H-182 واپڈ اٹاؤن لاہور)

اس کے بعد اسی کتاب کے آخر میں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

”اگلے دن صاحبزادہ ضیاء الدین آپ کی میت بذریعہ گاڑی اپنے آبائی علاقے میں لے گئے۔ عوام الناس کے علاوہ بڑے بڑے علماء دین خانقاہوں کے گدی نشین اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے نماز جنازہ میں شرک کی اور پورے اعزاز و تکریم کے ساتھ نمناک آنکھوں سے اسلام کے اس مخلص اور جفاکش مجاہد عالم دین کو گلد میں اتار دیا“ (احوال دیر صفحہ 333 ناشر گوشہ علم 1-H-368 و پڈاناؤن لاہور)

اس سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا کرم الدین دیر کے ایک صاحبزادے جناب ضیاء الدین صاحب مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کی میت کو اپنے آبائی گاؤں لائے نماز جنازہ میں موجود تھے لیکن ان کی موجودگی کے باوجود قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے یہ کہیں ذکر نہیں کیا کہ ان کا جنازہ کس نے پڑھا اور ان کو گلد میں کس نے اتارا اور ضیاء الدین صاحب کی وفات 1975ء میں ہوئی۔ (احوال دیر صفحہ 333) کیا اتنے طویل عرصہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی کو یہ موقع بھی نہ ملا کہ اپنے بھائی سے اس کے بارے میں تفصیلات حاصل کر سکیں؟

مولانا کرم الدین دیر کی نماز جنازہ اہلسنت و جماعت بریلوی مسلک کے عالم دین نے پڑھائی:

انجم شہباز سلطان صاحب مولانا کرم الدین دیر کی وفات و تدفین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

”مولانا دیر کی وفات حافظ آباد میں ہوئی۔ آپ کی میت آبائی گاؤں میں لائی گئی۔ ملحقہ گاؤں موہڑہ کد تھی کے نامور علمی اور روحانی ختوادہ حضرت مولانا غلام محمد خلیفہ حضرت شمس العارفین سیالوی کے پوتے امام انجو حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ مرید حضرت خواجہ سلطان محمد اعوان شریف نے مولانا دیر کی نماز جنازہ پڑھائی اور دربار عالیہ حضرت بابا پیر شاہ و حضرت بابا ستار شاہ کے متولی جناب سائیں غلام حسین ولد غلام حیدر سکنہ پادشاہاں نے آپ کا جسد خاکی قبر میں اتارا۔“ (شخصیات جہلم صفحہ 87 ناشر بک کارز مین بازار جہلم) یہی بات انجم شہباز سلطان صاحب نے تاریخ جہلم صفحہ 462 مطبوعہ بک کارز مین بازار جہلم میں بھی لکھی ہے۔

قارئین کرام! اگر مولانا کرم الدین دیر دیوبندی مسلک اختیار کر چکے ہوتے تو اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ قطعاً آپ کی نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ نیز مولانا کرم الدین دیر کے صاحبزادے جناب ضیاء الدین صاحب بھی جنازہ میں موجود تھے۔ اگر مولانا کرم الدین دیر دیوبندی مسلک کے ساتھ وابستہ ہو چکے ہوتے تو وہ

یقیناً کسی دیوبندی عالم کو ہی نماز جنازہ کے لیے بلائے لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر مسلک اہل سنت کے عالم دین تھے، مناظر تھے۔ اس لیے آپؒ کی نماز جنازہ بھی مسلک اہل سنت کے عالم دین نے ہی پڑھائی۔

قارئین کرام! یہ تھا مولوی عبد الجبار سلفی صاحب کے مضمون کا مختصر رد جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مولانا کرم الدین دبیر تادم آخر مسلک اہل سنت و جماعت بریلوی کے ساتھ ہی منسلک رہے۔ ان کو دیوبندی قرار دینا سراسر غلط ہے مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتب مناظرات ثلاثہ اور السیف المستعمل کے قدیم مطبوعے محترم محمد ایوب عطاری صاحب برہ زئی حضور کے ذریعہ حاصل ہوئے جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ ان کو دارین کی نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ جو حضرات اس مضمون سے فائدہ اٹھائیں راقم کے لیے دعائے خیر فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلک حق اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی کے ساتھ وابستہ رکھے اور اسی مسلک حق پر موت دے۔

آمین

آمین یا رب العالمین

میشم عباس حنفی قادری رضوی

10/03/2012

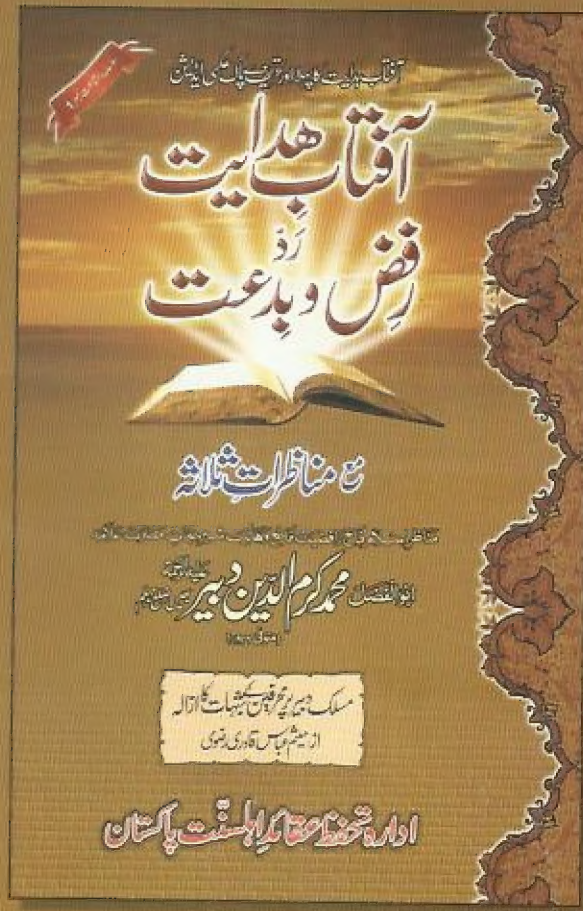
مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کے متعلق تحقیقی مقالہ کی کاپیاں پریس میں جانے کے لیے تیار تھیں اسی دوران ماہنامہ حق چاریار کا ایک شمارہ دستیاب ہوا جس کے مطالعے سے یہ انکشاف ہوا جو ذیل میں آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ (ششم قادی)

فاضل دیوبند، قاضی شمس الدین درویش دیوبندی کا اقرار کہ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ تادم آخراہل سنت و جماعت بریلوی سے منسلک رہے

فاضل دیوبند، قاضی شمس الدین درویش دیوبندی شروع میں مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کے متعلق قاضی صاحب کی تائید کرتے تھے لیکن بعد ازاں انہوں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ مولانا دبیر نے اپنا مسلک تبدیل نہیں کیا تھا، ذیل میں قاضی شمس الدین درویش دیوبندی (فاضل دیوبند) کی تحریر ملاحظہ کریں جس میں وہ قاضی مظہر حسین صاحب کی طبعی شدت کے متعلق لکھتے ہیں کہ

”قاضی صاحب مزاجاً شہد ہیں اور بیجا سخت گیر ہیں۔ یہ فطری شدت ان کی موروثی ہے کیونکہ ان کے والد ماجد مولانا کرم الدین صاحب نے بھی علمائے دیوبند کے خلاف بہت دلا زار فتویٰ دیا تھا اور نام لے کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا غلیل احمد انیسٹروی مرحوم کو قطعی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ مفصل فتویٰ تو مولوی حشمت علی لکھنوی کی کتاب الصوامم الہندیہ طبع دوم کے صفحہ ۱۱۱-۱۱۰ پر مذکور ہے اور اس کو با اختصار امام اہل سنت مولانا علامہ محمد اسحق صدیقی سندیلوی نے اپنے قیمتی رسالہ ”جواب ثانی میں بھی نقل کیا ہے گو کہ قاضی مظہر صاحب نے اپنی کتاب خارجی فتنہ (جلد اول) میں اپنے والد کی اس تکفیری فتویٰ کی خاصی لپیلا پوتی کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ بے سود ہے کیونکہ اپنے والد کے ”رجوع الی الحق“ کو بغیر کسی تحریری ثبوت کے وہ صرف اپنی شہادت سے ثابت کر رہے ہیں حالانکہ اصول یہ ہے کہ ”التوبة علی حسب الجنایة ان کانت جہراً فجہراً و ان کانت سیراً فیسراً“ جبکہ یہاں گناہ تو (بارہا کا مطبوعہ ہے) اور مشہور ہے اور تو بے گھر کے اندر کی، ویسے بھی بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں شرعاً مردود ہے..... دو گواہ ہونے چاہئیں مولانا کرم الدین کا یہ تکفیری فتویٰ ہم نے اس مقالہ کے آخر میں بھی بطور ضمیمہ درج کر دیا ہے اور یہ مفصل فتویٰ دوروپے کے ڈاک ٹکٹ آنے پر فقیر سے علیحدہ بھی دستیاب ہے۔“

(ماہنامہ نغیب ختم نبوت صفحہ ۱۳ یقعدہ ۱۴۱۰ھ جون ۱۹۹۰ء بحوالہ ماہنامہ حق چاریار لاہور جون/جولائی ۱۹۹۰ء)



ملنے کا پتہ

- مکتبہ غوثیہ کراچی
- پرائی سبزی منڈی کراچی
- مکتبہ نئی سلطان
- چھوٹی گھٹی حیدر آباد
- نظامیہ کتاب گھر
- اردو بازار لاہور
- اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی
- احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی
- مکتبہ فیضانِ مدینہ
- مدینہ ٹاؤن فیصل آباد
- اہل سنت پبلی کیشنز
- دینہ ضلع جہلم

فیز اہلسنت کے دیگر مکتبوں سے طلب فرمائیں

ادارہ تحفظ عقائد اہلسنت پاکستان